

# سرد شلم کی ساحرہ



اسلم راہی ایم اے

## پیش لفظ

- 1- ”یروشلم کی ساحہ“ ان لوگوں کی داستان ہے جو حضورؐ کی آمد کے منتظر تھے۔
  - 2- یہ نبطی عربوں کی عظیم تاریخ ہے۔ جنہوں نے بیک وقت رومنوں، مصر کے حکمران گالس، یروشلم کے بادشاہ ہیرودیس اور دمشق کے حکمران حدار بن حدار کو بدترین شکستیں دیں۔
  - 3- یہ حسین و جمیل اور تاریخی لڑکی ہیرودیس کا قصہ بھی ہے۔ جس نے اپنے زہد شکن رقص کے انعام کے طور پر اللہ کے نبیؐ یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگا تھا۔
  - 4- یہ اصحاب کف کے اساطیری شہر رقیم کی کتھا بھی ہے۔
  - 5- اس میں نبطیوں کے بادشاہ حارث کی ترکناز بھی ہیں۔
  - 6- یروشلم کی ساحہ میں قدم صابی مذہب کی پوری تفصیل بھی ملے گی۔
  - 7- یہ تاریخ کے مشہور ڈاکو بربا کی سرگزشت بھی لئے ہوئے ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زندان میں رہا۔
  - 8- غرضیکہ ”یروشلم کی ساحہ“ زمانہ قبل از اسلام کی وہ سرگزشت ہے جسے ایک دلچسپ کہانی کی صورت میں تاریخ کے اوراق سے قطرہ قطرہ کشید کیا گیا ہے۔
- ناشر

لال گول سورج اونچے کوہساروں کے اس پار غروب ہو رہا تھا۔ جاڑے کا موسم تھا بے مروت برف کے طوفانوں سے لپٹ کر آتی ہوائیں ہر شے کو بخ بستہ کر رہی تھیں۔ چار سو آفاق پر پھیلے بادل سیم پیکر منجمد آبشاروں کی طرح ٹھہر گئے تھے۔ ایسے میں قدم اور اساطیری شر رقیم کے زندان میں عقوبت خانوں والے حصے سے دو قیدیوں کو عام قیدیوں والے حصے میں لایا گیا۔ دونوں قیدی خوب دراز قد اور اپنے حلقے سے خونخوار لگتے تھے۔ دونوں کے چہرے پر سکر و خود فراموشی اور آنکھوں میں اضطراب اور بے زاری کے آثار تھے۔ جو مسلم جوان انہیں قیدیوں کے حصے کی طرف لائے تھے، وہ ایک جگہ رک گئے، پھر مسلم جوانوں میں سے ایک ان قیدیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سنو قلیس اور شناتر جو بات میں تم دونوں سے کہنے لگا ہوں بڑے غور اور انہماک سے سننا اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنا ورنہ تم دونوں نقصان اٹھا جاؤ گے یا تمہارے ہاتھوں کسی اور کا نقصان ہو جائے گا۔ زندان کی وہ کوٹھڑی جس میں تم دونوں عقوبت خانوں میں جانے سے پہلے رہتے تھے اس میں آج کل تین نوجوان رہتے ہیں ایک کا نام حبیب بن عثمان، دوسرے کا نام سعید بن حسام اور تیسرے کا نام علی بن حسام ہے۔ سعید اور علی دونوں حبیب کے ماموں زاد ہیں۔ تینوں کو شر کے کوتوال نے زندان میں ڈالا تھا اور نیچے تہہ خانوں میں جو کولہو ہیں ان پر ان کی مشقت لگی ہوئی ہے جو کوٹھڑی تمہارے پاس ہوا کرتی تھی وہ اب ان کی ہے۔ کوٹھڑی کے سامنے بیٹھنے کے لیے جو شہ نشین بنی ہوئی ہے اپنی مشقت سے فارغ ہونے کے بعد وہ اسی شہ نشین پر بیٹھتے ہیں اب ان کی مشقت کا وقت ختم ہونے والا ہے وہ تمہ خانے سے

سنت وجدان اور عرفان کھڑے ہو گئے ہوں یا تفکرات میں غلطیوں کے اندر کوئی خود شناسی اور نگہداری کرنے والا فطرت کا عنصر سامنے آ گیا ہو میں اس کے پاس بیٹھتا رہا ہوں میں نے جو اس کی شخصیت کا جائزہ لیا ہے اس کے مطابق میں تم سے یہ کہہ سکتا ہوں وہ پانی میں چھپی چٹانوں کی طرح خطرناک، مٹی خط میں پتھروں پر لکھے نقوش جیسا نہ مٹنے والا نہ دینے والا ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے وہ قیدی رک گیا اس لیے کہ جس سمت مشقت کے لیے کولہو لگے ہوئے تھے اس سمت سے تین قیدی آتے دکھائی دیئے وہ قیدی قلیص کو کہنے لگا۔ ”جن تینوں کا تم نے مجھ سے پوچھا ہے وہ تینوں اپنی مشقت ختم کر کے آرہے ہیں۔“

قلیص اور اس کا ساتھی شاتر دونوں شہہ نشین پر بیٹھے رہے۔ تیسرا قیدی وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ وہ تینوں قیدی سامنے آئے اور انہوں نے دیکھا جو سب سے آگے تھا۔ جس کا نام حبیب بتایا گیا تھا وہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا کھردرا لباس پہنے ہوئے تھا جس پر کولہو پر مشقت کرنے کی وجہ سے جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے دو جوان تھے وہ بھی اسی جیسے تھے۔ اسی جیسا لباس پہنے ہوئے تھے۔ قلیص نے بغور حبیب کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر وہ قلیص اور شاتر دونوں کو ایسے لگا جیسے گھنے اندھیروں میں بہت اور ہراساں کرنے والا کوئی عارف آفاق نکل کھڑا ہوا ہو یا فطرت کے رازوں کا کوئی محرم اور واقف دیر و حرم اچانک نمودار ہو گیا ہو۔ اس کی سرخ آنکھوں میں آنندھیوں کی شدت، زلزلہ انگیز اور خونی انقلابوں میں لپٹی ہوئی عجب و غریب سی تابکاری تھی۔ چہرہ ایسے تھا جیسے کڑکڑاتے بادلوں میں جوش مارتی رقیق آتش۔ شہہ نشین کے پاس آکر وہ رک گیا۔ اس کے پاس سعید اور علی بھی رک گئے۔ ایک نگاہ اس نے شہہ نشین پر بیٹھے قلیص اور شاتر پر ڈالی لمحہ بھر کے لیے اس کی حالت تمدن پر کند پھینکنے والے عقاب جان شباب جیسی ہو گئی تھی، پھر جلد ہی وہ سنبھل گیا۔ قلیص اور شاتر کو شہہ نشین پر بیٹھے دیکھ کر وہ وہاں سے ہٹ گیا اور جو سامنے کوٹھڑی تھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا۔

فکلیں گے میں تم پر انکشاف کروں کہ اس شہہ نشین پر نہ بیٹھنا جس پر کبھی تم بیٹھ کر آرام کیا کرتے تھے کیونکہ کولہو کی مشقت سے فارغ ہونے کے بعد اس شہہ نشین پر بیٹھ کر وہ آرام کرتے ہیں وہ جھگڑالو نہیں ہیں ان کے ساتھ الجھنا مت شریف لوگ ہیں میرے خیال میں کسی ناکردہ گناہ کی سزا میں زندان میں آ گئے ہیں۔“ یہاں تک کہنے کے بعد وہ مسلم جوان چلے گئے تھے۔

دونوں قیدی جن کے نام قلیص اور شاتر تھے تھوڑی دیر تک مسلم جوانوں کو جاتا دیکھتے رہے پھر قلیص نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا اور ایک بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے اپنے ساتھی شاتر کو مخاطب کیا۔

”شاتر میرے رفیق یہ مسلم جوان کیا بات کہہ گئے ہیں نہ ہم اس کو ٹھڑی کو چھوڑ سکتے ہیں جس میں ہم عقوبت خانے میں جانے سے پہلے رہتے تھے اور نہ اس شہہ نشین کو جس پر ہم بیٹھا کرتے تھے جو ایک طرح سے دن کے وقت ہماری آرام گاہ ہے رہا سوال نئے آنے والے تین قیدیوں کا تو وہ کسی اور کوٹھڑی میں چلے جائیں یا جو کوٹھڑی ہمیں دی گئی ہے اس میں وقت گزاریں۔“ قلیص کہتے کہتے رک گیا اس لیے کہ اس وقت ایک قیدی اس کے پاس سے گزرا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس قیدی کو قلیص نے جب اپنی طرف بلایا تو قیدی بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا لگتا تھا زندان کے سارے ہی قیدی قلیص سے خوفزدہ تھے۔ وہ قلیص کے سامنے آن کھڑا ہوا قلیص نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا پھر اس کو مخاطب کیا۔

”میں اور میرا ساتھی دونوں دو ماہ زندان کے عقوبت خانے گزار کر آئے ہیں ہماری غیر موجودگی میں سنا ہے تین قیدی آئے ہیں جن کی کولہوؤں پر مشقت لگی ہوئی ہے کیا تم انہیں جانتے ہو۔“

اس قیدی نے جب اثبات میں سر ہلا دیا تو قلیص نے پھر پوچھا۔ ”تمہارے خیال میں وہ کیسے ہیں؟“ جواب میں وہ قیدی کہنے لگا۔

”سن قلیص تینوں کے نام حبیب، سعید اور علی ہیں حبیب ان کا سرکردہ ہے اور ان سے بڑا ہے جب اس کا سامنا کیا جائے تو ایسے لگتا ہے جیسے محرومی کے درد میں ان

”شہ نشین پر یہ دو سنے آنے والے بیٹھے ہیں۔ آؤ اپنی کوٹھڑی میں جا کر آرام کرتے ہیں۔“

حبیب، سعید اور علی چند قدم ہی کوٹھڑی کی طرف بڑھے تھے کہ پیچھے سے قلیص نے انہیں مخاطب کیا۔

”اس کوٹھڑی کا رخ نہ کرنا یہ کوٹھڑی اب میری اور میرے ساتھی کی آرام گاہ ہے آگے دو کوٹھڑیاں چھوڑ کے ہمیں، جو کوٹھڑی ملی ہے تم اس میں جا کر آرام کر سکتے ہو۔“

قلیص نے یہ الفاظ ختم کیے ہی تھے کہ حبیب نے کچھ اس طرح مڑ کے اس کی طرف دیکھا جیسے کوئی خوشخوار چیتا بھوک سے تنگ آکر اچانک اپنے قریب نمودار ہونے والے کسی جانور کی طرف دیکھتا ہے پھر اس نے اپنا چہرہ آگے کر لیا اور قلیص کی طرف دیکھ کر بغیر کہنے لگا۔

”اجنبی نہ! میں آغوشِ مادر میں پڑا طفلِ شیرخوار ہوں نے پابجولاں مجرم۔ نہ میں تمہاری دانش کا غلام ہوں رقیمِ شر کے اس زندان میں میں ایک مجبور اسیر زندان ہوں، میرے ساتھ الجھنے کی کوشش مت کرنا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سعید اور علی کے ساتھ حبیب جب مزید کوٹھڑی کی طرف بڑھا تو قلیص نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”اگر کوٹھڑی میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ داخل ہوئے تو پچھتاؤ گے لہذا میں نے جو کہا ہے اس پر عمل کرو، دو کوٹھڑیاں چھوڑ کر اگلی کوٹھڑی میں چلے جاؤ اس کوٹھڑی میں، میں تمہیں آرام نہیں کرنے دوں گا۔“

حبیب نے پھر ایک بار مڑ کر اسے مخاطب کیا۔

”سن بندہ حرص و ہوس! میں اور میرے یہ دونوں ماموں زاد نہ تمہاری ضرورت کے اسیر ہیں نہ تمہارے ارادوں کے شہید۔ میرے ساتھ مت الجھو تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ میرے ساتھ جھگڑا کرنے کی کوشش مت کرو ورنہ رقیمِ شر کے اس زندان میں بے شرف و بے توقیر، بے وقعت اور بے نصیب ہو جاؤ گے میں خود تمہارے

ساتھ ٹکرانا نہیں چاہتا ہوں اس لئے کہ میں کسی کا دستِ طلب ہوں، کسی کا صرف دعا ہوں، کسی کا نصیب ہوں اور اس زندان میں مجھے جو سزا ملی ہے اسے کاٹ کر میں اس کے پاس لوٹ جانا چاہتا ہوں، وہ میری ماں جو بڑی بے چینی سے میری منتظر ہو گی۔“

حبیب، علی اور سعید کے ساتھ پھر آگے بڑھنے لگا تو قلیص اور شناتر دونوں اچانک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے قلیص نے آگے بڑھتے ہوئے پیچھے سے حبیب کا لباس پکڑ لیا اور کہنے لگا۔ ”میں نے تمہیں کہا تھا کہ اس کوٹھڑی میں مت جانا لیکن تم باز نہیں آئے۔ لگتا ہے تم پٹے بغیر رکو گے نہیں۔“

حبیب نے اس کی طرف دیکھا نہیں اچانک وہ اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت میں لایا اور اپنا دایاں ہاتھ الٹا قلیص کے منہ پر اس زور اور قوت سے مارا کہ قلیص بل کھاتا ہوا دور جا گرا تھا۔

اس موقع پر شناتر نے آگے بڑھتے ہوئے حبیب پر ضرب لگانا چاہی پر اتنی دیر تک حبیب مڑ چکا تھا اور پھر زور دار مکا جو اس نے شناتر کی گردن پر مارا تو شناتر بھی اچھلتا ہوا قلیص کے قریب جا گرا تھا۔ اس موقع پر سعید اور علی بھی ان دونوں سے ٹکرانے کے لیے جب آگے بڑھے تو ہاتھ کے اشارے سے حبیب نے ان دونوں کو روک دیا پھر وہ اکیلا آگے بڑھا۔

اس کے بعد اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ دونوں کو اس نے ایسا مارنا شروع کیا جیسے کوئی آہن گر کسی پتے سرخ لوہے کو اپنی مرضی کے مطابق شکل دینا چاہتا ہو کافی دیر تک وہ انہیں پیٹتا رہا پھر دونوں کی گردنیں اس نے اپنے دائیں بائیں ہاتھ میں ٹائیں ایک دو بار دونوں کے سر ٹکرائے پھر اس قوت کے ساتھ دونوں کو اس نے زندان کی دیوار پر دے مارا کہ دونوں بے سدھ ہو کر گر گئے تھے۔

زندان کے کافی قیدی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ وہ سارا منظر بڑی بے چینی اور حیرت سے دیکھ رہے تھے اس لیے کہ قلیص اور شناتر زندان کے اندر ان کے لیے ناقابلِ شکست خیال کیے جاتے تھے۔ حبیب کے ہاتھوں انہیں پٹے دیکھ کر وہ عجیب سے لرہے تھے۔ عین اس موقع پر زندان کا داروغہ ایک طرف سے

دل کتا ہے کہ تیرے جیسے جوان ہی اپنی طوفان زقد میں تمدن پر کند ڈالتے ہیں۔ تیرے چہرے پر پھیلی سورج کی شگرتنی روشنی، تیری آنکھوں میں فضا کی طرح جوش مارتی چمک مجھے اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ تو ہی وہ نوجوان ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے اور تو ہی وہ ہے جو جنوں و جمل کے طوفانوں میں عظمت و عزم، جرات اور بے باکی کا پیکر بن کر کھڑا ہو سکتا ہے۔ جس کام کے لیے ہم تیرا انتخاب کرنے جا رہے ہیں اگر تو کامیاب رہا تو میرا دل کتا ہے ہماری مدنیت کی جلوہ گاہوں میں سر آئینہ اور پس آئینہ بس تیرے ہی عکس ہوں گے۔“

کچھ دیر غور سے حبیب کو دیکھنے کے بعد مالک بن حارث آگے بڑھا پر جوش انداز میں اس نے حبیب، سعید اور علی سے مصافحہ کیا پھر حبیب کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

”تو مجھے ایک بے مثل نوجوان لگتا ہے۔ میرے باپ نے زندان کے داروغہ کو ایک ایسے جوان کا انتخاب کرنے کے لیے کہا تھا جو ایک مشکل اور دشوار طلب مہم کو سر کر سکے، ہمارے ذہن میں اس قیدی کا نام تھا جسے مار مار کر تو نے لہو لہان کر دیا ہے ہم اس کا انتخاب کرنا چاہتے تھے پر لگتا ہے قدرت کو ایسا منظور نہیں میرا جی کتا ہے جو کام ہم مار کھانے والے قیدی سے لینا چاہتے تھے وہ کام دونوں جہاں کا ناظم تم سے لینے کا عزم کر چکا ہے۔ مجھے تیرا نام حبیب اور تیرے دونوں ساتھیوں کے نام سعید اور علی بتائے گئے ہیں تم تینوں میرے ساتھ آؤ میں تم تینوں کو اپنے باپ کے پاس لے کر جاؤں گا پھر وہ تمہیں اس مہم کی تفصیل بتائے گا۔ جس کے لیے تمہارا انتخاب کیا گیا ہے پہلے یہ بتاؤ تم زندان میں کس طرح آئے؟“

اس پر حبیب حارث بن مالک کے ذرا قریب ہوا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دراصل ہم رقیم شر کے نواح میں ایک نخلستان کے رہنے والے ہیں اپنے باغات کی کھجوریں بیچنے شہر آئے تھے۔ سودے کے لین دین کے سلسلے میں شر کے ناظم اور کوتوال کے آدمیوں سے ہمارا جھگڑا ہو گیا جس پر کوتوال نے بغیر کسی جرم کے ہمیں

اپنے محافظوں کے ساتھ آیا اس نے جب قلیص اور شناتر کو خون میں لت پت دیوار کے پاس پڑے دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ اتنی دیر تک ایک قیدی اس کے قریب آیا اور داروغہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک یہ جو قیدی سامنے کھڑا ہے جس کا نام حبیب ہے اس اکیلے نے قلیص اور شناتر کو مار مار کر ادھ موا کر دیا ہے۔ دراصل قلیص اور شناتر نے اس شہ نشین پر قبضہ کر لیا تھا جس پر یہ حبیب بیٹھتا تھا۔ شہ نشین سے پلٹ کر یہ اپنی کوٹھڑی میں داخل ہونے لگا تو قلیص اور شناتر نے اسے اس کوٹھڑی میں بھی داخل نہیں ہونے دیا اس پر حبیب، شناتر اور قلیص کے ساتھ الجھ پڑا اور دونوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔“

قیدی کی اس گفتگو پر زندان کا داروغہ کچھ کہنا بھی چاہتا تھا کہ اچانک وہ چونک پڑا اس لیے کہ چند محافظوں کے ساتھ ایک شخص قریب آیا تھا اس کے قریب آنے پر بہترین انداز میں داروغہ نے اسے تعظیم دی۔ پھر جس قیدی نے حبیب کی تعریف کی تھی وہ حبیب کے قریب آیا اور حبیب، سعید اور علی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ جو نیا شخص زندان میں آیا ہے یہ ہمارے بادشاہ حارث کا بیٹا مالک بن حارث اور مملکت کا ولی عہد ہے۔“

داروغہ آگے بڑھا اور جو کچھ زندان میں پیش آیا تھا اس قیدی کے کہنے کے مطابق اپنے بادشاہ کے بیٹے مالک بن حارث سے کہہ دیا تھا۔

مالک بن حارث تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں حبیب کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے دھیسے سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

”اجنبی میں نہیں جانتا تو کون ہے کن سرزمینوں سے تیرا تعلق ہے اس زندان میں تو کیسے آیا پر میں تجھے شمشاد و چنار جیسا تناور دیکھتا ہوں۔ اس غصے کی حالت میں تو مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے نیلے سمندر میں بھنور بھنور باہیں پھیلائے موت آوازیں دیتی ہے، تو مجھے بھی مسافروں کا مذاق اڑاتے، ستاروں جیسا پر عزم اور منجد ٹھہرے، پیکر آبداروں کے اندر رفتن آتش بن کر گھس جانے والے طوفانوں سا لگتا ہے۔“

زندانیوں میں بند کر دیا۔ ہم تینوں بھائی ایک ماہ سے زندان میں پڑے ہوئے ہیں اور کولو کی مشقت میں مبتلا ہیں۔ ہمارے ماں باپ ہماری گمشدگی پر بڑے پریشان ہوں گے۔ اس لیے کہ انہیں خبر نہیں ہم زندان میں ہیں۔ یہ دونوں میرے ماموں زاد ہیں۔“

اس موقع پر مالک بن حارث کا چہرہ اچانک سنجیدہ ہو گیا پھر اپنے پہلو میں کھڑے ایک مسلح جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”ابھی اور اسی وقت جاؤ اور شہر کے ناظم اور کوتوال سے کہو کہ اسے فی الفور قصر میں بلایا گیا ہے۔“ وہ محافظ وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد حارث بن مالک نے حبیب کو مخاطب کیا۔

”تم تینوں میرے ساتھ آؤ۔“ اس کے ساتھ ہی مالک بن حارث مڑا اور چل دیا۔ حبیب، سعید اور علی اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے۔



نبطیوں کی عظیم الشان سلطنت کا بادشاہ حارث رابع اپنے مرکزی شہر رقیم کے قصر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کا نام غلدو، جو اس کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی تھی۔ دوسری کا نام شقیلہ، جو اس کے بائیں جانب نشست سنبھالے ہوئے تھی۔ غلدو کے بطن سے حارث کا ایک بیٹا مالک بن حارث تھا جو سلطنت کا ولی عہد تھا اور دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی بیٹی کا نام عریب تھا جو یروشلم کے بادشاہ ہیرو دیس کی بیوی تھی۔ چھوٹی بیٹی کا نام حویلہ تھا۔ جس کی شادی ابھی نہ ہوئی تھی اور وہ اپنی ماں غلدو کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ بادشاہ حارث رابع کے ایک طرف اس کا بیٹا مالک بن حارث تھا جو اس کا ولی عہد تھا دوسری جانب اس کی دوسری بیوی شقیلہ کا اکلوتا بیٹا زبیل تھا۔ حارث کے سامنے اس کا سب سے بڑا وزیر سیلاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے مشیر اور سالار اپنی نشستوں پر جگہ سنبھالے ہوئے تھے۔

نبطیوں کی سلطنت عربوں کے اندر ایک عظیم الشان سلطنت خیال کی جاتی ہے۔ اسلام کے ظہور اور شمالی جانب توسیع سے پیشتر ارض شام کے حواشی پر تین بڑی بڑی عرب ریاستیں اور بادشاہتیں وجود میں آئیں اور بگڑ گئیں۔ جنوب میں نبطیوں کی سلطنت تھی۔ شمال میں ترم کی حکومت اور ان دونوں کے درمیان غسانیوں کی عظیم الشان ریاست تھی۔ یہ تینوں ریاستیں ایک دوسرے کے بعد ظہور میں آئیں اور بعض خصوصیتیں تینوں میں مشترک تھیں۔

یہ خانہ بدوشوں یا صحرا نورد عرب قبیلوں کو حضری بنا لینے کے باعث وجود میں آئیں اور ان کی خوشحالی تجارت پر موقوف تھی۔ جس کے قافلے ان ریاستوں میں آتے رہتے تھے۔ ان میں ہر ریاست کم از کم کچھ مدت کے لیے وقت کی دو عظیم

الشان سلطنت یعنی روما اور ایران سے بھی وابستہ رہی۔

نبطی پہلے پل چھٹی صدی قبل مسیح کے اداسل میں بدو قبیلوں کی حیثیت میں نمودار ہوئے۔ ان کا وطن وہ صحرائی علاقہ تھا جو آج کے شرق اردن کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ سرزمین تیرہویں قبل مسیح سے مختلف چھوٹی چھوٹی بادشاہتوں کا مرکز تھی۔ ادوم اور دوآب۔ جنوب میں عمون اور جلعاد شمال میں یہ سب کنعانی اور آرامی عرب تھے۔

تیرہویں صدی قبل مسیح سے پیشتر ادوم اور دوآب میں کوئی نہیں رہتا تھا۔ ان کی تاریخ انیسویں صدی قبل مسیح تک خالی چلی آتی ہے۔ کم از کم آثار قدیمہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ تیسری صدی قبل مسیح سے انیسویں صدی قبل مسیح تک ان علاقوں میں گھنی آبادی رہی پھر صحرا کی جانب سے حملے شروع ہوئے اور بظاہر انہی حملوں کی وجہ سے یہ علاقے تباہ و برباد ہو گئے۔

یہودیوں کی جنگی قوت اور مذہب بھی ان سرزمینوں میں پہنچے مگر حق یہ ہے کہ یہودی کا توحیدی مذہب کسی بڑی قوت کی صورت میں دریائے اردن کے پار نہ پہنچ سکا اور نہ اس کے جنوب کی جانب جا سکا۔ یہی لوگ آگے چل کر نبطیوں کے ماتحت رہے۔ نبطی دراصل تین اقوام کا مجموعہ خیال کیے جاتے ہیں۔ ایک ثمودی دوسرے نبطی اور تیسرے بنو لیان جو شمالی حجاز کے رہنے والے تھے۔

چوتھی صدی قبل مسیح سے پیشتر نبطی خانہ بدوش تھے۔ وہ خیموں میں رہتے تھے۔ عربی بولتے تھے۔ شراب سے سخت پرہیز کرتے تھے اور کھیتی باڑی سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آئندہ صدی میں انہوں نے گلہ بانی ترک کر دی اور حضری زندگی اختیار کر کے تجارت میں مشغول ہو گئے۔ دوسری صدی کے اختتام تک وہ ایک ایسے معاشرے کی شکل میں اعلیٰ پیمانے پر منظم ہو چکے تھے جو حضارت کے لحاظ سے بہت آگے بڑھ چکا تھا اور بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

دنیا کی بیشتر اقوام کی طرح نبطی بھی گلہ بانی سے پہلے کاشتکار بنے پھر انہوں نے تجارت اختیار کر لی۔ جس سرزمین میں وہ رہتے تھے اگرچہ اس کے وسائل ناکافی تھے

لیکن اس کا موقع محل ایسا تھا جہاں سے تجارتی قافلے برابر آتے جاتے رہتے تھے۔ اس طرح طبعی قلت کی تلافی ہوتی رہی۔

نبطیوں کا مرکزی شہر جیسے رقیم کہا جاتا ہے یونان میں اسے پیٹرا کا نام دیا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں صحرہ یعنی چٹان کے ہیں۔ عبرانی میں اسے سلع کہا گیا اور عربی میں اس شہر کو رقیم کہہ کر پکارا گیا۔ آج کل بھی وادی موسیٰ میں نبطیوں کے ایک محل کے آثار باقی ہیں۔ یہ محل ام البیہارہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اپنے دارالحکومت سے نبطیوں نے دائرہ اقتدار پھیلانا شروع کیا اور ان کی نوآبادیاں پاس کے شمالی خطوں میں قائم ہو گئیں۔

ادومیوں اور دوآبیوں کے جو پرانے شہر تباہ ہو چکے تھے نبطیوں نے انہیں پھر آباد کر لیا نیز تجارتی قافلوں کی تجارت کے لیے نئی چوکیاں بنوائی گئیں اور معدنی وسائل کی تفتیش کے لیے نئے مرکز قائم کیے۔ دریائے اردن اور حجاز کے درمیان صرف رقیم ایسا شہر تھا جہاں صاف پانی ملتا تھا۔ علاوہ بریں شہر کو تین طرف سے ناقابل تسخیر بنا دیا گیا تھا کیونکہ اس طرف ناقابل تسخیر چٹانیں تھیں یعنی مشرق، مغرب اور جنوب سے یہ شہر بالکل محفوظ تھا۔

چوتھی صدی کے اختتام سے پیٹرا تجارتی راستے کا کلیدی مقام بن گیا تھا اور اسے جنوبی عرب کے بنور پیدا کرنے والے علاقوں شمال کے بنور خریدنے والے علاقوں کے درمیان اتصالی کڑی کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ چار تجارتی راستے پیٹرا یعنی رقیم شہر کے پاس آکر ملتے تھے۔

ایک وہ شاہراہ جو مغربی جانب غزہ کی بندرگاہ کی طرف جاتی تھی، دوسرا وہ راستہ جو شمالی جانب بصرہ اور دمشق کی طرف چلا گیا تھا، تیسرا وہ راستہ جو بحیرہ قلزم کی مشہور و معروف بندرگاہ امیلہ کی طرف جاتا تھا اور چوتھی وہ بڑی شاہراہ جو خلیج فارس کی طرف جاتے ہوئے صحرا میں سے گزرتی تھی۔ ان چاروں راستوں کے لیے اونٹنوں کے قافلے رقیم شہر میں مہیا ہوتے تھے۔

اس کی تاریخ میں سب سے پہلا قابل ذکر حادثہ تین سو بارہ قبل مسیح میں



اس کے ولی عہد اور بیٹے مالک بن حارث نے تھوڑی تک اپنے باپ کے ساتھ کھسپھسکی۔ اس دوران حارث کے چہرے پر مسکراہٹ کھلتی رہی۔ پھر مالک نے جب اپنا چہرہ پیچھے ہٹا لیا تو ایک گہری نگاہ حارث نے حبیب پر ڈالی۔ اس کے بعد اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ بول اٹھا۔

”تمہاری آمد سے قبل میرا بیٹا مالک تم تینوں سے متعلق مجھے تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہے۔ اس وقت مجھے یہ بتا رہا تھا کہ تم میں سے حبیب کون ہے، سعید اور علی کون ہیں؟“

حارث کچھ دیر کے لیے رکا کچھ سوچا اس کے بعد دوبارہ اس نے حبیب کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

”سن حبیب بن عثمان میں تم سے ایک ایسا کام لینا چاہتا ہوں اگر تم اس کام کی تکمیل کر دو تو میری سلطنت میں میرے اور میرے بیٹے مالک بن حارث کے بعد سب سے زیادہ تمہاری عزت اور توقیر ہوگی جس کام کے لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے یہ کام میں اس سے قبل زندان کے ایک قیدی قلیص اور اس کے ساتھی شنار سے لینا چاہتا تھا میں نے اپنے بیٹے مالک کو داروغہ کے ساتھ زندان کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ قلیص اور شنار دونوں کو بلا کر لائے اور میں انہیں اس مہم پر مقرر کروں لیکن جب یہ دونوں زندان میں گئے تو تم اکیلے نے قلیص اور شنار کو خوب مار کر ادھ موا کر دیا جس کی بنا پر ان دونوں کے بجائے اب اس مہم کے لیے تمہارا انتخاب کیا جا رہا ہے اس لیے کہ تم قلیص اور شنار دونوں سے زیادہ طاقتور، جنگجو، دلیر اور شجاع ثابت ہوئے ہو۔“ اب کو جو مہم میں تمہیں سونپوں گا کیا تم اس مہم کو سر کرنے کے لیے تیار ہو۔

حبیب بن عثمان نے چند ثانیوں تک گردن جھکائے رکھی کچھ سوچتا رہا پھر اس نے سوالیہ سے انداز میں اپنے ماموں زاد سعید اور علی کی طرف دیکھا۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی فیصلہ ہوا اس کے بعد حبیب بن عثمان نے نبطیوں کے بادشاہ حارث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

پیش آیا جب سکندر یونانی کے جانشین اینٹی گونس کے ماتحت شام سے دو مرتبہ نبطیوں پر حملہ کیا گیا اور دونوں مرتبہ نبطیوں نے یونانیوں کو بدترین شکست دیتے ہوئے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح نبطی جو اپنے دارالحکومت رقیم یعنی پیڑا میں پرسکون اور گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے یونانیوں کو پے درپے شکست دینے کے بعد تاریخ کے صفحے پر ایک عظیم الشان قوم کی حیثیت سے نمودار ہوئے۔

نبطی بادشاہوں کی فہرست میں سب سے پہلا نام حارث اول کا آتا ہے۔ حارث ان یہودیوں کا معاصر تھا جنہوں نے یروشلیم میں مکالی خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ یہی حارث اول نبطیوں کی قوت کا اصل بانی تھا۔ یہودی منظم ہو کر بار بار نبطیوں پر حملہ آور ہوتے رہے اور بار بار اس حارث نے ان یہودیوں کو شکست دی۔ کئی بار اس نے یروشلیم شہر کا محاصرہ بھی کر لیا۔ حارث اول رومنوں کے شہنشاہ جولیس سیزر کا ہم عصر تھا۔ حارث کے بعد اس کا بیٹا مالک نبطیوں کا بادشاہ بنا۔ مالک کے بعد اس کا بیٹا عبید نبطیوں کی عظیم الشان سلطنت پر حکومت کرتا رہا۔ یہ رومن شہنشاہ آگسٹس کا ہم عصر تھا۔ اس عبید کے بعد اس کا بیٹا حارث رابع نبطیوں کی عظیم الشان سلطنت کا بادشاہ بنا۔

نبطیوں کی سلطنت جن حدود پر مشتمل تھی وہ درحقیقت تین قدیم ممالک کا مجموعہ تھا۔ پہلا ثمود کا ملک، جسے وادی القرقری بھی کہا گیا ہے اور جس کا دارالحکومت کسی زمانے میں الحجر ہوا کرتا تھا۔ اس پر بھی نبطی قابض تھے۔ دوسری مدین کی سرزمین جس پر کبھی شعیب علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا اور اس کا مرکزی شہر مدین تھا۔ اس پر بھی نبطی حکمران تھے اور تیسرا اودیوم کی سلطنت جس کا سب سے بڑا اور مرکزی شہر رقیم یعنی پیڑا تھا۔ یہی پیڑا یعنی رقیم اس وقت نبطیوں کا مرکزی شہر تھا اور اس مرکزی شہر کے قصر میں نبطیوں کا بادشاہ حارث رابع اپنی بیویوں، بیٹوں، بیٹیوں اور وزیر اور سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے حبیب، سعید اور علی تینوں کو پیش کیا گیا۔

جب تینوں حارث کے سامنے آن کھڑے ہوئے تب حارث کے پہلو میں بیٹ

دمشق کا بادشاہ داماد حداد بن حداد یرودخلم گیا اس حداد بن حداد کے تعلقات یرودخلم کے بادشاہ اور میرے ہیرو دیس کے ساتھ بڑے عمدہ بڑے دوستانہ اور برادرانہ ہیں۔ گو یہ حداد بن حداد میرے خلاف ہے۔ اس مخالفت کی وجہ میں تھیں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے جو مہم میں تمہیں سوچنا چاہتا ہوں اس کی تفصیل سن لو۔

”دمشق کا بادشاہ حداد بن حداد جب یرودخلم گیا تو ہیرو دیس نے اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ ایک دن اس کے لئے ایک محفل اور مجلس برپا کی گئی جس میں یرودخلم کے امراء اور سلطنت کے اراکین جمع ہوئے اس محفل میں یرودخلم کے بادشاہ ہیرو دیس کے کئے پر اوزال نے رقص کیا اور گانا بھی گایا آنے والے قاصد کا کہنا ہے کہ دمشق کا بادشاہ حداد بن حداد اوزال کو دیکھتے ہی اس کی خوبصورتی اس کی جسمانی ساخت کی وجہ سے اس پر فریفتہ ہو چکا تھا لیکن جب اس نے اوزال کا رقص دیکھا اور گانا سنا تو یوں جانو وہ دیوانگی کی حد تک اوزال کو چاہنے لگا اور مجلس کے اندر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے ہیرو دیس سے یہ فرمائش کی کہ اوزال کو اس کے حرم میں داخل کیا جائے۔“

ہیرو دیس نے حداد بن حداد کی اس خواہش کا احترام کیا اور یہ طے پایا کہ اگلے روز سارے شاہی لوازمات کو سامنے رکھتے ہوئے اوزال کو حداد بن حداد سے بیاہ دیا جائے گا لیکن اوزال نے اس پیشکش کو ناپسند کیا۔ وہ دمشق کے بادشاہ کے حرم میں داخل نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اپنے خیالات کا اظہار اس نے میری بیٹی عریب سے کیا۔ عریب نے اسے اپنے کچھ جاننے والوں سے مل کر روپوش کر دیا۔ وہ جاننے والے کون ہیں ان سب کی تفصیل تمہیں یرودخلم جا کر ملے گی جو قاصد میری بیٹی کے ساتھ یہاں آیا ہے وہ تمہارے ساتھ جائے گا اور تمہاری رہنمائی کرے گا۔

جب میری بیٹی عریب نے اوزال کو روپوش کر دیا تو یرودخلم کے بادشاہ ہیرو دیس کو بڑی فکر لاحق ہوئی۔ وہ دمشق کے بادشاہ حداد بن حداد کا دل جیتنا چاہتا تھا۔ وہ ہر صورت میں اوزال کو اس کے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا لہذا اوزال کی تلاش شروع ہو گئی۔ اس کے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں سے پوچھا گیا۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا پھر ان پر سختی شروع ہوئی جب وہ نہ مانے تب اس کے ماں باپ اور لواحقین

”اے بادشاہ پہلے آپ مجھے اس مہم اور کام کی نوعیت بتائیں جو آپ مجھے سوچنا چاہتے ہیں اس کے بعد میں اپنے ردعمل کا اظہار کروں گا۔ حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر حارث کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

”عثمان کے بیٹے میں پہلے تمہیں اپنے خاندان کے متعلق تفصیل بتا دوں۔ میری دو بیویاں ہیں جو میرے دائیں بائیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ایک سے میرا بیٹا مالک بن حارث اور دو بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹی جس کا نام حویلہ ہے میرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔ دوسری بیٹی اس سے بڑی ہے جس کا نام عریب ہے جو یرودخلم کے شہنشاہ ہیرو دیس کی بیوی ہے۔ میرے دوسرے بیٹے کا نام زبال بن حارث ہے یہ میری دوسری بیوی سے ہے۔ جو مہم میں تمہیں سوچنا چاہتا ہوں اس کی ابتداء یرودخلم شہر سے ہوگی۔ اگر اس کی انتہا تم نے رقیم شہر تک کامیابی سے کر دی تو میری سلطنت میں میرے اور مالک کے بعد سب سے زیادہ تمہاری عزت ہوگی۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ یرودخلم میں ایک لڑکی ہے نام اس کا اوزال ہے جو قاصد میرے پاس ساری تفصیل لے کر آیا ہے اس قاصد کا کہنا ہے کہ اس لڑکی جیسی خوبصورت لڑکی روئے زمین پر نہ ہوگی۔ وہ مانی ہوئی رقص اور مغنیہ ہے۔ قاصد کا کہنا ہے کہ جب وہ رقص کرتی ہے تو دلوں کی دھڑکن کو ابتر کر دیتی ہے۔ جب گاتی ہے تو دلوں کے اندر ایک انوکھا اور نیا سا وجدان برپا کر کے رکھ دیتی ہے۔ میں نے اس لڑکی کو دیکھا نہیں ہوا۔ جو کچھ قاصد نے مجھ سے کہا وہ میں کہہ رہا ہوں۔ مذہب کے لحاظ سے وہ لڑکی صابی ہے۔ میری بڑی بیٹی جس کا نام عریب ہے اور جو یرودخلم کے بادشاہ ہیرو دیس کی بیوی ہے اس نے اوزال نام کی اس حسین اور خوبصورت لڑکی کو اپنی بہن بنا رکھا ہے اسی بنا پر اب میری دو بیٹیاں نہیں تین ہیں۔ حویلہ عریب اور وہ خوبصورت لڑکی جس کا نام میں تم سے اوزال کہہ چکا ہوں۔

وہ رقص کرنے والی لڑکی جس کا نام اوزال ہے ایک انتہائی شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہے ان کے ہاں رقص کرنا اور گانا گانا کوئی عیب نہیں ہے۔ ایسا ہوا کہ

گفتگو کے شروع میں، میں نے تمہیں بتایا تھا تاکہ دمشق کا بادشاہ حداد بن حداد میرے خلاف ہے کیوں خلاف ہے۔ اس کی تفصیل سنو۔ ”برابا نام کا ایک ڈاکو ہے (برابا نام کا یہ وہی ڈاکو تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے ساتھ زندان میں بھی رہا) اس نے اپنے لشکر تیار کر رکھے ہیں اور یہ ہماری اور یروخلیم کی سلطنت پر اکثر و بیشتر شب خون مارتا رہتا ہے۔ دمشق کا بادشاہ حداد بن حداد اس کی پشت پناہی کرتا ہے۔ اسے تربیت یافتہ جنگجو مہیا کرتا ہے۔ اس لیے کہ برابا مختلف علاقوں میں لوٹ مار کر کے جو مال و دولت حاصل کرتا ہے اس کا ایک حصہ حداد بن حداد کو بھی دیتا ہے۔ برابا چونکہ ہمارے شہروں اور قصبوں پر بھی حملہ آور ہوتا رہتا ہے لہذا اس کی راہ روکنے اور اس کام کو بھی کرنے کے لیے میں تمہیں مقرر کروں گا۔ تمہاری حیثیت سارے شہروں کے ناظم اعلیٰ جیسی ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ تم برابا کے سامنے امن اور آشتی کا بند باندھنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اب کو تمہارا کیا رد عمل ہے میں نے اس مہم کی تفصیل تم سے کہہ دی ہے جس پر میں تمہیں روانہ کرنا چاہتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان نے کچھ سوچا اپنے ماموں زاد سعید اور علی سے بھی مشورہ کیا۔ کچھ کہنے سے پہلے اپنے موٹے بھدے لباس کو درست کیا جس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے پھر اس نے نبطیوں کے بادشاہ حارث کو مخاطب کیا۔

”اے بادشاہ ہم لگ بھگ کئی ہفتوں سے زندان میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ میرے لباس کی حالت دیکھیں کولہو چلاتے چلاتے یہ جگہ جگہ سے پھٹ چکا ہے اور اس پر ان گنت پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ہم تینوں بھائی سوداگری کی غرض سے رقیم شہر میں داخل ہوئے تھے لیکن رقیم شہر کے ناظم کی وجہ سے زندان میں پہنچ گئے۔ اس مہم پر روانہ ہونے سے پہلے میں اپنے دونوں ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ اپنے گھر جا کر اپنے ماں باپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں اس مہم پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہوں۔“

نبطیوں کا بادشاہ حارث یہ جواب سن کر خوش ہو گیا تھا۔ سر جھکا کر اس نے کچھ سوچا اس کے بعد قصر کے کمرے میں پھر اس کی آواز گونج گئی تھی۔

کو قتل کر دیا گیا۔ دمشق کا بادشاہ حداد بن حداد واپس دمشق چلا گیا اور جاتے ہوئے ہیرو دیس کو کہہ گیا کہ جب بھی اوزال ملے اسے دمشق روانہ کر دیا جائے۔ اب ہیرو دیس اوزال کی تلاش میں ہے اس نے یروخلیم سے دوسرے علاقوں میں جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی ہے تاکہ اوزال یروخلیم سے بھاگنے نہ پائے۔ میں تمہارے ذمے یہ کام لگانے جا رہا ہے کہ تم اوزال کو یروخلیم سے نکال کر یہاں رقیم میں لاؤ۔ اوزال کو یروخلیم سے نکالنے کے لیے کچھ لوگ تمہاری مدد بھی کریں گے۔ وہ لوگ کون ہیں یہ جو قاصد یہاں آیا ہے یہ سب کچھ نہیں وہاں جا کر بتا دے گا۔

اب اس داستان کا دوسرا پلٹو بھی ہے اور وہ کچھ اس طرح کہ ہیرو دیس میں ہے وہ اسے ڈھونڈ کر دمشق روانہ کرنا چاہتا ہے تاکہ دمشق کے بادشاہ حداد بن حداد کی خوشنودی حاصل کر لے۔ یروخلیم میں ایک اور قوت بھی اوزال کے خلاف ہے جو اوزال کو ختم کرنے کے درپے ہے اور یہ قوت یروخلیم کے بادشاہ ہیرو دیس کی بھتیجی ہیرو دیا ہے۔ ہیرو دیا جہاں حسین و جوان ہے وہاں ماہر رقاصہ بھی ہے۔ اب یروخلیم میں چونکہ یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ اوزال ہیرو دیا سے زیادہ خوبصورت بھی ہے اور اس سے اچھا رقص کرنے کے ساتھ ساتھ اچھا گاتی بھی ہے۔ لہذا ہیرو دیس کی بھتیجی ہیرو دیا اوزال کی بدترین دشمن ہو چکی ہے۔ اس نے بھی اپنے کچھ آدمی اوزال کی تلاش میں مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ جو نبی اوزال ملے اسے قتل کر دیا جائے تاکہ کوئی یروخلیم کے اندر یہ نہ کہہ سکے کہ یروخلیم کی ساحہ یعنی اوزال اس سے زیادہ خوبصورت ہے اور اس سے اچھا رقص کرتی ہے۔

یہ ہے وہ مہم جس پر میں تمہیں مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے کامیابی کے ساتھ اس مہم کو انجام تک پہنچایا تو میں پہلے ہی تمہیں کہہ چکا ہوں کہ میرے اور میرے بیٹے مالک کے بعد اس سلطنت میں تمہاری حیثیت سب سے اعلیٰ اور ارفع ہو گی نہ تم صرف یہ کہ تم کو میرے لشکر کے ایک عمدہ سالار ہو گے بلکہ میں تمہیں اپنے شہروں کا ناظم بھی مقرر کروں گا تاکہ تم شہروں کا نظم و نسق درست رکھو۔ ایسا کرنے کی ایک وجہ بھی ہے اور وہ وجہ بھی میں تمہیں بتاتا ہوں۔

مال بھی ضبط کر لیا اور ہم تینوں کو اس نے زندان میں ڈال لیا۔ یہ ہے ہمارا جرم جس کی سزا کو توال نے ہمیں دی اور ایک ماہ تک ہم سے کولو پر مشقت لیتا رہا۔“

حادث اور اس کے بیٹے مالک کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا پھر حادث نے کو توال کی طرف دیکھا اور کہا۔

”ذو جدان جو کچھ اس جوان نے کہا ہے کیا یہ درست ہے؟ جھوٹ مت کہنا اگر تمہارا جھوٹ ثابت ہو گیا تو یاد رکھنا میں تمہاری گردن اڑا دینے کا حکم جاری کرتے ہوئے کوئی دیر نہیں کروں گا۔ کو توال منہ سے تو کچھ نہ بولا اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ حادث کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے اپنا فیصلہ دیا۔ اس نے داروغہ کی مخاطب کیا تھا۔“

”اس کو توال کو زندان میں لے جاؤ جو مشقت ان تینوں بھائیوں سے لی جاتی رہی ہے وہی مشقت لگاتار ایک ماہ تک اس کو توال سے لی جائے۔ اس کے بعد اس کو موجودہ عہدے پر بحال رکھا جائے گا اگر پھر اس نے آئندہ ایسی کوئی غلطی کی تو اسے نہ صرف اس کے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا بلکہ اسے وہ سزا دی جائے گی جو دوسروں کے لئے عبرت اور درس آمیز ہوگی۔“

اس موقع پر حبیب نے فوراً حادث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”اے بادشاہ اس ذوجدان کو زندان کی طرف بھیجنے سے پہلے اس سے یہ پوچھا جائے کہ اس نے ہم تینوں کے گھوڑے اور اونٹ کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ میرے گھوڑے کے ساتھ میرا ایک کتا بھی ہے جو بڑا وفادار ہے۔“

حادث نے قہقہہ لگایا پھر کہا حبیب تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم تمہیں اعلیٰ سے اعلیٰ نسل کا گھوڑا میا کریں گے۔ حبیب نے فوراً نفی میں گردن ہلائی اور حادث کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے پاس گھوڑوں کی کمی نہیں ہے لیکن جس گھوڑے کی میں بات کر رہا ہوں وہ بچپن سے میرا سدھایا ہوا ہے میرے اشاروں پر کام کرتا ہے میرے گھوڑے کے ساتھ جو کتا ہے وہ بھی میرا سدھایا ہوا ہے مجھے وہ میرا گھوڑا اور کتا ملنا چاہئے۔ میرے

”حبیب بن عثمان اس مہم پر تم اکیلے روانہ ہو گے۔ تمہاری کامیابی کے بعد نہ صرف تمہیں لشکر میں ایک اعلیٰ سالار کی حیثیت دی جائے گی بلکہ تمہارے دونوں ماموں زاد بھائیوں کو بھی لشکر میں اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیا جائے گا۔ اب تم رکو تمہاری آمد سے پہلے میں نے شہر کے ناظم اور کو توال کو بلا رکھا ہے۔ میں اسے قصر میں بلاتا ہوں اس بات کی جواب دہی ہوگی کہ اس نے تمہیں زندان میں کیوں بند کیا۔“

پھر حادث نے اپنے داروغہ کو طلب کیا۔ داروغہ جب اس کے سامنے آیا تو اس نے شہر کے ناظم اور کو توال کو بلانے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر بعد رقیم شہر کا کو توال حادث کے سامنے آیا۔ حادث کو تعظیم دی اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا کو توال کو مخاطب کرتے ہوئے حادث کہنے لگا۔

”ذو جدان ذرا ان تینوں نوجوانوں کی طرف دیکھو کیا تم انہیں جانتے ہو۔“

کو توال جس کا نام ذوجدان تھا تھوڑی دیر تک حبیب، سعید اور علی کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے حادث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”آقا میں ان تینوں کو جانتا ہوں ان تینوں کو میں نے ایک جرم سرزد ہونے کی بناء پر زندان میں بند کیا تھا۔“

تھوڑی دیر تک حادث اور اس کے بیٹے مالک نے تیز نگاہوں سے ذوجدان کی طرف دیکھا اس کے بعد حادث نے حبیب کو مخاطب کیا۔

”حبیب وہ تفصیل بتاؤ جس کے تحت تم زندان پہنچے۔“ حبیب مسکرایا پھر وہ کہہ رہا تھا۔“

”اے بادشاہ میں اور میرے دونوں بھائی اپنے باغات کی کھجوریں لے کر رقیم شہر میں داخل ہوئے اس وقت اور بہت سے کھجوروں کے سوداگروں نے اس منڈی میں داخل ہونا چاہا تو اس کو توال نے ہمیں روک دیا اس لیے کہ اس کے کچھ جاننے والے بھی کھجوریں لے کر آئے ہوئے تھے لہذا اس نے پہلے انہیں منڈی میں داخل کیا۔ ہمیں روک دیا ہم نے احتجاج کیا اس پر اس کے جاننے والوں اور ہمارے درمیان تکرار ہوئی۔ کو توال نے ان کا ساتھ دیا جب بات زیادہ بڑھی تو اس کو توال نے ہمارا

احناف کہلاتے ہیں یہی نہیں بلکہ ہم ایک آنے والے رسول کے بھی منتظر ہیں۔ اس کی آمد کے گیت گاتے ہیں اور بڑی بے چینی سے اس کی آمد کے منتظر ہیں۔ اے بادشاہ اس محترم اور مقدس رسول کے آنے پر قیصر و کسریٰ کے ابوانوں میں خاک اڑنے لگے گی۔ بلیموں کی شوکت، روما کی عظمت پیوند خاک ہو جائے گی۔ آتش فارس ہی نہیں بلکہ بہیم شر، آتش کدہ کفر، آتش کدہ گمراہی بھی سرد ہو کر رہ جائیں گے، منم خانوں کی شوکت تاخت و تاراج ہو کر رہ جائے گی۔ بت کدوں میں خاک اڑنے لگے گی۔ شیرازہ تجوید تار تار ہو کر بکھر جائے گا۔ قدم اور پرانے مذاہب کے اوراق خزاں دیدہ جھڑ جائیں گے۔ ہر سو توحید کا مغلطہ اٹھے گا۔ اخلاقی سربلندیاں اور سعادتیں اپنے شباب پر آجائیں گی آفتاب ہدایت کی شعاعوں کا ہر سو، ہر سمت نور کی طرح رقص شروع ہو جائے گا۔ اخلاق انسانی کا آئینہ پر تو قوس پھر سے چمک اٹھے گا۔ اے بادشاہ بس ہم اپنے نبی کے منتظر ہیں جس کے آنے کی بشارت ہر نبی اور رسول نے دی۔ اے بادشاہ اس رسول کے آنے پر دنیا کے کونے کونے پر ہم عربوں کی فضیلت چھا جائے گی۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر حارث کے چہرے پر ایک دمک اور آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی پھر اس نے حبیب کو مخاطب کیا۔

”تم میرے لیے ایک نیا انکشاف کر رہے ہو۔ دین ابراہیمی ایک بڑا مقدس اور محترم دین ہے لیکن جس رسول کی آمد کے تم منتظر ہو اس کی آمد کی بشارت کس کس نے دی۔“ جواب میں حبیب بول پڑا۔

”اے بادشاہ ہر پیغمبر، ہر رسول، ہر دین کے راہبر نے ہمارے آنے والے رسول کے متعلق پیش گوئی کی پارسیوں کے رسول زرتشت نے اپنی کتاب اوستا کے باب نمبر تیرہ میں تفصیل کے ساتھ ہمارے آنے والے رسول کے متعلق پیش گوئی کی۔ ہندوستان کے قدیم مصلح مہاتما بدھ نے اپنی کتاب چکاوتی کے باب تیرہ آیت چھتر میں ہمارے رسول کے آنے کی تفصیل کے ساتھ پیش گوئی کی۔“

”شاہ اس سے بھی آگے بڑھو ہندوستان کی اکثر پران کی کتب میں بھی

بھائی علی اور سعید کے جو گھوڑے ہیں وہ بھی سدھائے ہوئے ہیں۔ ان گھوڑوں کے ساتھ ہمارے دو اونٹ ہیں جن پر ہم کھجوریں لائے تھے وہ اونٹ بھی ہمیں دیے جائیں۔ اگر کھجوروں کی قیمت نہ بھی ملی تو کوئی بات نہیں۔“

حارث پہلے سے بھی زیادہ برہم ہو گیا اور ذوجدان کو مخاطب کیا۔

”ذوجدان ان تینوں بھائیوں کے گھوڑے اور ان کا جو کتا ہے وہ تم نے جہاں بھی رکھے ہوئے ہیں لے کر آؤ۔ ان کے دونوں اونٹ بھی لاؤ اور داروغہ کے ساتھ جاؤ اور یہ کام فی الفور کرو اور واپس آؤ۔ اس کے ساتھ ہی ذوجدان بڑھا اور داروغہ کے ساتھ نکل گیا تھا۔“ داروغہ کے جانے کے بعد حارث نے ایک بار حبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”حبیب کیا میں یہ سمجھ لوں کہ جس مہم پر تمہیں مقرر کیا جا رہا ہے اس کے لیے تم دل و جان سے تیار ہوئے ہو کہیں ایسا تو نہ ہو گا کہ کل تم کو کہ مجھے نبطیوں کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کے رعب اور دبدبے کے تحت میں نے اس مہم کو قبول کر لیا۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی تھی پھر اس کی چھاتی تن گئی اور حارث کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ ”اے بادشاہ میں جس مذہب کا پیرو کار ہوں اس کے مطابق موت کا ایک دن معین اور مقرر ہے اگر اس مہم کے دوران میرا مرنا لکھا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت میری اس موت کو ٹال نہیں سکتی اور اگر خداوند قدوس نے میرے مقدر میں اس مہم کو کامیابی سے طے کرنا لکھا ہوا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے ناکامی سے دو چار نہیں کر سکتی۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر نبطیوں کا بادشاہ حارث تھوڑی دیر کے لیے چونکا تھا اس کے چہرے پر عجیب سی جستجو اور استفسار تھا پھر قصر میں اس کی آواز گونج گئی۔ ”تم کس مذہب اور دین کے پیرو کار ہو۔“

”اے بادشاہ میں اور میرے دونوں ماموں زاد دین ابراہیمی کے پیرو کار ہیں۔ ہم

ہمارے رسول کے متعلق پیش گوئی کی گئی ہے۔ ان کی کتاب بھوشیہ پر ان میں ہمارے رسول کی بشارت ہے ہندوؤں کی کتاب اترود کے منتر ستائیس میں ہمارے رسول کا باقاعدہ نام لے کر آنے کی بشارت کی گئی ہے۔“

”ہندوؤں کی ایک اور کتاب سام وید کے منتر آٹھ میں بھی ہمارے آنے والے محترم رسول کی پیش گوئی ہے۔ اے بادشاہ اس سے بھی آگے بڑھو یہودیوں کی مقدس اور آسمانی کتاب استنا کے باب چار کی آیت سترہ تا بائیس میں تفصیل کے ساتھ ہمارے رسول کے آنے کے متعلق تفصیل لکھی گئی ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھیں تو توریت ہی کی کتاب استنا میں باب دو آیت تینتیس میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہمارے رسول کے آنے کی نوید ملتی ہے۔ اے بادشاہ یہ وہ بشارتیں ہیں جو مجھے زبانی یاد ہیں ورنہ تمام قدیم ادیان میں ہمارے اس رسول کی بشارتیں اور نوید ہیں جن کی آمد کے ہم منتظر ہیں۔“

حبیب بن عثمان کے خاموش ہونے پر حارث تھوڑی دیر تک دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں تم اس وقت نبطیوں کے بادشاہ کے پاس کھڑے ہو کوئی اور ہوتا تو وہ اپنے مذہب کا اس طرح اظہار نہ کرتا بلکہ میری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے میرے ہی مذہب کی تعریف کرتا لیکن تو نے چونکہ سچائی سے کام لیا ہے لہذا تمہاری قدر تمہارا وقار میری نگاہوں میں اور بڑھ گیا ہے۔ میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ جس رسول کے تم منتظر ہو اس کے ساتھ تمہاری ارادت مندی تمہاری عقیدت کا کیا مقام ہے۔“

حبیب بن عثمان کی چھاتی تن گئی پھر وہ کہہ اٹھا۔

”اے بادشاہ قسم اس خداوند قدوس کی جو لازوال ہے جو ازل سے ابد تک رہے گا اگر آنے والا رسول ہماری حیات میں آیا تو ہم اس کی راہوں کے کانٹے اپنی آنکھوں سے چنیں گے۔ اس کے راستوں کو دشمنوں سے صاف کرنے کے لئے اپنے خون سے اس کی راہوں کو پر امن اور استوار کرتے چلے جائیں گے۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو سے نبطیوں کا بادشاہ حارث بے حد متاثر دکھائی دے رہا تھا کچھ دیر تک وہ گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر اپنے وزیر سیلاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیلاس مختلف مذاہب کی کتب کے حوالے حبیب بن عثمان نے دیئے ہیں وہ لکھ لو بعد میں ان حوالوں کے تفصیلی اقتباسات میرے سامنے پیش کرو تاکہ میں جانو ان میں کیا کیا بشارتیں ہیں۔“

حارث کا یہ حکم پا کر اس کا وزیر سیلاس اپنی جگہ سے اٹھا اور جو جو حوالے حبیب بن عثمان نے دیئے تھے انہیں تحریری شکل دے دی تھی اس کے بعد وہ اپنی جگہ بیٹھ گیا تھا۔ اس موقع پر حارث پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ رقیم شہر کا ناظم زوجدان اور حارث کا چوہدار اندر داخل ہوئے۔ چوہدار نے گردن خم کرتے ہوئے حارث کی تعظیم کی زوجدان نے بھی ایسا ہی کیا تھا پھر چوہدار نے حارث کو مخاطب کیا۔

”آقا! ان تینوں کے گھوڑے کتا اور دو اونٹ اس قصر سے باہر کھڑے ہیں۔“

حارث کے چہرے پر اطمینان کی لہر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا بیٹا مالک بھی خوش تھا پھر قصر میں ایک بار پھر حارث کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے اپنے داروغہ کو مخاطب کیا تھا۔

”زوجدان کو زندان کی طرف لے جاؤ ایک ماہ تک ویسے ہی سزا کاٹے گا جیسے ان جوانوں نے کاٹی ہے اس کے ساتھ ہی چوہدار رقیم شہر کے ناظم زوجدان کو لے گیا تھا۔“ اور اس کے جانے کے بعد اپنے پہلو میں بیٹھے اپنے بیٹے مالک کو مخاطب کرتے ہوئے حارث بول پڑا۔

”مالک میرے بیٹے ان تینوں جوانوں کے ساتھ جاؤ انہیں ان کے گھوڑے اونٹ اور کتا ان کے حوالے کرو ساتھ ہی ان کی کھجوروں کا جو نقصان ہوا ہے۔ اس کی قیمت کا اندازہ کرتے ہوئے چار گناہ رقم بڑھا کر ان کو پیش کرو۔ اس کے علاوہ یہاں سے بے شمار کے مصارف کے لئے حبیب بن عثمان کو مزید رقم بھی دو اور ان کو

اپنا سر اور منہ اس کے کندھے تک لے جانے لگا تھا۔  
حبیب نے کتے کا سر پھینچ لیا اسے پیچھے ہٹایا گھوڑے کے پاس آیا۔ گھوڑے کی گردن پھینچائی گھوڑا اپنے ہونٹ اس کے پیٹ اور چھاتی سے رگڑتے ہوئے ہلکی ہلکی ہنہانٹ میں شاید اپنی وفاداری کا اظہار کر رہا تھا۔ تینوں نے اپنے گھوڑوں کو سنبھالا اونٹوں کی تکمیل ایک دوسرے کے ساتھ باندھی پھر مالک کے ساتھ ہو لیے۔ مالک نے ان کی کھجوروں کی جو قیمت بنتی تھی اس سے چار گناہ زیادہ دی۔ حبیب کو یروخلم کے لئے زاد راہ بھی دیا پھر مالک بن حارث نے بڑی عزت اور احترام کے ساتھ ان چاروں کو رخصت کر دیا تھا۔



بڑے احسن طریقے سے یہاں سے رخصت کرو۔“  
جب تک حارث بولتا رہا اس کا بیٹا مالک مسکرتا رہا۔ جب حارث خاموش ہوا تب مالک نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور کہا۔

”اے میرے باپ جیسا آپ چاہ رہے ہیں ویسا ہی ہو گا کیا یروخلم کی مہم میں بر تینوں روانہ ہوں گے۔“ اس پر اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے حارث نے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا ”عثمان کے بیٹے تم اکیلے یروخلم کی مہم کی طرف روانہ ہو گے۔ تمہارے جانے کے بعد تمہارے یہ دونوں بھائی کہاں قیام آنا پسند کریں گے اگر یہ رقم میں ٹھہرنا چاہیں تو ان کی رہائش کا عمدہ بندوبست کیا جائے گا۔“

حارث شاید مزید کچھ کہتا کہ حبیب بن عثمان اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

”اے بادشاہ اپنے گھوڑے اونٹ اور کتا حاصل کرنے کے بعد پہلے ہم اپنے نخلستان کا رخ کریں گے۔ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ سے ہم اپنے گھروں سے نکلے ہوئے ہیں میرے ماں باپ اور میرے ماموں زاد کے ماں باپ بھی بڑے پریشان اور فکر مند ہوں گے۔ انہیں کچھ خبر نہیں کہ ہم اس وقت کہاں ہیں۔ اپنے اہل خانہ سے مل کر میں یروخلم کی مہم پر اکیلا ہی روانہ ہوں گا جبکہ میرے دونوں بھائی میرے واپس نکلستان ہی میں قیام کریں گے۔“

حبیب بن عثمان کا یہ جواب سن کر حارث اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے بیٹے مالک سے کہا۔

”مالک میرے بیٹے ان کی روانگی کا بندوبست کرو اس کے ساتھ ہی حارث نے اپنی بیٹی اپنی بیویوں اور دیگر اہل خانہ کے ساتھ وہ پستی دروازے سے قصر کے دوسرے حصے کی طرف چلا گیا تھا مالک اپنی جگہ سے اٹھا حبیب، سعید اور علی کے پاس آیا۔ دوسرے عمائدین سلطنت بھی وہاں سے رخصت ہو گئے۔ مالک تینوں کو لے کر باہر قصر کے باہر تین گھوڑے دو اونٹ اور ایک کتا کھڑے ہوئے تھے۔ جونہی کتے حبیب بن عثمان کو دیکھا وہ بڑی تیزی سے اپنی کم خم کرتا دم ہلاتا ہوا اس کی طرف ہوا اور حبیب کے قدموں میں لوٹنے لگا تھا اور کبھی کبھی اپنے دونوں پنچے اٹھا۔“

”علی تم گھوڑوں، اونٹوں کے ساتھ بیس رہو میں اور سعید معبد کے اندر جاتے ہیں۔ السار اور رما سے مل کر آتے ہیں دیکھتے ہیں وہ کیا جواب دیتی ہیں۔ علی منہ سے کچھ نہ بولا اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ اس پر حبیب اور سعید دونوں رقیم کے اس بڑے معبد میں داخل ہو گئے تھے۔“

معبد میں داخل ہونے کے بعد وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سامنے کی طرف سے ایک ڈھلی ہوئی عمر کا شخص آتا دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی حبیب نے سعید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کر دیا۔

”سعید سامنے کی طرف سے السار اور رما کا باپ اور معبد کا بڑا بچاری ایرخ آ رہا ہے۔ یہ خود بھی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ میں السار اور تم رما کو پسند کرتے ہو۔ میرے خیال میں ہم دونوں اگر انہیں اپنانا چاہیں تو ایرخ کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ اس لئے کہ کئی مواقع پر میں دیکھ چکا ہوں کہ ایرخ اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکا ہے۔“

جواب میں سعید کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ آگے چلتے ہوئے وہ ایرخ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ایرخ نے بہترین انداز میں ان کا استقبال کیا پر جوش انداز میں دونوں سے مصافحہ کیا۔ ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایرخ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حبیب نے اسے مخاطب کر لیا۔

”محترم اگر آپ کی اجازت ہو تو کیا میں اور سعید دونوں السار اور رما سے مل سکتے ہیں۔“

ایرخ کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر خوش کن انداز میں کہنے لگا۔

”عثمان کے بیٹے، السار اور رما سے ملنے کے لیے میں نے کبھی تم دونوں کو منع نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ تم دونوں انہیں پسند کرتے ہو۔ وہ دونوں بازار گئی ہوئی ہیں ابھی آتی ہیں تو تم دونوں ان سے مل سکتے ہو۔ یہ تم دونوں کے لباس بوسیدہ کیوں ہو رہے۔“

قصر سے تھوڑا آگے جا کر اچانک حبیب بن عثمان کو کچھ خیال گزرا اس نے اپنے گھوڑے کو روک دیا پھر وہ اپنے ماموں زاو علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”علی میرے عزیز بھائی اپنے نخلستان کا رخ کرنے سے پہلے میں اور سعید دونوں رقیم کے معبد کی طرف جانا پسند کریں گے۔ تم جانتے ہو کہ معبد کے بڑے بچاری کی بیٹی السار کو میں اور اس کی چھوٹی بیٹی رما کو سعید پسند کرتا ہے۔ میں اپنی ماں کے سامنے السار کا کئی بار ذکر کر چکا ہوں اس کی خوبصورتی کے قصے بھی اپنی ماں کو سنا چکا ہوں۔ ہر بار میری ماں یہ کہتی تھی کہ میں السار کو لے کر نخلستان جاؤں میری ماں اسے دیکھنا چاہتی ہے۔ میری ماں اسے میری بیوی کی حیثیت سے پسند بھی کر چکی ہے۔ اس بار رقیم شہر کی طرف آنے سے پہلے میں نے ماں سے وعدہ کیا تھا کہ میں السار کو لے کر اس کے پاس آؤں گا تاکہ میری ماں اسے دیکھ سکے آؤ پہلے معبد کی طرف چلتے ہیں اس موضوع پر السار سے گفتگو کرتے ہیں اس کی چھوٹی بہن رما جو ہمارے بھائی سعید کو پسند کرتی ہے اگر وہ بھی السار کے ساتھ ہمارے نخلستان جانا پسند کرے تو اسے بھی ساتھ لے کر جائیں گے تاکہ ہمارے اہل خانہ السار کے ساتھ رما کو بھی دیکھ لیں۔ اس لئے کہ رما اور سعید ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور میں چاہوں گا کہ یہ دونوں بھی رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں۔“

علی جو سعید سے بڑا تھا اس نے حبیب بن عثمان کی اس گفتگو سے اتفاق کیا پھر تینوں رقیم شہر کے بڑے معبد کی طرف ہو لیے تھے۔

معبد کے بڑے دروازے کے قریب آ کر تینوں رک گئے اپنے گھوڑوں سے اترے پھر حبیب نے علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔



تعالیٰ عنہ نے کفار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ۔ ”اللہ ہمارا آقا ہے تمہارا کوئی آقا نہیں۔“

اس کے آگے منات کا بت تھا کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ قربانی کی دیوی تھی۔ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ تقدیر اور موت کی دیوی تھی۔ اگلے حصے میں .حل دیوتا کا بت تھا جو قریش کا معبود اعظم بھی تھا۔ اس کی انسان کی سی صورت تھی عقیق سرخ سے بنایا گیا تھا۔ شام اور اسرائیل کے بت ہبل سے ملتا جلتا تھا۔ .حل کا وہ بت جو خانہ کعبہ میں رکھا ہوا تھا اور جو قریش کے ہاتھ لگا تھا۔ اس کا اپنا بازو ٹوٹا ہوا تھا۔ قریش کو شاید یہ اسی حالت میں ملتا تھا۔ انہوں نے سونے کا ہاتھ بنوا کر لگوا دیا تھا۔ ہبل کی جو شکل تھی یہی یسودیوں کے .حل کی بھی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ .حل سارا سونے کا تھا .حل جو خانہ کعبہ میں نصب تھا۔ خالی کے پانے اس کے سامنے ڈالے جاتے تھے۔ ہبل سے آگے ود کا بت تھا ود عربی میں محبت کو کہتے ہیں اسی لئے یہ محبت کا دیوتا تھا۔ ود دراز قد مرد کی ایک صورت تھی جو کمر میں تمند لپیٹے ہوئے تھی ایک چادر اوڑھے گلے میں تلوار حماہل کئے کمان لٹکی ہوئی ایک طرف ترکش پڑا ہوا سامنے نیزہ اس میں جھنڈا بندھا ہوا تھا۔ یہی شکل آسمان پر ستارہ جبار کی ہے ود سے آگے سواع تھا سواع کی شکل عورت کی تھی۔ آسمان میں مراۃ سلسلہ ذات الکرسی وغیرہ کی شکلیں ہیں سواع کا بت انہیں شکلوں سے ملتا جلتا تھا۔

سواع سے آگے .غوث تھا۔ .غوث کے معنی فریاد رس کے ہیں اس کی شکل شیر کی سی تھی اور یہ ستارہ اسد کی نمائندگی کرتا تھا۔ ایک فریاد رس اور مددگار کی صورت شیر سے بہتر کیا خیال کی جاتی ہے۔

.غوث سے آگے یعوق کا بت رکھا ہوا تھا۔ اس کے معنی مصیبتوں کو روکنے والا تھا۔ اس کی شکل گھوڑے کی سی تھی ستاروں میں سے ایک کی شکل فرس یعنی گھوڑے کی بھی ہے۔ عربوں کے نزدیک تو گھوڑا حقیقتاً ان کے مصائب کا چارہ گر تھا۔

یعوق کے آگے نسر کا بت رکھا ہوا تھا اس کی شکل گدھ کی سی تھی اس بت کی پرستش بابل میں بھی بڑے زور شور کی جاتی تھی۔ بابل میں اس کا نام نسرک تھا (بابل

ایرخ کے ان الفاظ پر حبیب اور سعید دونوں خوش ہو گئے پھر حبیب، ایرخ سے کہنے لگا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ فرصت میں بیٹھ کر آپ سے کہوں گا۔ یوں جانیر کہ ہم ایک مصیبت سے ہو کر گزر رہے ہیں۔ میں اور میرا بھائی سعید اتنی دیر تک آپ کے معبد کے اندرونی حصے کا جائزہ لیتے ہیں اس طرح وقت بھی گزر جائے گا اور شاید اتنی دیر تک السار اور رعما بھی آجائیں۔ ایرخ نے مسکراتے ہوئے اپنی گردن ہلا دی تھی جس پر حبیب اور سعید بھی مسکراتے ہوئے معبد کے اندرونی حصے کی طرف بڑے تھے۔

جب وہ معبد میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اندر بت ہی بت پڑے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے دائیں جانب نبطیوں کے سب سے بڑے دیوتا ذوالشعری کا بت تھا۔ یہ دراصل نبطیوں کا سورج دیوتا تھا۔ جس کی پرستش پتھر کی ایک بلند لات یا ان گھڑے چار گوشہ پتھر کی شکل میں کی جاتی تھی (حال ہی میں ایک نبطی معبد کے کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں جو بحرلوط کے جنوب مشرق میں خرتہ التور کے نام سے مشہور تھا۔ یہ پہلی صدی عیسوی میں بنا تھا۔ اصل معبد سادہ صندوق کی شکل کا تھا اور اسے کعبے سے مشابہت تھی۔)

دوسرے نمبر پر لات کا بت تھا۔ لات کے معنی گھومنے کے ہیں کہتے ہیں۔ عرب میں ایک مختص زمانہ حج میں ایک چٹان پر بیٹھ کر ستو گھول گھول کر حاجیوں کو پلایا کرتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اسی چٹان کو پوجنا شروع کر دیا اور اس کا نام لات یعنی گھومنے والا رکھ لیا کچھ دوسرے گروہوں نے لات کے معنی پھیرنے والے کے بھی لیے ہیں وہ لات سے مصیبتوں کے پھیرنے کا کام لیتے ہیں۔

اس سے آگے العزبی دیوی کا بت پڑا ہوا تھا۔ العزبی کے معنی غلبہ کے ہیں یعنی بہت غالب آنے والی دیوی یہ قریش کی بھی دیوی تھی غالباً یہی سبب ہے جنگ احد میں جب مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں زک اٹھانی پڑی تو کوہ احد پر چڑھ کر ابوسفیان نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”ہماری طرف العزبی ہے اور تمہاری طرف العزبی نہیں ہے۔“ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر فاروق اعظم رضی اللہ

نے ایسی جگہوں پر بند اور نہریں بنائیں جہاں پانی بالکل ناپید تھا۔ آج کل ان نلیوں کی نمائندگی وہ بدو کر رہے ہیں جو ان ہی جگہوں پر صحرا نوردی کرتے ہیں۔ جہاں ان کے اسلاف زمانہ ماضی میں عروج پر تھے وہیں خیمے لگاتے ہیں جہاں گلابی رنگ کا شہر رقیم اتنا پرانا ہے کہ اس کی عمر تاریخی دور کے نصف تک ضرور پہنچتی ہے۔



حبیب اور سعید دونوں بتوں کے بعد انہی ظروف کا جائزہ لے رہے تھے کہ پیچھے سے کسی نے ان دونوں کو پکارا۔  
”آپ لوگ کب آئے؟“

حبیب اور سعید نے جب مڑ کر دیکھا تو السار اور رعما دونوں بہنیں ان کے سامنے کھڑی تھیں۔ السار خوب دراز قد اور انتہا درجہ کی خوبصورت تھی۔ اس کے ہونٹ ادھ کھلی کلیوں کے سے، چہرہ شگفتہ پھول کا سا سماں پیدا کر رہا تھا۔ اس کے گالوں کے گلاب گدرا یا بدن اس کا الہر شباب اسے ایک حادثے سے قیامت بنائے ہوئے تھا۔ وہ حبیب بن عثمان کی طرف کچھ اس انداز میں بڑھی تھی جیسے شاخ گلاب پر چاند کی ان گنت کلیاں رقص کنناں ہو گئی ہوں۔ اس سے اس کے چہرے پر حلقہ در حلقہ اترتے دھنک کے رنگ تھے اور وہ ایسی خوش اور شاد تھی جیسے زندگی کے کھیتوں میں مسکراتے گلاب ناچ اٹھے ہوں۔ جس وقت اس نے حبیب بن عثمان کو آواز دے کر پکارا تھا یوں لگا تھا جیسے ویران اور لٹ و دوٹ صحرا میں نغمہ و صوت ٹانوس سے انداز میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے ہوں۔

حبیب اور سعید دونوں مڑے وہ بھی چند قدم آگے بڑھے السار اور رعما کے پاس آن کھڑے ہوئے پھر حبیب نے السار کو مخاطب کیا۔

”السار میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنے آیا ہوں کیا تم ہمارے ساتھ اپنے دیوان خانے میں نہ چلو گی۔ اس پر السار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”کیوں نہیں آؤ میرے ساتھ۔“ حبیب السار کے ساتھ ہو لیا تھا۔ اس موقع پر رعما سعید کے قریب گئی اور سرگوش کے سے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

کی کھدائی کے دوران جو سنگی مورت اس بت کی ملی ہے اس کی شکل گدھ کی سی ہے۔

بتوں کے آگے مختلف قسم کے برتنوں کے نمونے رکھے ہوئے تھے۔ دراصل نبطیوں نے مندر، مقبرے اور دوسری عمارتیں کچھ اس طرح بنائی تھیں کہ وہ دنیا کے لیے حیرت کا باعث بنیں۔ انہوں نے ایک نیا فن تعمیر جاری کیا یعنی وہ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر تراش کر عمارتیں بنایا کرتے تھے۔ ان کے مکانوں کی چھتیں محراب دار ہوتی تھیں۔ آرائش کے سلسلے میں وہ استرکاری سے کام لیتے تھے۔ استرکاری کا فن ان کے ہاں عراق اور ایران سے منتقل ہوا تھا۔

مذہب اور سنگ تراشی میں پیڑا کے باشندے ان شہروں کے باشندوں سے زیادہ قریب تر تھے جو صحرا کے حاشیہ میں واقع تھے۔ جیسے تدمر اور دیگر قریبی شہر۔ مزید یہ کہ یونانی نمونے دیکھ کر نبطیوں نے مٹی کے ظروف کی ایک ایسی طرز ایجاد کی جو اس خطے میں بہترین مانی گئی۔ ان کی پہیلیوں، پرچوں، قابوں، صراحیوں کے جو باقیات کھدائی کے دوران ملے ہیں۔ وہ حیرت انگیز حد تک نفیس ہیں موٹائی میں یہ اندے کے چھلکے سے زیادہ نہ ہوں گے اور ان پر بہت اعلیٰ کام ہوتا تھا۔ ہر قسم کے ظروف کھدائی کے دوران ملے ہیں مثلاً سادہ، روغنی، دندانہ دار نقاشی والے ان کے لئے سرفنی مائل مٹی تیار کی جاتی تھی۔

یروشلیم میں مشرقیات کی چھان بین کے لئے امریکیوں نے جو ادارہ قائم کر رکھا ہے اس کے ماہرین آثار قدیمہ نے عقبہ سے بحر لوط کے شمالی سرے کے درمیان پانچ سو ایسے مقامات دریافت کیے ہیں جو نبطیوں سے منسوب تھے۔ فن کاری تعمیرات انجینئری غالباً ادبیات اور مٹی کے ظروف کی ساخت میں نبطی اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔

انہیں تاریخ کی بہترین قوموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ ان تمام قافلوں کے منتظم تھے جنہیں مشرق قدیم کے تجارتی جسم میں خون کی نلیوں کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ ایک ایسے شہر کے معمار تھے جو انسانی فنون کی تاریخ میں اپنی مثال آپ تھا۔ انہوں

میں آتا رہا ہوں تم سے ملنے کے بعد واپس اپنے نخلستان کی طرف جاتا تھا تو میں گھر جا کر اپنی ماں سے تمہاری تعریف کیا کرتا تھا۔ میری زبان سے تمہاری تعریف سن سن کر میری ماں کو تم سے ملنے کا اشتیاق اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ اس بار جب میں آیا تو اس نے ٹالیدار مجھے کہا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر آؤں۔

زندان سے نکل کر میں سیدھا تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ چلو میری ماں تمہیں دیکھ کر بڑی خوش ہوگی وہ ایک انتہا درجہ کی رحمدل اور نرم خور عورت ہے۔ اگر تم میری زندگی کا ساتھی بنتی ہو تو یاد رکھنا وہ تمہیں بے حد خوش رکھے گی۔

جب تک حبیب بولتا رہا عجیب سے انداز میں السار اس کی طرف دیکھتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوا تب السار نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”حبیب میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی تم خواہ مخواہ میں اپنی ماں کے سامنے میری تعریف کرتے رہے ہو۔ سنو اس میں کوئی شک نہیں کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے تمہاری شخصیت میرے لئے پسندیدہ بھی ہے تمہاری پرکشش مردانہ وجاہت کسی بھی لڑکی کا دل موہ لینے کے لئے کافی ہے۔ پر سن ابن عثمان میں تمہارے ساتھ شادی نہیں کروں گی اگر میں تم سے بے پناہ محبت کرتی ہوتی تب بھی یہ ضروری نہیں کہ جس سے محبت کی جائے شادی بھی اسی سے کی جائے۔ جس نخلستان میں تم مجھے لے جانا چاہتے ہو میں ایسے نخلستانوں میں زندگی نہیں بسر کر سکتی اور پھر میں تم پر واضح کر دوں کہ میں ایک نوجوان کو پسند کرتی ہوں اور اسی سے شادی کروں گی وہ تم جیسا ہی خوب دراز قد ہے، تم جیسا وجہ خوبصورت نہ سہی پر انتہائی طاقت ور اور تیغ زنی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ کوئی بھی شخص طاقت، قوت اور تیغ زنی میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا میں اس سے شادی کرنے کا اسے وعدہ دے چکی ہوں لہذا شادی میں اسی سے کروں گی میں تمہارے ساتھ نخلستان نہیں جاؤں گی۔

اور پھر یہ سوچو ابن عثمان کہ میں نے آج تک تم سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔ تمہاری محبت یک طرفہ ہی رہی ہے کم از کم اس موضوع پر اپنی ماں سے بات کرنے

”کیا کوئی غیر معمولی گفتگو ہونے والی ہے۔“ اس پر دھیسے لہجے میں سعید نے مسکراتے ہوئے رما سے کہا۔

”تمہارا اندازہ درست ہے حبیب آج فیصلہ کن انداز میں السار سے بات کرنا چاہتا ہے۔“ سعید مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رما نے اسے بڑے پیار سے مخاطب کیا۔

”اگر یہ دونوں دیوان خانے میں بیٹھے ہیں تو ہم دونوں دیوان خانے کے ساتھ والے کمرے میں درمیانی دروازے کے پاس کھڑے ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ کیا گفتگو کرتے ہیں۔“ سعید نے رما کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر معبد سے نکل کر حبیب اور السار ایرخ کے سکونتی مکان کی طرف گئے اور دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے رما اور سعید دیوان سے ملحقہ کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔

حبیب اور السار دونوں جب دیوان خانے میں نشستوں پر بیٹھ گئے تو السار نے حبیب کو مخاطب کیا۔

”پہلے یہ بتاؤ تم نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے پہلے تو کبھی اس طرح میرے پاس نہ آئے تھے۔“ اس پر حبیب نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور زندان تک پہنچنے کے سارے حالات اس نے تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔ اتھ والے کمرے میں سارے حالات اس کی چھوٹی بہن رما نے بھی سن لیے تھے۔ وہ بھی عجیب سے انداز میں سعید کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حبیب جب خاموش ہوا تب السار نے اسے مخاطب کیا۔

”اب کو کیا کہنا چاہتے ہو۔“

حبیب کچھ دیر کے لیے خاموش رہا سوچتا رہا پھر اس نے چند ثانیوں کے لیے اپنی نگاہیں السار کے چہرے پر گاڑ دیں پھر اس کی آواز کمرے میں گونج گئی تھی۔

”السار تمہارا باپ بھی جانتا ہے کہ میں تمہیں پسند کرتا اور میرا ماموں زاد سعید تمہاری چھوٹی بہن رما سے محبت کرتا ہے۔ السار تم میرے دل کے ویران شہر میں جوان جذبے بکھیرتا ایک نغمہ ہو، میرے سینے کے آتش فشاں میں فطرت کے گیتوں کی خنکی ہو میں چاہتا ہوں۔ تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں۔ جب کبھی بھی میں رقیم شہر

سے پہلے تم نے میرے ساتھ گفتگو کی ہوتی۔“

حبیب بن عثمان کچھ دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس کی دکھ بھری آواز کمرے میں سنائی دی تھی ”مجھے اپنی کوئی پرواہ نہیں لیکن تمہارا جواب سن کر میری ماں کو بڑا دکھ اور صدمہ ہو گا اور میں اپنی ماں سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ اس کا دکھ اس کا صدمہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔“

السا کے لبوں پر عجیب سی پر سرار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے حبیب کو مخاطب کیا۔ ”اس میں میرا کوئی قصور نہیں تم ساری ایک طرفہ کاروائی کرتے رہے ہو کم از کم اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے صلاح مشورہ تو کرنا چاہئے تھا۔“

حبیب بن عثمان نے جواب میں کچھ نہ کہا اپنی جگہ سے وہ اٹھ کھڑا ہوا اس موقع پر وہ بے انت، بے کنار زیست کی راہوں پر بھنور بھنور گم شدہ بستیوں جیسا اداس، گمنام بیتے لمحوں کے بے ربط لکھے جملوں جیسا ویران اور نایاب معانی کی تلاش میں سرگرداں برگ زرد جیسا سنسان ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر السا سے مزید کچھ کہے بغیر وہ دیوان خانے سے نکلا تھا۔

دوسرے کمرے میں کھڑے سعید اور رما دونوں پریشان ہو گئے تھے۔ سعید نے رما کو مخاطب کیا۔ ”رما جو جواب السا نے میرے بھائی حبیب کو دیا ہے کیا تم بھی مجھے ایسا ہی جواب دو گی۔“

اس پر رما ہلکے ہلکے گلابی تسمیں میں کہنے لگی۔

نہیں سعید ایسا نہیں ہے تمہاری محبت ایک طرفہ نہیں میں تمہیں پسند کرتی ہوں اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں۔ السا نے جو کچھ کیا ہے یہ اس کا اپنا ذاتی فیصلہ ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتی۔ میں یہ بھی کہتی ہوں کہ اسے حبیب بھائی جیسا زندگی کا ساتھی نہیں ملے گا جس شخص سے یہ شادی کرنے کی خواہش مند ہے میں اسے بھی جانتی ہوں وہ شکل سے مجھے دھوکے باز اور فریبی لگتا ہے۔ بہر حال سعید تم مطمئن رہو تم جب بھی مجھ سے شادی کے خواہشمند ہو گے میں انکار نہیں کروں گی۔ اس سلسلے میں میں نے اپنے باپ ایرخ سے بات کر لی ہے وہ میری خواہشوں

سے متفق ہیں۔ السا کی بہر حال میں ذمہ دار نہیں ہوں۔“

رما کا جواب سن کر سعید خوش اور مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر وہ رما کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”رما میں اب جاتا ہوں حبیب بھائی دیوان خانے سے نکل کر معبد کے صدر دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔“ اس موقع پر رما اور سعید دونوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا پھر بڑی تیزی کے ساتھ سعید اس کمرے سے نکلا تیز تیز چلتا ہوا وہ حبیب سے آن ملا تھا۔ حبیب اس لمحہ بالکل ویران اداس اور افسردہ تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے سعید نے اسے مخاطب نہیں کیا بلکہ اس کے پہلو بہ پہلو چلتا ہوا خاموشی سے صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

حبیب سے پہلے سعید دروازے کے قریب کھڑے علی کے پاس آیا اور جلدی جلدی مختصراً اسے معبد کے اندر جو کچھ پیش آیا تھا سنا ڈالا۔ جواب میں علی بیچارہ عجیب سی ہمدردی اور فکر مندی سے حبیب کی طرف دیکھنے لگا۔ حبیب اپنے گھوڑے کے پاس آیا اس کو گردن تھپتھپائی پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ سعید اور علی کی طرف دیکھے بغیر کہنے لگا۔ ”آؤ چلو۔“

علی نے جلدی جلدی ایک اونٹ کی ٹکیل دوسرے کے کھجاوے سے باندھ دی پھر پہلے اونٹ کی ٹکیل اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دی پھر وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔



رقیم شہر کے نواح میں وہ اپنے نخلستان پہنچے اور ایک کافی لمبی حویلی میں داخل ہوئے۔ اس حویلی میں تین گہرتھے ایک حبیب بن عثمان کا، دوسرا اس کی خالہ اور تیسرا ماموں کا۔ یہ تینوں گھرانے اکٹھے ہی رہتے تھے۔ جونہی وہ اس حویلی میں داخل ہوئے ایک لڑکی جو حبیب کی خالہ زاد تھی جس کا نام عبیدہ تھا اور جو علی کا منگیترا تھی بھاگتی ہوئی ایک سمت سے آئی۔ حبیب سے بغلیں ہوئی پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کا رونا دھاڑوں میں بدل گیا رونے کی آواز سن کر حویلی کے اندر سے حبیب بن عثمان کی خالہ اس کا ماموں اور ممانی بھی نکل آئے تھے۔

افسوس جس وقت وہ حملہ آور ہوئے ہم اپنے نخلستان کے لوگوں کو جمع نہ کر سکے۔ رات کے وقت وہ حملہ آور ہوئے جس وقت لوگ گہری نیند سوئے ہوئے تھے اب جبکہ یہ حادثہ ہمارے ساتھ پیش آچکا ہے تو نخلستان کے لوگ بھی چونکے ہو گئے ہیں۔ نخلتانوں کے جوانوں نے مل کر کچھ گردہ بنا لیے ہیں جو رات کے وقت باری باری نخلتانوں کے گرد پہرہ دیتے ہیں۔“

حبیب بن عثمان اپنے ماموں کی ساری گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اسے سامنے کی طرف سے اپنی ماں یوباب آتی دیکھائی دی۔ اسے اس کی بہن اور حبیب بن عثمان کی خالہ اور عبیدہ کی ماں عدیمہ نے سہارا دے رکھا تھا۔

حبیب بن عثمان نے جب دیکھا کہ اس کی ماں اندھی ہو چکی ہے اور اس کی خالہ عدیمہ اسے سہارا دے کر لا رہی ہیں تو وہ بھاگ کر آگے بڑھا اور اپنی ماں کے اس نے پاؤں پکڑ لیے۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان کی خالہ عدیمہ روتی ہوئی آواز میں یوباب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”یوباب میری بہن نیچے جھک کر اپنے بیٹے حبیب کو اٹھاؤ اس نے تمہارے پاؤں پکڑ رکھے ہیں۔ اس موقع پر یوباب کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا تھا۔ نیچے جھکی ٹول کر اس نے حبیب کے شانے پکڑے اوپر اٹھایا۔“ پھر اسے مخاطب کیا۔

”اے میرے نیک فرزند تیرے بعد تو ہم پر قیامت گزر گئی تیرے باپ کو قتل کر دیا گیا۔ مجھے اندھا بنا دیا گیا۔ اے میرے بیٹے۔“

یوباب مزید کچھ کہتی پر حبیب بن عثمان نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی وہ کہہ رہا تھا۔

”اے میری ماں قسم خداوند قدوس کی جب تک میں قاتلوں سے انتقام نہیں لے لیتا اس وقت تک نہ نیا کپڑا پہنوں گا نہ شادی کروں گا۔ یہ میری قسم ہے اس کو میں زندگی کے آخری دم تک نبھاؤں گا۔“ اس موقع پر سعید اور علی بھی قریب آچکے تھے انہوں نے بھی وہی قسم کھانا چاہی پھر حبیب نے آگے بڑھ کر ان دونوں کے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

عبیدہ کے اس طرح رونے پر حبیب ہی نہیں سعید اور علی بھی پریشان ہو گئے تھے۔ حبیب نے عبیدہ کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

”میری بہن کیوں روتی ہے؟ کیا تجھے کسی نے تکلیف کسی نے دکھ دیا ہے یا میرے بعد کوئی حادثہ پیش آیا ہے جس نے تمہیں یوں دھاڑیں مار مار کر رونے پر مجبور کر دیا ہے۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر عبیدہ تھوڑا سنبھلی حبیب سے علیحدہ ہوئی پھر روتی بین کرتی آواز میں اس نے حبیب سے کہا۔

”اے میرے بھائی آپ سب کی غیر موجودگی میں ہم پر قیامت گزر گئی چند ہفتے پہلے رات کے وقت کچھ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے انہوں نے خالو کو قتل کر دیا خالہ کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر اسے اندھا کر دیا۔ ماموں بھی ان کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تھے۔“

عبیدہ بیس تک کہنے پائی تھی کہ حبیب پھٹ پڑا۔

”کیا میرے باپ کو کسی نے قتل کر دیا اور میری ماں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر اسے اندھا کر دیا گیا ہے۔ عبیدہ میری بہن جو کچھ تم کہہ رہی ہو یہ صحیح ہے یا میری سماعت دھوکا کھا رہی ہے۔“ عبیدہ بیچاری نے جواب میں کچھ نہ کہا رونے لگی تھی۔ اتنی دیر تک حبیب کا ماموں اور سعید اور علی کا باپ حسام بن ضرار اپنی بیوی ولیدہ کے ساتھ قریب آگیا تھا۔ حسام بن ضرار نے حبیب سعید اور علی تینوں کو باری باری گلے لگا کر پیار کیا۔ اس کے بعد ولیدہ نے ویسے ہی انہیں پیار کرتے ہوئے ان کی پیشانیاں چومیں پھر حسام بن ضرار نے حبیب کو مخاطب کیا۔

”میرے بیٹے جو کچھ عبیدہ کہہ رہی ہے درست ہے تم لوگوں کی غیر موجودگی میں یوں جانو ہم پر قیامت گزر گئی کچھ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے حملہ آوروں میں سے ایک بڑا بھیا تک اور قد آور شخص تھا۔ اس نے تمہارے باپ کو قتل کرنے کے بعد تمہاری ماں کو اندھا کر دیا اور جاتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ تمہارے باپ نے کسی موقع پر ان کے آدمی کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس کا انہوں نے بدلہ لیا ہے۔“

”میرے عزیز بھائیوں تم یہ قسم نہیں کھاؤ گے اس لیے کہ اگر تم نے بھی یہ قسم کھائی پھر گھر کا نظام نہیں چلے گا۔ علی میرے بھائی! اب تم یہیں رہو گے سعید والیہ جاکر لشکر میں شامل ہوگا۔“ تھوڑی دیر تک خاموش رہی اس کے بعد حبیب بن عثمان نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”اے میری ماں غم نہ کرنا کسی نئے دکھ میں اپنے آپ کو مبتلا نہ کرنا۔ دشمنوں نے جو ہمارے ساتھ مرگ و زیست کا خونی تماشا بنایا ہے اے! میری ماں گواہ رہنا میں ہر شے کو چانتی سرد مہری کی ہواؤں کی طرح ان کا تعاقب کروں گا۔ بند گلیوں کی تاریکی اور اندھیروں کے بھنور میں انہیں روک کر ان سے اپنا انتقام لوں گا۔ اے میری ماں زندگی کی طویل راہ گزر پر میں ان قاتلوں کے لیے قضا کا سرطان بنوں گا۔ ان کے کردہ ان کی عداوت، ان کے تعصب کے اندر تشنگی کے سرطان کھڑے کرنا چلا جاؤں گا۔ اے میری ماں ان حملہ آوروں نے اگر میرے ستارہ نگاہ میں ریت ہی ریت، میرے قریہ جان میں درد ہی درد بھردیا ہے اگر انہوں نے میرے مامن حیات کو کرب خیزی اور میرے باپ کی موت میری ماں کی بینائی سے محرومی کو میرے اعصاب کا عذاب بنایا ہے تو وہ کتنے ہی شورہ پشت و جنگجو کیوں نہ ہوں میں وقت کی آندھیل کے غبار میں طوفانی سوزش کی طرح ان کا تعاقب کروں گا۔ میرے خداوند نے چاہا تو شاہراہ حیات کے چوراہوں پر انہیں کھڑا کر کے ان کی شیطنیت کے سارے رنگ اتاروں گا۔“

کچھ دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد حبیب بن عثمان نے اپنے ماموں حسام بن ضرار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”ماموں مجھے ذرا میرے باپ کی قبر پر لے کر چلیں اس پر حسام چپ چاپ ایک طرف چل دیا سارے لوگ اس کے پیچھے ہو لیے۔ قبرستان میں داخل ہوئے اور حبیب بن عثمان کے باپ کی قبر پر جا کھڑے ہوئے کچھ دیر تک کھڑے ہو کر سب دانتکتے رہے دعا سے فارغ ہونے کے بعد قبر پر کھڑے ہی کھڑے حبیب بن عثمان نے سعید کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”سعید میرے بھائی میں گھر میں قیام نہیں کروں گا۔ نخلستان سے باہر اپنے باپ کی قبر اور اپنی ماں کا اندھا پن میرے لیے ناقابل برداشت ہو جائے گا میں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کروں گا سیدھا مکہ کا رخ کروں گا۔ اپنے کام کی ابتدا کرنے کے لیے خداوند قدوس کے گھر میں دعا مانگوں گا اس کے بعد میں پہلے اس مہم پر روانہ ہونا پسند کروں گا جو نبطیوں کے بادشاہ حارث نے میرے سپرد کی ہے اس کے بعد میں اپنے باپ کے قاتلوں کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گا اور ان سے انتقام لے کر رہوں گا۔

تمہارے ذمہ یہ کام ہے کہ تم میرے بعد رقیم کی طرف جانا حارث اور اس کے بیٹے مالک سے ملنا جو کچھ ہمارے ساتھ پیش آیا ہے تفصیل کے ساتھ انہیں بتانا اور انہیں کہنا کہ میں مکہ گیا ہوں۔ وہاں کعبہ کا طواف کرنے وہاں عبادت کرنے اور دعا مانگنے کے بعد رقیم آؤں گا۔ وہاں سے اپنی مہم پر روانہ ہوں گا۔ اگر میں دیر سے ان کے پاس پہنچا تو وہ یہ خیال کریں گے کہ میں خوف کے مارے اس مہم پر روانہ نہیں ہونا چاہتا جب تم جاکر انہیں میرے بارے میں بتاؤں گے تو ان کی تسلی اور تشفی ہو جائے گی۔“

اس کے بعد حبیب بن عثمان نے اپنے ماموں حسام بن ضرار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”ماموں کیا ایسا ممکن نہیں کہ میری رواجی سے پہلے علی اور عبیدہ کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا جائے علی اب گھر ہی میں رہے گا۔ یہ ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔ گھر میں اب اس کی ضرورت ہے۔“

قبل اس کہ حسام بن ضرار، حبیب بن عثمان کی اس بات کا جواب دیتا حبیب کی خالہ عدیہ بول اٹھی۔

”حبیب ایسا کیونکر ممکن ہے کہ تم نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تم دشمنوں سے انتقام نہیں لو گے اس وقت تک نیا کپڑا نہ پہنو گے شادی نہ کرو گے جب تک تم انتقام نہیں لے لیتے اس وقت تک عبیدہ سعید اور علی کسی کی بھی شادی نہ ہوگی۔

میرے بیٹے ہم پر قیامت گزر گئی ہے اور تم شادی کی بات کر رہے ہو۔

حبیب کے ماموں حسام بن ضرار ہی نہیں اس کی ممانی ولیعہ نے بھی عدیرہ کی اس گفتگو سے اتفاق کیا۔ پھر سب قبرستان سے نکلے حویلی کے اندر آئے گھوڑے اور اونٹ اس طرح حویلی کے صحن میں ایک طرف کھڑے تھے۔ علی اور سعید نے مل کر گھوڑوں اور اونٹوں کو ایک طرف بنے اصطبل کے اندر باندھ دیا تھا پھر سب حویلی کے اس حصے میں جمع ہوئے جس میں حبیب اس کے ماں باپ کا قیام تھا۔ وہ ایک خاصہ بڑا کمرہ تھا۔ سب نشستوں پر جب بیٹھ گئے تب عبیدہ انھ کے حبیب کے پاس آئی۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بڑے پیار سے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بھائی میں نے آج تک آپ سے کچھ نہیں مانگا۔ آج آپ سے مانگتی ہوں انکا نہ کیجئے گا۔“

اس موقع پر حبیب نے تیز نگاہوں سے عبیدہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”عبیدہ میری بہن مجھ سے یہ مت کہنا کہ میں دشمنوں کے تعاقب میں نہ نکلوں مجھ سے یہ بھی مت کہنا کہ میں اپنی وہ قسم توڑ دوں کہ میں جب تک دشمنوں سے انتقام نہیں لیتا نیا کپڑا نہیں پہنوں گا شادی بھی نہیں کروں گا۔“

عبیدہ نے ایک بار پھر حبیب بن عثمان کی بات کاٹ دی اور کہنے لگی بھائی میں آپ سے ایسی کوئی بات نہیں کروں گی۔ میری آپ سے صرف یہ التجا ہے کہ آپ آج یہاں سے رخصت نہ ہوں کم از کم ایک رات تو اپنی بہن کے پاس رہیں۔ اس طرح ہماری تسلی ہوگی کل آپ اگر اپنی مہم پر روانہ ہونا چاہیں تو میں آپ کی راہ نہ روکوں گی۔

عبیدہ کی اس گفتگو پر لمحہ بھر کے لیے حبیب بن عثمان کی گردن جھک گئی تھی۔ کچھ سوچنے لگا تھا عبیدہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”میرے بھائی میری دل شکنی مت کرنا۔ اگر آپ نے میری بات نہ مانی اور یہاں سے رخصت ہونا چاہا تو یاد رکھیے گا میں دروازے پر کھڑی ہو جاؤں گی اور آپ

نہیں جانے دوں گی۔“ عبیدہ کی اس گفتگو سے شکوؤں بھرے انداز میں حبیب نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ”اچھا میری بہن میں رات یہاں رہوں گا اگلے روز صبح ہی صبح یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔“ حبیب کا جواب سن کر جہاں عبیدہ خوش ہو گئی تھی وہاں دیگر لوگوں کے چہرے پر بھی پسندیدگی کا ہلکا سا تبسم تھا۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان کی ماں یویاب نے اسے مخاطب کیا۔

”اے فرزند نیک خوب تو یہاں سے رخصت ہوا تھا تو، تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ توالسار کو میرے پاس لائے گا۔ جب بھی تو رقیم شرکی طرف گیا اور لوٹا تو نے ہیثمہ السار کی خوبصورتی کی تعریف کی تمہاری اسی تعریف نے میرے اندر السار کو دیکھنے کا ایک جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ میں یہ امید لگائے بیٹھی تھی کہ تم السار کو اپنے ساتھ لاؤ گے۔ لیکن میں دیکھتی ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ نہیں ہے تم اسے کیوں نہیں لے کر آئے۔“

اپنی ماں یویاب کی اس گفتگو پر حبیب بن عثمان کے چہرے اور آنکھوں میں دور دور تک اداسیاں اور سنسنائیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر تک عجیب سے جذبے میں وہ اپنی ماں کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

”ماں السار اب کبھی اس گھر میں نہیں آئے گی۔ میں نے اس سلسلے میں اس سے گفتگو کی تھی وہ میرے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے اور اس کا گھر آباد کرنا چاہتی ہے۔“

حبیب یہیں تک کہہ پایا تھا کہ اس کے ماموں حسام بن ضرار نے اس کی بات کاٹ دی اور بول پڑا۔

”ہم سب کتنے نادان، احق اور بیوقوف ہیں کہ ابھی تک تم تینوں سے یہ نہیں پوچھا کہ تم لگاتار ایک ماہ تک کہاں رہے اور پھر تم تینوں کے کپڑوں پہ پیوند کیوں لگے ہوئے ہیں۔ جواب میں سعید نے زندان تک جانے کا جو حادثہ پیش آیا تھا وہ تفصیل کے ساتھ سنا دیا تھا۔ اس پر ایک بار سب فکر مند ہو گئے تھے۔ اس کے بعد سعید نے اس مہم کا تفصیل بھی بتا دی تھی جو حادثہ اور اس کے بیٹے مالک نے حبیب بن

پر نہ چھوٹی نہ بڑی تھی۔ مونچھیں اس قدر بڑی تھیں کہ انہوں نے اس کے اوپر والے ہونٹوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔ بڑے مکروہ انداز میں گفتگو کرتا تھا اور جب گفتگو کرتا تھا اس کے سامنے ایک دانت جو قدرے بڑا تھا وہ نمایاں ہو کر دکھائی دیتا تھا۔ بس میرے بھائی میں اس کا یہی حلیہ اپنے ذہن میں محفوظ کر سکی ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر عبیرہ کی ساری گفتگو سے کسی قدر سکون پھیل گیا تھا پھر اس نے عبیرہ کو مخاطب کیا۔

”عبیرہ میری بہن تم نے میری بڑی اچھی رہنمائی کر دی ہے جو حلیہ تم نے مجھے بتایا ہے اس حلیے کی مدد سے میں کبھی نہ کبھی قاتلوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ایک دفعہ میں نے ان کا سراغ لگا لیا پھر دیکھنا میں ان سے کیسا بھیانک انتقام لیتا ہوں۔“

عبیرہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ حبیب بن عثمان کو کہنے لگی۔  
”آپ تینوں نما دھولیں میں آپ کے لیے کھانا تیار کرتی ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی عبیرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر سب کے لیے کھانا تیار کرنے لگی تھی۔ حبیب اور سعید نے وہ رات اپنے گھر میں بسر کی اگلے روز وہ دونوں کوچ کر گئے تھے۔ سعید رقیم شہر کی طرف چلا گیا تھا جبکہ حبیب بن عثمان مکہ کا رخ کیے ہوئے تھا۔



عثمان کو سوہنی تھی۔  
اس دوران حبیب کچھ سوچتا رہا پھر اپنے ماموں حسام بن ضرار کی طرف دیکھ ہوئے کہنے لگا۔

”ماموں جب دشمن حملہ آور ہوئے تو وہ کتنے تھے۔ ان کا تعلق کس گروہ سے نہ تاکہ میں جانوں وہ کون لوگ تھے۔ اور ان کا تعاقب کرنے میں مجھے آسانی رہے۔“  
حسام بن ضرار بیچارے کی مایوسی میں گردن جھک گئی تھی پھر اس کی کپکپاتی ہوا سی آواز سنائی دی۔

بچے کچھ پتا نہیں وہ لوگ کون تھے تاہم ان کی تمہارے باپ سے کوئی پرانی دشمنی تھی جس کا انہوں نے انتقام لیا۔ تعداد میں وہ کافی تھے رات کے وقت جب وہ حملہ آور ہوئے تو عبیرہ تمہاری ماں کے پاس سوئی ہوئی تھی۔ جب قاتلوں نے اپنی کارروائی شروع کی تو یہ ایک مسہری کے نیچے چھپ گئی تھی۔ اس نے قاتلوں کی ساری کارروائی کو دیکھا کمرے میں جلتی مشعل کی روشنی میں اس نے ان قاتلوں میں سے ایک کا حلیہ بھی اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

ان الفاظ پر حبیب بن عثمان چونکا اور عبیرہ کی طرف دیکھا۔  
عبیرہ میری بہن جس قاتل کا تم نے حلیہ محفوظ کیا ہے ذرا اس کا حلیہ تو کہو۔ اس کا ہر ایک جزو اس کے ہاتھوں سے انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں۔ عبیرہ بیچاری نے ایک دکھ بھری نگاہ حبیب کی ڈالی پھر اس کی آواز سنائی دی۔

میرے بھائی جس کا حلیہ میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کیا تھا وہ مجھے ان کا سر کا لگتا تھا۔ وہی ان کو احکامات جاری کر رہا تھا وہ خوب لمبے قد کا تھا سر پر عمامہ باندھے ہوئے تھا اس کی پیشانی کے بائیں جانب الطار نما زخم کا ایک نشان تھا اپنے کندھے اس نے ایک انتہائی قیمتی انگوچھا بھی رکھا ہوا تھا۔ وقفے وقفے سے اپنے کندھے اچکاتا تھا۔ ساتھ ہی کھانتا بھی تھا۔ بس یہی میں اس قاتل کی پہچان کر سکی ہوں رہا کا نہ گورا نہ کالا۔ خوب دراز قد تھا اور بڑا کڑیل جوان لگتا تھا۔ داڑھی خوب



ہر دکھ اور تکلیف میں تو ہی آخری آسرا ہے۔ میرے اللہ میری تجھ سے ہی التجا ہے کہ مجھے ہمت عطا کر مجھے اس قدر حمایت اور نصرت دے کہ میں تقدس کو تمدن کا فریب دینے والوں کے پیچھے سیلاب کے ریلے بے روک آندھی، بے تحاشا قوت کی طرح لگ جاؤں اور انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دوں۔ میرے اللہ اپنے کام کی ابتداء کرنے سے پہلے میں تیرے گھر آیا ہوں تجھ سے ہی التجا کرنے کے بعد اے اللہ میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا۔ (میرے مالک تیرے اس گھر میں، میں بڑی عاجزی، بڑی اھکاری سے تیرے حضور دست بدعا ہوں۔ میرے اللہ آنے والی ہر مم، ہر رزم گاہ میں مجھے کامیاب اور کامران رکھنا، میرے اللہ میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں، ہمیشہ ضرورت کے وقت تجھ سے ہی مدد مانگی ہے۔ تیری ہی بندگی اور عبادت کی ہے، تجھے ہی ہمیشہ پکارا ہے، اللہ میری اس بندگی، میری اس پکار کے صدقے میں میرے اللہ مجھے کامیابی عطا کرنا، میرے مالک آنے والے آخری رسول کی تقدیس کے صدقے میں میری آنے والی مہموں میں مجھے فتح مندی اور کامرانی عطا کرنا۔“)

دعا مانگنے کے بعد حبیب بن عثمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ آنکھوں میں جو نمی اتر آئی تھی۔ وہ کندھے پر رکھے انگلیوں سے اس نے صاف کر لی۔ خانہ کعبہ کی حدود سے نکل کر وہاں آیا جہاں اس نے اپنا گھوڑا اور کتا کھڑا کر رکھا تھا۔ گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، کتے کی گردن میں جو پٹا تھا اور طوق تھا اسے درست کیا۔ اس پٹے اور طوق نے کتے کی پوری گردن کو سر سے لے کر جسم کے پیچھے حصے تک ڈھانپ رکھا تھا اس پٹے پر لوہے کے بڑے بڑے کھیل نصب تھے جیسے چمڑے کی زرہ پر ہوتے ہیں۔ چونکہ سردی کا موسم تھا لہذا ایک زرہ نما چمڑے کی پٹی کتے کی پیٹھ کے اوپر دم تک بندھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک گھوڑے کی گردن تھپتھپانے کے بعد حبیب بن عثمان سوار نما گھوڑے کو تیز رفتاری سے چلنے لگا۔ پھر وہ اپنی کار رخ کیے ہوئے تھا ایک روز وہ رجم شرمین داخل ہوا۔ اپنے اپنے گھوڑے کی اطلاع اس نے حارث کے سپہ سالار کو دی۔ مالک نے بہترین انداز میں اس کا استقبال کیا۔ حارث بنے اسی وقت حبیب کو اپنے کمرہ خاص میں طلب کر لیا تھا۔ مالک کے ساتھ جب حبیب بن عثمان اس کمرے میں داخل ہوا تو

حبیب بن عثمان ایک روز مکہ میں داخل ہوا اپنے گھوڑے اور کتے کو اس نے دور ہی رکھا اور خود خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ طواف کیا اپنی عقیدت اور ارادتمندی کے باعث اس نے وہاں کچھ دیر عبادت کی پھر دو زانو ہو کر بیٹھا اور ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور اپنے خداوند قدوس کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”میرے اللہ میں یاس و قنوط کی زردیوں اور ظلمت میں نور اور پتھروں میں پانی کی تلاش کرنے والا بھٹکتے پرندوں کے غول سا مسافر ہوں۔ میرے مالک میں نے ہمیشہ دن کے مجاہدے، رات کی بیداری، کمراؤں کی چھاؤں، تیروں کی بارش، اضطحلال و پرمردگی میں تجھے ہی اہم ترین دفاعی حصار سمجھ کر پکارا ہے۔ میرے مالک موت کی منڈی، فنا کی تحریروں اور دقت کی آندھیوں کے غبار میں ہمیشہ تو ہی حسین سپنوں کی تعبیر عطا کرتا ہے۔“

”یہ رنگینیاں، رعنائیاں، دل فرمایاں، یہ پھولوں کی مہک، یہ آبشاروں کا ترنم، یہ ستاروں کی روشنی، یہ چاند کی تبداری، یہ لال گول سورج اور کڑکڑاتے بادل میرے اللہ سبھی تیرے آگے سرنگوں سرسجود ہیں۔ میرے مالک تیرے ذات بے شک ماورائے ادراک ہے۔ تیری آواز بے شک سماعت سے باہر، تیرا وجود بصارت سے ماورا ہی سہی پر تو سانس کی ہر لہر خیال کی ہر گہرائی پر بساط رنگ و بو میں موجود ہے۔“

میرے اللہ کچھ لوگ میری زیست کا مزاج میرے لبوں کے حروف دعا میری آگے کے نشانات بدلنا چاہتے ہیں۔ میرے اہل خانہ کی تباہی و بربادی کا باعث بننا چاہتے ہیں۔ میرے اللہ مجھے توفیق عطا فرما کہ شرار برق اور قضا بن کر ان کی زندگی کے منجھدار میں داخل ہوں۔ میرے اللہ میں تجھ سے ہی مدد کی التجا کرتا ہوں، میرے اللہ

طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
”میں آج ہی یروثلیم کی طرف کوچ کرنا چاہتا ہوں اس مہم سے فارغ ہونے کے

بعد میں اپنے باپ کے قاتلوں کی تلاش میں نکلنا چاہوں گا۔“ حارث نے حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ حبیب بن عثمان اور حصرون کے کوچ کی تیاری کرے اور انہیں مکمل زاد راہ اور دوسری ضروریات کی چیزیں مہیا کرے۔ پھر اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”ابن عثمان تمہارے ماموں زاد بھائی سعید بن حسام کو ہم نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا ہے۔ اسے ایک عمدہ سالار کا عمدہ دیا گیا ہے۔ اس کی خواہش کے مطابق مستقر میں اسے رہائش بھی مہیا کر دی گئی ہے۔ اس نے وہاں اپنا قیام کر لیا ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو سمجھا دیا ہے یہ تمہارے کوچ کی تیاریاں کرنے کے بعد تمہیں الوداع کے گا۔“ اس کے ساتھ ہی حارث وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

مالک بھی اپنی جگہ سے اٹھا۔ سعید بھی کھڑا ہو گیا۔ حبیب بن عثمان اور حصرون دونوں کو انہوں نے اپنے ساتھ لیا۔ تھوڑی دیر بعد حبیب بن عثمان اور حصرون رقیم سے یروثلیم کی طرف کوچ کر گئے تھے جبکہ سعید، رقیم کے مستقر کی طرف چلا گیا تھا جہاں اس کا قیام تھا۔



اس کمرے میں پہلے سے حارث کے ساتھ حبیب بن عثمان کا ماموں زاد سعید بن حار اور وہ قاصد جو یروثلیم سے آیا تھا، بیٹھے ہوئے تھے۔

حبیب بن عثمان اور مالک جب آگے بڑھے تو حارث نے اپنی جگہ سے اٹھ کر حبیب بن عثمان کا نہ صرف استقبال کیا بلکہ اس سے پر جوش مصافحہ کیا۔ خالی نشست بیٹھنے کے لیے کہا پھر انتہائی سنجیدگی میں اس نے حبیب بن عثمان کو کہنا شروع کیا۔

عثمان کے بیٹے تمہارا ماموں زاد سعید بن حسام مجھے پورے حالات سے آگاہ کر رہا ہے۔ مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہے کہ کچھ مسلح جوان تمہارے نخلستان پر حملہ آور ہوئے اور تمہارے باپ کو قتل اور تمہاری ماں کو اندھا کر دیا۔ یہ ایک ایسا دکھ ہے جسے کبھی بھی کسی بھی صورت فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت تمہارے بھائی سعید بن حسام کے ساتھ جو جوان بیٹھا ہوا ہے یہ وہی قاصد ہے جو یروثلیم سے میری بیٹی پیغام لے کر آیا ہے۔ اس کا نام حصرون ہے۔ یہ واپس تمہارے ساتھ یروثلیم جائے گا اور یروثلیم کی ساحہ یعنی اوزال کو کس طرح یروثلیم سے نکال کر لایا جائے گا۔ اس سلسلے میں یہ پوری طرح تمہاری رہنمائی کرے گا۔ تم نے کہاں قیام کرنا ہے کس سے ملاقات کرنی ہے۔ کیسے اوزال سے تمہارا رابطہ ہوگا۔ یہ سب کچھ اس حصرون کے ذمے ہے۔ یہ تمہارے لیے سب کچھ کرے گا۔ اس سلسلے میں تمہیں کسی تکلیف و دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔“

اس موقع پر وہ قاصد جس کا نام حصرون تھا اپنی جگہ سے اٹھا حبیب بن عثمان کے پاس آیا اور بڑی ہمدردی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے ابن عثمان مجھے تمہارے باپ کے مرنے اور ماں کے اندھا ہو جانے کا بڑا دکھ اور غم ہے خدا تمہیں توفیق دے کہ تم اس صدمے کو صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کر سکو۔“ جواب میں بڑی اپنائیت میں حبیب بن عثمان نے حصرون کا شکریہ ادا کیا۔ اس کی پیٹھ تھپتھپائی اتنے میں حارث نے پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”میرے عزیز تم کب تک یہاں سے یروثلیم کی طرف کوچ کرنا پسند کرو گے۔“ حارث کے اس سوال پر حبیب بن عثمان نے کچھ سوچا اس کے بعد حارث کی

ادھر ہی لے جاؤ۔ یہ کتا بڑا قیمتی اور سدھایا ہوا ہے۔ اسے کچھ مت کہنا۔ اس پر حبیب بن عثمان نے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی۔ کتے کو بھی گھوڑے کے ساتھ جانے کا اشارہ دیا۔ کتا فوراً اس کے اشارے پر عمل کرتے ہوئے گھوڑے کے ساتھ ہو لیا تھا اس طرح وہ شخص دونوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ حصرون حبیب بن عثمان کا ہاتھ پکڑ کر اس عبادت گاہ میں داخل ہوا۔

دونوں جب عبادت گاہ میں داخل ہوئے تو سامنے کی طرف سے ایک ڈھلی ہوئی عمر کا بزرگ صورت شخص نمودار ہوا۔ حصرون نے آگے بڑھ کر بڑی عقیدت کے ساتھ اس کے ساتھ مصافحہ کیا اور تھوڑی دیر تک اس کے کان میں گفتگو کرتا رہا۔ جسے سن کر اس بوڑھے کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ آگے بڑھا۔ حبیب بن عثمان کے ساتھ اس نے بڑا پر جوش مصافحہ کیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا ”میرے عزیز میرا نام عازور ہے۔ اس عبادت گاہ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اندر آؤ۔ تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک معزز مہمان کی سی ہے۔“

حبیب بن عثمان اور حصرون چپ چاپ عازور کے ساتھ ہو لیے وہ انہیں ایک سکونی کمرے کی طرف لے گیا۔ نشستوں پر بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا دونوں عازور کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر حبیب بن عثمان نے عازور کو مخاطب کیا۔

”میرے بزرگ اس عبادت گاہ میں داخل ہونے سے پہلے حصرون نے مجھے بتایا تھا کہ جس لڑکی کو مجھے یہاں سے لے کر جانا ہے اس کو آپ کے نکاح سے نکالا جائے گا۔ مجھے تھوڑی تفصیل بتائیے۔ تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔“ مجھے یہ بھی بتائیں کہ یروشلم کا بادشاہ ہیرودیس کس مزاج کا شخص ہے جس لڑکی کو میں نے یہاں سے نکال کر لے جانا ہے جسے یروشلم کی ساحلہ کہتے ہیں اور جس کا نام ایل ہے۔ اس کے متعلق اس کے کیا احکامات ہیں تاکہ سب کچھ سن کر میں اس کے مطابق محتاط رہوں۔

حبیب بن عثمان تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ پھر اپنا سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حبیب بن عثمان اور حصرون دونوں ایک روز سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد یروشلم کے نواح میں ایک عبادت خانے کے سامنے رکے۔ اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے حصرون نے اسے روک دیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان بھی اپنے گھوڑے کو روک چکا تھا پھر حصرون نے حبیب کو مخاطب کیا۔

آپ جو یہ سامنے عمارت دیکھ رہے ہیں یہ یہودیوں کی عبادت گاہ ہے۔ یہ یہودیوں کی تنظیم مکابی کی یوں جانیں پرانی عبادت گاہ ہے اور کبھی یہ ان کا مرکز بھی رہی ہے۔ اس عبادت گاہ کا جو متولی ہے وہ مکابی تحریک کا پرزور حمایتی ہے۔ نام اس کا عازور ہے۔ میرے بھائی اسی عازور کے ہاں تم قیام کرو گے۔ ہمارے بادشاہ حارث کی بیٹی جس کا نام عربیب ہے اس کی بڑی قدر کرتا ہے۔ اس کے حمایتوں میں سے ہے گھوڑوں کو اس عبادت گاہ کے اصطبل میں باندھتے ہیں۔ اس کے بعد میں آپ کو عازور سے ملاتا ہوں۔

حبیب بن عثمان حصرون کی سادہ گفتگو کو خاموشی سے سنتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ حصرون نے جب گھوڑے کو پھر ہانکا تو اس نے بھی اپنا گھوڑا ہانکا۔ وہاں تھوڑی دیر کے قریب گئے تو ایک شخص بھاگا بھاگا آیا شاید وہ حصرون کا جائزہ لے رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے حصرون گھوڑے سے اتر گیا۔ حبیب بن عثمان بھی گھوڑے سے اتر کر چکا تھا اس شخص نے دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ اس موقع پر حصرون نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے عزیز دونوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے جاؤ۔ ان کی خوراک اور ان کے کھیرے کا عمدہ انتظام کرو میرے دوست میرے ساتھی کا جو کتا ہے اسے بھی

فروغ دینا شروع کیا اور یہودیوں میں سے ایک اچھا خاصا عنصر یونانیوں کا آلہ کار بن گیا۔ اس خارجی مداخلت نے یہودی قوم میں تفرقہ ڈال دیا۔ ایک گروہ نے یونانی زبان، یونانی لباس، یونانی طرز معاشرت اور یونانی کھیلوں کو اپنا لیا اور دوسرا گروہ اپنی تہذیب پر سختی سے کاربند رہا۔

یہاں تک کہ یہودیوں کے لیے ایک اور بدبختی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب یونانیوں کا شہنشاہ انتھوکس چارم تخت نشین ہوا تو پوری جابرانہ طاقت سے کام لیتے ہوئے یہودی مذہب اور تہذیب کی بچ کئی کرنا شروع کی۔

اس نے بیت مقدس کے ہیکل میں زبردستی بت رکھوائے اور یہودیوں کو مجبور کیا کہ وہ ان بتوں کو سجدہ کریں۔ اس نے قربان گاہ پر قربانی بند کروائی۔ اس نے یہودیوں کو مشرکانہ قربان گاہوں پر قربانیاں کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ان سب لوگوں کے لیے سزائے موت تجویز کی جو اپنے گھروں میں توریت کا نسخہ رکھیں یا اس کے احکامات پر عمل کریں یا اپنے بچوں کے غصے کرائیں۔

لیکن یہودی اس جبر سے مغلوب نہ ہوئے اور ان کے اندر ایک زبردست مزاحمتی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہی تحریک تاریخ میں مکابی تحریک یا بغاوت کے نام سے مشہور ہے اگرچہ اس کشمکش میں یونانیت پسند یہودیوں کی ساری ہمدردیاں یونانیوں کے ساتھ تھیں اور انہوں نے عملاً ”مکابی بغاوت کو کچلنے میں انطاکیہ کے ظالموں کا پورا ساتھ دیا لیکن عام یہودیوں میں حضرت عزیر کی پھونگی ہوئی دین داری کا اتنا اثر تھا کہ وہ سب مکابیوں کے ساتھ ہو گئے اور آخر کار انہوں نے یونانیوں کو نکال باہر کیا اور ایک آزاد دینی ریاست قائم کر لی۔

مکابی ایک خدا کی بندگی اور عبادت کرنے والے تھے اور اس کے نبیوں کے ماننے والے تھے وہ تحریک ایسی کامیاب ہوئی کہ جنوبی فلسطین سے لے کر جھیل طبریہ سے بھی آگے اور دریائے اردن کے اس پار تک سارے علاقے پر مکابی تحریک کی حکومت قائم ہو گئی۔ بلکہ اسی مکابی تحریک کے دور میں فلسطینیوں نے اس بہت بڑے علاقے پر بھی قبضہ کر لیا تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام یا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بھی

”اس عبادت گاہ سے باہر حصوں نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ آپ کے تعلق کسی یہودی تحریک مکابی سے ہے۔ آپ مجھے اس کی بھی تفصیل بتائیے گا تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو۔“

عاذور کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر تک بڑی شفقت سے وہ حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔ میں تمہیں سارے حالات تفصیل کے ساتھ سناتا ہوں۔ پہلے مکابی تحریک کے متعلق بتاؤں گا۔ تو سنو میرے عزیز! جس وقت بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کیا تو بے شمار یہودیوں کو وہ گرفتار کر کے باہل لے گیا وہاں یہودیوں نے بدترین زندگی صبر کی یہاں تک کہ ان کی رہائی کا وقت آیا رہا ہونے والے پہلے گروہ کو لیکر اللہ کے نبی عزیر علیہ السلام فلسطین پہنچے۔ عزیر نے دین موسوی کی بقا کا بہت بڑا کام انجام دیا۔ انہوں نے یہودی قوم کے تمام اہل خیر کو ہر طرف سے جمع کر کے ایک مضبوط نظام قائم کیا۔ توریت کو ازسرنو مرتب کیا گیا۔ یہودیوں کی دینی تعلیم کا انتظام کیا۔ قوانین شریعت کو نافذ کر کے ان اجتماعی اور اخلاقی برائیوں کو دور کرنا شروع کیا۔ جو بنی اسرائیل کے اندر غیر قوموں کے اثر سے گھس آئی تھیں۔ ان تمام مشرک عورتوں کو طلاق دلوائی جن سے یہودیوں نے بیاہ کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل سے ازسرنو خدا کی بندگی اور اس کے آئین کی پیروی کا بھی عہد لیا۔ اس زمانے میں یہودی سلطنت نے خوب طاقت پکڑی۔ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے پیروں کا رہنما بن کر زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن یہودیوں کی بد قسمتی کہ۔

ایرانی سلطنت کے زوال اور سکندر کی فتوحات اور پھر یونانیوں کے عروج سے یہودیوں کو کچھ مدت کے لیے ایک سخت دھچکا لگا سکندر کی وفات کے بعد اس کی سلطنت جن تین سلطنتوں میں تقسیم ہوئی تو ان میں شام کا علاقہ سلیو کی سلطنت کے حصے میں آیا جس کا پایہ تخت انطاکیہ تھا اس کا فرماں روا یونانی فاتح جو مذہباً ”مشرک“ اخلاقاً ”حد سے گرا ہوا تھا یہودی مذہب اور تہذیب کو سخت ناپسند کرتا تھا۔“

اس سے ڈرتے ہوئے یہودیوں نے سیاسی اور معاشی دباؤ سے یونانی تہذیب

فتح نہ ہوا تھا۔ یہ مکابی تحریک کے عروج کا زمانہ تھا۔

پرہائے بد قسمتی مکابیوں کی تحریک جس اخلاقی و دینی روح کے ساتھ اٹھی تھی اس روح کو زیادہ دیر تک مکابی قائم نہ رکھ سکے۔ بتدریج وہ روح فنا ہوتی رہی اور اس کی جگہ خالص دنیا پرستی اور بے راہ روی نے لے لی۔ آخر کار ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور انہوں نے خود رومن فاتح پومپی کو فلسطین آنے کی دعوت دی چنانچہ پومپی فلسطین کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے یہودیوں کی آزادی کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن رومن فاتحین کی یہ پالیسی تھی کہ وہ مفتوح علاقوں میں براہ راست اپنا نظم و نسق قائم کرنے کے بجائے مقامی حکمرانوں کے ذریعے بالواسطہ اپنا کام نکلوانا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے فلسطین میں بھی یہ پالیسی اپنائی مکابیوں کی تحریک کے خاتمے پر ایک یہودی جو ان کا اپنا آدمی تھا اور جس کا نام ہیروڈ تھا اسے فلسطین کی سلطنت کا حکمران بنا دیا۔ اس طرح مکابی تحریک کا خاتمہ ہوا۔ لیکن اب بھی فلسطین کے اندر ایسے لوگ ہیں جو مکابی تحریک کے ماننے والے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولوں کے احکامات کی پابندی کرنے والے ہیں میں بھی ایک مکابی ہوں۔

میرے محترم مہمان یہ تو مکابی تحریک کی تاریخ ہوئی۔ اب تم نے یہ کہا تھا کہ ہیروڈم کا پادشاہ ہیروڈیس کس مزاج کا انسان ہے اور اس نے یروشلم کی ساحرہ اوزال کے متعلق کہا احکامات جاری کر رکھے ہیں اس سلسلے میں تمہیں شاید کسی نے غلط فہم سے کہ ہیروڈیس پورے فلسطین کا حکمران ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ان الفاظ کو تم یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ ہیروڈیس بظاہر پورے فلسطین کا حکمران ہے لیکن باطن میں یہ نہیں ہے۔

یہ سب کچھ کہہ کر ہیروڈم نے اس ہیروڈم کے یہودیوں کو فلسطین کے حکمران بنایا یہ سب کچھ کہہ کر ہیروڈم کے نام سے ظہور ہوا۔ اس کی فرمائش کے مطابق فلسطین اور شرق اردن پر قائم رہی۔ اس نے ایک طرف مذہبی پیشواؤں کی سبوتاژ کر کے یہودیوں کو خوش رکھا اور دوسری طرف رومی تہذیب کو فروغ دے کر دیا

وفاداری کا زیادہ سے زیادہ مظاہرہ کر کے رومن حکمران قیصر کی بھی خوشنودی حاصل کی۔ اس زمانے میں یہودیوں کی اخلاقی و دینی حالت گرتے گرتے زوال کی آخری حد تک پہنچ چکی تھی۔

اس ہیروڈ اعظم کے بعد اس کی ریاست تین حصوں میں بٹ گئی۔ یعنی اس کی سلطنت اس کے تین بیٹوں میں بٹ گئی۔ اس کے بڑے بیٹے کا نام ارخلاؤس تھا یہ سامریہ یہودیا اور شمالی اودومیہ کا فرما روا ہوا۔ مگر جلد ہی قیصر آگنس اس سے نالاں ہو گیا اور اس کو معزول کر کے یہاں اس نے پیلاطس نام کا اپنا ایک گورنر مقرر کر دیا۔ ہیروڈ اعظم کے دوسرے بیٹے کا نام ہیروڈیس اینٹی پاس تھا۔ فلسطین کے شمالی علاقے کلیل اور شرق اردن کا حکمران ہوا اور یہی وہ شخص ہے جسے ظاہری طور پر آجکل یروشلم کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ کیوں کہا جاتا ہے اس کی تفصیل میں تمہیں بعد میں بتانا ہوں۔

ہیروڈ کا تیسرا بیٹا فلپس تھا اس کی حکومت کوہ حرمون سے دریائے ہرموک تک کا علاقہ ہوا اور یہ اپنے باپ اور بھائیوں سے بھی بڑھ کر رومن اور یونان تہذیب میں غرق تھا۔ اس کے علاقے میں کسی کلمہ خیر کے کہنے کی اتنی بھی گنجائش نہ تھی جتنی فلسطین کے دوسرے علاقوں میں تھی۔

اب جب حالات آگے بڑھتے ہیں تو فلپس مر گیا جس علاقے پر فلپس کی حکومت تھی یہ بھی ہیروڈیس اینٹی پاس کے حصے میں آ گیا میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ رومن براہ راست کسی علاقے کو زیر تسلط نہیں بناتے بلکہ وہ مقامی لوگوں میں سے کسی کو حکمران بنا کر اپنا کام نکالتے ہیں۔

جب ہیروڈ اعظم کا بڑا بیٹا ارخلاؤس بھی علیحدہ کر دیا گیا اس کا تیسرا بیٹا مر گیا۔ تو باقی صرف ہیروڈیس اینٹی پاس ہی رہتا تھا۔

یہ شمالی فلسطین کے علاوہ مشرق اردن کا حکمران تھا۔ بعد میں فلپس کا علاقہ بھی اسے ملا اب جس علاقے کا حکمران ارخلاؤس تھا اس میں سامریہ یہودیا، شمالی اودومیہ آتا ہے۔ ۱۸۔ تاثر دیا گیا ہے کہ اس سارے علاقے کا حکمران بھی ہیروڈیس اینٹی پاس

جائے۔ تمام دراز قامت اور حسین لڑکیاں فاتحین کے لیے چن لی گئیں اور یروشلیم کے شہر اور ہیکل کو سہارا کر کے پیوند خاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد فلسطین سے یہودی اقتدار ایسا مٹا کہ دو ہزار برس تک اس کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملا اور یروشلیم کا ہیکل مقدس پھر کبھی تعمیر نہ ہو سکا۔ بعد میں جا کر قیصر ہادریان نے اس شہر کو دوبارہ آباد کیا مگر اس کا نام یروشلیم سے تبدیل کر کے ایلیا رکھ دیا اور اس میں مدت دراز تک یہودیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔

بوڑھا یہودی عاذور تھوڑی دیر تک بڑے دکھ بھرا انداز میں خاموش بیٹھا رہا اس کے بعد دوبارہ اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرے اجنبی عزیز مکاہیوں کے دور میں یہودیوں کی طاقت اور قوت اپنے عروج پر تھی رومنوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو یہ جرات اور جسارت نہ ہوتی تھی کہ میلی آنکھ سے یہودیوں کی طرف دیکھیں لیکن آج یہودی ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ بظاہر یہودیوں نے اپنی پاس فلسطین کی مملکت کا شہنشاہ اعظم ہے لیکن اس کے اختیارات سارے علاقوں پر نہیں بلکہ ایک محدود علاقے تک خیال کیے جاتے ہیں اور اس کے علاقے کے ارد گرد بھی رومن اپنی طاقت اور قوت میں دن بدن اضافہ کرتے ہوئے یہودیوں کے لئے زندگی مشکل اور اجیرن کرتے جا رہے ہیں۔ ان دنوں صرف نبطیوں کی حکومت ایک ایسی ہے جو رومنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتی ہے میرے عزیز میں تمہیں یہ بھی بتانا چلوں کہ کس طرح رومن یہودی مملکت کے ارد گرد گھونٹتے چلے جا رہے ہیں مصر میں کچھ عرصہ پہلے قلوپٹرہ کی حکومت تھی اور اس کے تعلقات ہمارے سابق حکمران سے بڑے اعلیٰ اور حلیفانہ تھے آج کل قلوپٹرہ کی موت کے بعد ایک شخص گالس رومنوں کی طرف سے مصر کا حاکم ہے۔ اس کا ایک پرانا ساتھی اور دوست جس کا نام سٹرابو ہے وہ مصر کی افواج کا سالار اعلیٰ ہے یہ دونوں نہایت سنگدل اور انتہا درجہ کے جنگجو انسان ہیں اور یہ رومنوں کے لئے ان کی سلطنت وسیع کرنے میں مصروف ہیں۔“

جہاں تک فلسطین کا تعلق ہے تو ساحل سمندر کے ساتھ وہ علاقہ جسے ادومیہ

ہے لیکن اصل اختیارات رومن گورنر کے ہاتھ میں ہیں جس کا نام پیلاطس ہے۔ اس بات کو تم یوں کہہ سکتے ہو کہ ظاہری تاثر یہی دیا گیا ہے کہ یہود اعظم کا بیٹا یہودیوں نے اپنی پاس اس کی ساری سلطنت کا مالک اور حکمران ہے اسی لیے باہر کے لوگ اسے یروشلیم کا بادشاہ خیال کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے اپنی پاس شمالی فلسطین اور شرق اردن کے علاوہ فلسطین کے علاقوں کا مالک ہے۔ تاہم وہ اکثر و بیشتر رومنوں کے کہنے پر یروشلیم آتا ہے اور یہاں اپنے باپ یہود اعظم کے تصریم قیام کرتا ہے۔ رومن ایسا اس لیے کراتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہی تاثر ملتا رہے کہ فلسطین کا اصل حکمران یہودیوں نے اپنی پاس ہے۔ یہ کہ پیلاطس صرف اس کا ماتحت ہے اور نظم و نسق چلانے میں اس کی مدد کر رہا ہے۔ لیکن اندرون خانہ ایسا نہیں۔ بحرال یہودیوں نے اپنی پاس اپنے اہل خانہ کے ساتھ اکثر و بیشتر یروشلیم آتا رہتا ہے اور یہاں اپنے باپ کے قصر میں قیام کرتا ہے۔ ان دنوں بھی یہودیوں نے اپنی پاس یہاں قیام کیا ہے۔ اپنی بیوی جو تیسرے بادشاہ حارث کی بیٹی ہے اس کے ساتھ اس نے یہاں قیام کر رکھا ہے۔ اس کی پہلی بیوی مرچکی ہے۔ اس سے ایک بیٹا ہے اس کا نام یہودا گربا ہے۔ یہ جوان ہو چکا ہے اور رومنوں نے اس یہودا گربا کو سارے فلسطین کا دلی عہد بنا رکھا ہے۔ یوں رومنوں نے ایک طرح سے یہودیوں کو یہ تاثر دے رکھا ہے کہ یہودا اپنی پاس کے بعد اس کا بیٹا یہودیوں نے سارے فلسطین کا حکمران ہو گا۔

(اگرپا کے دور حکومت میں ایک بار پھر یہودیوں نے کھل کر رومنوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اگرپا اس بغاوت کو ختم کرنے میں ناکام رہا اور اس بغاوت کو ختم کرنے کے لیے اس نے رومنوں سے مدد مانگی۔ آخر رومن شہنشاہ نے اپنے ایک جرنیل جر کا نام میٹس تھا روانہ کیا۔ میٹس نے یروشلیم کو فتح کر لیا۔ اس موقع پر ایسا قتل مہا ہوا کہ ایک لاکھ 35 ہزار آدمی مارے گئے۔ ستھاسٹ ہزار آدمی گرفتار کر کے غلام بنائے گئے۔ ہزاروں آدمی پکڑ پکڑ کر مصری کارخانوں میں کام کرنے کے لیے بھیج دیے گئے۔ ہزاروں آدمیوں کو پکڑ کر مختلف شہروں میں بھیجا گیا تاکہ تھیمروں میں ان کو بچ جانوروں سے پھڑوانے اور شمشیر زنیوں کے کھیل کا تحتہ مشق بننے کے لیے استعمال

خاموشی رہی وہ گہری سوچوں میں ڈوبا رہا اس کے بعد دوبارہ حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میری بوڑھی آنکھوں نے بہت کچھ دیکھ رکھا ہے۔ اگر یہودیوں کی یہی حالت رہی تو ان کے مقدر میں در بدر کی ٹھوکروں کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔ یہودیوں کو فلسطین میں مکمل طور پر زیر کرنے کے بعد رومن یقیناً نبطیوں کا رخ کریں گے۔ نبطی اس وقت اپنے پورے عروج پر ہیں اور ان کا بادشاہ حارث ایک بہترین اور تربیت یافتہ لشکر رکھتا ہے جس کی بنا پر رومن اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے لیکن میری بوڑھی آنکھوں نے بڑے کرناک مناظر دیکھ رکھے ہیں۔ اگر نبطیوں نے ذرا سی بھی غفلت سے کام لیا اپنی عسکری قوت کی طرف دھیان نہ دیا اپنے لشکر کی تربیت سے غفلت برتی تو رومن ان پر حملہ آور ہونے سے ہچکچائیں گے نہیں۔ ارض مقدس میں وہ یہودیوں کو تو پہلے ہی زیر کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد نبطیوں کے علاوہ کوئی قوت ان کے سامنے نہ رہے گی۔ اگر نبطی ان کے سامنے چھاتی تانے رکھتے ہیں تو ارض شام کا وہ حصہ بھی بچا رہے گا جس پر حداد بن مدار حکومت کرتا ہے اگر نبطیوں کو جھکا لیا جاتا ہے تو پھر دمشق کے بادشاہ حداد بن مدار کی بھی کوئی حیثیت نہ ہوگی اس لیے کہ اس کے اطراف میں تو پہلے ہی رومنوں کی ریاستیں قائم ہو چکی ہیں۔ نبطیوں کے زیر ہونے کے بعد رومن ارض شام پر اس طرح جھپٹیں گے جس طرح بھوکے گدھیں مردار پر اڑتی ہیں۔“

بوڑھا یہودی عازور جب خاموش ہو گیا تو اس کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اب حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔

”بزرگ عازور جو باتیں آپ نے کی ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔ ان میں حقیقت اور سچائی ہے لیکن ایسی باتیں سوچنا میرا اور آپ کا کام نہیں بلکہ یہودیوں اور نبطیوں کے سربراہوں اور حکمرانوں کا کام ہے۔ اب میں اس مہم کے متعلق گفتگو کرنا چاہوں گا جس کے لیے میں اس طرف آیا ہوں اس مہم کو میں جلد نمٹا لینا چاہتا ہوں اس کے بعد میں ان دشمنوں سے انتقام لوں گا جنہوں نے میرے باپ کو قتل کیا ہے

یہودیہ اور سامریہ کہتے ہیں یہ بھی رومنوں کے قبضے میں ہے اس پر رومنوں کا ایک جرنیل پیلاطس حکمران ہے اس حصے میں فلسطین کے بڑے بڑے شہر آتے ہیں جیسے ہریمو، جروس، عسقلان، یروشلم، سامریہ، قیساریہ، بیت لحم، یافا اور کچھ دیگر شہر ہیں۔

پیلاطس کی اس سلطنت کے دائیں جانب دریائے اردن کے اس پار یہودی حکمران ہیرودیس اینٹی پاس کی ریاست ہے اس کا مرکزی شہر اردن ہے اس کی سلطنت شمال میں رومنوں کے اس صوبے تک پھیلی ہوئی ہے جس کے بڑے شہر صیدا، صور اور انطاکیہ ہیں ہیرودیس اینٹی پاس کے پاس جو علاقہ ہے اس میں کوئی بڑا شہر نہیں تاہم اس میں کچھ مشہور شہر ہیں جیسے گلیل، ناصره اور کفر نحوم وغیرہ ہیرودیس اینٹی پاس کی سلطنت کے مشرق اور شمال میں پھر رومنوں کی ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ اس کا حاکم ایک رومن جرنل ڈیکا پولس ہے اب فلسطین کے ارد گرد رومنوں کی تین سلطنتیں ہیں ایک پلاطس کی ایک ڈیکا پولس کی اور ایک شمال میں جس کا مرکزی شہر انطاکیہ ہے۔“

رومنوں کے شمال میں جو سب سے بڑی قوت خیال کی جاتی ہے وہ شامی حکمران ہے جس کا نام حداد بن مدار ہے اور اس کا پایہ تخت دمشق ہے شام کے اس بادشاہ حداد بن مدار کے تعلقات ہیرودیس اینٹی پاس کے ساتھ اچھے ہیں۔ ساتھ ہی اس نے پلاطس اور ڈیکا پولس کے ساتھ بھی بہترین تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔ ہیرودیس اینٹی پاس کے تعلقات ہمارے نبطی بادشاہ حارث کے ساتھ بھی اچھے ہیں اس لیے کہ ہیرودہ اینٹی پاس حارث کا داماد ہے۔ لیکن شام کے حکمران حداد بن مدار کو ہمارا بادشاہ اچھا خیال نہیں کرتا اس لیے کہ ان علاقوں میں ایک بہت بڑا ڈاکو ہے۔ نام جس کا برابر ہے۔ اس نے اپنے لشکر تیار کر رکھے ہیں اسے شام کے بادشاہ حداد بن مدار کی پشت پناہی حاصل ہے اور وہ اس کے کوستانی سلسلوں کو مرکز بنائے ہوئے ہے۔ وہاں سے نکل کر وہ مختلف علاقوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ لوٹ مار کرتا ہے اور اس لوٹ مار کا ایک حصہ شام کے بادشاہ حداد بن مدار کو بھی دیتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا عازور خاموش ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر

لڑکیوں کے ساتھ شہر سے نکلے گی۔ ان لڑکیوں میں اوزال بھی ہوگی اس نے بھی ان لڑکیوں جیسا لباس زیب تن کر رکھا ہوگا۔ جو ملکہ عربیہ کی محافظ سمجھی جاتی ہیں ملکہ نر روز گھوڑ دوڑ کے لیے اسی عبادت گاہ کی طرف آتی ہے جس میں اس وقت تم بیٹھے ہوئے ہو۔ آج شام کو جب ملکہ یہاں آئے گی تو وہ کسی طرح اوزال کو عبادت گاہ کے اندر بھیج دے گی خود دوسری لڑکیوں کے ساتھ صدر دروازے کی طرف سے آئے گی اس کی محافظ لڑکیاں باہر ہی کھڑی رہیں گی۔ خود وہ اندر آئے گی تمہارے ساتھ تفصیل سے گفتگو کرے گی اس کے بعد جیسا تم چاہو گے ویسے ہی اوزال کو لے کر رات کی گہری تاریکی میں تم یہاں سے کوچ کر جانا۔

اوزال کو لے کر تم کس رستے سے نبطیوں کے مرکزی شہر رقیم کی طرف جاؤ گے یہ سارا معاملہ اب ملکہ عربیہ کی موجودگی میں طے کیا جائے گا ہاں اس موقع پر میں تم سے یہ کہنا ضرور پسند کروں گا کہ پیٹرا میں لے جا کر اوزال کا خیال رکھنا وہ بڑی اچھی بیٹی ہے ابھی نوعمر ہے زمانے کا اتار چڑھاؤ زمانے کی گرمی سردی اس نے ابھی نہیں دیکھ رکھی اس لیے اس کی خوبصورتی اس کے حسن اس کی جسمانی ساخت کی کشش اس کی پرکشش آواز اس کے گانے کے انداز کی وجہ سے لوگ اسے بہلا پھسلا بھی سکتے ہیں۔ میں عازور تم سے گزارش کرتا ہوں کہ جب اوزال باسلامت رقیم پہنچ جائے تو وہاں نہ صرف اس کی جان کے محافظ بن کر رہنا بلکہ اس کی عزت و آبرو کے بھی نگہبان بن کر رہنا۔

میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ اوزال جہاں انتہا کی حد تک خوبصورت ہے وہاں وہم کی طرح عمدہ سیت بھی رکھتی ہے۔ وہ نہ یہودی مذہب سے تعلق رکھتی ہے نہ بت پرست ہے اس کا تعلق صابی مذہب سے ہے۔“

عازور ابھی تک یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس وقت نہایت خوبصورت لڑکی اس کمرے میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ہی عازور اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا حصرون بھی کھڑا ہو گیا ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان بھی اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اس موقع پر عازور نے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اور میری ماں کو اندھا کر دیا ہے لہذا مجھے بتائیں کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔

عازور کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے کہا۔

”تم ٹھیک کہتے ہو اب ہمیں اسی موضوع پر گفتگو کرنی چاہیے جس کے لیے ز نے یروشلیم تک کا سفر کیا ہے بیٹے بات یوں ہے کہ خوبصورت لڑکی اوزال جسے تم یہاں سے نکال کر لے جانا ہے اسے تمہارے بادشاہ حارث کی بیٹی اور یہودیوں کے بادشاہ ہیرودیس کی بیوی نے اپنے ہاں چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ حارث کی بیٹی اور ہیرودیس کی بیوی عربیہ یہ دن بڑی تکلیف اور بڑی اذیت میں کاٹتی رہی ہے کہ ہیرودیس پر یعنی اس کا شوہر کسی بھی وقت یروشلیم سے اردن کی طرف کوچ کر سکتا ہے اس لیے کہ یروشلیم میں تو اس کا قیام عارضی ہے۔ عربیہ اس لیے پریشان تھی کہ اگر اسے جلد اردن کی طرف جانا پڑ گیا تو وہ اوزال کو کیسے اپنے ساتھ لے جاسکے گی۔ بہر حال خداوند مہربان کا شکر ہے کہ تم وقت پر آن پہنچے ہو اب جو سب سے پہلے کام کیا جائے گا وہ یہ کہ ابھی تھوڑی دیر تک حصرون ملکہ عربیہ کی طرف جائے گا میں تمہیں یہ بتا دوں کہ حصرون ملکہ کے خاندانی خدام میں سے ہے جس وقت ملکہ عربیہ کی شادی ہیرودیس سے ہوئی تھی تو یہ حصرون تمہارے شہر پیٹرا سے اس کے ساتھ آیا تھا۔

حصرون عربیہ کو جا کر تمہاری آمد سے آگاہ کرے گا اس کے بعد اوزال کو یہاں سے نکالنے کی ابتداء کی جائے گی اور کیسے نکالا جائے گا اس کی تفصیل میں تمہیں بتا ہوں اگر اس میں تم کوئی تبدیلی کرنا چاہو تو وہ تمہاری مرضی اور خوشی ہوگی۔

ملکہ عربیہ کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ شام کے وقت ہر روز گھوڑ دوڑ کے لیے نکلتی ہے۔ یہی طریقہ اس کا اپنی ریاست اردن میں بھی ہے اور یہی طریقہ اس نے یروشلیم میں بھی اپنا رکھا ہے جب وہ سورج غروب ہونے کے قریب گھوڑ دوڑ کے لیے نکلتی ہے تو اس کے ساتھ اس کے محافظ دستے کے طور پر مسلح لڑکیوں کا ایک دستہ ہوتا ہے یہ لڑکیاں جب شہر سے نکلتی ہیں تو اپنے چہروں کو نقاب سے ڈھانپے رکھتی ہیں۔ اب اوزال کو یروشلیم شہر سے نکالنے کا طریقہ یہ ہوگا۔

ابھی حصرون جا کر ملکہ کو تمہاری آمد کی اطلاع کر دے گا۔ ملکہ شام کے



ہیودی بادشاہ ہیروڈیس دوسری اس کی بھتیجی جس کا نام ہیروڈیا ہے ہیروڈیس میں شام کے بادشاہ حداد بن مدار کے ساتھ اپنے تعلقات مزید بہتر بنانا چاہتا ہے یہ تم جانتے ہی ہو کہ حداد بن مدار اوزال کو پسند کر چکا ہے اور اسے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اوزال اسے ناپسند کر چکی ہے۔ اب ہیروڈیس ہر حال میں اوزال کو گرفتار کر کے دمشق کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے یروشلم شہر کے اندر ہی نہیں بلکہ اطراف میں بھی اپنے مسلح دستے پھیلانے ہوئے ہیں۔ اسے یقین ہے کہ اوزال ابھی تک یروشلم شہر کے اندر ہے۔ اس نے حکم جاری کر رکھا ہے کہ کسی بھی صورت میں اوزال یروشلم سے بھاگنے نہ پائے اس لیے کہ ہر حال ہر صورت میں وہ اسے پکڑ کر دمشق کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ دمشق کے بادشاہ حداد بن مدار کے حرم میں داخل ہو اس طرح اس کے اور حداد بن مدار کے تعلقات پہلے سے بہتر اور دوستانہ ہو جائیں۔

اوزال کی دوسری سب سے بڑی دشمن ہیروڈیس کی بھتیجی ہیروڈیا ہے یہ انتہائی خوبصورت لڑکی ہے اور رقص میں بڑی مہارت رکھتی ہے۔ جس روز ہیروڈیس کی دعوت پر شام کا بادشاہ حداد بن مدار یہاں آیا تھا تو اسکے سامنے ہیروڈیا ہی نہیں اوزال نے بھی رقص کیا تھا۔ رقص اور گانے دونوں میں اوزال نے ہیروڈیا کو مات کر دیا تھا۔ اسی بنا پر اپنے لیے حداد بن مدار نے اوزال کا چناؤ کیا۔

اب ہیروڈیا کو یہ غصہ اور رقابت ہے کہ شام کے بادشاہ نے حسن رقص اور ”سدانہ میری بٹی تیری آمد سے پہلے میں حبیب بن عثمان کو یہاں کے حالات گانے میں اوزال کو اس پر فوقیت کیوں دی اسے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اوزال کو پہلے حصوں سے پہلے بڑھاتا ہوں۔ پھر سب سے پہلے حصوں میں لوگ یروشلم کی ساحرہ کہتے ہیں۔ ایسا اس کے حسن اس کی کشش کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اوزال نے اوزال کو یہاں سے نکال دیا ہے اور ہیروڈیا یہ بھی خار کھاتی ہے کہ لوگ اوزال کو اس سے زیادہ خوبصورت اور لے جاتا ہے وہ میری عبادت گاہ میں پہنچ چکا ہے۔“ ان الفاظ پر حصوں اپنی جگہ پر فخر کشش سمجھتے ہیں لہذا ہیروڈیا نے یروشلم شہر کے اندر اپنے بھی کچھ منجر اور طلائیہ گر کھڑا ہوا۔ پھر وہ باہر نکل گیا تھا حصوں کے جانے کے بعد عازور نے پھر حبیب بن عثمان کو بھڑکایا رکھے ہیں اور انہیں حکم دے رکھا ہے کہ ہر حال میں وہ اوزال کو تلاش کریں۔ ہیروڈیا اوزال کو تلاش کر کے اسے قتل کر کے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتی ہے۔ بس

”حبیب بن عثمان میرے بیٹے جو سلسلہ میں نے تمہارے ساتھ شروع کیا تھا اب تک یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔

”حبیب میرے بیٹے یہ کوئی اجنبی نہیں میری بیٹی ہے۔ اس کا نام سدانہ ہے۔ اس نے اپنے آپ کو اس عبادت گاہ کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ ساری زندگی شہر نہ کرنے کا عزم کیے ہوئے ہے۔“ پھر عازور نے اپنی بیٹی سدانہ کو مخاطب کیا۔

”سدانہ میری بچی یہاں نشست پر بیٹھ جاؤ۔ حصوں کو تم جانتی ہو۔ یہ نوجوان ہے اس کا نام حبیب بن عثمان ہے۔ یہ حصوں کے ساتھ رقیم شہر سے آیا ہے اور اوزال کو یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔“

ان الفاظ پر سدانہ چونکی تھی تھوڑی دیر تک بڑے تو صیغی انداز میں وہ حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتی رہی اس کے بعد اس نے براہ راست حبیب کو مخاطب کیا۔ ”میرے عزیز بھائی اگر تم اوزال کو یروشلم سے رقیم پہنچا دو تو ہم سمجھیں گے۔

تمہارا اوزال پر ہی نہیں ہم پر بھی بڑا احسان ہو گا اس لیے کہ اوزال کو میرے باپ نے اپنی بیٹی اور میں اسے اپنی بس خیاں کرتی ہوں وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اس سے نکلنا اور بچنا انتہائی ضروری ہے۔“

اس کے بعد سدانہ کی خواہش پر حصوں نے حبیب بن عثمان کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔ یہ سارے حالات سن کر سدانہ تھوڑی دیر کے فکر مند اور غمگین سی ہو گئی تھی پھر اس نے بڑے خوش کن انداز میں حبیب بن عثمان سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر عازور پھر بول پڑا۔

”سدانہ میری بٹی تیری آمد سے پہلے میں حبیب بن عثمان کو یہاں کے حالات گانے میں اوزال کو اس پر فوقیت کیوں دی اسے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اوزال کو پہلے حصوں سے پہلے بڑھاتا ہوں۔ پھر سب سے پہلے حصوں میں لوگ یروشلم کی ساحرہ کہتے ہیں۔ ایسا اس کے حسن اس کی کشش کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اوزال نے اوزال کو یہاں سے نکال دیا ہے اور ہیروڈیا یہ بھی خار کھاتی ہے کہ لوگ اوزال کو اس سے زیادہ خوبصورت اور لے جاتا ہے وہ میری عبادت گاہ میں پہنچ چکا ہے۔“ ان الفاظ پر حصوں اپنی جگہ پر فخر کشش سمجھتے ہیں لہذا ہیروڈیا نے یروشلم شہر کے اندر اپنے بھی کچھ منجر اور طلائیہ گر کھڑا ہوا۔ پھر وہ باہر نکل گیا تھا حصوں کے جانے کے بعد عازور نے پھر حبیب بن عثمان کو بھڑکایا رکھے ہیں اور انہیں حکم دے رکھا ہے کہ ہر حال میں وہ اوزال کو تلاش کریں۔ ہیروڈیا اوزال کو تلاش کر کے اسے قتل کر کے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتی ہے۔ بس

”حبیب بن عثمان میرے بیٹے جو سلسلہ میں نے تمہارے ساتھ شروع کیا تھا اب تک یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ کو آگے بڑھاتا ہوں۔ اوزال کے اس وقت یروشلم میں دو بدترین دشمن

عاذور یہاں تک کہنے کے بعد گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا وہ افسردہ اور ویران ہو گیا تھا۔ اس کے بعد حبیب بن عثمان کو اس کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا۔

”ابن عثمان یہودیوں کی بد قسمتی کہ انہوں نے اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کی کسی بات پر دھیان نہ دیا اور انجام کار ہیروڈیس نے انہیں زندان میں ڈال دیا ہے۔ اب اللہ کے دوسرے نبی ابن مریم علیہ السلام نے بنی نوع انسان کی فلاح وہ رہبری کا کام شروع کیا ہے لیکن ہائے حیف اس یہودی قوم کی بد قسمتی کہ یہ اللہ کے دوسرے نبی ابن مریم کو بھی جھٹلانے میں مصروف ہو گئے ہیں اور ان کی دشمنی اور عداوت پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔“

”بزرگ عاذور کیا آپ کے لیے ایسا ممکن نہیں کہ آپ مجھے ان پیغمبروں کے حالات تفصیل کے ساتھ سنائیں تاکہ میں ان کے متعلق جانوں اس وقت تو میں ہنگامی صورتحال میں اس طرف آیا ہوں۔ پھر کبھی میرے خداوند نے موقع دیا تو میں ان بزرگ ہستیوں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے فیض یاب ہوں گا۔“ عاذور کے خاموش ہونے پر بڑی ارادتمندی اور عقیدت میں حبیب بن عثمان نے کہا تھا۔

عاذور سنبھل کر بیٹھ گیا پھر کہنے لگا میں تمہیں ان دونوں کے حالات سناتا ہوں۔ سنو۔

”اللہ تعالیٰ نے عین بوڑھاپے اور ناامیدی کی حالت میں اپنے پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام نام کا ایک پاکیزہ فرزند عطا فرمایا اور کم عمری میں یحییٰ علیہ السلام کو عقل و حکمت دانش مندی اور وحی اور نبوت سے سرفراز کیا۔“

یحییٰ علیہ السلام عبادت کے اس قدر شائق ہیں کہ تہجد کی کثرت سے بہت دبلے ہو گئے ہیں اور وہ اپنے علم و عرفان سے توریت کے مشکل مقامات کو بڑی آسانی سے حل کر دیتے ہیں۔ انہیں اس کے احکامات کے تمام پہلوؤں پر عبور ہے لہذا سب کے اتفاق رائے سے آپ توریت کے احکام کا اجراء کرنے فتویٰ دینے اور مقدموں کے فیصلے کرنے پر مامور کر دیئے گئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد عاذور تھوڑی دیر کے لیے رکا کچھ سوچا پر دوبارہ کہنا

حبیب بن عثمان میرے بیٹے میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ یہ ہیروڈیا ہیروڈیس کے بڑے بھائی فلپس کی بیٹی ہے جو مرچکا ہے اور اس کی سلطنت پر بھی ہیروڈیس کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ہیروڈیا اور اس کی ماں نے ہیروڈیس کے پاس ہی قیام کر رکھا ہے۔ ہیروڈیا گو ہیروڈیس کی بھتیجی ہے لیکن اس کے حسن، اس کی جسمانی کشش کو پسند کرتے ہوئے وہ اس سے شادی کا خواہش مند ہے۔ یروثلیم بھی نہیں اردن میں بھی یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ ہیروڈیس اپنی بھتیجی ہیروڈیا کو اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ ہیروڈیا کی ماں بھی اس بات کو پسند کرتی ہے کہ اس کے مرحوم شوہر کا بھائی اس کی بیٹی کو اپنے حرم میں داخل کر لے۔ اس طرح حکومت کی باگ ڈور ایک طرح سے ہیروڈیا اور اس کی ماں کے پاس آجائے گی کہنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہیروڈیس اپنی بھتیجی ہیروڈیا کو دیوانگی کی حد تک پسند کرتا ہے۔

ہیروڈیس اور اس کی بھتیجی ہیروڈیا کے عشق اور ان دونوں کی محبت کے چرچے عام ہوئے اور یہ خبریں پھیلنے لگیں کہ دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں تو اس رشتے کے خلاف جس ہستی نے سب سے پہلے آواز بلند کی وہ اللہ کے نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں جب دونوں کی شادی کے چرچے عام ہوئے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے مشرق اردن کے گلی کوچوں میں یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ یہ نکاح توریت اور شریعت کی روح سے ناجائز ہے اور توریت کے احکامات کی صریحاً مخالفت ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے علامیہ ہیروڈیس اور ہیروڈیا کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ایک روز اچانک رات کے وقت ہیروڈیس کے کہنے پر مسلح جوانوں نے اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا اور مشرق اردن میں زندان کے اندر ڈال دیا۔ آجکل وہ زندان ہی میں ہیں۔ ہیروڈیس چاہتا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام زندان ہی میں رہیں۔ لوگوں تک ان کی آواز نہ پہنچے اور جتنا عرصہ وہ زندان میں رہیں اس دوران وہ اپنی بھتیجی ہیروڈیا سے شادی کر لے۔ میرا دل کہتا ہے کہ یروثلیم سے واپس جا کر ہیروڈیس کوئی نہ کوئی قدم اٹھائے گا اور اپنی بھتیجی جس کے حسن، جس کی خوبصورتی سے وہ بے حد متاثر ہے اس سے ضرور شادی کرے گا۔

بچی کہنے لگے اگر میں تمہیں اجازت دے دوں اور خود تعمیل حکم نہ کروں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھ پر کوئی عذاب نہ آجائے یا میں زمین میں نہ دھنسا دیا جاؤں اس لئے میں یہ پیش قدمی کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے بنی اسرائیل کو بیت مقدس میں جمع کیا جب عبادت گاہ بھر گئی تو وعظ فرمایا اور بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”اے بنی اسرائیل مجھے خداوند قدوس کی طرف سے پانچ باتوں کا حکم ملا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں تم کو بھی عمل کی تلقین کروں وہ پانچ احکامات یہ ہیں۔

پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو نہ کسی کو اس کا شریک اور ہمتا شراؤ کیونکہ مشرک کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنے روپے سے خریدا مگر غلام نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا کہ جو کچھ کماتا ہے وہ مالک کے بجائے ایک دوسرے شخص کو دے دیتا ہے تو اب بتاؤ کہ تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا کرے سمجھ لو کہ جب خدا ہی نے تمہیں پیدا کیا اور وہی تمہیں رزق دیتا ہے تو تم بھی اس کی پرستش کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ شراؤ۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ تم باقاعدگی کے ساتھ نماز ادا کرو کیونکہ جب تک نماز میں اس کی جانب متوجہ رہو گے خدا تعالیٰ برابر تمہاری جان پر رضا اور رحمت کے ساتھ متوجہ رہے گا۔

تیسرا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھو اس کے لئے روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہے اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو چنانچہ مشک اس کو بھی اور اس کے رفقاء کو بھی اپنی خوشبو سے مست کرتا رہے اور روزہ دار کے منہ کی بو کا خیال مت کرو اس لئے کہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کی بو جو خالی معدے سے آتی ہے خوشبو سے زیادہ پاک ہے۔

چوتھا حکم یہ ہے کہ مال میں صدقہ نکالا کرو کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کو اس کے دشمنوں نے اچانک آپکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو انجانہ منزل کی جانب لے چلے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں یہ کہے کہ کیا ممکن ہے کہ میں مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں اور اثبات میں جواب پا کر جان کے

شروع کر دیا۔

”مخلوق میں آپ کی شہرت ہو گئی کہ آپ توریت کے احکام بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ جاری فرماتے ہیں اور باطل کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے میں بہت سخت ہیں احکامات خداوندی کے نفاذ میں کس کا خوف نہیں کھاتے اور کسی بھی بڑے ظالم کی شان و شوکت سے مرعوب نہیں ہوتے۔

بچی علیہ السلام کی زندگی کا بہت بڑا حصہ جنگوں اور صحراؤں میں گزرا وہاں آپ گوشہ نشین رہتے درختوں کے پتے ڈنڈیاں اور شہد کھا کر گزارا کرتے وہیں ان پر کلام نازل ہوا۔ تب انہوں نے دریائے اردن کے نواح میں دین الہی کی منادی شروع کر دی بچی علیہ السلام پر خدا کی خشیت اس قدر تھی کہ وہ اکثر روتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ان کے والد محترم جب ان کو جنگل میں تلاش کرنے گئے اور ان سے ملے تو فرمایا بیٹا ہم تو تیری یاد میں ہلکان ہیں تجھے تلاش کر رہے ہیں اور تم یہاں بیابان گیری میں مشغول ہو تو بچی علیہ السلام نے جواب دیا۔

”اے میرے باپ آپ نے ہی مجھے بتایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا وسیع میدان ہو گا جو خدا کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا جنت تک رسائی نہیں ہوتی یہ سن کر آپ کے باپ حضرت زکریا علیہ السلام بھی رو دیئے تھے۔“

بچی علیہ السلام کی طرف سے خداوند قدوس کو دعوت تبلیغ کے لیے پانچ احکامات جاری کیے گئے اور ان پانچ احکامات کی تبلیغ کے لیے تلقین خداوند قدوس کی طرف سے فرمائی گئی مگر بچی کو ان امور کے جاری کرنے میں کچھ تاخیر ہوئی تب ابن مریم علیہ السلام آپ سے ملے اور فرمایا میرے بھائی اگر تم مناسب سمجھو تو میں بنی اسرائیل کو ان پانچ احکامات کی تلقین کروں جن کے لیے تم کسی وجہ سے تاخیر کر رہے ہو۔“

یہاں عازور رکا پھر ابن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن عثمان میں تمہیں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ابن مریم علیہ السلام بچی علیہ السلام سے صرف چھ ماہ چھوٹے ہیں ابن مریم علیہ السلام کی گفتگو پر جواب دیتے ہوئے

بدلے سب دھن دولت قربان کر دے۔

پانچواں حکم تمہارے لیے یہ ہے کہ دن رات کثرت سے اس کا ذکر کرتے رہا کرو کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا ہو اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعے میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جائے دشمن کے مقابلے میں ذکر اللہ کے اندر مشغول ہو جانا ایک مستحکم قلعہ میں محفوظ ہو جانے کے مترادف ہے۔“

عازور رکا کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”ابن عثمان جس مذہب کے تم پیرو کار ہو یہ مت خیال کرنا کہ اس پر تم اکیلے ہو بلکہ میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ ساری قوم یہود کو اس آنے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا انتظار ہے جس پر تم اس کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا چکے ہو ہم بھی عرب کی سر زمین میں نمودار ہونے والے اس عظیم پیغمبر کی آمد کے منتظر ہیں جس کا ظہور کعبوروں والے شہر میں ہو گا میں تم سے یہاں یہ بھی ذکر کرتا چلا جاؤں کہ آنے والے اس رسول کے متعلق یہودی اس قدر پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ آنے والے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق انہوں نے اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام سے بھی سوال کیا اس کی تفصیل بھی میں تمہیں بتاتا ہوں۔“

جب اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام نے خدا کے دین کی منادی شروع کی اور لوگوں کو یہ بتانے لگے کہ مجھ سے بڑھ کر میرے بعد ایک پیغمبر آنے والا ہے تو یہود کو ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت پیدا ہو گئی اور تعلیم مقبولیت اور منادی کو برداشت نہ کر سکے ایک روز سارے یہودی جن میں بڑے بڑے سردار تھے یحییٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے۔ اور ان سے سوال کیا۔

کیا آنے والا مسیح علیہ السلام ہے اس کا جواب یحییٰ علیہ السلام نے نہیں میں دیا تب انہوں نے پوچھا کیا تو ایلیا نبی ہے؟ انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا یہودی علماء نے پوچھا کیا تو وہ نبی ہے اس نبی سے ان کی مراد عرب کے آنے والے اس رسول کی تھی جن پر تم ایمان رکھتے ہو۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا میں وہ بھی نہیں ہوں تب یہودی

عالموں نے پوچھا تو کون ہے جو اس طرح منادی کرتا ہے اور ہم کو دعوت دیتا ہے یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں تو صرف جنگل میں پکارنے والے کی ایک آواز ہوں جو حق کے لیے بلند کی گئی ہے۔

اس طرح اللہ کے نبی نے اپنے بعد نہ صرف یسوع علیہ السلام کے آنے کی خبر دی بلکہ عرب کی سر زمین میں ظہور کرنے والے آخری اور عظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی بھی بشارت کی میرے عزیز میں یہ بھی بتاتا جاؤں کہ یحییٰ علیہ السلام نبی تھے رسول نہ تھے اور توریت ہی کی شریعت کے پابند تھے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ ہم نے بچپن ہی میں اسے علم و فضیلت بخش دیا تھا تاکہ وہ جلد ہی نبوت کے منصب پر فائز ہو سکیں چنانچہ بچپن میں جب بچے ان سے کھیلنے کے لیے اصرار کرتے تو وہ یہ جواب دیتے خدا نے مجھے ان کاموں کے لیے نہیں پیدا کیا اسی بناء پر خداوند قدوس نے تیس سال کی عمر سے پہلے ہی نبوت سے سرفراز کر دیا اب یہودیوں کی کم بختی اور بد بختی کہ اس نے اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کو زندان میں ڈال رکھا ہے۔“

عازور کے خاموش ہو جانے پر بڑے شوق سے حبیب بن عثمان نے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

”میں آپ کا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اللہ کے نبی کے متعلق تفصیل بتائی کیا اب آپ مجھے ابن مریم یعنی مسیح علیہ السلام کے متعلق کچھ تفصیل نہ بتائیں گے اس وقت تو میں جلدی میں ہوں مجھے رقیم کی طرف لوٹ جانا ہے پھر اگر مجھے ان سرزمینوں کی طرف آنے کا موقع ملا اور میرے خداوند کو منظور ہوا تو میں ان دونوں نبیوں کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ان سے میں اپنے آنے والے اس رسول سے متعلق تفصیل معلوم کروں جن پر میں ایمان لا چکا ہوں جس کا ظہور عرب کی سر زمین میں ہو گا۔“

عازور نے کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے ابن عثمان کو مخاطب کیا۔ ”سن نیک دل فرزند میں تمہیں مسیح علیہ السلام سے متعلق بھی تفصیل بتاتا ہوں مسیح علیہ السلام یحییٰ

دل و جان کو عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ آپ کے خیالات اس قدر پریشان اور دماغ اس قدر بے سکون ہو چکا تھا کہ آپ نہ تو کسی کی بات سنتی تھیں نہ ہی کسی کام میں دلچسپی لیتی تھیں۔

مریم علیہ السلام ایک حساس دوشیزہ تھیں اپنے وطن ناصره کے ایک دھقان کے گھر میں جو ایک بے حد سادہ سا گھر تھا اقامت گزریں تھیں تاکہ لوگوں کی نگاہوں اور ان کے طعنوں سے محفوظ رہ سکیں انہوں نے تمام لوگوں سے اپنے عزیزوں سے بھی کنارہ کشی کر رکھی تھی اور بیماری کا بہانہ بنایا ہوا تھا اس بات کا ہر وقت دھڑکا رہتا تھا کہ جب راز فاش ہو جائے گا اور یہ حادثہ لوگوں کی زبانوں پر جاری ہو جائے گا تو پھر ان کی حیثیت معاشرے میں کیا رہے گی۔

آنے والے اس طوفان کا مقابلہ کرنے کے لیے مریم علیہ السلام کے پاس اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں تھی کہ وہ یکسو ہو کر خداوند قدوس کے احکامات کے آگے سر جھکا دیں اور بس اب سوائے اس کے کوئی صورت ممکن نہیں تھی کہ وہ آنے والے واقعات اور الزامات کو برداشت کرنے کے لیے تیار رہیں۔

بس ایک چیز جو مریم علیہ السلام کو تسکین دیتی تھی وہ خداوند قدوس کی عبادت کی طرف توجہ تھی جس وقت فرشتے نے آپ کو بچے کی بشارت دی تھی اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہ پیدا ہونے والا بچہ پالنے میں لوگوں سے باتیں کرے گا اور تمام حقیقت حال بتائے گا۔ ان الفاظ سے بھی مریم علیہ السلام کو کسی قدر سکون ہوتا تھا کہ کم از کم اگر پیدا ہونے والا بچہ پیدائش ہی میں بولے گا اور اس کی بے گناہی کا ثبوت پیش کرے گا تو وہ بدنام ہونے سے بچ جائیں گے۔

جب وضع حمل کا وقت قریب آیا مریم علیہ السلام درد زہ کو محسوس کرنے لگیں فوراً گاؤں سے باہر چلی گئیں۔ تھوڑی ہی دور تشریف لے گئیں کہ درد کی شدت سے مجبور ہو کر آپ نے ایک سوکھے سمجھور کے درخت کا سہارا لے لیا آپ اس بیابان میں تنہائی اور بے بسی اور بے کسی کے عالم میں بغیر کسی دوائی کے بے یار و مددگار کی صورت میں وضع حمل کی جان لیوا تکلیف کو برداشت فرما رہی تھیں زیادہ دیر نہ گزری

علیہ السلام سے صرف چھ ماہ چھوٹے ہیں ان کی ماں ایک روز اپنی عادت اور معمول کے مطابق عبادت کے لیے بیکل میں تشریف فرما تھیں کہ یکایک ایک خوف اور دہشت ان پر بلاؤچہ اور بغیر کسی ظاہری سبب کے طاری ہو گیا۔

ہوایوں کہ آسمان سے ایک فرشتہ انسانی شکل میں ان کے پاس آیا اور ان کے قریب آنا چاہتا تھا مریم علیہ السلام اس کو قریب آتا دیکھ کر اللہ سے پناہ مانگنے لگیں کیونکہ اس شخص کا یوں قریب آنا ایمان، تقویٰ اور طہارت کے خلاف سمجھتی تھیں لیکن قریب آکر اس فرشتے نے جو انسانی شکل میں تھا مریم علیہ السلام کو تسلی دی اور کہا میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹے کی خوشخبری دوں۔

فرشتے کی یہ بات سن کر مریم علیہ السلام کانپ گئیں۔ آپ پر عجیب طرح کا خوف طاری ہو گیا۔ اس اچانک حواس باختہ کردینے والی بات سے آپ پر لرزہ طاری ہو گیا لیکن آپ نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا اور حواس کو اکٹھا کر کے کہا۔ ”یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے۔ میرے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی آدمی نے آج تک ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔“

فرشتہ نے کہا اللہ تعالیٰ یونہی فرماتا ہے کہ یہ بات میرے لیے آسان ہے اور یہ صورت اس لیے ہے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بناؤں اس کے بعد فرشتہ غائب ہو گیا۔

مریم علیہ السلام تعجب اور حیرت کے عالم میں رہ گئیں اور جو باتیں انہوں نے سنی تھیں ان پر غور کرنے لگیں جس قدر سوچتی تھیں آپ پر وحشت طاری ہو جاتی تھی آپ لوگوں کی باتوں پر غور کرتیں کہ دنیا کیا کہے گی۔ ایک لڑکی بغیر شوہر کے کیسے حاملہ ہو گئی۔ حضرت مریم علیہ السلام جس قدر زیادہ اس بارے میں غور فرماتیں اسی قدر آپ کی بے چینی اور پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اور ان شکوک و شبہات سے جو لوگ آپ کے بارے میں کریں گے بے قرار اور غمگین ہو جائیں تھیں۔

طرح مینے گزر رہے تھے مریم علیہ السلام اس طرح روحانی تکلیفوں اور غم انگیز اثرات میں گھری ہوئی تھیں۔ تفکرات اور طرح طرح کے وسوسوں نے آپ کے

تھی کہ اس وسیع و عریض فضا میں کھلے آسمان کے نیچے بچہ پیدا ہوا یہی بچہ مسیح ابن مریم علیہ السلام تھا۔

تمنائی اور بے کسی حضرت مریم علیہ السلام کو بے چین کر رہی تھی۔ بڑی اداس نظروں سے بچے کے منہ کو تک رہی تھیں آپ کا دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور آپ اس میں سما جائیں۔ بے اختیار آپ کی زبان سے نکلا کاش آج کے دن سے پہلے ہی میں مر گئی ہوتی اور دنیا مجھے اوروں کی طرح بھلا دیتی۔

آپ پر ایسی رقت طاری تھی کہ آپ اتنا بھی نہ سوچ سکتی تھیں کہ اب کیا کرنا چاہیے اپنی سوچوں میں سخت نڈھال ہو کر سوکھے درخت کے نیچے بیٹھ گئیں اتنے میں آپ کے کانوں میں ایک آواز گونجی ایک انتہائی پرکشش آواز جس نے آپ کے خوف کو بالکل دور کر دیا اور آپ کے حسرت بھرے آنسو تھم گئے آواز کہہ رہی تھی۔

”غم نہ کھا پریشان نہ ہو، میرے پروردگار نے تیرے پاؤں کے نیچے نہر جاری فرما دی ہے اس کے پانی سے صفائی کر اسے پی اور اس کھجور کے سوکھے تنے کو جھکا کا دے تازہ کھجوریں گریں گی ان کھجوروں کو کھانا کہ گئی ہوئی قوت واپس آئے اور کمزوری دور ہو جائے۔ اپنے دل کو پروردگار کی قدرت دیکھنے کے لیے مطمئن رکھ۔“

یہ عظیم معجزہ بلاشبہ آپ کی بے گناہی کی روشن دلیل تھا اور الزام لگانے والوں کے منہ بند کرنے کے لیے کافی لیکن یہ دلیل تو صرف ان لوگوں کے لیے کافی ہو سکتی جو اس جگہ اور اس درخت کے قریب تھے۔ مریم علیہ السلام تو ان لوگوں کے منہ بند کرنا چاہتی تھیں جو گاؤں میں ان پر الزام لگائیں گے اور آپ کو اپنی زبان کے کھڑ سے زخمی کریں گے اس طرح غم کا اثر بھی آپ کے دل میں رہا اور آپ کے خیالات پریشان رہے۔

پر خداوند نے اس نوزائیدہ بچے کے لیے مریم کی دادرسی فرما دی۔ بچے نے اس احساس کی زحمت میں مریم علیہ السلام کو مطمئن کر دیا۔ لوگوں کے شبہات کا جواب اپنے ذمے لے لیا۔ اپنی ماں سے اس نے کہا۔

”اگر آپ کسی آدمی کو دیکھیں تو اشارے سے بتا دیں کہ میں نے خدا کر لے

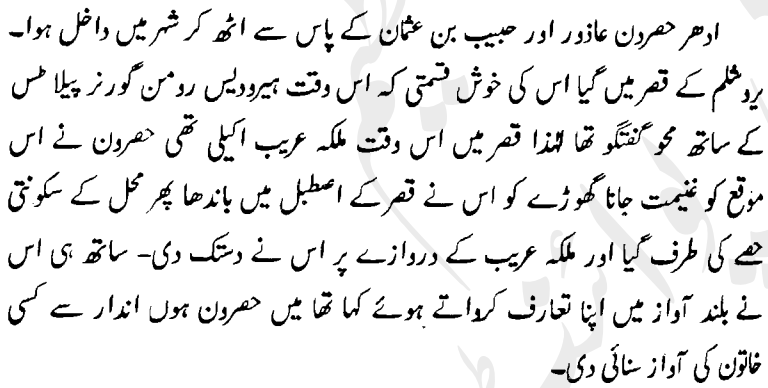
نظر مانگی ہے کہ خاموشی کا روزہ رکھوں اس لیے آج میں کسی سے بات نہیں کروں گی۔ مریم اس پر مطمئن ہو گئیں۔ اس پریشانی سے قدرے نجات ملی۔ اپنے حواس مجتمع کیے۔ بچے کو آغوش میں لیے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ”انا“ ”فانا“ گاؤں میں یہ قصہ پھیل گیا گاؤں کے لوگ آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کے خاندان کی شرافت اور نجات کا تذکرہ کرنے لگے اور کہنے لگے اے مریم علیہ السلام تو نے ایک نئی خطرناک برائی کی رسم ڈال دی ہے۔ اے ہارون کی بیٹی تیرا باپ تو برا آدمی نہ تھا تیری ماں کوئی بدکار عورت نہ تھی۔“

مریم علیہ السلام ان کی باتوں کے جواب میں دم سادھے ہوئے تھیں۔ آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا تاکہ لوگ سارا حال اس پیدا ہونے والے بچے سے پوچھیں اور اپنا جواب اس سے لے لیں۔

گاؤں کے لوگ آپ کی اس حرکت سے حیران اور پریشان ہوئے طنزاً ”اور مزاح کے طور پر کہنے لگے کہ بچہ ابھی جھولے میں ہے ہم اس سے کیا باتیں کریں۔“

لیکن اللہ تعالیٰ نے بچے کو زبان دی بچے نے اپنے لبوں کو جو اپنی ماں کی چھاتیوں سے بھی نا آشنا تھا حرکت دی اور نہایت احسن طریقے سے قوم سے باتیں کیں اور کہنے لگے میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھے کتاب دی ہے اور پیغمبری عطا کی ہے۔ جہاں کہیں بھی میں ہوں گا میری ذات سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا اور میرے قدم مبارک ہوں گے۔ جب تک میں زندہ رہوں گا نماز اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں گا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی ماں کے حق میں مہربان بنایا ہے جبار اور شکی نہیں بنایا میں پیدائش کے دن ہی سے شیطان کے بہکاوے سے محفوظ رکھا گیا ہوں اور مرتے دم تک محفوظ رہوں گا۔ ابن مریم علیہ السلام سے یہ کافی اور شافی جواب پاکر گاؤں کے لوگ مطمئن ہو گئے تھے پھر انہیں میں پرورش پاتے ہوئے وہ جوان ہو گئے اور آجکل انہوں نے بھی تبلیغ کا کام شروع کر دیا ہوا ہے جب اللہ کے نبی یحییٰ کو زندان میں ڈال دیا گیا ہے۔ ابن مریم علیہ السلام نے تبلیغ کے کام میں اور زیادہ جوش اور ولولہ پیدا کر دیا ہے۔“

بوڑھے عازروں کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ عین اس وقت اس کی بیٹی سدانہ کمرے میں داخل ہوئی تھی وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے۔ کھانے کے برتن اس نے ان دونوں کے سامنے رکھ دیئے اور خود بھی وہاں بیٹھ گئی پھر وہ تینوں خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے۔



کمرے میں اس وقت نبطیوں کے بادشاہ حارث کی بیٹی اور ہیرودیس کی بیوی عریب اکیلی بیٹھی ہوئی تھی وہ تیس برس کے لگ بھگ خاتون تھی انتہا درجہ کی خوش مثل خوش اندام دراز قد اور پرکشش تھی جو نہی حصرون داخل ہوا اس نے بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے اس کو مخاطب کیا۔ ”حصرون میں کئی دن سے تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ تم نے میری توقعات سے کہیں زیادہ وقت لے لیا ہے۔ ابھی تم مناسب وقت پر ہی پہنچ چکے ہو اس لیے کہ چند روز تک ہیرودیس یہاں سے شرق اردن کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔ میں پریشان تھی کہ اس کے کوچ سے پہلے ہی پہلے اوزال کا مسئلہ حل ہو جانا چاہیے اب نشست پر بیٹھو اور مجھے پورے حالات

”اے میرے باپ آپ کب تک اس معزز مہمان کو باتوں میں الجھائے رکھیں گے یہ کب سے آیا ہوا ہے اور ہم نے ابھی تک اسے کھانا نہیں پوچھا۔  
اپنی بیٹی سدانہ کی اس گفتگو سے عازور چونکا تھا پھر اپنی بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے محترم آپ کی اولاد صرف یہی بیٹی ہی ہے۔ جس کا نام آپ نے سدا کا  
تایا ہے۔“

کیا آپ کے بیٹے اخیم نے بھی آپ کی بیٹی کی طرح شادی نہ کرنے کا تہیہ کیا ہے اور وہ بھی ساری زندگی اسی عبادت گاہ میں گزارنا چاہتا ہے۔  
جواب میں عازور نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کمرے میں اس کی آواز گونج گئی۔

نہیں بیٹھیں کوئی بات نہیں ہے میں اس کی شادی شاندار طریقے سے کروں گا تاکہ میرا شجر نسب چتا رہے اور پھر وہ ایک لڑکی کو پسند بھی کرتا ہے۔ اس سے مجھ کو پتہ چلتا ہے کہ ہماری ملکہ یعنی ہیرو دیس کی بیوی تمہارے بادشاہ حارث کی بیٹی عریبہ کی محافظ دستوں میں جو لڑکیاں ہیں ان میں ایک کا نام سراپا ہے۔ میرا بیٹا اسے پسند کرے گا اور اس سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے۔ اس سلسلے میں میں نے عریبہ سے

سے عارض کی لالہ کاری، اس کے کاکل کی تابکاری اس کے کنوارے پن کی منک، اس کی آنکھوں کی سحرکاری اس کے سراپے کی سونپی منک اس کے گلزار اور احمر لب مندلی کی خوشبو رچی تیلیوں کی اڑان اور ست رنگی دھنک کے آنچلوں جیسی اس کی چال، دل میں تجسس، ذہن میں تحیر، آنکھوں میں حسرت برپا کرتی تھی۔ روشنی کے سیلاب سی اس کی مسکراہٹ، نعمات کی برسات شرار برق گراتی اس کی زمزمہ ریز اور غزل خواں آنکھیں اسے ایک قیامت خوبصورتی اور حسن کا ایک لازوال لمحہ بنائے ہوئے تھے جب اوزال اور سرایا دونوں ملکہ عریب کے سامنے بیٹھ گئیں تب عریب نے حصرون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”حصرون جو کچھ کہنا چاہتے ہو سرایا اور اوزال دونوں کی موجودگی میں کہو۔“ اس پر حصرون بول پڑا۔

”تاکن جس کام کے لیے گیا تھا اسے احسن طریقے سے مکمل کر کے لوٹا ہوں میرے ساتھ ایک ایسا نوجوان آیا ہے جو بحفاظت اوزال کو یروشلم سے رقیم کی طرف لے جائے گا۔ وہ ایک ایسا نوجوان ہے جو تیغ زنی شجاعت، طاقت و قوت میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس کا نام حبیب بن عثمان ہے۔“ اس کے بعد حصرون نے حبیب بن عثمان کے زندان جانے، وہاں سے نکلنے، اس کے باپ کے قتل ہونے ماں کے اندھا کیے جانے اور پھر رقیم سے اسے یروشلم بھجوانے کے سارے حالات اور واقعات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

”حصرون خاموش ہو گیا ملکہ عریب تھوڑی دیر تک سر جھکا کر سوچتی رہی اس کے بعد دوبارہ اس نے حصرون کی طرف دیکھا۔

”جس نوجوان کا تم نے ذکر کیا ہے اور جس کا نام تم نے حبیب بن عثمان بتایا ہے کیا وہ قابل اعتماد اور بھروسے کے لائق ہے؟“ اس موقع پر حصرون نے بڑی خود اعتمادی سے ملکہ عریب کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”تاکن جس طرح آپ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتی ہیں، میں سمجھتا ہوں اس سے کہیں بڑھ کر آپ حبیب بن عثمان پر بھروسہ کر سکتی ہیں وہ بڑا قابل اعتماد ہے۔ ہمارے

سناؤ کہ تم کیا کر کے آئے ہو۔

”ٹھہرو میں پہلے اوزال کو بلاتی ہوں اس کے بعد اس کی موجودگی میں تم مجھے پورے حالات سے آگاہ کرنا تاکہ اوزال بھی باخبر ہو کہ اس کے متعلق معاملہ کہاں تک پہنچا ہے۔“ پھر حصرون کو بڑی رازداری سے مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔ ”ذرا سرایا کو میرے پاس لے کر آؤ۔“

حصرون اپنی جگہ سے اٹھا محل کے ایک حصے کی طرف چلا گیا یہ وہ حصہ تھا جہاں ملکہ عریب کے محافظ دستے کی لڑکیاں قیام کرتی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد حصرون لوٹا اس کے ساتھ ایک انتہائی خوبصورت اور درواز قد لڑکی تھی اسے لے کر حصرون ملکہ عریب کے پاس آیا۔ عریب نے اس لڑکی کو اپنے قریب بٹھایا پر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”تم ذرا جاؤ اور بڑی رازداری کے ساتھ اوزال کو یہاں میرے پاس لے کر آؤ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر اس سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

سرایا اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل گئی تھوڑی ہی دیر بعد محل کے اندر ہی اندر مختلف برآمدوں اور کمروں سے ہوتی ہوئی وہ دوبارہ ملکہ عریب کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس بار اس کے ساتھ ایک اور لڑکی تھی وہ اوزال تھی دونوں ملکہ عریب کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

اوزال ایسی حسین اور خوبصورت تھی کہ پہلی نگاہ اس پر ٹھرتی ہی نہ تھی ضبط کے بند توڑتا اس کا گلابی گلابی جسم، مسکراہٹ کی گھلاوٹ و گرمی سے بھرپور آلوہ ہے جیسے اس کے ہونٹ، مرمرو مرجان سے روشن اور رنگین اس کے رخسار گھیری اور پراسرار دراز سرمئی چمکیں، لعل بدخشاں اور تابندہ موتیوں جیسے اس کے دانت طمانیت کی گود میں رکھے زندگی کے ریلے پن اور شباب کی انگلیوں سے بھرپور شفق کی سرخ کرنوں جیسا اس کا چہرہ اسے خوبصورتی میں لاجواب اور حسن میں اسے بے مثال بنائے ہوئے تھا۔

وہ ملکہ عریب کے سامنے بیٹھ گئی تھی اس کے چہرے پر نساوینیت کا وقار اور



اعتماد کو دھوکہ نہیں دے گا۔ بڑی شرافت اور بڑی ایمانداری سے ایک مقدس المانہ کی طرح اوزال کو یروٹلم سے رقیم پہنچائے گا۔“

حصرون کی اس ساری گفتگو سے ملکہ عرب کے چہرے پر تھوڑی دیر تک مسکراہٹ کھیلتی رہی۔ پھر اس نے اوزال کی طرف دیکھا۔

”اوزال میری عزیز بہن حصرون نے جو کچھ کہا ہے تم نے بھی سن لیا ہے؟ نوجوان تمہیں لینے آیا ہے اس کے حالات و واقعات تم سن چکی ہو اب اپنا فیصلہ دو۔ تم اس نوجوان کے ساتھ یروٹلم سے رقیم جانے کے لیے تیار ہو؟“

اس موقع پر اوزال کے چہرے پر دل موہ لینے والی اور ایک طوفان کھڑا کر دینے والی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر ملکہ عرب کو اس نے مخاطب کیا۔

”عزیز بہن جس شخص کو آپ کے والد محترم نے مجھے لانے کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ میں بخوشی اس کے ساتھ یروٹلم سے رقیم کا رخ کروں گی اب یہ آپ لوگوں نے طے کرنا ہے کہ مجھے یہاں سے کیسے نکلنا ہے کب اس جوان کے ساتھ مجھے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔“

کچھ دیر تک ملکہ عرب مسکراتی رہی سوچتی رہی پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے اوزال، سرایا اور حصرون تینوں کو اپنے قریب ہونے کو کہا وہ تینوں اپنے چہرے ملکہ عرب کے قریب لے گئے ملکہ عرب تھوڑی دیر تک بڑی رازداری کے ساتھ ان کے ساتھ گفتگو کرتی رہی۔ جواب میں وہ مطمئن انداز میں مسکراتے رہے پھر تینوں کو کھڑے ہوئے۔ پہلے اوزال اور سرایا جدھر سے آئی تھیں اُدھر چل گئی تھیں حصرون وہیں رہا تھوڑی دیر بعد سرایا لوٹی پھر وہ بھی حصرون کے ساتھ ملکہ عرب کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

یروٹلم کے نواحی معبد میں عازور اس کی بیٹی سدانہ اور حبیب بن عثمان کھانا کھا کر فارغ ہو چکے تھے جس کمرے میں انہوں نے کھانا کھایا تھا اس میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ حصرون اور سرایا دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے ان کے پیچھے ایک اور نوجوان بھی تھا۔ اس موقع پر عازور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حصرون اور سرایا کے پیچھے جو نوجوان آیا تھا وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا وہ اس سمت گیا جہاں حبیب بیٹھا ہوا تھا اپنی طرف آتا دیکھ کر حبیب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا وہ نوجوان آگے بڑھا بڑے پر جوش انداز میں اس نے حبیب بن عثمان سے مصافحہ کیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے ابن عثمان اپنے اس معبد میں آپ کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ خداوند قدوس سے میری دعا ہے کہ جس مقصد کے لئے آپ نے رقیم سے یروٹلم کا رخ کیا ہے اس میں آپ کامیابی اور فوزمندی نصیب ہو۔“

آنے والے وہ نوجوان دوپہر حبیب بن عثمان کے لیے اجنبی تھا وہ اسے پہلے سے نہیں جانتا تھا لہذا اس کی اس گفتگو نے اسے پریشان اور حیرت زدہ کر دیا تھا اس کے قریب ہی عازور خاموشی سے مسکرا رہا تھا پھر عازور نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”ابن عثمان میرے پیارے بیٹے جس نوجوان نے آکر بڑی بے تکلفی سے تم سے مصافحہ کیا ہے یہ میرا بیٹا انخیم ہے اور حصرون کے ساتھ جو لڑکی ہے اس کا نام سرایا ہے۔ انخیم اور سرایا دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور میں اس کا ذکر تم سے پہلے ہی کر چکا ہوں۔“

انخیم سے اٹھ کر حبیب بن عثمان نے سرایا کا استقبال کیا ایک بار پھر آگے

”جو بات میں کہنے لگا ہوں وہ بات مجھے آتے ہی کہنا چاہئے تھی لیکن میری بہن سدانہ نے کھانے کا پوچھ لیا۔ اس لئے یہ تاخیر ہوئی میں ملکہ عریب سے مل کر رہا ہوں بڑی تفصیل کے ساتھ میری ان سے گفتگو ہوئی اس گفتگو کے دوران اوزال اور سرایا بھی موجود تھیں سرایا کو ایک خاص مقصد کے لئے میرے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کی تفصیل میں آپ لوگوں سے ابھی کہتا ہوں ملکہ عریب کی موجودگی میں اوزال کو یہاں سے نکلنے کا جو طریقہ طے پایا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔“

اس بات کو میں ذرا تفصیل سے کہوں گا اس لئے کہ حبیب بن عثمان یہاں کے حالات سے واقف نہیں میں چاہتا ہوں کہ یہ پورے حالات سے واقفیت حاصل کرتا چلا جائے۔ حبیب بن عثمان میرے بھائی یہ جو لڑکی میرے ساتھ آئی ہے جس کا نام سرایا ہے یہ ملکہ عریب کی ان محافظ لڑکیوں میں شامل ہے جس کے ساتھ ملکہ باہر نکلتی ہے یا گھوڑے دوڑ کے لئے یا سیر و تفریح کے لئے جاتی ہے۔ بڑی رازداری کے ساتھ جو طریقہ ملکہ عریب نے طے کیا ہے اس کے مطابق سرایا میرے ساتھ آگئی ہے میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہوں اور یہ اس گھوڑے پر آئی ہے جس پر سوار ہو کے یہ روزانہ ملکہ عریب کے ساتھ نکلتی ہے عریب نے یہ طے کیا ہے کہ آنے والی رات کو حبیب بن عثمان اوزال کو لے کر یہاں سے رقیم کی طرف کوچ کر جائے گا ہماری موجودگی میں ملکہ عریب نے اوزال سے بھی پوچھا کہ کیا وہ حبیب بن عثمان کے ساتھ یروشلم سے رقیم کا سفر کرنے کے لئے تیار ہے اوزال نے اس پر اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا ہے۔“

اب آج شام کے وقت ملکہ عریب اس معبد کی طرف گھوڑ دوڑ کے لئے آئے گی۔ اس کی محافظ لڑکیاں بھی اس کے ساتھ ہوں گی ان لڑکیوں میں اوزال بھی ایک گھوڑے پر سوار ہوگی اور وہ محافظ لڑکیوں جیسا لباس پہنے ہوئے ہوگی اپنے چہرے کی اس نے ڈھانپ رکھا ہوگا اس لئے کہ دوسری لڑکیاں بھی ایسا ہی کرتی ہیں۔

معبد کے قریب آکر ملکہ عریب اپنی ساری محافظ لڑکیوں کو معبد کے باہر روک دے گی صرف اوزال کو ساتھ لے کر آئے گی ملکہ عریب یہیں آئے گی جہاں ہم اس

بڑھتے ہوئے اس نے پر جوش انداز میں انخیم سے مصافحہ کیا پھر اس نے انخیم کو مخاطب کیا۔

”میرے عزیز بھائی تم نے کچھ اس انداز میں آکر مصافحہ کیا ہے جیسے تم میرے سارے حالات سے واقف ہو تمہیں میرے متعلق کس نے اطلاعات دیں۔“

انخیم حبیب بن عثمان کے پہلو میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

”شاید میری بہن سدانہ اور میرے باپ نے آپ کو بتایا ہو گا کہ میں یروشلم شرم گیا تھا جب میں واپس آیا تو راستے میں حصرون اور سرایا سے ملاقات ہو گئی حصرون نے مجھے آپ کے متعلق سارے حالات تفصیل کے ساتھ بتا دیئے اس لئے میں یہاں آکر آپ سے بڑی بے تکلفی سے ملا۔“

انخیم کی اس گفتگو کا حبیب بن عثمان جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اس دوران سدانہ بول پڑی اس نے اپنے بھائی انخیم کو مخاطب کیا تھا۔

”بھائی میں آپ کے لئے کھانا لاؤں۔“ پھر اس نے حصرون اور سرایا کی طرف دیکھا تم دونوں نے بھی کھانا کھانا ہو گا۔“

سب سے پہلے انخیم بولا۔ ”میری بہن تمہیں کھانا لانے کی ضرورت نہیں ہے میں اپنے ایک جاننے والے کے ہاں سے کھانا کھا کر آیا ہوں۔“ انخیم کے خاموش ہونے پر حصرون بول پڑا اس نے سدانہ کو مخاطب کیا۔

”سدانہ میری بہن ٹھیک کہتی ہے میں اور سرایا نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔“

پھر سدانہ بول پڑی۔

”اگر ایسا ہے تو تم دونوں پہلے میرے ساتھ آؤ پہلے کھانا کھاؤ پھر اس کمرے میں آکر بیٹھتے ہیں۔“

سدانہ اپنی جگہ سے اٹھی حصرون اور سرایا دونوں کو اپنے ساتھ لے گئی اتنی دیر تک اس کمرے میں حبیب بن عثمان، عازور اور انخیم بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے تھوڑی دیر بعد سدانہ حصرون اور سرایا لوٹ آئے پہلے کی طرح وہ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے، حصرون نے سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

کے باوجود یہاں کبھی قحط نہیں پڑا یہ شہر تین ہزار سال سے موجود ہے تو رست کے مطابق اس کی آبادی کو پانی کی فراہمی دریائے جیوں سے لائے ہوئے چشموں سے ممکن تھی جو آج بے کار ہو چکے ہیں البتہ گھروں میں حوض آج بھی ہیں اور ان حوضوں میں موسم برسات کا پانی جمع ہو کر کینوں کے لئے سال بھر کے لئے کافی ہوتا ہے۔

”اس شہر میں زیارتیں ان گنت ہیں کوئی شخص ان زیارتوں کو راہ نما کے بغیر نہیں دیکھ سکتا زائرین جو سینکڑوں میلوں کے فاصلوں سے یہاں پہنچتے ہیں اس کے گرد نواح کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں اطراف میں پھیلی بنجر وادیاں اور بے آب و گیہا پہاڑیاں ان کے لئے استعجاب کا باعث بنتی ہیں۔

یروشلیم کے پاس جبل موریه اور جبل زیتون کی جو پہاڑیاں ہیں ان میں بلند ترین زیتون کی پہاڑی ہے جو بحر روم کی سطح مرتفع سے چھبیس سو فٹ اور بحر مردار سے پینتیس سو فٹ بلند ہیں مٹلی پہاڑی موریه سطح آب سے دو ہزار دو سو چالیس فٹ بلند ہے بحر روم یہاں سے تینتیس میل اور بحر مردار یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔“

”اس سطح مرتفع میں جس جگہ یروشلیم شہر آباد ہے چوڑے کا پتھر عام ہے شہر کے جنوب میں سفید رنگ کا سنگ مرمر پایا جاتا ہے اس کے قریب نرم سفید چوڑے کا پتھر ہے جو تقریباً چالیس فٹ موٹائی کا ہے۔ تھوڑا سا اوپر پچھتر فٹ گہری سخت چاک کی سطح ہے جبکہ اس سے اوپر دو سو اکانوے فٹ موٹائی تک چوڑے کا پتھر ہے اور کوہ زیتون اسی پتھر سے بنا ہوا ہے۔

کنعے والوں کا کہنا ہے اور مورخین بھی اسی بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ شہر تینتیس صدیاں پرانا ہے اس نے قدرت اور انسان کے ہاتھوں تکلیفیں ہی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ یہ مقدس شہر کئی بار اجڑا اور کئی بار آباد ہوا کئی مرتبہ زلزلوں سے کھنڈرات میں تبدیل ہوا اور بیس مرتبہ محصور اور اٹھارہ دفعہ از سر نو تعمیر ہوا دوبارہ مکمل بربادی ہو چکی ہے ایک بار بخت نصر کے عہد میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی

وقت بیٹھے ہیں وہ حبیب بن عثمان سے بھی تفصیل سے گفتگو کرنا پسند کرے گی اس دوران ایک تبدیلی کی جائے گی وہ یہ کہ اوزال یہاں آتے ہی اپنا لباس تبدیل کرے گی اور جو لباس وہ پہن کر آئے گی وہ سرایا پہن کر تیار ہو جائے گی۔

جس وقت ملکہ یہاں سے جانے لگے گی تو اوزال کے بجائے سرایا اپنا چہرہ ڈھانپ کر اس کے ساتھ ہو لے گی اس طرح کسی کو شک بھی نہیں ہو گا کہ جو لڑکی ملکہ کے ساتھ معبد میں داخل ہوئی تھی وہ باہر نہیں نکلی۔ یہ کارروائی مکمل کرنے کے بعد ملکہ اپنی محافظ لڑکیوں کے ساتھ قصر کی طرف چلی جائے گی اس کے بعد حبیب بن عثمان میرے بھائی تمہارے کام کی ابتداء ہوگی یہ لائحہ عمل ملکہ عرب نے طے کیا ہے کہ اس میں تم کوئی تبدیلی چاہتے ہو۔“

حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔  
”میرے دل میں یہ خواہش تو تھی کہ میں یروشلیم شہر کو دیکھوں اس لئے کہ ہمارے ہاں اسے امن کا شہر کہا جاتا ہے اور اس کو دنیا کا قدیم ترین شہر بھی کہا جاتا ہے لیکن چونکہ ملکہ عرب فیصلہ کر چکی ہے لہذا میں اسی پر عمل کروں گا۔“  
حبیب بن عثمان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس دوران انخیم بول پڑا اسے مخاطب کیا۔

”حبیب میرے بھائی تمہیں یروشلیم شہر میں داخل ہو کر دیکھنے کی ضرورت نہیں میں شہر کے متعلق زبانی تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں میرے خیال میں میری نصیحت جاننے کے بعد اس شہر کا پورا نقشہ تمہارے ذہن میں محفوظ ہو جائے گا“ سنو!  
یہ شہر دنیا کی تاریخ میں اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے عجیب ترین ہے اور ڈھانچہ پہاڑی پر واقع ہے جو جزیریل کی درخیز زمین سے لے کر اردومیہ تک پھیلا ہوا ہے کی حیثیت ایک جزیرہ نما کی سی ہے جو جنوب مشرقی کونے کے علاوہ پہاڑیوں درمیان گھرا ہوا ہے جسے ایک دادی دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے جس جگہ یہاں آباد ہے وہاں دو پہاڑیاں ہیں ایک جبل موریه دوسری جبل زیتون یہ شہر کسی درے ڈھانے پر ہے نہ ہی کسی دریا کے کنارے نہ کسی عام تجارتی شاہراہ پر واقع ہے

گئی دوسری بار قیصر ہادیان کے دور میں اس شہر کو نیست و نابود کیا گیا یروشلیم پر مذہب کی تبدیلی کے چھ دور گزرے ہیں اس پر ایسا زمانہ بھی آیا کہ اسے زمین پر برابر ہموار کر دیا گیا گلی کو بچے اور عمارتیں تباہ اور اس کے باشندے قتل یا جلا وطن دیئے گئے۔

بیت مقدس کے کئی نام ہیں مختلف قوموں نے اپنے اپنے عقیدے کی بنا پر اے مختلف ناموں سے نوازا ہے یہودی اور عیسائی آج بھی اسے یروشلیم کہتے ہیں سب پرانا نام یوس ہے یروشلیم کا نام حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں اختیار کیا گیا یروشلیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ آپ نے اسے جرم کما تھا اور شلم کا اضافہ شہنشاہ شلیم نے کیا جس نے یروشلیم حکومت کی تھی جو دو ہزار آٹھ قبل مسیح میں یہاں کا حکمران تھا۔

بعض مورخین کا یہ بھی کہنا ہے دو شہروں جبیں اور سلم کے مل جانے سے دونوں شہر مل گئے اس لئے نام بھی مرکب ہو گیا۔  
انیم تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد یروشلیم کے متعلق اس نے پھر تفصیل بتانی شروع کی۔

”حبیب بن عثمان میرے بھائی عموماً لوگ اسے امن کا شہر کہتے ہیں لیکن جب اسے اس نام سے پکارا جاتا ہے تو تاریخ اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ اس لئے اس شہر کی قدیم تاریخ میں مشکل سے بیس سال ایسے ملیں گے جن کے دوران اس کے باشندوں کو امن اور سکون نصیب ہوا ہو ورنہ نوع انسانی کی خون آشام تاریخ یہاں اپنے آپ کو بار بار دہراتی رہی ہے۔

ان واقعات کو اگر یکجا کیا جائے تو یہاں ہونے والی لڑائیوں کا شمار ناممکن ہونے والوں اور مجروح ہونے والوں کی گنتی انسان کو تھکا دے گی اور لڑائیوں کی فرست مرتب کرنے کے لئے عمر درکار ہے اس کے باوجود یروشلیم اپنی جگہ پر موجود اس کی تقدیس میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوئی۔

کہنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ انسانی یاد میں دنیا کا کوئی مقام یروشلیم سے نہ

اب تک معلوم نہیں لیکن تاریخ اس کے قدیم دور کی داستان محفوظ نہیں کر سکی جو کچھ مواد جمع ہوا اس کے مطابق یہاں پہلے پہلے آل سام پچیس سو قبل مسیح میں جو سکائی یا فونیقی کہلاتے تھے آباد ہوئے۔ آل سام کے یہ قبائل جزیرہ عرب سے ہجرت کر کے یہاں پہنچے تھے انہی قبائل کی ایک شاخ مجوسیوں کے نام سے مشہور تھی دو ہزار آٹھ قبل مسیح میں شلیم نے یہاں حکومت کی اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس شہر سے ہجرت فرما کر اس شہر میں پہنچے اور مبرون کے مقام پر قیام کیا جو بعد میں الخلیل کہلایا۔ یہی وہ شہر ہے جس کے حکمران نے اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کا بہترین انداز میں استقبال کیا یہی وہ شہر ہے جس میں ان گنت پیغمبر اور عظیم الشان شہرت رکھنے والے شہنشاہ گزرے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد انیم خاموش ہوا تیز لگا ہوں سے اس نے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

”حبیب بن عثمان میرے بھائی یروشلیم سے متعلق جو میں جانتا تھا میں نے آپ سے کہہ دیا ہے۔ میرے خیال میں آپ کے لیے اتنی ہی تفصیل کافی ہے۔ پھر کبھی آپ کا یہاں آنا ہوا تو آپ ہمارے ہاں قیام کیجئے گا میں آپ کو خود شہر کے اندر لے کر جاؤں گا اور سارا شہر آپ کو گھماؤں پھراؤں گا۔“

حبیب بن عثمان نے انیم کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر وہ سب وہیں بیٹھ کر مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے لگے تھے۔



اس طرح اتری تھی جیسے نعلی صبح و شام میں سکرو سرور طاری کرنے والے زمزموں کے ارتعاش نے شفق کی سرخ کرنوں کی طرح حرکت کی ہو۔

ملکہ عرب اور اوزال جب دونوں اپنے گھوڑے سے اتر گئیں تو عازور، سدانہ اور انجم آگے بڑھ کر بہترین انداز میں ان دونوں کا استقبال کیا اور انہیں اپنے ساتھ اس کمرے کے اندر لے گئے جس میں حصرون، سرایا اور حبیب بن عثمان بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے کے اندر آکر جب ملکہ عرب نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تو اوزال نے بھی اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا۔ اس کے چہرے سے نقاب ہٹا تھا کہ ایسا لگا جیسے روشنی کے تازہ موسموں میں کسی کے جسم کا ریشم صندلی خوشبو کی طرح مہک اٹھا ہو یا کس نایاب دوشیزہ کی آنکھوں کے نیلے سیارے جگنو کی سبک اڑانوں کی طرح چمک اٹھے ہوں۔

اتنی دیر تک حبیب بن عثمان اپنی جگہ پر اٹھ چکا تھا اس موقع پر عازور نے حبیب بن عثمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ملکہ عرب کو مخاطب کیا ”بیٹی یہی وہ نوجوان ہے جس کا نام حبیب بن عثمان ہے جو اوزال کو یہاں سے لے کر جائے گا۔“

قبل اس کے کہ ملکہ عرب کچھ کہتی اوزال نے فوراً حبیب بن عثمان کو سلام کیا۔ حبیب بن عثمان نے محسوس کیا کمرے میں اس کی آواز کچھ اس طرح گونجی تھی جیسے خاموشی کے دشت میں ارغون کی طرح کوئی نغمہ سرا ہوا ہو۔ یا طنبورے کے ارتعاش کی طرح بھولی بھری ناشیدہ سی نعلی بیدار ہوئی۔

عرب نے بھی حبیب بھی عثمان کو سلام کیا۔ پھر ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ خود ملکہ عرب، اوزال کو لے کر خالی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ باقی لوگ بھی بیٹھ گئے تھے۔ پھر عرب نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”سن میرے نبطی بھائی سب سے پہلے تو میں ان سرزمینوں میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں تم خوش قسمت ہو کہ میرے باپ نے اس اہم کام کے لیے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ مجھے حصرون تمہارے سارے حالات سنا چکا ہے مجھے دکھ اور افسوس ہے کہ کچھ غیر ذمہ دار لوگوں نے تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے باپ کو قتل کر دیا۔“

آسمان کی جھللاتی نیلی گود پر گھنے بادل بڑی تیزی سے پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔ سورج غروب ہونے کے لیے نارسائی کے سمندر اور اندھے نادیدہ سانچوں میں ڈھلنے کے لیے جھکنا شروع ہو گیا تھا۔ ایسے میں ملکہ عرب اپنی محافظ لڑکیوں کے ساتھ یرودلم شہر سے نکل کر اس معبد کی طرف آئی تھی جس میں حبیب بن عثمان نے قیام کر رکھا تھا ملکہ عرب نے خود بھی سفید رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اور چہرہ اس نے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کے ساتھ جو محافظ لڑکیاں تھیں وہ پوری طرح مسلح تھیں ان سب کا لباس بھی سفید تھا اور ان سب نے بھی اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے۔

معبد کے صدر دروازے کے قریب آکر ملکہ عرب نے ساری لڑکیوں کو دین رک جانے کا اشارہ کر دیا۔ اس کے پہلو میں سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار اوزال تھی۔ اوزال کو ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے ساتھ آنے کو کہا اس طرح ملکہ عرب اوزال کو لے کر معبد میں داخل ہوئی۔

باقی محافظ لڑکیاں معبد کے باہر ہی کھڑی رہ گئیں تھیں ملکہ عرب اور اوزال دونوں آگے بڑھیں اس دروازے کے سامنے جا کر ملکہ عرب نے اپنے گھوڑے کو روکا جس کے اندر عازور، انجم، حصرون، سرایا اور حبیب بن عثمان بیٹھے ہوئے تھے۔ حبیب بن عثمان کو ہاتھ کے اشارے سے عازور نے دین بیٹھنے کے لیے کہا۔ سرایا کو بھی ان کے ساتھ نکلنا تھا۔ اس موقع پر حصرون نے بھی اپنی جگہ پھر کھڑا ہونا چاہا پر عازور نے اسے بھی ہاتھ کے اشارے سے کمرے کے اندر ہی رہنے دیا تینوں کمرے سے باہر آئے پہلے ملکہ عرب گھوڑے سے اتری پھر حسین اور خوبصورت اوزال گھوڑے سے اتریں۔

تمہاری ماں کو اندھا کر دیا۔ میرے بھائی خدا تمہیں توفیق دے کہ تم اپنے ان دشمنوں سے انتقام لے سکو۔ یہ میرے پہلو میں اوزال بیٹھی ہوئی ہے اسے ہی لے کر تم نے یروشلیم سے رقیم کی طرف جانا ہے۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کب تک یہاں سے روانہ ہونا پسند کرو گے۔ ویسے میری صلاح یہی ہے کہ آج رات ہی یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اس لیے کہ تمہارا زیادہ یہاں قیام کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم کن راستوں سے اوزال کو رقیم کی طرف لے کر جاؤ گے۔“

ملکہ عریب کے اس سوال پر کچھ دیر کے لیے حبیب بن عثمان کی گردن جھکی رہی وہ کچھ سوچتا رہا اس کے بعد اس نے گردن سیدھی کی اور ملکہ عریب کو اس نے مخاطب کیا۔

”آپ نے چونکہ مجھے بھائی کہہ کر مخاطب کیا ہے لہذا جواب میں میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں کر سکتا اس لیے کہ یہ بھی خطرناک ہے۔ ایک محفوظ راستہ یہ بھی ہے بن ہی کہوں گا اس لیے کہ نبطی رشتے سے آپ میری بہن ہی لگتی ہیں میں پہلے یروشلیم آیا تو نہیں لیکن جس وقت مجھے اس مہم پر مامور کیا گیا تھا اسی وقت سے میں یروشلیم سے نکل کر سامریہ کی طرف جاتی ہے پھر دائیں جانب رہتے ہوئے نے سوچنا شروع کر دیا تھا کہ مجھے یروشلیم سے رقیم کی طرف جانے کے لیے کون کتنی مدت طویل سفر ہے اس پر کئی دن لگ جائیں گے اور اس پر ایک دو مسافر کا سفر کرنا راستہ اختیار کرنا چاہیے میں کسی کا روانی شاہراہ پھر بھی سفر نہیں کر سکتا اس لیے کبھی مناسب نہیں اس لیے کہ وہ شاہراہ کئی جگہ سے ویران ہے بڑے بڑے کاروان ساری شاہراہیں اور بڑے بڑے راستے یقیناً مسدود کر دیئے گئے ہوں گے تاکہ جس پر سفر کرتے ہیں۔

لڑکی کو آپ یروشلیم سے رقیم کی طرف بھجوانا چاہتی ہیں وہ یروشلیم سے بھاگ : خانم کو یروشلیم سے رقیم کی طرف لے جانے کے لیے میں نے جو اپنے دل میں سکے۔“

حبیب بن عثمان تھوڑی دیر کے لیے رکا دوبارہ اس نے عریب کی طرف دیکھ کر کہا : ”اے میری بہن جس لڑکی کو آپ میرے ساتھ بھجوانا چاہتی ہیں میں اس کے ساتھ ہی وہاں زیادہ مسافر سفر کرتے ہیں۔ صرف مقامی لوگ جن کی بستیاں بحرلوط کے کنارے کنارے بڑی بڑی سنگلاخ نائیں ہیں۔ ان چٹانوں کے پتھروں پر سفر کروں گا۔ وہاں نہ کسی تجارتی کاروان کا رخ

”اے میری بہن جس لڑکی کو آپ میرے ساتھ بھجوانا چاہتی ہیں میں اس کے ساتھ ہی وہاں زیادہ مسافر سفر کرتے ہیں۔ صرف مقامی لوگ جن کی بستیاں بحرلوط کے کنارے کنارے بڑی بڑی سنگلاخ نائیں ہیں۔ ان چٹانوں کے پتھروں پر سفر کروں گا۔ وہاں نہ کسی تجارتی کاروان کا رخ

”اے میری بہن جس لڑکی کو آپ میرے ساتھ بھجوانا چاہتی ہیں میں اس کے ساتھ ہی وہاں زیادہ مسافر سفر کرتے ہیں۔ صرف مقامی لوگ جن کی بستیاں بحرلوط کے کنارے کنارے بڑی بڑی سنگلاخ نائیں ہیں۔ ان چٹانوں کے پتھروں پر سفر کروں گا۔ وہاں نہ کسی تجارتی کاروان کا رخ

تمہارے لئے زاد راہ میری بہن سدانہ تیار کر دے گی مجھے امید ہے کہ تم بغیر کسی تکراؤ بغیر کسی خطرے کے رقیم پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔“

اتنا کہنے کے بعد عریب نے ہاتھ کے اشارے سے حصرون کو اپنے پاس بلایا حصرون جب قریب آگیا تو ملکہ عریب نے اس کے ساتھ کھسر پھسر کی جس کے جواب میں حصرون باہر نکل گیا اور اس سمت گیا جہاں ملکہ عریب کا گھوڑا اکھڑا ہوا تھا گھوڑے کے ساتھ چڑے کے جو فرجین تھی وہ کھول لایا اور لا کر ملکہ کو تھما دی ملکہ نے اس میں سے نقدی کی کچھ تھیلیاں نکالیں اپنی جگہ سے اٹھی اور حبیب بن عثمان کی گود میں وہ تھیلیاں رکھتے ہوئے کھنے لگی۔

”میرے نبطی بھائی نقدی کی یہ دو تھیلیاں ہیں ایک تم رکھ لینا ایک اوزال کو دے دینا رقیم میں رہتے ہوئے یہ نقدی اس کے کام آئے گی اپنی ضروریات کے لئے اسے کسی سے مانگنا نہیں پڑے گا۔“ عریب خاموش ہو گئی حبیب بن عثمان نے کچھ سوچا پھر کہا۔

”اگر یہ رقم آپ مجھے سفر کے مصارف کے طور پر دے رہی ہیں تو میرے پاس رقم پہلے سے کافی ہے میں جب رقیم سے چلا تھا تو آپ کے بھائی مالک نے مجھے بہت کچھ دیا تھا مجھے نقدی کی ضرورت نہیں ہے آپ دونوں تھیلیاں اپنے ہاتھ سے خانم کو دے دیں رقیم میں رہتے ہوئے یہ دونوں تھیلیاں اس کے کام آئیں گی اس پیشکش پر میں آپ کا شکر گزار ہوں۔“

اس موقع پر عریب نے گھورتے ہوئے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

”بھائی میرے! تم غلط سمجھ رہے ہو میں تمہیں رقم راہ کے مصارف کے طور پر نہیں دے رہی یوں جانو یہ ایک بہن کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔ ایک بہن کی طرف سے بھائی کے لئے ایک انعام ہے کہ اتنی دور آکر اس نے ایک خطرناک مہم کی ذمہ داری قبول کی میرے بھائی انکار مت کرنا یہ جو نقدی کی تھیلی میں تمہیں دے رہی ہوں یہ تمہیں، قبول کرنا ہوگی جہاں تک اوزال کا تعلق ہے تو رقیم شہر میں اس کی

طرف بڑھتا چلا جاؤں گا وہاں سے میں صرائے مینا میں داخل ہوں گا۔ ذرا پیچھے ہٹنا جاؤں گا پھر بحرہ لوط اور ایل کی بندرگاہ کے درمیان جو شاہراہ گزر کر ہمارے علاقوں کی طرف جاتی ہے اس شاہراہ کے پہلو بہ پہلو چند میل ہٹ کر میں سفر کرتے ہوئے علاقوں میں داخل ہو جاؤں گا۔ مجھے امید ہے اس طرح سفر کرتے ہوئے میں خانم یروشلم سے باحفاظت رقیم تک پہنچانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

حبیب بن عثمان جب خاموش ہو گیا تو اوزال نے تو کسی رد عمل کا اظہار نہ کیا تاہم ملکہ عریب مسکرا رہی تھی ساتھ ہی عازور، انخیم، سدانہ، حصرون اور سرایا۔ چروں پر بھی اطمینان تھا اس کے بعد عریب نے پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”جن راستوں کا تم نے ذکر کیا ہے میرے بھائی میں ان راستوں سے واقف ہوں بس میں تم سے یہی کہوں گی کہ ہر صورت میں اوزال کو بحفاظت رقیم پہنچا دینا چاہیے۔“

عریب کی اس گفتگو کا جواب حبیب بن عثمان دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے عازور بول پڑا۔

”عریب میری بیٹی تھیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو راستہ حبیب بن عثمان اختیار کر رہا ہے میرے خیال میں وہ سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ میں ان راستوں سے واقف ہوں میرے خیال میں یروشلم سے نکل کر رقیم کی طرف جانے کے سب سے محفوظ راستہ یہی ہے اور ان دونوں کو اسی پر سفر کرنا چاہیے۔“

عازور کے ان الفاظ پر عریب مطمئن ہو گئی تھی کچھ دیر سوچتی رہی اس کے اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”حبیب میرے بھائی حصرون کے ہاتھ میں نے کچھ سامان بھیجا تھا اس نے بتایا تھا کہ تم اپنے ساتھ سردی میں سفر کرنے کے لئے بستر لے کر آئے ہوئے چند کمبلوں پر مشتمل ہے کچھ کمبل اور چڑے کی چادریں میں نے حصرون کے بھجوائی تھیں آسمان کو تم نے دیکھا ہو گا گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں راستے میں بھی وقت بارش ہو سکتی ہے جو تمہارے لئے مصیبت اور دقت کا باعث ہو سکتا ہے۔“

ہے، اس میں سے ایک لباس نکال کر پہن لو۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی سرایا اور اوزال اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور ساتھ والے کمرے میں چلی گئی تھیں۔  
تھوڑی دیر بعد اوزال اور سرایا دونوں لوٹ آئیں۔ سرایا نے وہ لباس پہن لیا تھا جو تھوڑی دیر پہلے اوزال پہنے ہوئے تھی جبکہ اوزال نے اپنے عام کپڑے پہن لیے تھے۔ اس کے ساتھ ہی عریب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”مجھے بے حد دکھ اور افسوس ہے کہ تمہارے یہاں قیام کے دوران میں تمہاری یہاں کوئی خدمت نہ کر سکی۔ دراصل جو کام، جو مہم تمہارے ذمے ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں اپنے ساتھ شاہی قصر میں بھی نہیں لے جا سکتی۔ میں اب سرایا کو لے کر جاتی ہوں، تم مناسب وقت دیکھ کر اوزال کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جانا۔ تم شہر جا کر میرے باپ، میرے بھائیوں، میری بہن، میری دونوں ماؤں سے میرا سلام کہنا۔ میرے باپ کے ساتھ سرگوشی کرنا کہ اگر اوزال کو وہاں رہتے ہوئے یہ کمی محسوس ہوئی کہ اس کے ساتھ بیٹیوں کی طرح سلوک نہیں کیا جا رہا تو میں یہ سمجھوں گی کہ میرے باپ نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔

اس کے ساتھ ہی عریب سرایا کے ساتھ باہر نکلی، باقی سب لوگ اس کے اشارے پر کمرے کے اندر ہی رہے۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئیں، معبد کے صدر دروازے کے پاس آئیں۔ محافظ لڑکیاں ملکہ عریب کو دیکھتے ہی دائیں بائیں چھٹ گئی تھیں، پھر ملکہ ان کو لے کر گھوڑ دوڑ کے لیے معبد سے تھوڑا آگے چلی گئی تھیں۔ اسی شب رات جب گہری ہو گئی تو حبیب بن عثمان اور اوزال بھی وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔



حیثیت میرے باپ کے ہاں ایک سنگی بیٹی کی طرح ہوگی میں اوزال کو بھی یقین دہاؤں ہوں کہ جس طرح میرا باپ مجھ سے اور میری چھوٹی بہن سے محبت کرتا ہے اسی طرح ایک بیٹی کی شفقت اسے بھی وہاں ملے گی گو اسے وہاں رہتے ہوئے کسی چیز کی کمی ہوگی جتنی رقم یہ وہاں مانگے گی اس سے دوگنی اسے ملے گی پھر بھی احتیاط کے طور پر یہ نقدی کی تھیلی اس کے لئے پیش کر رہی ہوں تاکہ یہ وہاں خود مختار بھی رہے۔ عریب کے ان الفاظ کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان نے ایک تھیلی لے لی اور کہہ لگا۔ اگر آپ کا یہ پختہ ارادہ اور فیصلہ ہے کہ مجھے تھیلی ہر صورت میں لینی ہے تو مجھ لے لیتا ہوں مگر دوسری تھیلی آپ براہ راست خانم کو دے دیں تاکہ یہ اس کی تحویل میں رہے۔  
اس موقع پر پہلی بار اوزال نے لب کھولے اور عریب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میری بہن جن راہوں جس شہر کی طرف جا رہی ہوں، دونوں ہی میرے لیے اجنبی ہیں۔ یہ تھیلی انہیں دے دیں، مجھے جب ضرورت ہوئی تو میں ان سے لے لوں گی۔“ اوزال کے ان الفاظ کے ساتھ ہی عریب نے گھورتے ہوئے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا۔ حبیب بن عثمان کے چہرے پر اس موقع پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے دوسری تھیلی بھی لے کر سنبھال لی تھی۔

عریب اب کسی قدر مطمئن دکھائی دے رہی تھی، پھر اس نے حبیب بن عثمان مخاطب کیا۔

”حبیب میرے بھائی جس کام کے لیے میں آئی تھی، اسے میں غما چکی ہوں۔ میری محافظ لڑکیاں بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ مجھے اب یہاں سے تھوڑا آگے گھوڑ دوڑ کر کے واپس جانا ہوگا۔“ پھر عریب نے اوزال کی طرف دیکھ کر ساتھ ہی وہ بول پڑی۔

”اوزال اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو، سرایا کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ جو لباس نے پہنا ہے، وہ سرایا کو دو، وہ یہ پہن لے گی اور تمہارا جو سامان حصروں لے کر



بارش کا بھی امکان ہے۔ بارش اور آندھی سے بچنے کے لیے ہمیں ضرور کوئی ٹھکانہ تلاش کرنا چاہیے۔ بحر لوط کے کنارے جو یہ چٹانیں ہیں، ان کے اندر کسی غار کے ملنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بہر حال سر چھپانے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔“

پھر اپنے سامنے ایک کافی اونچی اور بڑی چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے پھر اوزال سے کہا۔ ”اس چٹان کی طرف چل کر اپنے لیے کوئی پناہ گاہ بناتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی۔ اوزال نے بھی گھوڑے کو ہانک دیا تھا۔ جس چٹان کی طرف حبیب بن عثمان نے اشارہ کیا تھا، وہ شرقاً ”غریا“ پھیلی ہوئی تھی۔ آندھی چونکہ شمال کی طرف سے اٹھ رہی تھی، لہذا شرقاً ”غریا“ پھیلی ہوئی وہ چٹان ان کے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہو سکتی تھی۔

چٹان کے قریب آکر حبیب بن عثمان گھوڑے سے اتر گیا، اوزال بھی اتر گئی۔ بیچاری اپنے ہاتھ، پاؤں اور ٹانگیں ہلاتے ہوئے تھکاوٹ دور کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ حبیب بن عثمان چٹان کے جنوبی حصے کی طرف گیا۔ پہلے پاؤں مارتے ہوئے اس حصے کو اس نے صاف کیا، پھر اس نے اوزال کے گھوڑے کے ساتھ بندھے ہوئے بستر کا جائزہ لیا۔ بستر کو اس نے کھولا، وہ بستر چمڑے کی دو بڑی چادروں کے اندر لپٹا ہوا تھا۔ چمڑے کی چادریں اس نے علیحدہ کیں، پھر اپنے گھوڑے کی خربجین کے اندر سے چند رسیاں نکالی۔ چمڑے کی چادروں کے ساتھ رسیاں باندھ کر ان دونوں چادروں کو کچھ اس طرح اس چٹان کے ساتھ باندھا کہ جو حصہ چٹانوں کی طرف تھا، وہ اونچا تھا اور جو جنوب کی طرف تھا، وہ کافی نیچا تھا تاکہ جب بارش ہو تو پانی بڑی آسانی سے چادروں کے اوپر سے پھسل کر بہ جائے۔

ایک چادر کا کافی بڑا حصہ اس نے مشرقی جانب نیچے لٹکا دیا تھا اور اس کے دونوں نیچے والے کناروں کو بھی پتھروں سے باندھ دیا تھا تاکہ نہ اس سمت سے بارش آئے اور نہ تیز ہوا اور آندھی کے باعث چمڑے کی چادر اڑ نہ پائے۔ یہ انتظام کرنے کے

یروشلم سے نکل کر بن حبیب عثمان اور اوزال دونوں نے جنوب مشرق کا رخ کیا اور بحر لوط کی طرف ہو لیے تھے۔ بحر لوط کے کنارے سنگلاخ چٹانوں کے اندر وہ رات بھر سفر کرتے رہے۔ آسمان پر جو بادل پھیل رہے تھے، انہوں نے آسمان کو پوری طرح ڈھانپ لیا تھا۔ رات جب ختم ہو گئی اور فضاؤں میں روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔ تب انہوں نے دیکھا، شمال کی طرف سے آندھی بھری گھٹائیں اٹھی تھیں۔ اوزال تھوڑی دیر تک مڑ مڑ کر دیکھتی رہی۔ اس موقع پر وہ حبیب بن عثمان کو کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن ہچکچاتے ہوئے نہ کہہ پا رہی تھی، آخر چند بڑی بڑی چٹانوں کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ بول ہی پڑی۔

”میرے محسن، میرے محافظ۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو لگاتار گھوڑے پر سفر کرتے ہوئے میں تھک چکی ہوں۔ میں نے زندگی میں کبھی بھی ایسا سفر نہیں کیا اور پھر آپ اپنی پشت پر دیکھیں، کالی گھٹائیں اٹھ رہی ہیں۔ ان کے اندر آندھیاں بھری ہیں۔ اگر انہوں نے ہمیں آلیا تو ہم اس کو مستانی سلسلے کے اندر سفر جاری نہیں رکھ سکیں گے، نیکوں کی طرح بکھر کر رہ جائیں گے۔“

حبیب بن عثمان نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اوزال نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لی تھیں۔ حبیب بن عثمان کا کتا بھی اس کے گھوڑے کے قریب رک گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے حبیب بن عثمان نے مڑ کے شمال کی طرف سے اٹھنے والی آندھی بھری گھٹاؤں کو دیکھا، پھر کسی قدر متفکر سے لہجے میں اس نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”خاتم تمہارا کہنا درست ہے۔ لگتا ہے پہلے تیز آندھیاں چلیں گی، ۱۔“

لطف بہ رہا ہے۔ میرے خیال میں تم اپنے بستر پر لیٹ کر آرام کرو۔ جب تک بارش کا سلسلہ جاری ہے، ہم سفر جاری نہ رکھ سکیں گے۔ بارش تھمنے کے بعد ہی یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔“

حبیب بن عثمان کا کہا مانتے ہوئے اوزال فوراً اپنے بستر پر دراز ہو گئی تھی، تاہم اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ بارش کے منظر کو دیکھ رہی تھیں۔ حبیب بن عثمان بھی چٹان کی ٹیک لگائے موسلا دھار برسی بارش کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک کتا غرا اٹھا۔ کتے کا غرا تھا کہ حبیب بن عثمان طوفانی انداز میں اٹھ کھڑا ہوا، فوراً اس نے اپنی ڈھال سنبھال لی۔ تلوار اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ بے نیام کر لی تھی۔ اس کا ایسا کرنا تھا کہ اوزال بیچاری چیخیں مارتی ہوئی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور بھاگتی ہوئی اس چادر کے نیچے آگئی تھی جس کے نیچے حبیب بن عثمان تھا۔

کتا اب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور بری طرح بھونکنے لگا تھا۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے اوزال کی طرف دیکھا۔

”خانم فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی ہے جس کی وجہ سے پہلے کتا غرایا، پھر بھونکا ہے لیکن آنے والا انسان نہیں ہے، کوئی جنگلی جانور ہے۔ کتے کا بھونکنا اور غرا اسی انداز کا ہے، اس لیے کہ یہ میرا سدھایا ہوا کتا ہے۔“

اپنی تلوار ڈھال سنبھال لینے کے بعد حبیب بن عثمان چادر سے باہر آیا تو دنگ رہ گیا، اس لیے کہ سامنے کی طرف سے کئی لگڑ بھگے دکھائی دیئے جو ان پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول رہے تھے۔ انہی کی بو اور آہٹ پا کر کتا غرایا تھا۔

حبیب بن عثمان بڑی تیزی سے حرکت میں آیا، بھاگتا ہوا اپنے گھوڑے کے پاس آیا۔ پھر کے ساتھ بندھی ہوئی لگام اس نے کھول دی۔ اس کی گردن تھپتھپائی اور اسے اپنے ساتھ لے لیا۔ پھر اس نے اوزال کو مخاطب کیا۔ ”اوزال میرا کتا ٹھیک ہی غرایا تھا، بہر حال فکرمند نہ ہو، کچھ لگڑ بھگے ہم پر حملہ آور ہونا کے لیے پر تول رہے ہیں، مجھے ان سے نمٹنا ہے۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر اوزال بیچاری چیخیں مار کر اپنے خوف اور فکر کا

بعد اس نے اوزال کا بستر کھولا۔ اس نے جب بستر کھولا تو دیکھا، اس بستر کے اندر بھی چمڑے کی تین چادریں تھیں۔ ایک چادر فرش پر ڈالنے کے بعد اس پر اس نے اوزال کا بستر لگا دیا تھا۔ ایک چادر اس نے مغرب کی جانب چٹان کے ساتھ باندھ کر اوپنے شامیانے کی شکل دے دی تھی اور اس کے نیچے دونوں گھوڑوں کو کھڑا کر دیا تھا۔ ایسی ایک چادر بچی تھی۔ جن چادروں کے نیچے اوزال کا بستر لگایا تھا اور جہاں اس نے گھوڑے باندھے تھے، ان کے درمیان جو تھوڑی سی خالی جگہ تھی، اس خالی جگہ کے اوپر اس نے تیسری چادر تان کر اپنے بیٹھنے کے لیے جگہ بنالی تھی۔

دونوں گھوڑوں کی لگامیں اس نے چٹانوں کے ساتھ باندھ دی تھیں۔ فضاؤں کے اندر اب تیز جھونکے چلنے لگے تھے جو شاید تیز طوفانوں کا پیش خیمہ تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد تیز آندھی چل نکلی، چٹانیں شامیں شامیں کرنے لگی تھیں۔ زمین چونکہ پتھریلی تھی، اس لیے فضاؤں میں گرد غبار نہ اڑا تھا، تاہم بحر لوط ایسے لگنے لگا تھا جیسے کسی ماورائی قوت نے سمندر کے اندر ابال پیدا کر دیا ہو۔ تیز آندھی میں اوزال سسم سی گئی تھی اور اپنے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ بڑی بے کسی اور بڑی لاچارگی میں کبھی کبھی وہ حبیب بن عثمان کی طرف بھی دیکھ لیتی تھی جو ایک سنگلاخ چٹان کی ٹیک لگائے ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں گھوڑے چمڑے کی چادر کے نیچے کھڑے تھے۔ قریب ہی کتا بھی آندھی اور بارش سے بچنے کے لیے گھوڑوں کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

جب تک آندھی چلتی رہی، دونوں خاموش رہے۔ اوزال خوف اور ڈر محسوس کر رہی تھی لیکن چونکہ وہ حبیب بن عثمان سے بے تکلف نہ تھی، اس لیے کسی گفتگو اور بات چیت کا آغاز بھی نہ کر پا رہی تھی۔ تھوڑی دیر آندھی چلنے کے بعد تیز اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اس موقع پر خود حبیب بن عثمان نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”خانم میں دیکھتا ہوں، تمہارے چمڑے پر ڈر اور خوف ہے۔ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بارش برسا شروع ہو گئی ہے۔ جس طرح میں نے چادریں باندھی ہیں، اس طرح تم بارش سے بالکل محفوظ ہو۔ پانی چادروں سے پھسل کر جنوب کی

چٹان کے اوپر کھڑے ہو کر اس نے دیکھا، جس سمت سے تیر آئے تھے اس سمت کچھ بھی نہ تھا۔ حبیب بن عثمان فکرمند ہو گیا کہ یہاں کوئی ضرور ہے جس نے لگڑ بھگوں پر تیر برساتے ہوئے ان کی جانیں بچائیں ہیں لیکن اپنی اس فکر اپنی اس سوچ کا اظہار اس نے اوزال پر نہیں کیا تھا۔ لگڑ بھگوں کے بھاگنے کے بعد حبیب بن عثمان مڑا، چادر کے نیچے آیا۔ اوزال کو اس نے اپنے کندھوں سے نیچے اتارا۔ اس کا کتا اس کے ساتھ تھا، کتے کو پکار کر اس نے پیار کیا۔ کتا پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ گھوڑے کو حبیب بن عثمان نے اس چٹان کے ساتھ باندھ دیا، پھر اس نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”اوزال تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خطرہ ٹل گیا ہے، اب لگڑ بھگے ہم پر دوبارہ حملہ آور نہیں ہوں گے۔ حبیب بن عثمان اور اوزال دونوں کے لباس چونکہ بارش میں بھیگ چکے تھے، لہذا اوزال بھگے ہوئے لباس کے اندر سے جھلکیاں دیتے اپنے گلابی جسم کو چھپانے کی خاطر تھوڑا سا دوہرا ہو گئی اور پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”لگڑ بھگوں کا تو خطرہ ٹل گیا ہے، پر میرے ذہن میں ایک اور خطرہ اٹھ رہا ہے۔ وہ یہ کہ یہ تیر کہاں سے آئے تھے؟ میں نے اس موقع پر آپ سے کچھ نہیں کہا، آپ مجھے اٹھائے جب چٹانوں کی طرف گئے تو میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ یہ دیکھنے گئے ہیں کہ تیر اندازی کس نے کی ہے لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا لیکن ایک لحاظ سے میں مطمئن بھی ہوں کہ تیر اندازوں نے تیر چلا کر لگڑ بھگوں سے ہماری حفاظت کی ہے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو ان کی اس حرکت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمارے دشمن نہیں، دوست ہیں۔ کون ہیں یہ؟ شاید آپ جانتے ہوں، مجھے تو خبر نہیں ہے۔“

جواب میں حبیب بن عثمان مسکرا دیا، پھر لاہروائی میں کندھے اچکاتے ہوئے کہنے لگا۔

”فکرمندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اصل خطرہ ٹل چکا ہے۔ تمہارا لباس بھیگ چکا ہے۔ تم ایسا کرو، پہلے اپنے کپڑے تبدیل کر لو۔ میں تمہیں تمہارے گھوڑے

اظہار کرنے لگی تھی۔ پھر حبیب بن عثمان زمین پر بیٹھ گیا، پھر اوزال کو مخاطب کیا۔

”اوزال برا مت ماننا۔ میں جو کچھ کرنے والا ہوں، اس میں تمہاری حفاظت پنہاں ہے۔ آگے بڑھ کر میرے کندھوں پر بیٹھ جاؤ۔ اسی طرح تم محفوظ رہ سکتی ہو ورنہ رکھنا لگڑ بھگے جب بھوکے ہوتے ہیں تو آنکھیں بند کر کے حملہ آور ہوتے ہیں اور سامنے آنے والوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔“

اوزال بچاری بھاگ کر آگے بڑھی اور حبیب بن عثمان کے کندھوں پر بیٹھ گیا۔ حبیب بن عثمان پھر باہر آیا، لگڑ بھگے آہستہ آہستہ غراتے ہوئے زمین پر پھار مارنے لگے تھے۔ حبیب بن عثمان کا کتا اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ نیچے جھک کر حبیب بن عثمان نے کتے کی گردن تھپتھپائی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم ان سب سے میری حفاظت تو نہیں کر سکتے، تم ایک دو سے نمٹو، باقیوں میں اور گھوڑا غمٹیں گے اور پھر دیکھو ہم کیسے اپنا دفاع کرتے ہیں۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر کتے نے دم ہلائی، انہیں جانب ہٹ کر کھڑا ہوا اور بڑے خوفناک انداز میں وہ لگڑ بھگوں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ حبیب بن عثمان گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی۔ اس انداز میں اس کی گردن پر ہاتھ مارا کہ گھوڑا چٹان کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا تھا لیکن بار بار مڑ کر لگڑ بھگوں کی طرف بھی دیکھتا تھا۔ اچانک لگڑ بھگے آگے بڑھے، دو کو کتے نے روک لیا تھا، باقی گھوڑے اور حبیب بن عثمان کی طرف بڑھے۔ حبیب بن عثمان نے اپنی ڈھال سامنے رکھتے ہوئے ”فانا“ دو کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔ اتنی دیر تک گھوڑا بھی حرکت میں آیا کہ اس نے لگڑ بھگوں پر ایسی دھتکتیاں جھاڑیں کہ دو تین کو اس نے بھی اودھ مار کر رکھ دیا تھا۔ پھر اچانک سین اسی وقت دائیں طرف کی چٹانوں سے بڑی تیزی کے ساتھ تیر آئے جنہوں نے کئی لگڑ بھگوں کو زخمی کر دیا۔ اس طرح باقی لگڑ بھگے زخمی ہو چدھر سے آئے تھے، ادھر ہی بھاگ گئے۔

ان تیروں کے آنے سے حبیب بن عثمان مزید فکرمند ہو گیا تھا۔ جدھر سے آئے تھے، وہ اس سمت بھاگا۔ اوزال ابھی تک اس کے کندھوں پر سوار تھی۔

کی خرچین دیتا ہوں، اس میں سے اپنا کوئی دوسرا لباس نکال کر پہن لو۔“ اوزال اچھڑا جگہ پر کھڑی رہی، اس کے گھوڑے سے بندھی ہوئی خرچین حبیب بن عثمان نے اسے تھما دی۔ چادر کی اوٹ لے کر اوزال نے لباس تبدیل کر لیا تھا اور بھیگا ہوا لباس اس نے قریب ہی گڑھے میں جمع ہونے والے پانی میں دھو کر چمڑے کی لاچارہ کے نیچے رکھ دیا تھا۔ اتنی دیر تک حبیب بن عثمان نے بھی اپنی خرچین سے لباس نکال کر تبدیل کر لیا تھا۔ جب وہ اپنا بھیگا ہوا لباس لے کر ایک طرف جانے لگا تو اچانک اوزال آگے بڑھی اور اس سے اس کا بھیگا ہوا لباس لے کر کہنے لگی۔ ”یہ آپ مجھے دے دیں، میں بدلے گا۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اسے مخاطب ہو کر ایک جگہ ڈال دیتی ہوں۔“

حبیب بن عثمان منہ سے کچھ نہ بولا، اپنا بھیگا لباس اس نے اسے دے دیا۔ اوزال نے حبیب بن عثمان کے لباس کو بھی پتھروں کے اس گڑھے میں جمع ہونے والے پانی میں کھنگالا جس میں اس نے اپنے لباس کو کھنگالا تھا، پھر اسے نچوڑ کر چمڑے کی چادر تلے اپنے لباس کے قریب ہی پھیلا دیا تھا۔

اوزال دوبارہ بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ بارش زور و شور سے جاری تھی۔ حبیب بن عثمان پھر اسی چٹان پر بیٹھ گیا تھا جہاں وہ پہلے بیٹھا تھا۔ اس کا کتا گھوڑوں کے پاس اپنے جوتے اتارے اور بستر کے ایک کونے پر ہو کے بیٹھ گیا۔ بستر کے دوسرے کونے چکا تھا۔ اس موقع پر اوزال وقت گزارنے کے لیے حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے اوزال بیٹھ گئی تھی۔ پھر گفتگو کا آغاز اوزال ہی نے کیا۔

کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اچانک حبیب بن عثمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، لہذا خاموش رہی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ گھوڑوں کی طرف گیا۔ ایک طرف گھوڑوں کے خوراک سے بھرے تو بڑے بڑے ہوئے تھے۔ اس نے وہ گھوڑوں کے منہ پر ڈال دیئے اور وہ بڑی تیزی سے خوراک کھانے لگے تھے۔ اپنی جگہ پر بیٹھنے کے بعد حبیب بن عثمان اوزال کے قریب آیا اور بڑے دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”تم نے حصرون سے ٹھیک ہی سنا ہے۔“ اوزال پھر بول پڑی۔

”سدا نے ہم دونوں کے زاد راہ کے لیے دو بڑی بڑی خرچینیں بھر کر پہنچائیں گے۔“ اوزال نے کہا۔

”میرے خیال سے تم بھوک محسوس کر رہی ہو۔“ اوزال نے کہا۔

”میں تمہیں وہ خرچینیں دیتا ہوں، آرام سے بیٹھ کر کھانا کھا لو۔“

طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”تمہارے خیال میں یہودی اس لفظ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟“

اوزال خوشگوار لہجے میں کہنے لگی۔ ”میں نے یہودیوں کے اندر ایک عرصہ تک رہا ہے۔ ان کے مذہب، ان کی رسومات سے بھی خوب آگاہ ہوں۔ یہودیوں کا کہنا ہے کہ حنیف حنف سے مشتق ہے۔ حنف کے معنی ہٹنے اور ٹیڑھے ہونے کے ہیں۔ حالانکہ یہ مذہب حق ہے۔ اس کے معنی سیدھے کے ہونے چاہئیں۔ یہودی یہ بھی کہتے ہیں کہ سرائی زبان میں اس کے معنی کافر کے ہیں اور عبرانی میں منافق کے اور حبشیہ میں جھوٹے کے۔ (ہر زبان میں کثرت سے اس قسم کی مثالیں ملیں گی بلکہ اصطلاحات کے پیروکاروں کو وہ طعنہ دیتے ہیں کہ انہوں نے لفظ حنیف بغیر کسی تحقیق کے اپنا اسی طرح بنی ہیں۔ مثال کے طور پر حنیف کے ہم معنی لفظ مسلم کو لیجئے۔ مسلم ہے۔“ اوزال خاموش ہوئی تو حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر اسے اصلی معنی سوچنے والے کے ہیں۔ کوئی شخص اپنے دوست کو دشمن کے حوالے کر رہا تو عربی میں اس کو مسلم کہیں گے اور یہ مذموم معنی ہوں گے۔ اس کا ابتدائی استعمال مسلم اللہ اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سوپ دینے والا تھا لیکن یہ لفظ بھی کثرت سے استعمال سے بدل گیا۔ صرف مسلم رہ گیا۔ معنی وہی مسلم اللہ کے سمجھے جانے لگے اور اب کسی کو مذہب کا نام ملت حنیف رکھا گیا۔ عرب کے بعض نیک دل لوگ جو عرب کے مذہب پرست، یسویت اور دیگر مذاہب سے گھبرا کر تلاش مذہب کر اوزال خوش ہو گئی تھی۔ تو صیغی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”نکلتے تھے تو وہ آخر اسی آستانہ دین حنیف پر آکر ہی تسلی اور اطمینان پاتے تھے۔“

”یہودی دراصل اس لفظ کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ حنیف یقیناً حنف سے مشتق ہے۔ عربی میں اس کے معنی مڑنے، جھکنے کے ہیں۔ اس لیے حنیف وہ شخص ہے۔ ایک طرف جھک کر اور مڑ کر دوسری طرف جائے۔ یہ لفظ اچھے اور برے دونوں معنوں میں مستعمل ہو سکتا ہے۔“

اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس نے اچھی بات کو چھوڑ کر بری بات اختیار کر لی ہے تو وہ معنی ہو سکتے ہیں جو عبرانی اور سرائی زبانوں میں ہیں یعنی کافر اور اگر یہ سمجھا جائے کہ برے کام کو ترک کر کے اس نے کوئی اچھا کام پسند کیا ہے تو وہ معنی ہو سکتے ہیں جو عبرانی اور سرائی زبانوں میں ہیں یعنی دیندار اور خدا پرست۔

اس کا وہ مفہوم ہوگا جس میں اہل عرب اس کو بولتے ہیں یعنی دیندار اور خدا پرست۔ اس بنا پر لفظ کے اچھے یا برے مفہوم کا تعین کیا جا سکتا ہے، اس پر اس نے درست سنا ہے کہ صابیوں کے دو فرقے ہیں۔ میں دونوں کی تفصیل انسان۔ اس بنا پر لفظ کے اچھے یا برے مفہوم کا تعین کیا جا سکتا ہے، اس پر اس نے درست سنا ہے کہ صابیوں کے دو فرقے ہیں۔ میں دونوں کی تفصیل

مجاں تالوع آفتاب، دوپہر کو عین زوال کے وقت شام کو آفتاب ڈوبنے تک۔ ان کا عقیدہ تھا کہ تمام ستاروں کا مرکز قطب شمالی ہے۔ تمام ستارے آغاز عالم سے ہر وقت اپنی جگہ سے ہتے اور بڑھتے رہتے ہیں لیکن قطب کا ستارہ ہمیشہ ایک حال پر اپنی جگہ پر رہتا ہے۔ اس لیے وہ قبلہ ہے، اس طرف منہ کر کے وہ اپنی دعا اور نماز پڑھنے لگے۔ حالانکہ شروع میں ایسا نہ تھا۔ ہم آدم علیہ السلام کے بنائے ہوئے کعبہ ہی کی طرف منہ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔“

”صابیوں کا ایک مرکز حران شہر بھی تھا۔ اس شہر میں وہ صابی جو ستارہ پرست اور ادراج پرست ہو گئے تھے۔ ان کے عقل اول اور نفس کلیہ کے ہیکل بھی تھے۔ نیز زحل، مشتری، مریخ، شمس، زہرہ، عطارد اور قمر کے ہیکل بھی حران شہر میں موجود تھے۔ اسلام کی آمد سے پہلے یہ صابی پوری طرح شرک میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اسلام آیا تو یہ صابی اور ان کے فلاسفہ حکومت اسلامی میں آخر وقت تک موجود رہے۔ انہیں اس لیے وہ صابی بھی تھے جو بغداد وغیرہ میں طبیب یا فتنی تھے۔ ان میں سے بعض اسلام نہ لائے۔ چوتھی صدی میں فارابی جب حران گیا تو انہی سے اس نے فلسفہ سیکھا تھا۔ اہل دمشق وغیرہ کا مذہب بھی عیسائیت سے پہلے یہی تھا۔ ان کی نماز کا قبلہ قطب شمالی تھا۔ اس لیے دمشق میں بہت سی کمنہ مسجدیں ایسی ہیں جن کا ایک قبلہ قطب شمالی کی طرف ہے۔ دمشق کی جامع مسجد کے نیچے بہت بڑا معبد ہے جس کا ایک قبلہ قطب شمالی کی طرف ہے۔ یہ صابیوں کا بہت قدیم معبد ہوا کرتا تھا۔

ہمارا وہ فرقہ جس سے میں تعلق رکھتی ہوں، جسے مواحد کہتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ خدا واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، ہر ایک شے کا وہی پیدا کرنے والا ہے۔

ہمارا دوسرا فرقہ جو شرک بت پرستی اور ستارہ پرستی میں مبتلا ہے، اس نے گونا گوں عجیب و غریب قسم کے فلسفے پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ سب کچھ انہوں نے صابیوں، یونانیوں اور یودیوں سے متاثر ہو کر کیا۔ بت پرست صابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عام اشیاء کی اصل ایک تاریک غار ہے جس کے ساتھ دو چیزیں ہیں۔ ایک زیور

مواد ہیں، ایک ستارہ پرست۔ صابی حضرت شیث علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں اور رسولوں کے ماننے والے ہیں لیکن ہمارے پاس حضرت شیث علیہ السلام کا ایک صحیفہ ہے جس پر ہم عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہی ہماری آسمانی کتاب ہے۔ صحیفہ کا اصل نام صحیفہ شیث ہے۔ شروع میں یہ زیادہ تر ساحل فرات، بصرہ، خوزستان کے آس پاس آباد تھے۔ صابیوں کو ماندین بھی کہتے ہیں۔ ماند کے لفظی ہماری زبان میں علم کے ہیں اور ہماری اصلی زبان عربی اور آرامی ہیں۔ رسم خط پالمیرین ہے۔ اس خط اور زبان میں ہمارے پاس حضرت شیث علیہ السلام کا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے کا نام سدر ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ کتاب، دوسرے حصے کا نام گتر یعنی گنج ہے۔ اس کے معنی خزانے کے ہیں۔ اس بھی دو حصے ہیں۔ ایک حصے کو یامین یعنی دایاں ہاتھ، دوسرے کو شمال یعنی بائیں خیال کیا جاتا ہے۔ پہلے حصے میں زندگی کے لیے ہدایات ہیں جبکہ دوسرے حصے مذہبی عہدیداروں کی تجویز و تکلیف کی دعائیں ہیں۔ یامین کا آخری باب کتاب اللہ میں کچھ ایرانی اور عرب حکمرانوں کے حالات بھی شامل ہیں جو بعد میں ضمیمے کے اس میں داخل کر دیئے گئے۔“

”ہم لوگ باقاعدہ اپنے صحیفے کے مطابق نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے، ستارہ پرست کا لفظ ہمیں کافی بعد میں دیا گیا۔ ہمارے مذہب کے اندر بت پرستی، شرک سختی سے منع تھا اور حرام خیال کیا جاتا تھا۔ صابیوں کا اصل ملک بابل شروع شروع میں صابی مواحد اور کٹر توحید پرست تھے لیکن چونکہ بابل میں ستارہ کا رواج شروع ہو گیا، ساتھ ہی بت پرستی بھی شروع ہو گئی۔ ستاروں کے بت پرستوں کے مسجد بنے۔ رفتہ رفتہ سیاسی انقلابات کے ساتھ ساتھ ستارہ پرستی اور بت پرستی میں غالب آتی گئی اور اس کے کچھ اجزا صابیوں میں بھی شامل ہو گئے۔“

”بعد میں یسوعیت اور مجوسیت کے علاوہ یونانی فلسفیوں نے بھی صابیوں، یونانیوں اور یودیوں سے متاثر ہو کر کیا۔ بت پرست صابیوں کا یہ عقیدہ ہے کیا۔ انہوں نے خدا واحد پر اپنا عقیدہ تو نہ چھوڑا لیکن ستاروں کی پرستش کو نہ عام اشیاء کی اصل ایک تاریک غار ہے جس کے ساتھ دو چیزیں ہیں۔ ایک زیور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ سمجھنے لگے۔ تین وقت ستاروں کا راجا کرتا ہے۔“

چاہیے۔ نہ گوشت کھانا چاہئے۔ نہ شنبہ ان کا مقدس دن ہے۔ مذہبی عقائد کو غیروں سے چھپانا ان کا اولین اصول ہے۔ سب سے تعجب انگیز بات یہ ہے کہ ان کے مذہبی عقائد بنی اسرائیل کے عقائد اور اصولوں کے بالکل ضد پر قائم کیے گئے ہیں۔ تورات کے تمام بزرگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آخر تک سب کو یہ کاذب اور مغزی پیغمبر سمجھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کی طرذاری کرتے ہیں۔ فرعون کو اپنا راہنما اور پیٹھا جانتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ خدا کا صحیح مذہب اس کے زمانہ میں مصر کے اندر قائم تھا جو مصری فرعون کے ساتھ ڈوبنے سے بچ گئے، وہ قطب شمالی کی چھوٹی سی جنت میں آرام کر رہے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اوزال تھوڑی دیر کے لیے رکی، پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”میں آپ پر یہ بھی انکشاف کر دوں۔ ان بت پرست صابیوں کے متعلق تعجب انگیز اور حیرت انگیز بات ایک یہ بھی ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل سے نفرت کرتے ہیں، اس کی ایک خاص وجہ ہے، وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مولد بابل کا شرار اور فشا شر حران تھا۔ یہ وہ مقامات ہیں جو صابیت کے مرکز اور درسگاہ رہے ہیں۔ عام خیال یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صابیوں کی طرف مبعوث کیا گیا تھا اور یہی وہ بد بخت قوم ہے جس میں خلیل بت شکن نے ظہور پایا تھا اور ان کے بتوں اور مورتیوں کو توڑ کر ستارہ پرستی سے روکا تھا لیکن شومنی قسمت سے ان کی دعوت کو قبول کرنے کے بجائے یہ صابی ان کے دشمن ہو گئے اور وہی دشمنی، عداوت کا عنصر اب تک اس فرقہ میں بطور وارثت موجود ہے اور خدا جانے کتنے قدیم زمانے سے اس نے عقیدہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔ غالباً یہی سبب ہے کہ دین ابراہیم کی یہ لوگ سخت مخالفت کرتے ہیں۔

ہمارے مذہب کو خراب کرنے والے زیادہ تر قدیم سامی ہیں۔ قدیم سامیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ تمام دنیا ارواح سے بھری ہوئی ہے جن میں زیادہ تر ارواح خبیثہ اور کچھ ارواح طیبہ ہیں۔ ان کے مذہب کا خاصا یہ تھا کہ خبیثہ ارواح کو نظروں سے گھبراہٹ اور

رب اور دوسری ماں رب یعنی روح اعظم جس کو ملک النور بھی کہتے ہیں۔ مشرک صابیوں کا عقیدہ ہے کہ ملک النور نے حیات قدیمہ یعنی حیات اولیٰ کو پیدا کیا۔ ان کے بعد خود پردہ راز میں چھپ گیا اور صرف نیک صابیوں کو موت کے بعد نظر آکر گا۔ اب یہی حیات اولیٰ یا حیات قدیمہ عملاً اس فرقہ کا خدا ہے۔ تمام مناجاتوں اور دعاؤں میں اس کی حمد و ثناء کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ملک النور اپنے جاہ و جلال کے ساتھ شمال کی سمت میں قطب ستارہ کی طرف سکونت گزریں ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حیات اولیٰ نے پھر اپنے تئیں نائب پیدا کیے۔ البتہ حیات ثانیہ، ایک حیات ثالثہ۔ حیات اولیٰ نے اپنے تین مددگار پیدا کیے۔ ہیل، ہیل، اور آنوس۔ یہ تینوں محافظ ارواح ہیں۔ کہتے ہیں حیات ثالثہ دنیا اور آخرت کے درمیان عالم نور کی آخری سرحد پر رہتا ہے۔ اس دنیا سے اس دنیا میں جو جاتا ہے، یہ اپنے ترازو میں پہلے اس کے اعمال تول لیتا ہے۔ مشرک و صابیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس حیات ثالثہ کی نشست کے نیچے تاریک غار تھا جس میں میلا پانی تھا۔ ایک اس حیات ثالثہ نے میلے پانی میں اپنا عکس دیکھا تو آپ سے آپ ایک صورت پیدا گئی جس کو اس نے پتہل کا نام دیا۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ پتہل فرزند حیات ثالثہ بنا اور اس عالم مادی کا خالق ہے۔ ان کا یہ بھی گمراہ عقیدہ ہے کہ اسی پتہل آگے چل کر آدم اور حوا کو پیدا کیا کیونکہ یہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے حیات اولیٰ نے ہیل، ہیل اور آنوس کو بھیجا۔ انہوں نے ان کے اندر روح پھونکی اور ان کو خدا کے احکامات کے متعلق روشناس کیا کہ عالم نور کیا چیز ہے اور ان کا اصل پتہل نہیں، خدائے برتر ہے۔ پتہل کے تین اور سلسلہ مخلوقات ہیں۔ ایک سیارہ، دوسرا منازل برج، تیسرا سلسلہ اب تک غیر معین ہے۔

ہم مواحد کے خلاف بت پرست اور ستارہ پرست صابیوں کے ہاں روزوں دن بھی مقرر ہیں لیکن روزہ کے معنی صرف آرام کے دن کے لیے جاتے ہیں۔ فائدہ ان کے ہاں سخت ممنوع ہے۔ روزوں کے درمیان وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ کپڑے پہننے چاہئیں اور تین وقت نہانا چاہیے اور کسی جانور کو ان دنوں

چڑھاوے سے خوش رکھنا اور ارواح طیبہ کی حمد و ثناء سے بابل، شام اور مصر میں مذہبی مراسم سامیوں کے ہاں جاری تھی، ان کے مطابق سامیوں میں یہ قاعدہ تھا کہ قومیں مختلف آبادیوں میں منقسم ہوتی تھیں۔ ہر آبادی میں دو بڑی عمارتیں ہوتی تھیں۔ ایک بیت الحکومہ اور ایک ہیکل۔ آبادی کا حاکم بیت الحکومہ میں رہتا تھا اور ہیکل آبادی کے کاہن کا مسکن تھا اور انہی دونوں کی شراکت سے آبادی پر دنیاوی اور مذہبی حکمرانی کی جاتی تھی اور جس طرح ہر آبادی کا الگ شیخ ہوتا تھا، اسی طرح ہر ہیکل پر ایک نیا بت اس گاؤں کا محافظ کیا جاتا تھا۔ جب دو آبادیوں میں رہنے والوں میں جگہ ہوتی تو گویا ان دونوں آبادیوں کے دیوتاؤں میں جنگ ہوتی تھی۔ فاتح مفتوح کے دیوتا اٹھا کر لے جاتے تھے۔ مفتوح اس وقت تک دم نہیں لیتے تھے جب تک لڑکر یا منہ سامت کر کے اپنے دیوتا واپس نہیں لے جاتے تھے۔ چنانچہ صابیوں میں بھی یہ رسواں داخل ہوئیں اور صابیوں کو مکمل طور پر گمراہ بنا کر رکھ دیا۔

دوسری بڑی قوم جنہوں نے صابیوں کو مشرک، ستارہ پرست اور بت پرست بنا دیا۔ یہ اہل معین تھے۔ جنوبی عرب کی ایک قدیم سامی قوم تھی۔ یہ قوم بھی ستارہ پرست تھی۔ بابل کے دیوتا ان کے ہاں بھی پوجے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ خالص عرب کے دیوتا بھی ان کے معبودوں کی فہرست میں شامل تھے۔ ان کے یہ معبود صرف دیکھا، پھر بول پڑی۔ صابیوں میں بھی داخل ہو گئے۔

اہل معین کے جو کھدائی کے دوران کھنڈات ملے ہیں، ان میں ان کے چار بڑے دیوتا سامنے آئے ہیں۔ ایک عشتار یہ وہی دیوتا ہے جو بابل میں اشتار تھا یعنی زہرہ، دوسرا ود یعنی محبت کا دیوتا۔ عربی کے لفظ ود یعنی محبت سے ماخوذ ہے۔ تیسرا یعنی نفرت عداوت کا دیوتا۔ یہ عربی لفظ کہ یعنی ناپسندیدگی سے ہے۔ چوتھا دیوتا شمس یعنی لفظ بابل میں شمش تھا۔

تیسری بڑی قوم جنہوں نے صابیوں کو بت پرست اور مشرک بنانے میں بڑا کام ادا کیا۔ یہ بنو قحطان تھے جو ام سامیہ اولیٰ کے بعد جنوبی عرب میں برسرِ اقتدار ہوئے تھے۔ واقعات تاریخی اور آثار حقیقہ دونوں کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایک ملکہ کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھے۔



پہلے کچھ کھا پی لیں۔ اس دوران بارش ختم گئی تو ہم سفر کو جاری رکھیں گے۔“  
اوزال اپنی جگہ بیٹھی رہی، کچھ دیر اس نے بڑے شوق سے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کیا۔

”اگر میں کبھی آپ کے لیے گاؤں اور رقص کروں تو آپ دیکھیں گے؟“ حبیب بن عثمان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ کہنے لگا۔ ”اب اس بارش میں تو تم نہ ناچو گی نہ گاؤ گی۔ جب کوئی ایسا موقع آیا تو پھر تمہیں جواب دوں گا۔“

اوزال اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس خرچین میں کھانے کا سامان تھا، وہ اس میں سے چیزیں نکال کر بستر پر ہی آراستہ کرنے لگی۔ سدانہ نے زاد راہ کے طور پر ان کے لیے بہت کچھ تیار کیا تھا۔ پنیر تھا، خشک پھل تھے، بھنا ہوا گوشت تھا، شد اور زیتون چوڑی روٹیاں تھیں، خورما کی کھیر تھی۔ کئی پتوں میں لپیٹی ہوئی کچھ مٹھائی تھی۔

اوزال نے ساری چیزیں لگا دیں، پھر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”میرے خیال میں اب کھانا کھائیں۔“ حبیب بن عثمان آگے بڑھا اور دونوں مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔ اتنی دیر تک بارش بھی رک گئی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد اوزال ساری چیزیں سنبھال کر خرچین میں ڈالنے لگی تھی۔

حبیب بن عثمان نے پہلے اوزال کا بستر لیٹا۔ پہلے کی طرح اس نے چمڑے کی چادر میلاپیٹ کر رسی باندھ دی۔ جو چادریں گھوڑوں کے اوپر تھیں، انہیں اتار کر گھوڑوں کے اوپر ہی انہیں سردی سے بچانے کے لیے ڈال دیا گیا تھا۔ باقی ہر شے بھی انہوں نے سمیٹ لی تھی، پھر دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور بحرہ لوط کے کنارے کنارے بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

دونوں تیزی سے سفر کرتے ہوئے بمشکل فرلانگ ہی آگے گئے ہوں گے کہ سامنے کی طرف سے چار سوار نمودار ہوئے اور ان دونوں کی راہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ جو ان میں سے ایک کی نگاہ اوزال پر پڑی، وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہی تو وہ موتی ہے، اس کی ہمیں تلاش تھی۔ اسے پکڑ کر جب ہم ہر دیس کے

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر اوزال تھوڑی دیر تک سوچتی رہی، ساتھ ساتھ مسکراتی رہی۔ پھر اس نے نگاہ بھر کر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا اور پڑی۔

”ابن عثمان تم نے جو کچھ کہا ہے، تمہارے خیال کے مطابق درست ہی ہوگا۔“  
بھی میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں۔ اگر تمہیں ہر دیس کی جگہ وہاں یہودیوں، حکمران بنا دیا جائے تو کیا تم اس حکمرانی کو قبول کر لو؟“  
حبیب بن عثمان نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

”خاتم مجھے حکمران بن کر کیا کرنا ہے۔ میں ایک بد قسم کا آدمی ہوں۔ ساری زندگی میں نے نخلستان میں بسر کی۔ بنی قوم سے باہر رہ کر میں کیا کروں گا۔ اگر ساری دنیا کی حکومت بھی ملے، تب بھی میں ٹھکرا دوں۔ میرے نخلستان اور میری بطنقی قوم میں جو سکون ہے، وہ کہیں بھی نہیں۔“  
جواب میں اوزال نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

”ابن عثمان تم خود تو یہودیوں کی بادشاہت قبول نہیں کرتے اور مجھے مشورہ دے ہو کہ میں دمشق کی ملکہ بن جاتی۔ جس طرح تم بادشاہت کو ٹھکراتے ہو۔ اسی طرح میں بھی ملکہ بننے کی خواہش پر لات مارتی ہوں۔ میں تو ایک سیدھی سادھی عورت ہوں۔ کسی ایسے ہی سادہ سے شخص سے شادی کر کے اپنی زندگی کے دن گزار دوں۔ میں شہرت اور دولت کی بھوک نہیں ہوں۔“

کچھ دیر تک حبیب بن عثمان خاموش رہا، پھر وہ بول پڑا۔ ”میں نے سنا ہے رقص بھی بہت اچھا کرتی ہو اور گاتی بھی اچھا ہو۔“

”کیا تمہیں رقص اور گانا پسند ہے؟“ اوزال نے تیز نگاہوں سے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے کبھی رقص تو نہیں دیکھا، تاہم ہمارے نخلستان اور رقیم شہر میں سے ایسے گانے والے ہیں جن کا میں نے گانا سن رکھا ہے۔ بہر حال اس موضوع پر چھوڑو، میرے خیال میں ہم نے کافی باتیں کر لی ہیں۔ دیکھو بارش اب کانٹا

۱۱۹ اوزال کو مخاطب کر کے گفتگو تو اس طرح کر رہے ہو، جیسے تم قضا کو مات اور کائنات کو تسخیر کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہو۔ سن رکھو، جب ہم تم پر حملہ آور ہوں گے تو یاد رکھنا داستانوں کا یہ ہم راز بحر دیکھے گا کہ ہم تمہاری روح کے سرور میں ایک نیا زہر ملا الیہ تمہارے دل کے خوش کن الفاظ میں زہر بھری صداؤں سا اضطراب بھر دیں گے۔ تمہاری بہتری، تمہاری بھلائی اسی میں ہے اوزال کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس لیے کہ یروشلم سے باہر دور دور تک سارے راستوں کی ناکہ بندی ہو چکی ہے اور کوئی بھی اوزال کو لے کر بچ نہیں سکتا۔

اگر تم زندگی چاہتے ہو تو دائیں طرف سے ہٹ کر جدھر جانا چاہتے ہو، نکل جاؤ۔ ہم تم سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ ہمیں صرف اوزال چاہیے، اسے لے کر ہم اپنے بادشاہ ہیرو دیس کے سامنے پیش کر دیں گے۔ بس یہی ہماری خواہش ہے، یہی ہمارا مقصد ہے۔ ہماری خواہش ہمارے مقصد کے سامنے آڑ مت بنا ورنہ مفت میں مارے جاؤ گے۔“

حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک انہیں کھا جانے والے انداز میں دیکھتا رہا، پھر بول پڑا۔

”سنو حرس و ہوس کے بندو! یہ جو لڑکی میرے ساتھ ہے، جس کا نام اوزال ہے، میں اس کا پاسبان، اس کا راہنما، اس کا محافظ ہوں۔ جو بھی اس کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھے گا، یاد رکھنا موت سے ہمکنار ہو جائے گا۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں اسے تمہارے حوالے کر کے چلا جاؤں گا تو یہ تمہاری بھول، تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں اس کی عزت، اس کی عصمت، اس کی عفت پر اپنی جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

سنو آوارگی پسند انسانو! کیوں کسی اور کی خاطر اپنے آپ کو گرم خنیں صداؤں، عکین جذبوں اور حشر پیا کرتے زخموں بھرے وقت کا شکار کرتے ہو۔ کیوں تم یہاں بحر لوط کے کنارے میرے ہاتھوں اپنے خون کی گرمی کو برفانی لہر اور رات کی آسودگی کو گمان کی تیرگی میں بدلوانا چاہتے ہو؟ میں تمہیں آخری موقع دیتا ہوں، میری راہ چھوڑ

پاس لے کر جائیں گے تو یاد رکھنا وہ ہم چاروں کو مالا مال کر کے رکھ دے گا اور ہم اوزال دمشق کے بادشاہ خدا بن حدار کے حرم میں داخل ہوگی تو میرے خیال میں بھی ہمیں انعام و اکرام سے نوازے گا۔“

راہ روکنے والوں کے یہ الفاظ حبیب بن عثمان نے بھی سن لیے تھے۔ اپنی دُعا اس نے سنبھال لی تھی، تلواریں وہ بے نیام کر چکا تھا۔ اس صورتحال نے اوزال پریشان اور فکر مند کر دیا تھا۔ وہ عجیب سی کیفیت اور جواب طلب انداز میں حبیب بن عثمان کو دیکھے جا رہی تھی۔ حبیب بن عثمان نے ایک نگاہ بھر کر اوزال کی طرف دیکھا، اس نے اندازہ لگایا، وہ بیچاری پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ (۱۱۸) اس کے چہرے پر جلتے ویران موسموں سی بے بسی اور شکستگی تھی۔ اس کا رخ اور ماندہ جسم بے راحت منزلوں کی سی کیفیت پیش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک حبیب بن عثمان اس کی کیفیت دیکھتا رہا، پھر اسے مخاطب کیا۔

”خانم دیکھو بادل چھٹ چکے ہیں۔ دھوپ چڑھ آئی ہے۔ میرے خداوند کو مشورہ ہوا تو یہ نیلا آسمان راہ روکنے والوں کی بے بسی اور ان کی نامرادی پر قہقہے لگائے، خانم غمگین اور دل گیر مت ہو، یہ تو صرف چار سوار ہیں۔ اگر یہ اپنے ساتھ اپنی کے لیے خبیث روحمیں بھی لے آئے تو قسم زمین و آسمان پیدا کرنے والے خدا واحد کی، میں ان سب کو گرم صحراؤں میں کھو جانے والی زرد مٹی کے غبار کی طرح کر رکھ دیتا۔ خانم! خدا گواہ ہے، میں تمہارا محافظ، تمہارا پاسبان ہوں اور اپنا فرض خوب ادا کروں گا۔“

خانم! اس اور افسردہ نہ ہو۔ تم اپنی جگہ پر سکون کھڑی رہو، پھر دیکھو میں ان مسرت کی جستجو، ان کی ذہنی رفعت، ان کی حیوانی طلب، ان کے سارے گھٹیا مقاصد کیسے اذیت ناک ویران کھنڈروں اور پست و ذلیل کر دینے والے شکستگی کے زہر تبدیل کرتا ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حبیب بن عثمان خاموش ہوا تو راہ روکنے والے چاہا میں سے ایک اسے مخاطب کر کے بول پڑا۔

کر ہٹ جاؤ۔ اس لیے کہ مجھے ہر صورت میں اس لڑکی کو لے کر جانا ہے۔ جو بھی آڑے آیا، میں اس پر قضا اور مرگ طاری کرتا چلا جاؤں گا۔“

حبیب بن عثمان کے خاموش ہونے پر ان میں سے ایک بول پڑا۔

”لگتا ہے تم انسان کے بچوں کی طرح نہیں مانو گے۔ اب ہم تیری لاش کے ٹکڑے کر کے ہی اوزال کو یہاں سے لے کر جائیں گے۔“ راہ روکنے والے نے یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ حبیب بن عثمان نے اپنے کتے کو پکڑا اور پھر جب کتا اس کے سامنے آیا تو پاؤں مارتے ہوئے اس نے اسے کوئی مخصوص اشارہ کیا۔ پاؤں کی وہ ٹھوک

لگتا تھی کہ کتا پیچھے ہٹ گیا۔ اپنی دم کو اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان دھرا کرتا ہوا گھات سا لگاتا وہ دائیں طرف ہٹ گیا تھا، پھر تھوڑا سا آگے بڑھا تھا، پھر وہ ایک جگہ کھڑا ہوا تھوڑی دیر تک راہ روکنے والوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

عین اسی موقع پر حبیب بن عثمان نے خداوند قدوس کی کبریائی کا بھرپور نعرہ بلند کیا۔ پھر وہ راہ روکنے والوں پر کڑے موسموں کے زرد طوفانوں جبر کی شب ویران میں لڑنے کی جانب سے گھوڑے پر بیٹھنے کے بعد اس سوار کی گردن پیچھے سے اپنے منہ رت بگولوں کا دکھ کھڑے کرتے بگولوں اور بنجر جلتی ریت کے ویرانوں کی طرح حملہ میں لے لی تھی جو اوزال کی طرف بڑھا تھا۔

آور ہو گیا تھا۔

اب حبیب بن عثمان کے مقابلے میں ایک ہی تھا جو اپنی جان بچانے کے لیے حبیب بن عثمان کا یہ حملہ کرنا تھا کہ کتا بھی طوفان کی طرح اٹھ کھڑا ہوا۔ پہلے وہ اڑھار ہٹ کر مقابلہ کر رہا تھا۔ کتے نے اوزال کی طرف بڑھنے والے کی گردن منہ اپنی دم کو ٹانگوں کے درمیان دبائے ہوئے تھا، ست اور سہا سہا سا لگتا تھا اور ایک لمبے کراسے پوری طرح بے بس کر دیا تھا اور جب اس نے اس کی گردن کو کاٹنا جگہ بیٹھ گیا تھا۔ جو نبی حبیب بن عثمان حملہ آور ہوا، ایک دم اٹھا اور راہ روکنے والوں کو ٹھونک دیا تو وہ چیخنے چلانے لگا۔ اس چیخ و پکار میں اس کا گھوڑا بدک اٹھا، وہ نیچے گر کی پشت پر گیا اور ان میں سے ایک کے گھوڑے پر اس طرح حملہ آور ہوا کہ گھوڑے نے پہلے کی طرح اسے بھی مھنہ پھوڑ کر اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اتنی دیر گھوڑے کی ٹانگ کٹ کھائی۔ گھوڑا ہنسٹا، بری طرح تڑپا۔ اس کا سوار نیچے گر گیا، کتا نے اس کا سامنا کر رہا تھا، وہ بھی حبیب کے ہاتھوں مارا گیا۔

سوار کا گرنا تھا کہ کتے نے اسے گردن سے دوچا اور اس کا خاتمہ کر دیا۔

اس وقت تک حبیب بن عثمان باقی تینوں راہ روکنے والوں کے ساتھ ٹکرایا ہوا کتے کو پکڑ کر اپنے پاس بلایا۔ کتے کا منہ چونکہ خون سے بھرا ہوا تھا، لہذا وہ بالکل تھا۔ حبیب بن عثمان سے ٹکرانے والوں نے جب دیکھا کہ ان کے سامنے حبیب بن عثمان کے قریب نہیں آیا بلکہ ذرا فاصلے پر رہ کر دم ہلاتے ہوئے اپنی عثمان جارحیت اختیار نہیں کر رہا بلکہ وہ دفاع تک محدود ہے، تب انہوں نے کھول کر اپنی وفاداری کا اظہار کرنے لگا تھا۔ حبیب بن عثمان مرنے والوں میں سے ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کیا اور ان میں سے ایک پیچھے ہٹا اور اوزال کی طرف بڑھ گیا۔ کتا اس کے ساتھ تھا۔ کتے کا سر پکڑ کر مرنے والے کے لباس

نہ شاید وہ اوزال پر گرفت کر کے حبیب بن عثمان کو اپنے سامنے بے بس اور مجبور رہا چاہتے تھے۔ اس وقت تک کتا ان کے ساتھی کا خاتمہ کر چکا تھا۔ تینوں میں سے اب ایک پیچھے ہٹ کر اوزال کی طرف بڑھا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے کتا غرایا۔ اس کا منہ مرنے والے کے خون سے لٹھڑا ہوا تھا۔ لمحہ بھر کے لیے وہ غرایا، پھر پیچھے ہٹا، زور سے بھاگا اور پشت کی جانب سے وہ اس مسلح جوان کے گھوڑے پر ہو بیٹھا تھا جو اوزال کی طرف بڑھا تھا۔

یہ لمحہ ان تینوں کے لیے بڑا خطرناک تھا۔ وہ دو جو حبیب بن عثمان سے ٹکرا رہے تھے، شکر ہوئے۔ ان میں سے ایک حبیب بن عثمان کے ساتھ ہی مصروف رہا، دوسرا پیچھے ہٹا تاکہ پشت کی جانب سے کتے پر وار کر کے اس کا خاتمہ کر دے۔ اس کا پیچھے ہٹنا فاک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ سامنے والے کو چھوڑ کر حبیب بن عثمان اس کی طرف عین اسی موقع پر حبیب بن عثمان نے خداوند قدوس کی کبریائی کا بھرپور نعرہ بلند کیا۔ پھر وہ راہ روکنے والوں پر کڑے موسموں کے زرد طوفانوں جبر کی شب ویران میں لڑنے کی جانب سے گھوڑے پر بیٹھنے کے بعد اس سوار کی گردن پیچھے سے اپنے منہ رت بگولوں کا دکھ کھڑے کرتے بگولوں اور بنجر جلتی ریت کے ویرانوں کی طرح حملہ میں لے لی تھی جو اوزال کی طرف بڑھا تھا۔

اب حبیب بن عثمان کے مقابلے میں ایک ہی تھا جو اپنی جان بچانے کے لیے

زندگی کی وزنی زنجیروں کو کائناتی شجاعت آتش پنہاں کے شراروں جیسی آپ کی دلیری کو سلام کرتی ہوں۔“

اوزال خاموش ہو گئی، جواب میں حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر اوزال کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھا۔

”خاتم یہ تم نے میرا شکریہ ادا کیا ہے یا صحراؤں کی اس تنہائی میں میرا قصیدہ کہہ ڈالا ہے۔ میری نگاہ میں تم ایک مقدس امانت ہو اور تمہیں رقیم شہر تک پہنچانا میرا اولین فرض ہے۔ جب تک میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ حرکت کرتا ہے، میں تمہیں رقیم شہر پہنچانے کا سبب بنتا رہوں گا۔ تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے کیا ہے، اس میں صرف تمہاری حفاظت پنہاں نہیں بلکہ اس میں میری زندگی اور موت کا سوال بھی اٹھتا ہے۔ جو کچھ میں نے کیا ہے، اس کے متعلق کچھ مت کہنا۔ میرے خیال میں ہمیں فی الفور یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کی کوئی اور ٹولی ہماری راہ آن روکے اور ہمارے لیے مصائب کھڑے کرنے کی کوشش کرے۔“

حبیب بن عثمان کا کہا مانتے ہوئے اوزال جلدی جلدی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی۔ اتنی دیر تک حبیب بن عثمان بھی گھوڑے پر بیٹھ چکا تھا۔ پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور انہیں صحرا کے اندر دوڑا دیا تھا۔ حبیب بن عثمان کا کتا ان کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا۔

حبیب بن عثمان اور اوزال کی بد قسمتی کہ ابھی وہ ایملہ کی بندرگاہ سے لگ بھگ دس میل کے فاصلے پر تھے کہ دائیں جانب سے دس بارہ سوار جو پوری طرح مسلح تھے، نمودار ہوئے اور ان کی راہ روک کر کھڑے ہوئے۔

اس موقع پر چونکہ اوزال نے اپنے چہرے پر نقاب نہیں ڈالا تھا، لہذا راہ روک والے اسے پہچان گئے۔ ان میں سے ایک نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”ساتھیو! یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اپنی منزل تک پہنچ چکے ہیں۔“

اس نے اس کا منہ صاف کیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ پیچھے تو اس نے دیکھا کہ اوزال اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے قریب کھڑی تھی۔ تو دیر تک بڑی عجیب سی ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر حبیب بن عثمان اس نے مخاطب کیا۔

”اے میرے مربیانِ محافظ۔ میں نہیں جانتی کہ آپ کی اس کارگزاری پر آپ کو کن الفاظ سے مخاطب کرنا چاہیے۔ پر میں شرمندہ ہوں، پچھلی منزل میں آپ نے وحشی خونخوار درندوں سے میری جان بچائی تو اس وقت میں آپ کا شکریہ نہ کر سکی، اس لیے کہ میں اس وقت عجیب و غریب کیفیت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ سب سے کچھ کہہ نہ سکی تھی۔ آپ پہلے مرد ہیں جس کے شانوں پر میں بیٹھی۔ ایسا میں اپنی جان بچانے کے لیے کیا۔ ایسا حادثہ کیونکہ زندگی میں پہلی بار پیش آیا تھا، لہذا اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی اور میری بد قسمتی میں وہاں آپ کا شکریہ ادا نہ کر سکی۔ یہاں دوسری مرتبہ آپ میرے کام آئے۔ جب راہ روکنے والے جان سوزی اور کاری کی آخری ضرب کی طرح ہمارے سامنے آئے تو آپ نے کیا خوب خاموشی میں کروٹیں بدلتے طوفان کی طرح انہیں روکا اور میری حفاظت کی۔ آپ نے بجلیوں کے گھواروں سے اٹھتے طوفانوں، بیابانوں کے وحشیوں اور زہریلے جنگجوؤں کی طرح میرے دشمنوں کا خاتمہ کیا۔ آپ کے حملوں میں لہروں کی تڑپ جیسی ہمارا خاتمہ کر دیں گے لیکن آپ نے بھی زائرِ اجل کی طرح زندگی کے کاروائی والے ان درندوں کا سامنا کیا اور ان کا خاتمہ کر دیا۔ آپ جیسے جوان ہی رہا مسافروں کے لیے آنکھ کا تارا منزل سے بھٹکنے متلاشیوں کے لیے نور کا روشن اور امید کی نئی روشنی کی تلاش میں آگ سے کھیلنے لہو میں نہا جانے والے ثابت ہوتے ہیں۔ میں آپ کی بلند و بالا حیات کی شکلیں درست کرتی جرات

حبیب بن عثمان کے اس استفسار پر وہ سارے سوار رک گئے، پھر ایک جوان کا سردار لگتا تھا، حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن عثمان یہ کبھی جاننے کی کوشش مت کرنا کہ ہم کون ہیں اور کیوں تمہارے کام آئے ہیں۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ ہم نے تمہاری مدد کی ہے۔ ایک اس وقت ہم نے تیر برسائے جس وقت لگڑ بھگے تم پر حملہ آور ہوئے تھے اور ایک اس وقت جب ان سواروں نے تمہاری راہ روکی۔ ہم اس وقت بھی قریب تھے، جب پچھلی منزل پر پانچ سواروں نے تمہاری راہ روکنے کی کوشش کی۔ اگر وہ تم پر غالب آنے کی کوشش کرتے تو ہم اچانک اپنی گھات سے نکل کر ان کا بھی خاتمہ کر دیتے۔ پر مجھے امید تھی کہ تم اکیلے ان سے نمٹ سکتے ہو، اس لیے کہ تمہارے ساتھ جو تمہارا کتا ہے، وہ بھی بڑے کام کی چیز ہے۔“

اپنے ذہن میں یہ بات لکھ رکھو کہ ہم تمہارے دشمن نہیں، دوست ہیں۔ پر کسی بھی موقع پر اگر تم نے ہمارے احوال جاننے کی کوشش کی تو تمہیں نہ صرف ناکامی ہوگی بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے لہذا چپ رہو، خاموش رہو۔ اس راز کو راز ہی رہنے دو۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا، پھر وہ سب مڑے اور جدھر سے آئے تھے، ادھر ہی اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔

حبیب بن عثمان عجیب سے جذبے میں انہیں ٹانگی باندھے دیکھتا رہا۔ جب وہ صحرا کی پہاڑیوں میں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، تب وہ اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار اوزال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ کیسے لوگ تھے جو آں کی آن، ساعت کی ساعت میں آندھی جھپٹ کر کے بے باک شعلوں اور زندگی کے افق پر داستانوں کے بکھرے اوراق اکٹھے کرنے والے اتفاق گیدوں کی طرح نمودار ہوئے۔ لہجوں کے اندر وہ بے چین شراروں کے خروش اور فحاشی تحریروں کی طرح ہماری راہ روکنے والوں کے سروں پر موت بن کر کھیل گئے۔“

دیکھو، یہی اوزال ہے جسے پکڑنے کا حکم ہمیں دیا گیا تھا۔ اگر ہم ان دونوں کو پکڑ لیں تو وہ ہمیں اس قدر نوازے گا کہ ساری زندگی ہمیں تلاش معاش کی کشمکش سے نجات مل جائے گی۔“

بولنے والا یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہو گیا، پھر اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”اجنبی ہم نہیں جانتے تو کون ہے، کن سرزمینوں سے تیرا تعلق ہے، پر جو لوگ تمہارے ساتھ ہے، اس کی تلاش میں ہمارے بادشاہ ہیرودیس نے چاروں طرف ہاتھ دسے پھیلا رکھے ہیں۔ اگر تو زندگی چاہتا ہے تو اوزال کے ساتھ پلٹ اور ہمارے ساؤ چل۔ اگر تو بغاوت پر آمادہ ہوا تو یاد رکھنا، ان ویرانوں کے اندر ہم تیرے جسم کے مختلف حصوں میں کانٹے کے بعد اوزال کو لے کر واپس چلے جائیں گے۔“

حبیب بن عثمان راہ روکنے والے کی اس گفتگو کا جواب دیتا ہی چاہتا تھا کہ جب ہو گیا۔ عین اسی موقع پر بائیں جانب سے کچھ گھوڑ سوار نمودار ہوئے۔ وہ سارے سارے سیاہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ انہوں نے سفید رنگ کے نقاب ڈال رکھے تھے۔ قریب آکر انہوں نے مختلف آوازیں نکالنی شروع کیں۔ شاید وہ ایک دوسرے کو پہچان سنبھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر وہ ایک دم طوفانی انداز میں حبیب بن عثمان اور اوزال کی راہ روکنے والوں پر ٹوٹ پڑے اور آنا، فنا، ان سب کا صفایا کر کے دیا۔

راہ روکنے والوں کا صفایا کرنے کے بعد وہ حملہ آور مڑنا ہی چاہتے تھے کہ بن عثمان نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کیا۔

”مہربان اجنبیو! میں نہیں جانتا تم لوگ کون ہو۔ لیکن جاننے سے قبل تم یہ تو تم کون ہو۔ کن سرزمینوں سے تمہارا تعلق ہے اور اس برے وقت میں کس کس نے تمہارے کام آئے۔ میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ بحر ظلمات کے کنارے کے وقت بھوکے درندے ہم پر حملہ آور ہوئے تو تم لوگوں نے ہی ان پر تیر اندازی کی۔“

منزل ہے۔ رقیم بعد میں پہلے میرا نخلستان آتا ہے۔“

اس موقع پر اوزال نے بھی ایک عجیب سے جذبے میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔ ”اگر میں رقیم شہر سے پہلے آپ کے نخلستان میں آپ کے گھر جانا چاہوں تو آپ کو کوئی اعتراض ہوگا؟ دراصل میں آپ کی ماں، آپ کے دوسرے عزیز و اقارب سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے آپ کے حالات سن کر بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے۔ میں آپ کی ماں اور دیگر رشتہ داروں سے ایک طرح کی نوبت اور ہمدردی بھی کرنا چاہتی ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔ ”میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گا خانم۔ رقیم شہر سے پہلے میں تمہیں اپنے نخلستان ضرور لے کر جاؤں گا۔“ اس کے ساتھ ہی گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے اس نے اس کی رفتار تیز کر دی تھی۔ اوزال نے بھی ایسا کر لیا تھا۔ پھر دونوں اپنے گھوڑوں کو منہ دوڑاتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔



یہ عجیب سے قافلہ آدم سے نکھڑے اور منزل خون بار کے متلاشی لوگ تھے۔ ہماری مدد کرتے ہوئے وہ راہ روکنے والوں پر کچھ اس طرح حملہ آور ہوئے، جیسے نر و خون کے ہیجان میں شور آہ و بقاء اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر جب وہ ہمارے دشمنوں پر حملہ آور ہو رہے تھے تو وہ ایسے لگتے تھے جیسے ان سب نے موت و حیات کا راز پالیا ہو۔ وہ خود تو چلے گئے ہیں، ہم پر ایک احسان بھی کر گئے ہیں۔ پر جاتے ہوئے ان محسوس نے اپنا کوئی اتہ پتا نہیں دیا۔ ان کا یہی کردار میرے حاشیہ خیال میں ایک تجسس بن گونج گیا ہے۔ خدا کرے یہ محسن جہاں بھی رہیں، زندہ اور خوش رہیں۔“

جب تک حبیب بن عثمان بولتا رہا، اوزال عجیب سے جذبے میں اس کی طرز دیکھتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوا، تب اوزال بول پڑی۔

”میرے محسن، میرے محافظ، میرے رہنما جانے والے تو چلے گئے، کیا اب ہم دوبارہ اپنے سفر کا آغاز نہیں کرنا چاہیے؟“ جواب میں منہ سے کچھ کلمے بغیر حبیب بن عثمان نے اثبات میں سر ہلایا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی۔ اوزال نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اپنے گھوڑے کو حبیب بن عثمان کے قریب لے جاتے ہوئے دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

”اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک بات پوچھوں؟“

”پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو۔“ حبیب بن عثمان نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا تھا۔

کچھ دیر تک اوزال سوچتی رہی۔ اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔ ”میں جانتی ہوں کہ میری منزل ابھی تک کتنی دور ہے۔ میں صرف آپ سے یہ جانا چاہتی ہوں جس منزل کی طرف ہم جا رہے ہیں، اس منزل کے سامنے پہلے رقیم شہر آتا ہے یا کا نخلستان؟“

اس سوال پر لمحہ بھر کے لیے چونکنے کے انداز میں حبیب بن عثمان نے اوزال کی طرف دیکھا، کچھ سوچا۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”خانم ہم دونوں رقیم شہر ہی کا رخ کیے ہوئے ہیں۔ رقیم شہر ہی ہم دونوں

اور میری عجیب و غریب کیفیت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ سنو صحراؤں کے اندر بسنے والے لوگو! جب میرا فولادی دل رکھنے والا لعل بدخشاں جیسا بھائی آئے گا تو ہماری شانہراہ جات کے ہر چوراہے پر گمشدہ خوشیاں آپ سے آپ ناچ اٹھیں گی۔

جب تک اس لڑکی کے گانے کی آواز سنائی دیتی رہی، حبیب بن عثمان مسکراتا رہا، خوشی کا اظہار کرتا رہا جبکہ اوزال بڑی توجہ، بڑے انہماک سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ گانے کی آواز آنا بند ہو گئی، تب اوزال نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”میرے رہبر جو کچھ میں نے آپ کے چہرے سے اندازہ لگایا ہے، اگر وہ غلط نہیں تو میرا دل کہتا ہے جو آواز کھجوروں بھرے ان نخلستانوں میں بلند ہوئی ہے، وہ آواز آپ کی شناسا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کے چہرے پر جو مسکراہٹ پھیلی ہے، یہ اس آواز کی وجہ سے ہے یا اس خوشی کے باعث ہے کہ آپ سلامتی کے ساتھ اپنے نخلستانوں میں پہنچ گئے ہیں؟“

حبیب بن عثمان نے ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں اوزال پر ڈالی۔ پھر چاروں طرف پھیلی کھجوروں کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”خانم میری خوشی کی دونوں ہی وجہیں۔ اپنے نخلستانوں میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جانا بھی میری خوشی کا باعث ہے لیکن جو آواز تو نے سنی ہے، یہ آواز اجنبی ہے نہ نا آشنا۔ یہ آواز میری خالہ زاد بہن کی ہے۔ میری بہن کا نام عبیدہ ہے اور اس کی منگنی میرے ماموں زاد بھائی علی سے ہو چکی ہے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور اس دقت وہ میری آمد کے انتظار ہی میں گیت گاتے رہی ہے۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو کے جواب میں اوزال تھوڑی دیر تک غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتی رہی۔ اس موقع پر وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خاموش ہو گئی، اس لیے کہ حبیب بن عثمان اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے زور زور سے اپنی بہن عبیدہ کو پکارنے لگا تھا۔

اس پکار کے جواب میں تھوڑی ہی دیر بعد نخلستانوں میں ایک آواز بلند ہوئی۔ کوئی لڑکی چیختے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ”میں آئی! افی میں آئی! افی میں آ رہی ہوں۔“

سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد حبیب بن عثمان اوزال کے ساتھ قبیلے کے نخلستانوں میں داخل ہو گیا تھا۔ آگے بڑھتے ہوئے اچانک حبیب بن چونک پڑا، اس لیے کہ نخلستانوں کی تھمی تھمی رک رکی فضاؤں کے حبیب بن محدود خاموشی میں ایک آواز سنائی دی تھی۔ مستانی ہواؤں کے دوش پر اڑتی تھی خود فراموشی کو چیرتی ہوئی دلکش آواز، کوئی لڑکی گیت گاتے رہی تھی۔ گیت ایسا تھا تازہ خوشبوؤں کے اندر روشنی کے زمزمے بھر دیئے گئے ہوں۔

گانے والی لڑکی گاتے رہی تھی، گانے کا مفہوم کچھ اس طرح تھا۔ ”میں ہر روز صدیوں کی گرد اڑاتے بگولوں، جنگلی پھولوں کی پرانی مکہ کی پرسکون ہلکی لہروں اور کھجوروں کے درختوں پر چیتے پرندوں سے پوچھتی ہوں بھائی کب آئے گا؟“

ہر روز شام کے اولین اندھیرے روشنی سے دست و گریباں ہوتے ہیں۔ روز سنان اور ویران ہوتا ہے۔ فطرت کے گیت گاتے بادلوں کے وزنی کلب روز صحرا کے اوپر سے گزر جاتے ہیں۔ طلوع آفتاب کی دلکش شفق ہر روز کوئی پیغام دیتی ہے۔ پر کوئی بھی میرے بھائی کی آمد کا سندیہ نہیں لاتا۔

”میرا وہ بھائی جس کی آمد کا مجھے انتظار ہے، وہ ہمارے لیے ارتقاء کی بلند دہلیز، ہماری عزت و عظمت کی پہچان اور وقت کے قصوں میں ہمارے لیے نئے نئے بشارت ہے۔ اس کی جدائی ہمارے اعصاب کا عذاب، اس کی دوری ہمارے ہجرت کدہ اور اس سے علیحدگی ہمارے لیے آفت جان ہے۔ میں ہر روز رات کی راہ دیکھتی ہوں اور آسمان پر چمکتے ستارے میری ذہنی مفلسی، میری بے کالی

سرتے ہوئے جب اثبات میں سر ہلا دیا، تب اوزال پھر بول پڑی۔  
 ”عبیدہ میری بہن ویسے تو مجھے آپ کے بھائی حبیب بن عثمان کے ساتھ سیدھا  
 رقیم کی طرف چلے جانا تھا لیکن جو قاصد ان کے ساتھ گیا تھا، اس نے ان کے گھر کے  
 سامنے حالات بتائے کہ کیسے ان کا باپ مارا گیا، ماں اندھی ہو گئی۔ اس لیے دشمن کی  
 مدد سے نکل کر میں نے ہی ان سے التماس کی کہ رقیم کے بجائے مجھے اپنے گھر لے

کر چلیں تاکہ میں آپ کے اہل خانہ اور آپ کی ماں سے مل سکوں۔“  
 عبیدہ نے اس پر اوزال کا شکریہ ادا کیا، پھر سب اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔  
 اس موقع پر عبیدہ نے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”اخی! آپ برا نہ مانیے گا، میں آپ کے آگے آگے جاتی ہوں۔ سب کو اطلاع  
 دلائی ہے کہ آپ کو مار دیا تھا، اس لیے کہ جس مہم پر تم گئے تھے، وہ کتنی بڑی  
 بڑی خطرناک تھی۔ ہم گھر کے سارے افراد ہر روز صبح و شام آپ کی سلامتی، آپ کے بغیر عبیدہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور جس طرف سے آئی تھی، اس سمت  
 عافیت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔“

عبیدہ اور علی جب علیحدہ ہوئے تو حبیب بن عثمان نے عبیدہ کو مخاطب کیا۔  
 ”عبیدہ میری بہن یہ جو لڑکی ہے، اس سے ملو۔ اس کا نام اوزال ہے اور اس نے  
 لینے میں یرودہ شلم گیا تھا۔ خداوند قدوس کا شکر ہے، میں اپنی مہم میں کامیاب  
 ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ کے جواب میں علی نے اوزال کو سلام کیا۔  
 اوزال نے بھی بڑی خوش طبعی سے سلام کا جواب دیا۔ اتنی دیر تک عبیدہ آگے  
 پھر بازو پھیلاتے ہوئے اس نے اوزال کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کے کان میں  
 گئی۔

”میں تمہیں اپنے نخلستانوں میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں اور علی اپنے  
 میں کام کر رہے تھے کہ بھائی کی پکار سن کر ادھر بھاگ آگئے۔“  
 جب دونوں علیحدہ ہوئیں تو اوزال نے اسے مخاطب کیا۔  
 ”اگر تم محسوس نہ کرو تو میں تمہیں بہن کہہ کر پکارنا چاہوں گا۔“

حبیب اور اوزال تھوڑا ہی آگے بڑھے تھے کہ سامنے کی طرف سے دو گھوڑے  
 اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک حبیب بن عثمان  
 خالد زاد بہن عبیدہ اور دوسرا اس کا سنگیتر اور حبیب کا ماموں زاد علی تھا۔ انیس  
 طرف آتا دیکھتے ہوئے حبیب نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور نیچے اتر گیا۔ اس  
 طرف دیکھتے ہوئے اوزال بھی گھوڑے کو روک کر اتر گئی تھی۔

عبیدہ اور علی قریب آکر اپنے گھوڑوں سے اترے، پھر ایک ساتھ بھاگتے ہوئے  
 وہ اکٹھے ہی حبیب سے لپٹ گئے تھے۔ پھر بڑے پیار، بڑی محبت، بڑی چاہت  
 عبیدہ نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”اخی! میرے پیارے بھائی، تم کیسے ہو؟ تمہاری نخلستان میں غیر حاضری تھا،  
 جدائی نے تو ہم سب لوگوں کو مار ہی دیا تھا، اس لیے کہ جس مہم پر تم گئے تھے، وہ کتنی بڑی  
 بڑی خطرناک تھی۔ ہم گھر کے سارے افراد ہر روز صبح و شام آپ کی سلامتی، آپ کے بغیر عبیدہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور جس طرف سے آئی تھی، اس سمت  
 عافیت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔“

عبیدہ اور علی جب علیحدہ ہوئے تو حبیب بن عثمان نے عبیدہ کو مخاطب کیا۔  
 ”عبیدہ میری بہن یہ جو لڑکی ہے، اس سے ملو۔ اس کا نام اوزال ہے اور اس نے  
 لینے میں یرودہ شلم گیا تھا۔ خداوند قدوس کا شکر ہے، میں اپنی مہم میں کامیاب  
 ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ کے جواب میں علی نے اوزال کو سلام کیا۔  
 اوزال نے بھی بڑی خوش طبعی سے سلام کا جواب دیا۔ اتنی دیر تک عبیدہ آگے  
 پھر بازو پھیلاتے ہوئے اس نے اوزال کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کے کان میں  
 گئی۔

”میں تمہیں اپنے نخلستانوں میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں اور علی اپنے  
 میں کام کر رہے تھے کہ بھائی کی پکار سن کر ادھر بھاگ آگئے۔“  
 جب دونوں علیحدہ ہوئیں تو اوزال نے اسے مخاطب کیا۔  
 ”اگر تم محسوس نہ کرو تو میں تمہیں بہن کہہ کر پکارنا چاہوں گا۔“



حبیب بن عثمان اور اوزال کی آمد پر سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس دن صبح علی تینوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا جہاں پہلے سے کچھ گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ تینوں گھوڑوں کو اس نے وہاں باندھا، چارہ ڈالا، پانی دکھایا۔ پھر حبیب بن عثمان اور اوزال کے گھوڑے کی زینیں اس نے اتاریں، دہانے علیحدہ کیے۔ زینوں کے ساتھ جو بستر بندھے ہوئے تھے، وہ اس نے کھول کر ایک طرف رکھ دیئے اور خرچینیں تھیں، وہ اس نے کندھے پر ڈالیں۔ پھر پیچھے ہٹا، بستر جو ایک طرف رکھا تھا، وہ بھی اس نے اٹھا لیے اور سکونتی حصے کی طرف آیا۔

حبیب بن عثمان کی ماں یوباب جس نے ابھی تک بڑے پیار، بڑی شفقت اور اوزال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا، اوزال کو مخاطب کیا۔ ”بیٹی تیری بڑی مہربانی کہ تو میرے بیٹے کے ساتھ یہاں آئی۔ کیا تو چند ہمارے ہاں قیام کرے گی؟“

اوزال نے یوباب کا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑی چاہت اور محبت سے اس کے بعد رقیم کو حارث بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور بڑے پر جوش انداز میں اس نے حبیب بن عثمان کو روک لیا۔ اس لیے کہ رقیم میں بڑی بے چینی سے میرا انتظار ہو رہا ہوگا۔“ اور کوئٹے لگا لیا تھا۔ جب دونوں علیحدہ ہوئے تب حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔ اس کے جواب پر سب نے خوشی کا اظہار کیا، پھر سب حویلی کے اندر داخل ہوئے۔ ”اے ابن حارث! یہ جو لڑکی میرے ساتھ ہے، یہ اوزال ہے۔ میں نے خود دن تک اوزال نے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد اسے جہو ڈھانپنے کا مشورہ دیا تھا۔ جس وقت ہم شہر میں داخل ہوئے، اس وقت اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا تاکہ ہیرو دیس کا کوئی مخبر اس شہر میں اسے پہچان نہ سکے۔“

حبیب بن عثمان کے ساتھ وہاں سے رقیم کی طرف کوچ کر گئی تھی۔

اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے حبیب بن عثمان اور اوزال جب رقیم شہر کی طرف آئے، تب حبیب بن عثمان نے اوزال کو مخاطب کیا۔ ”خاتم اپنے چہرے پر نقاب ڈالتے ہوئے چہرے کو ڈھانپ لو، ابھی مجھے میں کچھ زیادہ لوگ نہیں جانتے۔ اگر تم چہرے کو ڈھانپ کر رکھتی ہو تو لوگ بھی گے کہ دو اجنبی رقیم شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہاری تلاش ہیرو دیس نے جگہ جگہ اپنے مخبر پھیلا رکھے ہوں۔ ان میں سے کوئی تمہارے

اوزال بھی اس کے پیچھے پیچھے گئی اور اس کے ساتھ والی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس کمرے میں حارث کی آواز گونجی تھی۔

”حبیب بن عثمان میں تمہیں تمہ دل سے اوزال کو بحفاظت یروشلم سے رقیم شہر لانے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں تیری جوانمردی، تیری شجاعت، تیری وفاداری، تیرے خلوص کو صد بار سلام پیش کرتا ہوں۔ میں نے تیرے متعلق جو فیصلے کئے ہیں، ان سے بھی تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔ آج سے تم میرے لشکریوں کے سالار ہو۔ میرے اور میرے ولی عہد بیٹے مالک کے بعد پوری سلطنت اور لشکر میں تمہاری حیثیت سب سے اعلیٰ اور ارفع ہوگی۔ میں تمہیں اپنی سلطنت کا محتسب اعلیٰ بھی مقرر کرتا ہوں۔ تم جرائم کے خاتمے کے لیے مجرموں کو سزا دینے کے بھی مجاز ہو گے۔ سلطنت کے مختلف شہروں میں جو ناظم اور کوتوال ہیں، ان پر بھی تم گرفت کر سکتے ہو اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ براہ جوان علاقوں کا مانا ہوا ڈاکو، رہزن اور بٹ مار ہے۔ اس نے اپنے لشکر تیار کر رکھے ہیں اور دمشق کے بادشاہ حداد بن حدار کی بھی اسے پشت پناہی حاصل ہے۔ میں براہ سے نمٹنے کی ذمہ داری بھی تمہیں سونپتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ براہ اور اس کے لشکریوں سے تم خوب نمٹو گے۔“

جب تک حارث بولتا رہا، حبیب بن عثمان دھیرے دھیرے مسکراتا رہا جبکہ اوزال ہر لگا ہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوش ہوتی رہی۔ جب حارث خاموش ہوا، تب حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”اے عظیم اور محترم فرماں روا! جو اہم ذمہ داریاں آپ مجھے سونپ رہے ہیں، میرے خداوند قدوس نے چاہا تو میں انہیں احسن طریقے سے پورا کروں گا۔ اگر کوئی ایسا موقع آیا کہ میں ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکا تو میں خود ہی اس عہدہ سے سبکدوش ہو جاؤں گا جس پر میرا تقرر کر رہے ہیں۔“

حبیب بن عثمان کے اس جواب پر حارث بے حد خوش ہوا، کچھ دیر تک وہ سوچتا رہا۔ اس کے بعد دوبارہ قصر کے اس کمرے میں اس کی آواز گونج گئی تھی۔

”اب مسئلہ تمہاری اور اوزال کی رہائش کا ہے۔ تم جانتے ہو، تمہارے ماموں

کے ساتھ جو خرچین تھی، اس میں اوزال کا سامان تھا، وہ بھی حبیب بن عثمان نے لے لی۔ اتنی دیر تک محافظ آگے بڑھے اور دونوں گھوڑوں کو قصر کے اصطبل کی طرف لے گئے تھے۔ مالک بن حارث دونوں کو لے کر قصر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھا تھا۔

آن کی آن قصر کے اندرونی حصے میں حبیب بن عثمان اور اوزال کے آنے کی پہچان گئی۔ مالک بن حارث جب ان دونوں کو لے کر قصر کے ایک کمرے میں داخل ہوا تو وہاں پہلے سے نبطیوں کا بادشاہ حارث، اس کی دونوں بیویاں خلدو اور شقیہ، زیبال بن حارث اور بیٹی حویلہ بیٹھے ہوئے تھے۔

حبیب بن عثمان اور اوزال کو دیکھتے ہی سب اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے حارث نے آگے بڑھ کر حبیب بن عثمان کو گلے لگایا اور اسے کامیابی کے ساتھ واپس آجانے پر مبارکباد دی۔ حارث کے بعد اس کا بیٹا زیبال آگے بڑھا۔ پرجوش انداز میں حبیب بن عثمان سے ملا۔ اس موقع پر سرگوشی کے انداز میں حبیب بن عثمان نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”خانم اب تم محفوظ جگہ پر ہو، اپنے چہرے سے نقاب ہٹا سکتی ہو۔“ جونہی اوزال نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا، اس کی خوبصورتی، اس کے حسن اور اس کی کشش سے ایسے لگا جیسے قصر کے اس کمرے میں چکاچوند ہو گیا ہو۔ عین اس موقع پر حبیب بن عثمان نے حارث کو مخاطب کیا۔

”اے نبطیوں کے عظیم تاج ور! یہی وہ اوزال ہے جسے آپ نے اپنی بیٹی آپ کی بیٹی عریب نے اپنی بہن بنا رکھا تھا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میں اسے خفا کے ساتھ آپ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو کے بعد حارث اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ باقی بھی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے۔ تاہم حبیب بن عثمان اور اوزال دونوں کمرے رہے۔ پھر حبیب بن عثمان کو حارث نے مخاطب کیا۔ ”تم دونوں پہلے بیٹھو، پھر میں گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔“

دائیں جانب جو خالی نشستیں تھیں، ان میں سے ایک پر حبیب بن عثمان بیٹھا

مطلب کر کے کہنا شروع کیا۔

”مالک میرے بچے! قصر کے اندر جو سب سے مخفی اور پر خلوص اور ادھیڑ عمر کی خادمہ ہے، اسے اوزال کی خدمت پر مامور کرو اور ایک انتہائی مخفی، مخلص اور ایماندار خادم حبیب بن عثمان کی خدمت میں مامور کرو۔“

حادث کی اس گفتگو پر اس کا بیٹا مالک کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”مجھے کسی خادم یا خدمت گار کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس لحاظ سے بھی آپ کا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ قصر کے اندر مجھے ایک کمرہ میا کیا جا رہا ہے۔ میرے لیے بس وہ کمرہ ہی کافی ہے۔ میں اس بات پر بھی آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ اوزال کے لیے ایک خدمت کرنے والی عورت کا تقرر کر رہے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں کہ میں اپنے کام خود کرنے کا عادی ہوں، لہذا مجھے کسی خادم کی ضرورت نہیں۔“

حادث تھوڑی دیر تک بڑے تو صیغی انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے بعد قصر میں پھر اس کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنے بیٹے مالک کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا۔

”مالک میرے بچے جو عورت اوزال کی خدمت پر مامور کی جائے گی۔ وہی اوزال کے لیے کھانے کا اہتمام کیا کرے گی۔ کھانا اس کے شاہی مطبخ سے جایا کرے گا، وہی عورت حبیب بن عثمان کے لیے بھی شاہی مطبخ سے کھانا لے کر جایا کرے گی۔ مجھے امید ہے کہ تم اور تمہارا چھوٹا بھائی زیبال، اوزال کی عزت اس کا احترام ایک بہن کی حیثیت سے کرو گے اور حبیب بن عثمان کی عزت اور اس کی عظمت کو ایک بھائی کی حیثیت سے قبول کرو گے۔ ان دونوں کی طرف سے مجھے تم دونوں سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔“

جواب میں مالک اور زیبال دونوں نے اپنے سر تسلیم کے طور پر خم کر دیئے تھے۔ اس کے بعد حادث نے ایک بار پھر اپنے بیٹے اور ولی عہد مالک کو مخاطب کیا۔

زاد سعید کو میں پہلے ہی لشکر میں شامل کر چکا ہوں اور اس نے مستقر میں رہائش اختیار کر لی ہے۔ ہمارے قصر میں تم نے دیکھا، دائیں حصے میں کچھ انتہا درجہ خوبصورت دوہری منزل کے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ ان کمروں میں سے ایک اوزال کی رہائش ہوگی۔“ یہاں تک کہنے کے بعد حادث رکا، کچھ سوچا، پھر اس نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”اوزال میری بیٹی! اگر تمہارے قریب ہی ان کمروں میں سے ایک کمرہ حبیب بن عثمان کو دے دیا جائے تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟“

اوزال نے منہ سے کچھ نہ کہا، تاہم اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن دی تھی۔ اس پر حادث پھر بول پڑا۔

”اوزال میری بیٹی! اگر یہاں رقیم شہر میں بھی حبیب بن عثمان کو تمہارا محافظ رکروں تو تمہیں کوئی اعتراض ہے؟“ اس بار اوزال حادث کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”نہیں، عظیم فرمانروا! یہ میری خوش قسمتی ہوگی اگر حبیب بن عثمان ہے۔“

یہاں بھی میرا محافظ مقرر کریں۔“ اس کے بعد مزے لے لے کر اوزال نے راقیہ میں پیش آنے والے سارے واقعات حادث سے کہہ دیئے تھے۔

قصر میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد حادث نے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”من میرے فرزند! قصر کے احاطے میں جو کمرہ اوزال کو دیا جا رہا ہے، اس کے آگے ایک کمرہ چھوڑ کر دوسرے کمرے میں تمہاری رہائش ہوگی۔ ابن عثمان، اوزال، تلاش میں ہیرو دیس رقیم شہر میں بھی اپنے آدمی بھیج سکتا ہے۔ وہ ایسے آدمی ہیں جن کا شکل سے اوزال کو جانتے اور پہچانتے ہوں۔ اگر کسی نے اوزال کو یہاں دیکھ لیا، رکھنا، وہ اسے اٹھا لے جانے کی کوشش کرے گا، لہذا رقیم شہر کے اندر بھی اوزال کی حفاظت میں تمہارے ذمہ لگاتا ہوں اور پھر تمہاری حفاظت کو اوزال بخوشی قبول چکی ہے۔“

حادث ایک لمحہ پھر رکا، کچھ سوچا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے مالک

”اے پدر محترم! ہمارے قصر میں اس وقت ڈھلتی ہوئی عمر کی عورتوں میں زوفہ ایک ایسی عورت ہے جو انتہائی مخلص، محنتی اور خدمت گزار ہے۔ میں چاہتا ہوں اسے ہی اوزال کی خدمت پر مامور کروں اور وہی حبیب بن عثمان کے لیے اس کی ذراک کا اہتمام کیا کرے۔“ اپنے بیٹے مالک کے اس مشورے کو حارث نے سراہا تھا۔ اس لیے کہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تھوڑی دیر تک وہ گردن ہلاتا رہا، پھر بول اٹھا، کسی کو بھیجو کہ وہ زوفہ کو میرے پاس بلا کر لائے۔ اس سے میں گفتگو کرنا پسند کروں گا۔“ مالک اپنی جگہ سے ہٹنے ہی لگا تھا کہ حبیب بن عثمان، حارث کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

”اس موقع پر جبکہ آپ ہمیں عنایات سے نواز رہے ہیں، میری آپ سے ایک گزارش ہے۔ میری، میرے بھائیوں کی وجہ سے آپ نے رقیہ شہر کے کوتوال زوجدان کو زندان میں ڈالا تھا.....“

یہاں تک کہتے ہوئے حبیب بن عثمان کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ حارث بول پڑا۔ ”زوجدان ابھی تک زندان ہی میں ہے، اس کی سزا پوری نہیں ہوئی؟“ جواب میں حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک خاموش رہا، پھر حارث کو مخاطب کیا۔ ”دراصل میں چاہتا ہوں زوجدان کو معاف کر دیا جائے۔ وہ جو سزا بھگت چکا ہے، میرے خیال میں اس کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ یہ میری خواہش ہے۔“

حارث کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اپنے بیٹے مالک سے کہنے لگا۔ ”جس کسی کو زوفہ کو بلانے کے لیے کہو، اسے یہ بھی حکم دو کہ بھاتا ہوا زندان کی طرف جائے اور داروغہ کو حکم دے کہ زوجدان کو رہا کرے اور زوجدان سیدھا یہاں قصر میں میرے پاس آئے۔“

اس پر مالک بن حارث کمرے سے باہر نکلا اور باہر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد لوٹا اور جس نشست سے اٹھ کر گیا تھا، اس پر آکر بیٹھ گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ڈھلی ہوئی عمر کی ایک عورت قصر میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ حارث کا نچوہدار تھا۔ عورت نے کمرے کے وسط میں آکر حارث کو

”میرے بیٹے تم ابھی حبیب بن عثمان اور اوزال کو لے کر جاؤ اور انہیں ان کے کمرے دکھاؤ۔ جس خاتون کو اوزال کی خدمت پر مامور کرو، اسے آگاہ کرنا کہ اوزال کی طرف سے ہمیں کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے۔ اگر اس کی خدمت میں کوئی کر رہی تو پھر اس عورت کے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔“ مالک اپنے باپ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی حبیب بن عثمان بول پڑا۔ ”کیا ایسا ممکن نہیں کہ قصر کے اس کمرے کے بجائے میں مستقر میں اپنے بھائی سعید کے پاس قیام کروں۔ آپ مجھے اپنے لشکر میں سالار کی حیثیت سے مقرر کر چکے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں لشکر کے اندر ہی ہوں، اسی میں میری بہتری اور بھلائی ہے۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ کو اوزال نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، تاہم حارث تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا۔ اس کے بعد قصر میں اس کی آواز گونج گئی۔

”ابن عثمان میرے پاس الفاظ نہیں، جنہیں استعمال کرتے ہوئے میں تمہیں سکوں کہ میری نگاہوں میں تمہاری کیا عزت، تمہارا کیا وقار ہے۔ یہ میری خواہش ہے کہ تم قصر کے اندر قیام کرو۔ اس طرح میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ تم میری نگاہوں میں رہو گے۔ تاہم تمہاری خواہش کا احترام کرتے ہوئے مستقر میں بھی تمہارے لیے کمرہ مختص کر دیا جائے گا جہاں تم ضرورت کے وقت قیام کر سکو گے۔ میرے خیال میں اب تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن یہ میری خواہش ہوگی کہ تم اکثر و بیشتر قصر کے اندر ہی قیام کرو، تاہم جب تم چاہو، مستقر میں بھی قیام کر سکتے ہو۔“ پھر حارث کے مالک کی طرف دیکھا۔

”مالک میرے بیٹے قصر میں حبیب بن عثمان اور اوزال کو ان کے کمرے دکھانے کے بعد حبیب بن عثمان کو مستقر کی طرف لے جانا، جہاں اس کے بھائی سعید کی قیام ہے۔ اس کے قریب ہی ایک کمرہ اس کے لیے مختص کر دینا۔ اس کمرے میں جو اور جس وقت چاہے، یہ قیام کر سکتا ہے۔“

حارث جب خاموش ہوا تو اس کے بیٹے مالک نے اسے مخاطب کیا۔

ہی شرمندگی کے آثار تھے۔ پھر حارث نے اسے مخاطب کیا۔

”زوجدان تمہاری سزا میں ابھی کچھ دن باقی تھے لیکن تمہیں جو پہلے رہا کیا گیا ہے، یہ حبیب بن عثمان کی گزارش پر کیا گیا ہے۔ اس نے میرے قصر میں آکر کہا کہ زوجدان کو رہا کر دیا جائے، لہذا تمہیں رہا کیا جاتا ہے۔ آئندہ اگر کسی شخص کے خلاف بھی مجھے ایسی شکایت ملی جو حبیب بن عثمان کے خلاف ملی ہے تو یاد رکھنا تم اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔“

زوجدان یہ بھی سن لو۔ حبیب بن عثمان کو نہ صرف یہ کہ میں نے اپنے لشکریوں میں سالار مقرر کیا ہے بلکہ اب یہ میری سلطنت کا محتسب اعلیٰ بھی ہے۔ تمام شہروں کے کوٹوال اور ناظم اس کے ماتحت ہوں گے۔ جہاں کسی کے خلاف بھی نالش ہوگی، کس بھی ظلم ہوگا، حبیب بن عثمان وہاں جا کر موقع پر انصاف کیا کرے گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔“

زوجدان باہر نکل گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مالک بن حارث، حبیب بن عثمان، اوزال اور زوفہ کو لے کر اس کمرے سے نکلا۔ محل کی اس سمت گیا جہاں رہائش کے لیے اوزال اور حبیب بن عثمان کو کمرے مہیا کیے جانے تھے۔ ان کمروں کے پاس جا کر مالک رک گیا۔ پھر دائیں جانب جو ایک کافی بڑا اور خوبصورت کمرہ تھا، اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

”اوزال میری بہن! یہ کمرہ تمہارے تصرف میں ہوگا۔ اندر جا کر کمرہ دیکھو لو۔“ اوزال اپنی جگہ پر کھڑی رہی، تھوڑی دیر تک گھورنے کے انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کیا۔

”ابن عثمان آپ بھی میرے ساتھ آئیں۔“ حبیب جواب میں کچھ نہ بولا۔ چپ چاپ آگے بڑھا، اس کے ساتھ اوزال اس کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے کا اس نے جائزہ لیا۔ کمرہ انتہائی خوبصورت، صاف ستھرا تھا۔ ایسے ہی جیسے محل کے دوسرے کمرے تھے۔ پھر دونوں باہر نکل آئے۔ اس کے بعد درمیانی کمرہ دیکھا گیا جو زوفہ کے تصرف میں رہتا تھا۔ مالک اور زوفہ دونوں بھی ان کے ساتھ تھے۔ آخر میں حبیب بن

تعظیم دی۔ حارث نے بڑی نرمی سے ایک خالی نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔ اور عورت چپ چاپ بیٹھ گئی، پھر حارث نے اسے مخاطب کیا۔

”زوفہ اس وقت میرے اہل خانہ کے علاوہ تم دو نئے مہمان اس کمرے میں دیکھ رہی ہو۔ لڑکی کا نام اوزال ہے، اس کی حیثیت قصر میں میری بیٹی عریب اور حویلہ جیسی ہوگی۔ جو نوجوان ہے، اس کا نام حبیب بن عثمان ہے۔ یہ میرے بیٹے جیسا ہے اور لشکر میں اسے سالار منتخب کر چکا ہوں۔ اپنے بیٹے مالک کے کہنے پر میں تمہیں اپنی بیٹی اوزال کی خدمت پر مامور کرتا ہوں۔ اوزال اور حبیب بن عثمان کیلئے قصر کے اندر دو کمرے مختص کیے جائیں گے، ان دونوں کے کمروں کے درمیان جو خالی کمرہ ہوگا، اس میں تمہاری رہائش ہوگی۔ اوزال کی تم خدمت کیا کرو گی، حبیب بن عثمان کے کھانے کا بھی تم ہی اہتمام کیا کرو گی۔“

اپنی جگہ پر بیٹھے ہی بیٹھے زوفہ نے جب سر کو خم کر دیا تب حبیب بن عثمان نے حارث سے مخاطب کیا۔

”حبیب بن عثمان تمہاری کارگزاری کو دیکھتے ہوئے میں نہ صرف یہ کہ تمہیں اپنے لشکر میں سالار مقرر کرتا ہوں بلکہ تم میری سلطنت کے محتسب اعلیٰ بھی ہو گے۔ جہاں بھی کسی سے زیادتی ہوگی، جب کبھی بھی کوئی فریادی کسی کے خلاف نالش لے کر آئے گا، تم ظلم کرنے والوں کے خلاف لوگوں کے لیے انصاف مہیا کرو گے۔ اب مالک کے ساتھ جاؤ اور اپنی رہائش گاہ دیکھو۔“

اس کے ساتھ ہی مالک اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ سب کمرے سے نکلنا ہی چاہتے تھے کہ عین اسی لمحہ قصر کے اس کمرے میں رقیہ شہر کا کوٹوال زوجدان داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے حارث نے اپنے بیٹے مالک بن حارث، حبیب بن عثمان، اوزال اور زوفہ کو رک جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سب اپنی نشستوں پر سے اٹھ چکے تھے، اشارہ پاتے ہی دوبارہ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اتنی دیر تک زوجدان بڑھ کر حارث کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ حارث تھوڑی دیر تک دھیمی دھیمی مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ زوجدان کی گردن جھکی ہوئی تھی، چہرے پر دور

انکار کر دیا تو وہ مجھے موت کے گھاٹ بھی اتار کر سکتے ہیں۔“  
اوزال کی اس گفتگو سے حبیب بن عثمان گہری سوچوں میں گم ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس کی گردن جھکی رہی، کچھ سوچتا رہا۔ اس کے بعد اوزال کو اس نے مخاطب کیا۔

”اوزال میں تمہاری دل شکنی نہیں کروں گا۔ میں تمہاری خواہش کے مطابق زیادہ وقت قصر کے اسی کمرے میں گزاروں گا۔ پر میری تم سے ایک گزارش بھی ہے۔ جب بھی تم قصر سے باہر نکلو، اپنا چہرہ ڈھانپ کر رکھنا تاکہ کوئی تمہیں پہچان ہی نہ سکے۔ اگر تم ایسا کرتی ہو تو یاد رکھنا نہ تمہیں کوئی پہچانے گا، نہ تمہیں کوئی نقصان پہنچائے گا۔“ جواب میں اوزال نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ اس کے بعد مالک، حبیب بن عثمان کو لے کر قصر سے نکلا۔ جب وہ لشکرگاہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے جو شخص بھاگ کے حبیب بن عثمان کو ملا، وہ اس کا ماموں زاد بھائی سعید تھا۔ دونوں تھوڑی دیر تک بفلگیر ہوتے رہے، پھر سعید نے اپنا منہ حبیب بن عثمان کے کان کے قریب کیا اور کہنے لگا۔ ”میرے عزیز و محترم بھائی! جس مہم پر تم گئے تھے اس کا کیا ہوا؟“

”وہ مہم کامیاب رہی۔ جس لڑکی کو میں نے لانا تھا، اسے لا کر میں نے قصر میں بٹھایا ہے۔“ حبیب بن عثمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”آتی دفعہ میں گھر سے بھی ہو کر آیا ہوں۔ میری ماں، خالہ، ممانی، ماموں، علی بھائی اور عبیدہ ٹھیک اور خیریت سے ہیں۔ دراصل مجھے اس لڑکی کا پاسبان اور محافظ بھی مقرر کیا گیا ہے جس میں یرد خلم سے لے کر آیا ہوں۔ اس کی حفاظت کے لیے مجھے قصر میں ایک کمرہ مہیا کیا گیا ہے۔ ایک کمرہ یہاں لشکرگاہ میں بھی دیا جائے گا۔ اس لیے کہ میں لشکر میں سالار مقرر کیا گیا ہوں۔ میں اپنا زیادہ وقت قصر کے کمرے میں گزاروں گا لیکن یہاں بھی کبھی کبھی تمہارے پاس آیا کروں گا۔“

اس پر سعید خوش ہو گیا تھا۔ پھر مالک، سعید اور حبیب کو لے کر ایک طرف چل دیا تاکہ جب کو لشکرگاہ میں اس کا کمرہ دکھائے۔

عثمان نے اپنا کمرہ دیکھا۔ اوزال بھی اس کے ساتھ تھی، پھر جب باہر آئے تو مالک نے زوف کو مخاطب کیا۔

”زوف حبیب بن عثمان کو لشکرگاہ میں بھی ایک کمرہ مہیا کیا گیا ہے۔ یہ کبھی یہاں کبھی وہاں رہا کرے گا۔ تم مستقل طور پر اوزال کے ساتھ رہو گی۔ اوزال کے لیے میں ہمیں کسی قسم کی شکایت نہیں ملنی چاہیے۔ میں اس وقت حبیب بن عثمان کو لے کر لشکرگاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ تم چند اور خادموں اور لونڈیوں کو اپنے ساتھ لگاؤ۔ تینوں کمروں کی خوب صفائی کرواؤ اور انہیں ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ کر دو۔ میرے حبیب بن عثمان کو وہاں کا کمرہ دکھا کر واپس آتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان اور مالک وہاں سے ہٹنا ہی چاہتے تھے کہ اوزال بڑی بے تکلفی، اظہار کرتے ہوئے حبیب بن عثمان کے قریب گئی، پھر اسے دھیسے سے لہجے میں مخاطب کیا۔

”ابن عثمان! میں تمہاری انتہا درجہ کی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یرد خلم سے نکالا اور یہاں ایک محفوظ جگہ لانے میں کامیاب ہوئے۔ میرے عزیز و محترم اور نبطیوں کے معزز تاج ور اور مالک کے باپ حارث نے سب کی موجودگی میں واضح طور پر یہ حکم دیا ہے کہ آپ قصر کے اس کمرے میں قیام کریں گے اور آپ میرے محافظ اور پاسبان بھی بن کر رہیں گے۔ اس موقع پر میری آپ سے التماس ہے کہ آپ اپنا زیادہ وقت قصر کے اس کمرے میں گزاریں گے، اس لیے اگر آپ گاہ میں رہتے ہیں تو پھر حفاظت اور پاسبانی کے فرائض تو انجام نہیں دے سکیں گے۔ آپ جانتے ہیں یرد خلم کے بادشاہ ہیرو دیس کو میری ضرورت ہے۔ وہ ہر حال میں حاصل کر کے دمشق کے بادشاہ حداد بن حدار کی طرف بھیجنا چاہتا ہے تاکہ اس خوشنودی حاصل کرے۔ اگر ہیرو دیس نے اپنے آدمی یہاں رقیم میں بھیجے، ضرور مجھ پر نگاہ رکھیں گے۔ مجھے ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو میں کبھی اسے نہ دیکھ سکوں گا۔ وہ نہ صرف مجھے یہاں سے اٹھا کر لے جائے گا بلکہ مجھے نقصان بھی پہنچائیں گے اور اگر میں نے کسی موقع پر ان کے ساتھ

سے ساتھ وہ ہیروڈیس کے قریب گئی، اسے سلام کیا۔ ہیروڈیس اس کی جج دھج، اس کی خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوا۔

جب مدعو کیے گئے سب لوگ جمع ہو گئے، تب ہیروڈیس کے کہنے پر ہیروڈیہ نے رقص شروع کیا۔ اس کے ہاتھ میں لمبے ڈنسل والے پیپے پھول تھے۔ اس نے جب رقص شروع کیا تو ایسے لگا جیسے قوس و قزح کی رنگین لہر روشنیوں کے سیلاب میں اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ ناچ اٹھی ہو۔ لمبے ڈنسل والے پھول جو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے، انہیں بھی وہ رقص ہی کے انداز میں گھماتی چلی جا رہی تھی شرق اردن کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس کی بھتیجی ہیروڈیہ جسے وہ دل اور اس کے کانوں میں جو نیلے گنگینے تھے، وہ بھی اس کے ساتھ محو رقص تھے۔ رقص گھرائیوں سے پسند کرتا تھا اور جس سے وہ شادی کرنے کا خواہشمند تھا، اس نے کے دوران حسین اور خوبصورت ہیروڈیہ کے لباس کی سرسراہٹ ایسا سا پیش کر رہی کوشش کی کہ ہیروڈیس کو چند یوم مزید یروشلیم میں روکوں تاکہ اوزال مل جائے۔ تھی جیسے تاروں بھری نیلی رات میں رقص کے اتار چڑھاؤ آپ سے آپ پر اسرار اس کا خاتمہ ہونے یا اسے دمشق کی طرف بھیجنے کے بعد ہی شرق اردن کا رخ کیا۔ اشارت کرنے لگے ہوں۔ کافی دیر تک ہیروڈیہ کا رقص جاری رہا۔ ہیروڈیہ کے رقص، لیکن عرب بھی برابر ہیروڈیس کو اگیت کر رہی تھی، لہذا عرب کے کہنے پر ہیروڈیہ اس کی خوبصورتی اور اس کی جج دھج نے ہیروڈیس کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ وہ پہلے ہی یروشلیم سے شرق اردن کی طرف چلا گیا تھا۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد ہیروڈیہ اور اس کی محبت کی آگ میں جل رہا تھا، ہیروڈیہ کے رقص نے اس کی چاہت کو اور زخم ماں کو مجبوراً شرق اردن کا رخ کرنا پڑا۔

وقت کی ستم ظریفی کہ شرق اردن پہنچ کر ہیروڈیس کی سالگرہ کا جشن قریب جس روز ہیروڈیس کی پیدائش کا جشن منایا جاتا تھا، اس روز ہیروڈیہ نے اپنے آپ کو خوب بنایا سنوارا اور قصر کا رخ کیا۔ قصر میں اس وقت خوب رونق ہو رہی تھی ہیروڈیس کی پیدائش کا دن منانے کے لیے ہیروڈیہ کا رقص بھی رکھا گیا تھا۔ جس کمرے میں سارے لوگ جمع تھے، وہاں پہلے ہی ہیروڈیس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے طرف اس کی بیوی عرب تھی۔ دوسری جانب اس کا بیٹا اگرپا تھا جو اس کی پہلی اور جانے والی بیوی میں سے تھا جو جوان ہو چکا تھا اور ہیروڈیس کا ولی عہد بھی تھا۔

ہیروڈیہ اپنی ماں کے ساتھ اس کمرے میں آبشاروں کے ترنم اور پھولوں کی طرح داخل ہوئی۔ اس موقع پر خوشی میں اس کے آلوچہ ہونٹوں پر ایک عجیب جھلماہٹ تھی۔ اس کی دراز پٹکوں والی گہری آنکھوں میں ان کے پیغام تھے۔ اپنی ہیروڈیس کے ان الفاظ پر ہیروڈیہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ کچھ دیر اس نے سوچا، پھر ہیروڈیس کو اس نے مخاطب کیا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سلسلے میں اپنی ماں سے مشورہ کر لوں۔“

جواب میں ہیروڈیس نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں گردن ہلا دی، تب ہیروڈیہ وہاں سے ہٹی۔ قریب ہی بیٹھی اپنی ماں کے پاس گئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔  
 ”اے میری ماں، میری اور ہیروڈیس کی شادی تو اب طے ہے۔ اس جشنِ بعد شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ پھر ہیروڈیس نے کہا ہے کہ میں آج جو بھی اسے مانگوں، وہ اسے پورا کرے گا۔ بتا میری ماں، اس موقع پر کیا مانگوں؟“

ہیروڈیہ کی ماں کچھ دیر تک سوچتی رہی، پھر اس کے پہلو میں جو نشست خالی ہوئی تھی، اس پر ہاتھ مارتے ہوئے اس نے اپنی بیٹی ہیروڈیہ کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ ہیروڈیہ اپنا ریشمی لباس سمیٹتی ہوئی وہاں بیٹھ گئی۔ پھر ہیروڈیہ کی ماں نے اسے مخاطب کیا۔

”سن بچی! میں بے حد خوش ہوں۔ اس جشن کے بعد تیری اور ہیروڈیس کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ یہ تیری بھی خواہش تھی، میری بھی یہی آرزو تھی۔ پر سن جب تک یحییٰ علیہ السلام زندان میں یا زندان سے باہر زندہ ہیں، اس وقت تک یہ شادی پروان چڑھ سکتی ہے، نہ کامیاب ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ یحییٰ علیہ السلام نے اس شادی کے خلاف فتویٰ دے رکھا ہے۔ ان کی آواز، ان کی پکار کو لوگ سنتے بھی ہیں تمہاری شادی کے بعد اگر انہوں نے پھر اس شادی کے خلاف آواز اٹھائی تو یاد رکھو بے شمار لوگ اس شادی کے خلاف واویلا کریں گے۔ اس طرح ہیروڈیس کے دشمنوں میں اضافہ ہوگا۔“

”اگر تو اپنی شادی کو کامیاب بنانا چاہتی ہے اور اپنے مستقبل کو روشن رکھنا چاہتی ہے تو اس موقع پر ہیروڈیس سے کہہ، میں تم سے کچھ نہیں مانگتی، مجھے یحییٰ علیہ السلام کا سر دے دیا جائے۔“

اپنی ماں کے ان الفاظ پر ہیروڈیہ چونک سی پڑی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔  
 ”میری ماں کیا میری اس خواہش، میری اس مانگ پر ہیروڈیس عمل کر گزرے اور یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر مجھے پیش کر دے گا؟“  
 ہیروڈیہ کی ماں کچھ دیر گردن جھکا کر سوچتی رہی۔ مسکراتی ہوئی ایک نگاہ اس

اپنی بیٹی پر ڈالی، پھر اسے مخاطب کیا۔ ”میرا جی کہتا ہے کہ آج تم جو کچھ ہیروڈیس سے مانگوں، وہ اسے پورا کر کے رہے گا۔ آج تمہاری جج دھج، تمہاری خوبصورتی اپنے عروج پر ہے۔ ہیروڈیس پہلے ہی تمہیں چاہتا ہے، تم سے محبت کرتا ہے۔ یاد رکھنا آج کا موقع تم نے ضائع کر دیا تو یوں جانو تمہارا مستقبل اندھیرے کی طرح تاریک ہو جائے گا۔ اگر اپنی زندگی سنوارنا چاہتی ہو تو اپنی جگہ سے اٹھو۔ ہیروڈیس سے جا کر کہو، میں تم سے کچھ نہیں مانگتی، بس مجھے یحییٰ علیہ السلام کا سر چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ تمہاری اس مانگ کو پورا کرتے ہوئے وہ یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر تمہارے سامنے پیش کر دے گا۔“

ہیروڈیہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کچھ ہچکچا رہی تھی۔ اس موقع پر اس کی ماں نے اسے پھر مخاطب کیا۔

”شرماؤ گی، ہچکچاؤ گی تو یاد رکھنا اپنا آپ تباہ کر لو گی۔ میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں کہ ابھی اسی وقت اٹھو۔ ہیروڈیس کے پاس جاؤ اور جو کچھ میں نے کہا ہے، اس سے کہہ کر دو۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ تمہاری ہر خواہش کو پورا کرے گا۔“

ہیروڈیہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ بچے تلے قدموں سے وہ آگے بڑھی۔ ہیروڈیس کے پاس آئی، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ہیروڈیس نے اسے پہلے ہی مخاطب کیا۔

”اگر تم نے اپنی ماں سے مشورہ کر لیا ہے تو مانگو، کیا مانگتی ہو؟“ ایک گہری مسکراتی ہوئی نگاہ ہیروڈیہ نے ہیروڈیس پر ڈالی۔ پھر اپنا منہ ہیروڈیس کے قریب لے جاتے ہوئے کہہ اٹھی۔ ”میں آپ سے کچھ نہیں مانگتی، بس مجھے یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کے پیش کر دیا جائے۔“

ان الفاظ پر ہیروڈیس چونک سا پڑا تھا۔ کچھ دیر تک وہ گہری سوچوں میں ڈوبا رہا لیکن یہ خواہش چونکہ اس کی محبوبہ کی تھی، لہذا تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اپنے کچھ آدمیوں کی طرف بھجوائے اور انہیں حکم دیا کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر اس کے پاس لایا جائے۔ پس وہ لوگ گئے، زندان میں اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹا، اسے ایک طشت میں رکھا اور اس جگہ لائے جس جگہ جشن ہو رہا تھا۔ سر ہیروڈیس کو



ہے کہ میں نے آپ سے شادی کر لی ہے تو عریب کو طلاق دے کر فارغ کر دیجئے۔ وہ اپنے باپ کے پاس چلی جائے، اس طرح جھگڑے اپنے آپ ختم ہو جائیں گے۔“

ہیروڈیس مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بیچ میں ہیروڈیس نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا۔ ”طلاق دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اگر میں عریب کو طلاق دے کر فارغ کر دیتا ہوں اور وہ اپنے باپ کے پاس چلی جاتی ہے تو یاد رکھنا، اس کا باپ غضبناک ہوگا اور اس غضبناکی میں وہ مجھ پر حملہ آور بھی ہو سکتا ہے اور اس نے اگر ہم پر حملہ کر دیا تو یاد رکھنا ہمیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔“

”حملہ کرتا ہے تو کرتا پھرے۔“ ہیروڈیس نے چھاتی تانتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ”اس کے حملہ آور ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ واحد اور اکیلی قوت ہے، ہمارے ساتھ رومنوں کی قوت ہے۔ شام کا بادشاہ حداد بن حدار آپ کے ساتھ ہے۔ اگر بنطی ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو وہ ہماری مدد کو پہنچے گا۔ مصر کا رومن حکمران گالس اور اس کا سپہ سالار امشراؤ، دونوں آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ کے ساتھ ان کے بہترین تعلقات ہیں اور سب سے بڑھ کر بیت المقدس میں پیلاطس نام کا رومنوں کا جو گورنر ہے، اس کے پاس بھی رومنوں کا ایک خاصا بڑا لشکر ہے۔ وہ بھی اس سلسلے میں آپ کی مدد کرے گا۔ اس کے علاوہ بھی شرق اردن کے اوپر اور انطاکیہ کے آس پاس رومن قوتیں ہیں۔ یہ ساری آپ کی مدد پر آمادہ ہو جائیں گی۔ ساری قوتوں کے مقابلے میں بنطیوں کے بادشاہ حارث کی کیا حیثیت رہ جائے گی۔ میرے خیال میں اگر آپ عریب کو طلاق دے کر فارغ کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ کے پاس چلی جاتی ہے تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ بنطی ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں کریں گے۔“ ہیروڈیس جب خاموش ہوئی تو ہیروڈیس نے کہنا شروع کیا۔

”ہیروڈیس تمہیں زندگی کا تجربہ نہیں۔ بنطیوں کو میں تم سے بہتر جانتا ہوں۔ یاد رکھنا عریب جو نئی طلاق لے کر اپنے مرکزی شہر رقیم پہنچی، اس کا باپ بھڑک اٹھے گا اور اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔“

یہاں تک کہتے ہوئے ہیروڈیس کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ ہیروڈیس کی ماں اسے

پیش کیا گیا۔ ہیروڈیس نے وہ سر ہیروڈیس کو پیش کر دیا۔ اس طرح ہیروڈیس نے ہیروڈیس کی خواہش پر اللہ کے نبی کا سر کاٹ دیا۔ پھر جشن کے بعد ہیروڈیس نے ہیروڈیس کو اپنے حرم میں داخل کر لیا تھا۔



اس شادی کے صرف ایک ہفتہ بعد جبکہ ہیروڈیس اور اس کی ماں ایک کمرے میں اکیلی بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں کہ اس کمرے میں ہیروڈیس داخل ہوا۔ ہیروڈیس اور اس کی ماں ہیروڈیس کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ہیروڈیس کی گردن جھکی ہوئی تھی، پریشان تھا۔ ایسا لگتا تھا، انجانے تفکرات نے اسے گھیر لیا ہو۔ آگے بڑھتے ہوئے وہ ہیروڈیس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ دونوں ماں بیٹی کچھ دیر تک اسے فکر مند انداز میں دیکھتی رہیں۔ پھر ہیروڈیس نے پوچھا لیا۔

”کیا بات ہے۔ آپ سوچوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، کیا کوئی پریشانی لاحق ہو گئی ہے؟“

اس پر ہیروڈیس نے ایک منموم سی نگاہ باری باری ہیروڈیس اور اس کی ماں پر ڈالی۔ پھر وہ ہیروڈیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”لگتا ہے میرے خلاف ایک طوفان اٹھنے والا ہے۔ عریب تم سے شادی کے بعد مسلسل مجھ سے جھگڑ رہی ہے۔ جھگڑے کی دو جہات ہیں۔ ایک یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹنے کی اور دوسری تم سے شادی کرنے کی۔ دونوں باتوں پر اسے سخت اختلافات ہیں۔ پورا ہفتہ اس کا میرا لڑائی جھگڑے میں گزرا ہے۔ لگتا ہے وہ کسی بھی صورت تمہیں میری بیوی کی حیثیت سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے اور پھر یحییٰ علیہ السلام کے سر کاٹنے کو اس نے بڑی اہمیت دی ہے۔ اس پر مسلسل میرے ساتھ جھگڑے کیے جا رہی ہے۔ اب تم دونوں بتاؤ، اس مسئلے کو میں کیسے حل کروں؟“

دونوں ماں بیٹی کچھ سوچتی رہیں، پھر ہیروڈیس نے ہیروڈیس کو مخاطب کیا۔

”عریب کے ساتھ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اسے اس بات کی تکلیف ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹا گیا ہے۔ اگر اسے اس بات سے اذیت ہے

”محترم خاتون تو نے میری ساری مشکلات حل کر دیں۔ تمہاری تجویز بہترین ہے۔

اس پر ایک ہفتے تک عمل کیا جائے گا۔ میں فی الفور عمل نہیں کرنا چاہتا۔ اس طرح عرب کو مجھ پر شک ہو جائے گا۔ بس میں اسے یہ مشورہ دیتا رہوں گا کہ یہاں وہ حالات کی تلخی کی وجہ سے پریشانی کا سامنا کر رہی ہے، لہذا کچھ دن اپنے باپ کے پاس مزار آئے۔ جب وہ جانے کے لیے تیار ہوگی تو میں اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان کر دوں گا۔ اس کو طلاق دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ مسلح جوان اسے دشت سینا میں ختم کر دیں گے اور اس کے مرنے کی اطلاع حارث کے پاس لے جائیں گے۔“ اس پر ہیروڈیس فوراً بول پڑی۔ ”نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر حالات اور واقعات ایسا رخ اختیار کر لیں کہ عرب کسی نہ کسی طرح بچ جائے تو پھر وہ جا کر اپنے باپ سے شکایت کرے گی تو یاد رکھئے گا، حالات اس سے بھی بدتر ہوں گے، لہذا میرا ارادہ ہے، اسے طلاق دے کر فارغ کرنا چاہیے۔“ ہیروڈیس نے ہیروڈیہ کی اس بات کو بھی تسلیم کر لیا اور وعدہ کیا کہ وہ عرب کو طلاق دے کر رقم شرکی طرف بھجوا دے گا اور راستے میں اپنے مسلح جوانوں کے ذریعے اس کا خاتمہ کروا دے گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ مطمئن ہو کر ہیروڈیہ اور اس کی ماں کے کمرے سے نکل گیا تھا۔



حارث کی بیٹی اور ہیروڈیس کی بیوی عرب قصر کے اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک خادمہ جو قصر کے اندر فراشی کا کام کرتی تھی، آگے پیچھے دیکھتی ہوئے رازدارانہ انداز میں عرب کے کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا۔ عرب اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی ان حرکات سے کسی قدر پریشان ہو رہی تھی۔ اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ خادمہ قریب آئی اور بڑے رازدارانہ سے انداز میں عرب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”ماکن میں آپ کے لیے ایک انتہائی بری خبر لے کر آئی ہوں۔ یہ تو سب جان چکے ہیں کہ ہیروڈیس نے اپنی بھتیجی ہیروڈیہ کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ اب وہ سب مل کر آپ کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اس سازش میں ہیروڈیہ، اس کی ماں اور آپ کا

مخاطب کرتے ہوئے بول پڑی تھی۔

”ہیروڈیس میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے، عرب سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ بنفیوں کا بادشاہ حارث بھی ہم پر حملہ نہیں ہوگا۔“

ہیروڈیس نے چونکنے کے انداز میں ہیروڈیہ کی ماں کی طرف دیکھا۔ ”محترم خاتون، کہو تمہارے ذہن میں کیا ترکیب آئی ہے؟“ اس پر ہیروڈیہ کی ماں بول پڑی۔

”ہیروڈیس ایسا کہ عرب کو طلاق دے دو اور اسے مسلح دستوں کے ساتھ اپنے باپ حارث کی طرف روانہ کر دو۔ جو مسلح جوان اس کے ساتھ کرو، انہیں حکم ہے کہ جنوب کی طرف سے سفر کریں اور دشت سینا میں ہو کر گزریں۔ جب وہ دشت میں سفر کر رہے ہوں تو اچانک وہ مسلح جوان عرب کو موت کے گھاٹ اتار دیں اور مشہور کر دیں کہ دشت سینا میں کچھ مسلح لوگ ان پر حملہ آور ہوئے اور ان کے ہاتھوں میں ساتھیوں اور عرب کو انہوں نے قتل کر دیا۔ ان کے کچھ ساتھی اپنے آقا کو زخمی کر کے اپنے کپڑے پھاڑ کر سیدھے بنفیوں کے شہر رقیم کی طرف جائیں، وہاں حارث کی خدمت میں حاضر ہوں اور اس سے کہیں کہ عرب نے آپ سے ملنے خواہش کا اظہار کیا تھا۔ بس ہیروڈیس نے اپنے مسلح دستوں کے ساتھ وہاں سے راقم کی طرف روانہ کیا لیکن بد قسمتی کہ راستے میں کچھ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے ہمارے کئی ساتھیوں اور عرب کو انہوں نے قتل کر دیا۔ ہم بڑی مشکل سے جائیں گے کر آپ کو اطلاع کرنے آئے ہیں۔“

میرا دل کتنا ہے اگر ہم ایسا کر گزریں تو حارث اور اس کے لواحقین انہوں کر کے خاموش ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ کوئی انہیں خبر دینے والا نہ ہوگا کہ عرب طلاق ہوئی ہے اور آپ نے ہی اس کے قتل کا اہتمام کیا ہے۔ اس طرح میرا بے ہے معاملہ دب کر رہ جائے گا۔“

ہیروڈیہ نے اپنی ماں کو اس موقع پر تو صیغی انداز میں دیکھا۔ ہیروڈیس کی آنکھ میں بھی چمک پیدا ہوئی، پھر ہیروڈیہ کی ماں کو اس نے مخاطب کیا۔

ہے؟“ باہر سے حصرون نے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ عرب نے فوراً اسے اندر آنے کو کہا۔ حصرون کمرے میں داخل ہوا، ہاتھ کے اشارے سے عرب نے اسے دروازہ بند کرنے کے لیے کہا۔ حصرون نے دروازہ بند کر دیا اور آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا۔

عرب نے جلدی جلدی جو واقعات پیش آرہے تھے، ان سے حصرون کو آگاہ کر دیا۔ ساری تفصیل سن کر حصرون بھی کسی قدر پریشان ہو گیا۔ پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور عرب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک آپ مطمئن رہیں، میں جا رہا ہوں۔ میں کیا کرنے والا ہوں، اس کا غریب آپ کو پتہ چل جائے گا۔ جس وقت ہیروڈیس آپ کو طلاق دے کر آپ کو رقیم کی طرف روانہ کرنا چاہے تو آپ کسی رد عمل کا اظہار کیے بغیر روانہ ہو جانا۔ راستے میں آپ کی حفاظت کرنا ہمارا کام ہے۔“ اس کے ساتھ ہی حصرون اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ عرب نے اسے فوراً مخاطب کیا۔

”پہلے یہ بتاؤ، تم کرو گے کیا؟“

حصرون نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔ ”میں آج ہی رقیم کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ یہاں ہمارے جو مختص لوگ ہیں، وہ حالات پر نگاہ رکھیں گے اور مجھے پورے حالات سے مطلع رکھیں گے۔ میں دیر نہیں کروں گا، بہت جلد لوٹوں گا اور آپ کی حفاظت کا انتظام کروں گا۔ میں شاید شرق اردن واپس نہ آؤں۔ راستے ہی میں آپ کی حفاظت کا انتظام کر لوں گا۔ آپ مجھ سے کوئی اور سوال نہ کیجئے گا۔ مجھے جانے دینا، وقت ضائع نہیں ہونا چاہئے۔“ عرب نے حصرون کی ہاں میں ہاں ملائی اور حصرون وہاں سے نکل گیا تھا۔



شوہر ہیروڈیس شامل ہیں۔ ایک ہفتے تک وہ آپ کے خلاف حرکت میں آئیں۔ پہلے آپ کو طلاق دیں گے، پھر یہاں سے آپ کو آپ کے شہر رقیم کی طرف بھجوا دیں گے۔ کچھ مسلح جوان آپ کے ساتھ ہوں گے۔ وہ مسلح جوان راستے ہی میں آپ کا خاتمہ کر دیں گے تاکہ آپ کے باپ کو یہ خبر نہ ہو کہ آپ کو طلاق دے کر فارغ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح انہیں خدشہ ہے کہ آپ کا باپ حملہ آور ہوگا اور ہیروڈیس کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ ہیروڈیہ، اس کی ماں اور ہیروڈیس آپ کے باپ سے بہانہ کریں گے کہ آپ اپنے باپ سے ملنے کے لیے رقیم کی طرف روانہ ہوئیں، راستے میں کچھ بٹ ماروں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کا خاتمہ کر دیا۔ اب آپ اپنے بچاؤ کی جو تدبیر کرنا چاہتی ہیں، کر لیں۔“

اس فراشہ کی گفتگو سے عرب کسی قدر پریشان ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ سوچ رہی، پھر اس نے اس خادمہ کو مخاطب کیا۔

”تمہیں ان سب باتوں کا کیسے علم ہوا۔“ وہ خادمہ پھر اپنا منہ عرب کے قریب لے گئی اور رازدارانہ سے انداز میں کہنے لگی۔ ”ماکن جس رقت قصر کے اس کمرے میں گفتگو ہو رہی تھی، جس میں ہیروڈیہ کی ماں رہتی ہے تو میں اس وقت اس کمرے کے بیرونی حصے کی صفائی کر رہی تھی۔ ہیروڈیس میرے دیکھتے دیکھتے کمرے میں داخل ہوا۔ جب انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا تو ان کی گفتگو کے کچھ الفاظ میرے کان میں پڑے۔ میں چونکی ہو گئی۔ میں نے کام چھوڑ دیا اور دروازے کے قریب ہی کھڑی ہو کر ساری گفتگو سنتی رہی۔ جب میں نے اندازہ لگایا کہ ہیروڈیس باہر نکلے گا، تو میں فوراً پیچھے ہٹ گئی اور اپنے کام میں لگ گئی۔ میں اب جانتی ہوں، میں نے آپ سے جو کچھ کہنا تھا، کہہ دیا۔ اب آپ اپنی جان بچانے کی فکر کریں۔“

عرب اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی اور خادمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”ہاں اب نہ جانے پر جانے کے بعد میرا ایک کام کرنا۔ حصرون کو فوراً ہمارے پاس بھیج دیجئے۔“ اس نے خادمہ کو مخاطب کیا۔ عرب بڑی بے چینی اور فکر مندی میں اس کمرے میں بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب دروازے پر ہلکا سا کھٹکا ہوا تو عرب نے پوچھا۔ ”کیا“

بڑے معبد کی طرف جائیں گے۔ معبد میں تمہیں گھمانے کے بعد شہر کے کچھ اور حصے دیکھیں گے، پھر واپس آجائیں گے۔“

اوزال نے کچھ سوچا، پھر مالک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”لیکن اس وقت حبیب بن عثمان تو یہاں نہیں ہے۔ آپ تو جانتے ہیں، وہ میرا

پاسان، میرا محافظ ہے۔ اس کا میرے ساتھ جانا ضروری ہے۔“

مالک نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ ”میں جانتا ہوں میری بہن۔ وہ

تمہارا محافظ ہے، وہی تمہارنی حفاظت کر سکتا ہے۔ اس لیے میں نے اسے اور اس کے

بھائی سعید دونوں کو بلایا ہے۔ ہمارا ایک آدمی لشکر گاہ کی طرف گیا ہے۔ تھوڑی دیر

تک دونوں بھائی آجائیں گے۔ پھر ہم یہاں سے نکل کر پہلے معبد کی طرف جائیں

گے۔ اس کے بعد شہر کا جو حصہ دیکھنا ہوگا، وہ حبیب بن عثمان سے مشورہ کرنے کے

بعد دیکھیں گے۔ اب تم تیار ہو جاؤ، پھر چلتے ہیں۔“ مالک کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس پر مالک اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اوزال کی طرف

دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”میرا دل کہتا ہے حبیب اور سعید دونوں بھائی آگئے ہیں۔“

حویلہ اور اوزال بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ مالک نے جب دروازہ کھولا تو

دروازے پر واقعی حبیب اور سعید کھڑے تھے۔ مالک کے کہنے پر دونوں اندر آئے۔

اندر آتے ہی حبیب نے مالک کو مخاطب کیا۔

”مالک میرے بھائی تم نے مجھے اور سعید کو طلب کیا ہے، کیا کوئی اہم بات ہے؟“

اس پر مالک نے اوزال کو مخاطب کیا۔ ”اوزال تم جلدی جلدی تیار ہو جاؤ، حیولہ یہیں

بٹھتی ہے۔ ہم تینوں باہر کھڑے ہوتے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی حبیب اور سعید کے

بازو پکڑ کر مالک باہر لے آیا۔ کمرے سے باہر آکر حبیب کی طرف دیکھتے ہوئے مالک

کہنے لگا۔ ”آج ہم نے اوزال کو باہر لے کر جانا ہے۔ میرا اور حیولہ کا یہ ارادہ تھا کہ

اوزال کو رقیم شہر دکھائیں۔ یہاں سے پہلے ہم معبد کی طرف جائیں گے، اس کے بعد

صلح مشورہ کرنے کے بعد شہر کا کوئی دوسرا حصہ دکھائیں گے۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر مالک کی طرف

حارث کا بڑا بیٹا اور سلطنت کا ولی عہد مالک اور اس کی چھوٹی بہن حیولہ قہر

بڑے حصے سے نکل کر اس حصے کی طرف گئے تھے جس حصے میں اوزال اور حبیب

عثمان کے کمرے تھے۔ جب وہ اس حصے کے قریب گئے تو اس وقت خادمہ زوفہ نے

اوزال کی خدمت پر مامور کیا گیا تھا، کمرے کے بیرونی حصے کی صفائی کر رہی تھی۔ مالک

اور حیولہ کو اپنی طرف آتے دیکھتے ہوئے اس نے صفائی کا کام ترک کر دیا اور اب

جگہ کھڑی ہو گئی۔ قریب آکر مالک نے اسے مخاطب کیا۔

”زوفہ! اوزال کہاں ہے؟“ اس پر زوفہ نے اوزال کے کمرے کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”اوزال اس وقت اپنے کمرے ہی میں ہے۔“ اس پر مالک اور حیولہ دونوں

بڑھے۔ مالک نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے اوزال کی آواز

”کون ہے؟“ مالک نے اسے مخاطب کیا۔ ”اوزال میری بہن! ذرا باہر آؤ۔“

اوزال نے مالک کی آواز پہچان لی تھی۔ جلدی سے وہ کمرے سے باہر آئی۔

مالک اور حیولہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”آپ اجنبیوں کی طرح باہر

کھڑے ہو گئے ہیں۔ اندر آئیں، پھر کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں۔“ مالک اور حیولہ

بہن بھائی اندر داخل ہوئے۔ سب نشستوں پر بیٹھ گئے، پھر مالک نے اوزال کو

کیا۔

”اوزال میری بہن ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔ کل ہم نے ایک لائحہ عمل

کہ تمہیں ہم شہر کا ایک حصہ دکھائیں گے۔ اس طرح ہم وقفے وقفے سے لکھا

گے اور پورے شہر کی تمہیں سیر کرائیں گے۔ آج سب سے پہلے ہم شہر کے

دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں بائیں دو جوان تھے۔ وہ بھی گھوڑوں پر سوار تھے۔ سیلاس نے جب اپنے سامنے مالک، حبیب بن عثمان، سعید، اوزال اور حویلہ کو آتے دیکھا تو اس نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ اس کے ساتھ جو دو جوان تھے، انہوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو روک لیا تھا۔ حبیب بن عثمان جب سیلاس کے قریب گیا تو سیلاس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”حبیب بن عثمان! میرے محترم فرزند! معاف کرنا میں تمہیں بیٹا کہہ کر پکار رہا ہوں۔ اس لیے کہ تمہاری عادات، تمہارے اطوار ایسے ہیں کہ تمہیں بیٹا کہنے کو دل آتا ہے اور ایسا کرنے پر دل خوش بھی ہوتا ہے۔ بیٹے میرے ساتھ جو دو جوان ہیں، ان کا میں پہلے تم سے تعارف نہیں کروایا، نہ تم سے ملاقات کا کوئی موقع آیا۔ میری کل متاع میرے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ میری بیوی مر چکی ہے۔ یہ جو دو بیٹے ہیں، دائیں طرف بڑا ہے۔ اس کا نام تھان ہے۔ بائیں طرف والا چھوٹا ہے، اس کا نام یوناہ ہے۔ پھر اس نے اپنے دونوں بیٹوں کا تعارف حبیب بن عثمان اور اوزال سے کروایا۔ اس پر تھان اور یوناہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے اور حبیب بن عثمان کی طرف بڑھے۔ ان کے ایسا کرنے پر حبیب بن عثمان بھی اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ حبیب بن عثمان نے ہاتھ آگے بڑھا کر دونوں سے مصافحہ کیا اور اوزال نے بڑا خوبصورت کرنا چاہا تو سب سے پہلے تھان آگے بڑھا۔ مصافحہ کرنے کے بجائے وہ حبیب بن عثمان سے بے نیکی سے بھائی کی سی ہے۔ پہلے بڑے معبد کی طرف گئے۔

”عزیز بھائی! ہمارے باپ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔ آپ سے صرف گھوڑے تو پہلے ہی تیار تھے۔ مالک، حویلہ اور اوزال کے گھوڑوں کو بھی اسطبل مصافحہ کرنے پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ہم دونوں بھائی بڑی عقیدت سے آپ سائیں تیار کر چکے تھے۔ جس وقت وہ اسطبل کی طرف گئے، سائیں گھوڑوں کو گھوڑوں کے محل کے صدر دروازے کی طرف لے گئے۔ وہاں پر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

”آج آپ لوگ کدھر جا رہے ہیں؟“ اس پر مالک بول پڑا۔

”آج ہم اوزال کو لے کر نکلے ہیں تاکہ اسے شہر کا کچھ حصہ دکھائیں۔ پہلے ہم

”مالک اگر یہ بات تھی تو تم دونوں بسن بھائی اسے ساتھ لے جاتے، اس مجھے یا سعید کو بلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی، نہ اس سلسلے میں ہمارا کوئی کام ہے۔ مالک نے زوردار قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ بس تم بھی بھولے کے بھولے ہو گے۔ تم جانتے ہو اوزال تمہیں اپنا محافظ، مہران، مربی اور محسن خیال کرتی ہے تمہارے بغیر تو وہ اس محل سے ہرگز نہیں نکلے گی۔ جب میں نے یہاں آکر اس سامنے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ ہم اپنا شہر دکھانا چاہتے ہیں تو اس نے جو سب سے بات کی، وہ یہی تھی کہ حبیب بن عثمان یہاں نہیں، میں اس کے بغیر کہاں جاؤں؟ تب میں نے اس کو تسلی دی کہ میں نے حبیب اور سعید دونوں کو بلایا ہے، لہذا بات یہ ہے کہ وہ تمہارے بغیر نہیں جائے گی۔ اس لیے تمہارا اس کے ساتھ نہایت ضروری ہے۔ سعید کو اس لیے بلایا گیا ہے تاکہ یہ خیال نہ کرے کہ ہم انہیں دیکھنے نہیں دیتے۔ جس طرح تمہاری حیثیت میری نگاہوں میں بھائی کی سی ہے، ابھی سعید بھی میرا بھائی ہے، لہذا سب یہاں سے نکلتے ہیں۔ پہلے بڑے معبد کی طرف جائیں گے، پھر کسی اور سمت کا رخ کریں گے۔“

حبیب بن عثمان کچھ کہنا چاہتا تھا، پھر خاموش رہا، اس لیے کہ عین اس وقت اوزال اور حویلہ دونوں تیار ہو کر کمرے سے نکل گئیں۔ اوزال نے بڑا خوبصورت کرنا چاہا تو سب سے پہلے تھان آگے بڑھا۔ مصافحہ کرنے کے بجائے وہ حبیب بن عثمان سے بے نیکی سے بھائی کی سی ہے۔ پہلے بڑے معبد کی طرف گئے۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے اوزال پر ڈالی۔ اس کے بعد وہ دوسری طرف گئے۔

تھا۔ دونوں جب باہر نکلتے تو سب اسطبل کی طرف چل دیے۔ حبیب اور سعید گھوڑے تو پہلے ہی تیار تھے۔ مالک، حویلہ اور اوزال کے گھوڑوں کو بھی اسطبل مصافحہ کرنے پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ہم دونوں بھائی بڑی عقیدت سے آپ سائیں تیار کر چکے تھے۔ جس وقت وہ اسطبل کی طرف گئے، سائیں گھوڑوں کو گھوڑوں کے محل کے صدر دروازے کی طرف لے گئے۔ وہاں پر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

اور بڑے معبد کی طرف چل دیے۔ ابھی وہ تھوڑا سا ہی آگے گئے تھے کہ ساتھ انہوں نے اسطبل کی طرف سے بڑا وزیر سیلاس آتا دکھائی دیا۔

تکوار کے دستے پر کچھ اس طرح چلا گیا تھا جیسے اس کے حاشیہ خالی تھا۔

ساتھ اس کے تعاقب میں لگ جائے۔  
وہ شخص اپنے سیاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اسے ایڑھ لگائی اور اسی سمت دوڑا۔  
تھا جس سمت مالک جا رہا تھا۔ حبیب بن عثمان بھی اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔  
جب وہ شخص مالک، اوزال، حویلہ اور سعید سے آگے نکل گیا، حبیب اس کے پیچھے تھا۔ تب مالک نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے گھوڑے کی رفتار بڑھادی۔ سعید، اوزال اور حویلہ بھی ایسا کر چکے تھے۔

مالک نے سعید کو مخاطب کیا۔  
 ”حیرت کی بات ہے جس شخص کا تعاقب حبیب بن عثمان کر رہا ہے، وہ اسی بن آیا تھا اور حبیب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”اس سے ملو، اسی سے میں شادی گیا ہے جس طرف ہمیں جانا ہے۔ ادھر ہی بڑا معبد ہے۔“ ساتھ ہی اس نے اشارہ کرنا چاہتی ہوں۔ اس کا نام یارم ہے۔“

تھا۔ حبیب بن عثمان ذرا رک گیا۔ جب مالک اور سعید اس کے قریب گئے تو چھ لگے۔

بن عثمان نے مالک سے سرگوشی کی۔ ”مالک! میرے بھائی جس شخص کا میں تعاقب کرتا ہوں، وہ معد ہی میں آگیا ہے۔ شاید یہ بڑے پجاری یا اس کے اہل خانہ کا“ ہے؟“ حبیب بن عثمان نے رعنا کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہنے لگا۔ ”رعنا!

تو معبد کے ایک طرف ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور دیکھتے جاؤ، میں کیا کرنا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان آگے بڑھ گیا۔ اس کا کہنا اس کے پیچھے

جس شخص کا وہ تعاقب کرتے ہوئے آیا تھا، وہ معبد کے سامنے جو بڑے پتھر

جس شخص کا وہ تعاقب کرتے ہوئے آیا تھا، وہ معبد کے سامنے جو بڑے چارے رہائش گاہ تھی، وہاں اس نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ حبیب بن عثمان نے بھی اسے پاس اپنے گھوڑے کو روکا۔ کتے کو اس نے مخصوص اشارہ کیا، کتا گھوڑے کے

تک اپنی جگہ پر کھڑے طنزیہ سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ایک طرف سہمی رہنی کی طرح السار اور اس کی چھوٹی بہن رعنا کھڑی تھیں۔ عین اس موقع پر گھر کے اندر سے ابرخ نکلا۔ وہ کچھ دخل اندازی کرتا ہی چاہتا تھا کہ حبیب بن عثمان آگے بڑھا اور یارم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یارم مجھے ایک مکا مار کر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے اپنے سامنے زیر کر لو گے۔ شیطان زادے بنو قیدار کے جس شخص عثمان بن عبادہ کو تم نے قتل کیا، وہ میرا باپ تھا اور جس عورت کی آنکھوں میں تم نے سلاخیں پھیر کر اندھا کیا، وہ میری ماں ہے جس کا نام یوباب ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ میرے باپ کو قتل کرنے اور میری ماں کو بینائی سے محروم کرنے کے بعد تم میرے ہاتھوں بچ جاؤ گے، ہرگز نہیں۔“

یارم نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور اس کے چہرے پر طنزیہ سے آثار نمودار ہوئے۔ پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔ ”گلتا ہے میرے اس کے نے تیری کبھی درست نہیں کی۔ مجھے کوئی عام انسان مت سمجھنا۔ میں تیرے سامنے تانے ساخت، طوفانوں کے سایوں سا ہولناک اور جوالا کھٹی کے دہانے سا جان لیوا ثابت ہوں گا۔ ابھی تو تمہیں صرف میرا ایک مکا ہی لگا ہے اور تم انتہائی بے بسی کے عالم میں زمین پر گر گئے ہو۔ جب میری خون آشام تلوار تیرے خلاف حرکت میں آئے گی تو یاد رکھنا تیرے اونگھتے ضمیر کے لیے وہ آخری جھٹکا ثابت ہوگی۔ کیوں میرے سامنے بے بسی کے اس ماحول میں اپنی فضا کی سانس کو بوجھل کرتے ہو۔ اگر میرے ساتھ زیادہ الجھو گے تو یہاں اس ماحول میں میری مار سے اپنے لیے بدترین نوشتہ پڑھو گے۔ یاد رکھو میں یارم طوفان سے لڑنے، بجلیوں سے کھیلنے، وحشت اور بربریت کی ستم آرائیاں مرتب کرنے اور فنا کی تحریر لکھنے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔ اگر تیری خشکی اور بیچارگی اور تیری جبلت کھینچ کر تجھے میرے ہاتھوں قتل کرنے کے لیے نہیں لے آئی تو جا ابھی دشت ہے، چلا جا۔ میرے اس معاف کرنے کو اپنے لیے حیات بخش سمجھ کر اپنی جان بچاؤ اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو جا ورنہ یاد رکھنا میری تلوار کی نوک تیری ساری سلامتی کو لہولہان کر دے گی۔“

جدھر سے آئے ہو، چلے جاؤ۔ میرے ساتھ اس موضوع پر گفتگو نہ کرنا۔“

یارم جب وہاں سے ہٹنے لگا تو حبیب بن عثمان آگے بڑھا اور اس کا بازو طرف کھینچتے ہوئے کہنے لگا۔ ”تمہیں میرے سوال کا جواب دینا ہوگا۔“

یارم غصے میں آگ بگولہ ہو گیا تھا۔ اپنے دائیں ہاتھ کا زور وار مکا اس نے بن عثمان کی گردن کے نچلے حصے پر مارا کہ حبیب بن عثمان انتہائی بے بسی میں لڑو ہوا زمین پر گر گیا تھا۔

اس موقع پر یارم نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”میرے خیال میں میرے کے نے تمہیں بتا دیا ہوگا کہ قاتل کون ہے۔ میں نے عثمان بن عبادہ کو قتل کیا بھی ہے تو تم کون ہوتے ہو مجھ سے پوچھنے والے جاؤ میں نے اسے قتل کیا ہے اور اس کی بیوی کی آنکھوں میں سلاخیاں پھیر کر اندھا ہے۔ تم جو کچھ میرا بگاڑنا چاہتے ہو، بگاڑ لو۔“

حبیب بن عثمان جب انتہائی بے بسی کے عالم میں زمین پر گرا تو کتا بری طرح غراتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔ وہ یارم پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا، مگر ہاتھ کھڑا کر ہوئے کتے کو حبیب بن عثمان نے روک دیا تھا۔ کتا بے چارہ دم ہلاتے ہوئے عجیب کیفیت کا اظہار کرنے لگا تھا۔ ذرا فاصلے پر معبد کی ایک اوٹ میں کھڑے مالک، اوزال اور حویلہ بھی پریشان ہو گئے تھے۔ اس موقع پر مالک نے سعید کو مخاطب کیا۔ ”اس شخص نے حبیب بن عثمان پر ہاتھ اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔ میرے خیال میں ہمیں آگے بڑھ کر اس سلسلے میں حبیب کی مدد کرنی چاہیے۔“ لیکن سعید نے مالک کے ہاتھ پکڑ لیا اور وہیں روکتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابھی تو معاملہ شروع ہوا ہے۔ اگر حبیب بن عثمان اس کے سامنے بے بس جاتا تو اپنے کتے کو مت روکتا۔ تم نے دیکھا نہیں، جب کتا غضبناک ہو کر آگے بڑھا تو ہاتھ کے اشارے سے اس نے کتے کو روک دیا تھا۔ اگر وہ بے بس ہوتا تو اس کو ہرگز نہ روکتا اور اب تک اس شخص کو چیر پھاڑ چکا ہوتا۔“

سعید کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ حبیب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یارم



یاد اور اسے اپنے سامنے لراتے ہوئے اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔  
 ”اب میری طرف بڑھ اور میرا مقابلہ کر۔ پھر دیکھ میں تیرے مکر کے جال، تیری ساری بریت کے فریب کو کس طرح کاٹتا ہوں۔ کیسے تیرے افکار اور حوادث کو شور انگیزی میں تبدیل کرتا ہوں۔ سن دشمن بد نما اپنے عمل کی پوری صلابت، اپنی شجاعت کی مکمل دلاویزی استعمال کرتے ہوئے اپنے کھولتے بھڑکتے جذبوں کے ساتھ اپنی دفاعی مصالحتوں کا مظاہرہ کرتا۔ اس کے باوجود یاد رکھنا، میں تیرے خیالوں کے ہیولوں، تیرے وہموں کے آسیب میں صحرا صحرا پھیلتی آگ، دریا دریا بکھرتی قربانیت بھر دوں گا۔ تو نے میرے ساتھ ٹکرا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ اگر گزشتہ مقابلے میں تو غالب رہا ہے تو تیغ زنی میں میں ہر صورت میں تجھے نیچا دکھا کر رہوں گا۔“

یارم کے ان الفاظ پر حبیب کا چہرہ شفق آلود شام آنکھیں لالی بکسیرتے سورج کی مانند ہو گئیں تھیں۔ پھر اس نے اسے مخاطب کیا۔

”سن بندہ بد بخت! سن ابلیس حرص و ہوس تو جو مجھے گھوڑوں کی ٹاپوں، شیر کی دھاڑ اور عقابوں کی پھڑپھڑاہٹ جیسی دھمکی سے ڈرانا چاہتا ہے، اس سے میں خوفزدہ ہونے والا نہیں ہوں۔ تیرے جیسے بد بخت باؤلے کتے اور بے ضرر بھیرے میں نے بت دیکھ رکھے ہیں۔ اپنی تلوار کو لراتا ہوا آگے بڑھ، میرے ساتھ مقابلہ کر۔ پھر دیکھ میں تیرے طائر فکر کو کیسے زنجیر کرتا ہوں۔ تیری جان کو، تیرے نطق، تیرے اظہار کو کیسے بندش کا اسیر کرتا ہوں۔ آگے بڑھ کر مجھ سے ٹکرا، مجھ پر اپنی تلوار برسا اور پھر دیکھ میں حبیب بن عثمان تیری ستاروں کے خوشوں جیسی جوانمردی بہاروں کے توشوں کی تیری شجاعت کو کیسے بگارتے بکھرتے تخریب کے عمل کا شکار کرتا ہوں۔“

یارم نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا، بھرتے ہوئے رپچھ کی طرح منہ سے جھاگ جھوٹا ہوا آگے بڑھا اور حبیب بن عثمان پر اس نے وار کر دیا تھا۔ حبیب بن عثمان نے بڑی آسانی کے ساتھ اس کی تلوار کے وار کو اپنی ڈھال پر لیا اور جوابی کارروائی نہ کی تھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے پر خوفناک وار کرتے ہوئے تلواریں برسانے لگے۔ ایک موقع پر اچانک حبیب بن عثمان نے یارم کے وار کو اپنی تلوار پر

یارم کے ان الفاظ پر حبیب بن عثمان کی حالت بے یقینی کے دھندلے کمر کرتے بحر بیت ناک، منزلوں کو مبہم کر دینے والے اندھے جھکڑوں جیسی ہو چکی تھی۔ ایک کھا جانے والی نگاہ اس نے یارم پر ڈالی، پھر اسے مخاطب کیا۔

”انسانیت کا منہ نوچنے والے پاگل کتے! میں تیرے سامنے کوئی بچہ نہیں، میں تیرے سامنے زندگی اور موت سے آشنا تقدیر کے ترکش کا زہریلا تیر ثابت ہوں۔ سن خود غرض حریص قسمت آزا او گھتے انسان! جب میں تیرے ہنگامہ موت کو تیرے ”موت“ تیری خود شناسی اور نگاہ حراری کی انوکھی کرب خیزی، تیری ساری عیاری، فنکاری و تیری جواں ہمتی تیرے سامان شوق تیری طفیانی اور ذوق کو خستہ اور مارا کروں گا، لگتا ہے تب ہی اپنی دل آشوبی میں ڈوب کر تو اپنی اوگھ سے نکلے گا۔ تجھے بیداری کا احساس ہوگا لیکن اس وقت تیرے دامن میں کچھ نہ رہے گا۔ اس لیے کہ میں تیری ساری گرم خیزی، تیری ہر آرائش اور تزئین کو تیرے ہی خون میں ڈوبا ہوں گا۔“

حبیب بن عثمان کی ساری گفتگو یارم کو بڑی ناگوار اور ناپسندیدہ لگی تھی۔ حبیب بن عثمان جب خاموش ہوا تو اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا، چاہتا تھا، پہلے جیسا ایک اور مکا حبیب بن عثمان کو مارے، پر حبیب بن عثمان نے اس کا بلند ہاتھ فضا ہی میں پکڑ لیا۔ پھر لگاتار دو گھونٹے ایسے زوردار یارم کو مارے کہ یارم بل کھاتا ہوا زمین پر گر پڑا تھا۔

یہاں حبیب بن عثمان نے اسے چھوڑا نہیں، آگے بڑھا کھوکھ، پاؤں کی ٹھوک کی اس نے بارش کر دی تھی۔ لگاتار ہتھوڑے کی طرح ضربیں لگنے سے یارم لہجہ لہجہ تھا۔ کبھی زمین پر پلٹیاں کھاتا، کبھی ٹانگیں لراتا ہوا ادھر ادھر ہوتا لیکن حبیب بن عثمان اسے چھوڑ نہیں رہا تھا، لگاتار اس پر ضربیں لگا رہا تھا۔ مار مار کر اسے ادھ مار کر دیا تھا۔

اس کی یہ حالت کرنے کے بعد حبیب بن عثمان جب پیچھے ہٹا تو یارم اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اچانک اس نے اپنی پیٹھ پر بندھی ہوئی ڈھال سنبھالی، تدارک کے لیے

بن عثمان نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔ ”یارم! زخموں اور خواجہ سراؤں کی طرح ہیں بے حس و حرکت کھڑے ہو؟ کیوں ان جیسا بزدلی کا اظہار کرتے ہو؟ اپنی تلوار سنبھالو اور میرا مقابلہ کرو۔“

یارم پھر بھی اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اس کے اس انداز سے شاید حبیب بن عثمان مزید برہم ہو گیا تھا۔ اپنا دایاں پاؤں اٹھایا اور ایک ایسی زوردار لات یارم کے پیٹ پر ماری کہ یارم فضا میں لڑکتا ہوا السار اور رما کے سرب جاگرا تھا۔ اس موقع پر حبیب نے اپنے سامنے اداس اور افسردہ کھڑی السار کو مخاطب کیا۔

”ایرخ کی بیٹی! میں جانتا ہوں تو اس شخص سے شادی کرنے والی تھی۔ میں جو اس سے سلوک کر رہا ہوں، یہ یقیناً تیرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ پر اس سے ایسا سلوک کرنا میری مجبوری ہے۔ برا مت ماننا، تو نے اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر ایک غلط شخص کا انتخاب کیا ہے۔ یہ میرے باپ کا قاتل ہی نہیں، اس نے سلاخیاں بھیر کر میری ماں کو بھی اندھا کیا، لہذا میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔ میں تم سے معذرت کرتا ہوں۔ اس کے بجائے تم اپنی زندگی کے رفیق کے طور پر اس سے کسی بہتر شخص کا انتخاب کر لینا۔“

پھر حبیب بن عثمان، یارم کے قریب بیٹھ گیا اور اسے سخت لہجے میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”منا تیرے علاوہ میرے باپ کے قتل میں اور کون شریک تھا؟“ یارم خاموش رہا، منہ سے کچھ نہ بولا۔ حبیب بن عثمان نے دو بار پھر اپنا سوال دہرایا تو یارم نے پھر بھی خاموشی اختیار کی رکھی۔ تب حبیب بن عثمان اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے لباس سے اس نے ہمدردی پھل کا خنجر نکالا جس کی چمک السار، رما اور ایرخ ہی کو نہیں، یارم کی نگاہوں کو بھی تیرہ کر گئی تھی۔ پھر حبیب بن عثمان نے یارم کو مخاطب کیا۔

”یارم جو گناہ تو نے کیا ہے، وہ قابل معافی نہیں۔ میں ہر صورت میں تم سے انکار کر چھوڑوں گا کہ تو نے کس کے کہنے پر یہ کام کیا۔ تیرے ساتھ اور کون شریک ترم تھا؟ دیکھ میں صرف چند ساعتیں تمہیں دیتا ہوں، پھر! میں جانب سے تیری

لیا، ساتھ ہی اس نے یارم پر اپنی ڈھال برسانا چاہی، پر یارم بھی بڑا چالاک اور بہتر تھا۔ حبیب بن عثمان کی ڈھال کو اس نے فوراً اپنی ڈھال پر لیا۔ ابھی دونوں ڈھالیں ٹکرائی ہی تھیں کہ پلک جھپکتے میں حبیب بن عثمان نے اپنی تلوار علیحدہ کی اور تلوار دستہ پوری قوت سے یارم کے منہ پر دے مارا تھا۔ یارم کے منہ سے خون بہہ نکلا، زور اور درد کی شدت سے آہ زاری کرنے لگا تھا۔ تھوڑا سا وہ جھک بھی گیا تھا۔

حبیب بن عثمان نے اس موقع کو غنیمت جانا، آگے بڑھا، تلوار بلند کی اور تلوار دستہ پھر پوری قوت سے ایک بار گردن پر اور ایک بار یارم کی پیٹھ پر برسایا۔ یارم زمین پر گر گیا تھا۔ حبیب بن عثمان پھر آگے بڑھا، اپنے پاؤں کی ایک سخت ٹھوکراں نے اس کے دائیں ہاتھ پر ماری جس کے نتیجے میں اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر دور جاگری۔ دوسری ٹھوکراں بائیں ہاتھ پر ماری جس کے باعث یارم کی ڈھال بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کئی فٹ دور جاگری تھی۔ پھر حبیب بن عثمان نیچے جھکا، گریبان سے پکڑ کر اس نے یارم کو اٹھایا۔ اس کے منہ پر لگاتار دائیں بائیں جانب کئی طمانے مارے، پھر اسے مخاطب کیا۔

”پہلے تیرے بولنے کے انداز میں ایک ولولہ انگیزی اور وحشت بھری شدت تھی۔ اب تو شام بھراں، خوابوں کے اسیر باسیوں کی طرح چپ کیوں ہے؟ پہلے تیری گفتگو میں آگ و خون کے پیغام اور طوفانی تخریب تھی۔ اب تو سرد کمرے میں لکڑیوں کی مرتی آگ سا کیوں ہو گیا ہے؟ تازہ ولولوں جیسا تیرا عناد بھرا لہجہ، تیرا وہ تقدیر کے راستوں کو پامال کرتا انداز کہاں گیا؟“ پھر حبیب بن عثمان نے یارم کو چھوڑ دیا۔ کچھ دیر تک اسے گھورنے کے انداز میں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

”وہ تیری تلوار اور ڈھال پڑی ہوئی ہے۔ اٹھا ایک بار پھر اپنے مقدر کا تمہیں بن کر اپنے غیر فانی جندوں کو جمع کر اور میرا مقابلہ کر تاکہ تیرے دل میں کوئی شک کوئی شبہ نہ رہ جائے کہ میں نے کوئی دھوکہ فریب دے کر تجھے تیغ زنی میں مات دے دیا ہے۔“

یارم جب اپنی جگہ پر سر جھکائے کھڑا رہا، اس نے کوئی حرکت نہ کی۔ تب حبیب

بیشٹ ایک پناہ گاہ جیسی ہے اور ہمیں براہ کے دونوں دست راست ذابو اور سمولا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

”میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ان علاقوں میں جہاں بڑی سخت چٹانیں ہیں، ان گنت سرسبز قبیلے جو جرائم پیشہ ہیں، پناہ لیے ہوئے ہیں۔ اس کے جنوب مغرب میں وہ ہاڑی خطہ ہے جسے جبل حوران کہا جاتا ہے۔ (جبل حوران کو جبل دروز بھی کہتے ہیں۔ یہاں دروزیوں کا قبضہ بہت بعد میں ہوا۔ یہ اٹھارہویں صدی کی بات ہے۔ جب

لبنان میں مختلف فریقوں کے درمیان فسادات ہوئے تھے۔ جبل حوران کی یہ مشرقی قبل چار ہزار فٹ ہے۔ پانچ ہزار فٹ تک بلند ہے اور حوران اور بادیہ شام کے درمیان حائل ہے۔ آتش فشاں خطہ مغربی جانب چلا گیا ہے۔ یہاں تک کہ جولان بھی اس میں شامل ہو گیا ہے۔ حوران میں کوئی درخت نہیں، صرف چند چشٹے ہیں۔ تاہم

یہاں گیس بکھرت پیدا ہوتے ہیں اور چراگاہیں بھی بہت اچھی ہیں۔ زمین کو دیکھا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ لاوے کے جو اجزاء اس میں تحلیل ہوئے ہیں، ان میں سرخ رنگ کی مٹی مل گئی ہے۔ یہ نمی کو دیر تک اپنے اندر محفوظ رکھتی ہے اور فصلوں کے لیے اس میں بڑی عمدہ غذا ہے۔ اس سے بچنے کی سطح چوڑے کے پتھر کی

ہے۔ یہاں کے آثار قدیمہ میں دولمن بھی ہیں جنہیں ابتدائی دور کے انسان کا کام سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ بریں یہاں رومی اور بزنطینی دور کی سڑکوں، آبی گزرگاہوں، قلعوں، عمارتوں اور دیگر استحکامات کے بھی بچے کچھ نشان ملتے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں بہت رونق اور چہل پھل تھی اور حوران رومی یا

بزنطینی سلطنت کا ایک اناج گھر تھا۔ یہ آج بھی فلسطین اور لبنان کے لیے اسی طرح کی اناج کی برآمد کرتا ہے۔ جس طرح عبرانیوں اور فونیقیوں کے زمانے میں پہنچایا کرتا تھا۔ حوران کے آتش فشاں حصے میں جنوب مشرق کی طرف پھیلتے پھیلتے صحرائے حماد میں سے گزرتے ہوئے حجاز کی ان پتھریلی سرزمینوں تک پہنچ چکے ہیں جو حرار کے نام سے معروف ہے۔ خاص شرق اردن میں شرقی سلسلہ کوہ کی کھریا مٹی کی بالائی تہ چلی گئی ہے۔ ان کی بلندی شمال میں اجلون پر 4137 فٹ پر اور اس کے ہمسائے جبل جلداد

باجیس کاٹوں گا تاکہ تجھے بولنے میں آسانی رہے۔ اگر پھر بھی تو نہ بولا تو یاد رکھنا کہ پیشانی پر اپنے خنجر سے ایسے خط، ایسے لکیریں کھینچوں گا کہ تو چینیں مارے گا اور سر کچھ بتانے پر مجبور ہو جائے گا۔ قبل اس کے کہ میں اپنے اس گھناؤنے فعل کی تائید کروں، میں آخری بار تم سے پوچھتا ہوں۔ بتا میرے باپ کو تو نے کس کے کہنے پر کیا اور کس کے کہنے پر میری ماں کی آنکھوں میں سلاخیاں پھیر کر اسے بینائی سے محروم کر دیا؟“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو سے یارم سہم گیا تھا۔ چہرے پر خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ آنکھوں میں دور دور تک ڈرا دینے والے سراہوں کے جھکڑ اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ پھر بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر حبیب بن عثمان کو اس نے مخاطب کیا۔ ”میں نہیں جانتا کہ میرے ہاتھوں مرنے والا تیرا باپ تھا اور اندھی ہونے والا

تیری ماں۔ بہر حال میں اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں۔ یہ کام ہم نے براہ کے ساتھیوں کے کہنے پر کیے تھے۔ ان دونوں کے نام ذابو اور سمولا ہیں۔“ حبیب بن عثمان نے کچھ دیر سوچتا رہا، پھر اس نے یارم کو مخاطب کیا۔ ”یہ ذابو اور سمولا کہاں رہتے ہیں اور ان کا مشہور ڈاکو براہ سے کیا تعلق ہے؟“ یارم نے پھر کہنا شروع کیا۔

”ذابو اور سمولا دونوں براہ کے دست راست ہیں۔ جہاں تک ان کے ممکنہ تعلق ہے تو وہ اپنے ان گنت مسلح ساتھیوں کے ساتھ جبل حوران میں رہتے ہیں۔ یارم کے خاموش ہونے پر حبیب بن عثمان نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ”ان کے ممکنہ ذرا تفصیل بتاؤ۔“ یارم دوبارہ بول پڑا۔

”ان کے ممکنہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جس کو مستانی سلسلے میں یہ رہنے ہیں، یہ کو مستانی سلسلہ آتش فشاں ہے۔ اس میں بڑی بڑی چٹانیں ہیں اور زمین بڑا زرخیز ہے۔ لاوے کی سطح کا سلسلہ ایک مقام تک چلا گیا ہے جو دمشق کے جنوب میں واقع ہے۔ وہاں سے لاوے نے کم و بیش ساٹھ میل لمبے اور اتنے چوڑے رقبے کو گھیر رکھا ہے۔ شام میں یہ اس نوعت کا سب سے بڑا خطہ ہے۔ اس خطے کے شمال مشرق میں اللبا ہے جسے سیاہ پتھروں کا حصار سمجھنا چاہیے۔ اس

پانچ شاخیں ہو جاتی ہیں یا سمجھ لیجئے کہ پانچ دھارے بن جاتے ہیں جن سے قدیم  
مصری حکومت کے شوارع مستفید ہوتے ہیں۔ پانی کا جو نظام اب دمشق میں رائج  
ہے وہ اسی دریا کے حوالے سے خلافت بنو امیہ کے ابتدائی دور میں مرتب ہوا تھا۔

یارم کی ساری گفتگو سے حبیب بن عثمان کسی قدر مطمئن ہو گا تھا۔ اس کے  
چہرے پر کچھ دیر تک مسکراہٹ کھیلتی رہی، پھر اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے  
گھوڑے کے قریب آیا اور گھوڑے کی خرچین کے اندر سے ایک رسی نکالی، دوبارہ  
واپس آیا۔ یارم کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھے، پھر اسے اٹھایا۔ ساتھ ہی  
دو قریب کھڑے ایرخ کو مخاطب کیا۔

”بزرگ ایرخ مجھے افسوس ہے کہ میں اس جوان کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں  
جس میں جبل حرمون ہے۔ حرمون بہ اعتبار جلال و عظمت شام کی بہترین چوٹی ہے جس کو آپ کی بیٹی السار پسند کرتی ہے اور اس سے شادی کرنے کی خواہش مند ہے۔  
نیز یہ بلند ترین کومستانی سلسلوں میں شامل ہوتا ہے۔ (جبل حرمون کی بلندی نو ہزار میٹر تک بھی اسے اپنے ساتھ نہ لے جاتا۔ اگر اس نے میرے باپ کو قتل اور میری  
تین سو تریاسی فٹ ہے۔ اس کی مغربی ڈھلانوں پر بہت سے گاؤں آباد ہیں۔ مثلاً مانا کو اندھانہ کیا ہوتا۔ بزرگ ایرخ مجھے افسوس ہے، مجھے ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔ میں  
لبنان کی آبادی غریب لبنان کے مقابلے میں زیادہ بکھری ہوئی ہے اور کم ترقی یافتہ ہے۔ اس قاتل، اس گنگار کو السار کی خاطر چھوڑ نہیں سکتا۔ مجھے امید ہے آپ بھی اس  
دوسرے اسباب کے علاوہ اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ مشرقی لبنان میں بارش بڑھے قاتل اور گنگار کی طرفداری نہیں کریں گے۔“

بھی کم ہوتی ہیں اور سبزہ بھی کم ہوتا ہے۔ اس میں لوگ عموماً مشرقی شام سے آتے ہیں۔ حبیب بن عثمان رکا، اس نے اپنا رخ السار کی طرف کیا۔ پھر اسے محاسب کر کے  
ہیں۔ موجودہ جموریہ لبنان کی سرحد کوہ حرمون پر سے گزرتی ہوئی زبدانی کے پاس لگے گا۔

”اس میں کوئی شک نہیں تم اس یارم کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے والی تھیں۔  
بیروت و دمشق کے درمیان جو آج کل ریلوے لائن ہے، وہ زبدانی اور بردی کے درمیان ہے۔ پھر یہ لبنان مشرقی کے شمالی حصے کی چوٹی کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔  
کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔ دریائے بردی، زبدانی گاؤں کی زرخیز مرتفع آبادی ہے۔ اس کا قبائلی نہیں کر سکتا۔ تمہاری خاطر میں اس قاتل کو معاف نہیں کر سکتا۔ میں اس کو  
کر مشرقی جانب بہنا شروع کرتا ہے اور اس کی وجہ سے شام کی زمین کا خاصا براہ راست اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یہیں اس کی گردن کاٹ دیتا  
سیراب ہوتا ہے۔ اگر دریائے بردی جاری نہ ہوتا تو یہ زمین بے آب صحرائی رہتی۔ میں نے ایسا نہیں کیا۔ اسے میں اپنے بادشاہ حارث کے پاس پیش کر دوں گا۔ وہ  
اس کی وجہ سے دمشق وجود پذیر ہوا۔ جو صحرا میں حضارت کی چوکی ہے، دریائے بردی کے جھریں سزا دے گا، مجھے قاتل قبول ہوگی۔ مجھے امید ہے تم میری اس حرکت کو  
ہی دمشق کے ان باغات کو سیراب کرتا ہے جو الغوطہ کے نام سے مشہور ہیں۔“

ہاںات کی خوشبوؤں کے باعث عربی میں دمشق کو نیما کہا جانے لگا۔ پھر آگے چل کر  
ہماری عمر بھی کوئی اتنی بڑی نہیں ہوگی۔ رقیم

پر تین سو انتالیس فٹ پر پہنچ گئی ہے۔ جنوب میں الکرك کے قریب بلندی تین سو  
چار سو پچھتر فٹ تک ہے۔ ہزار کی طرف آئیں تو یہ ریتلے پتھروں اور ٹیلوں کی بلندی  
چار ہزار چار سو تین فٹ رہ جاتی ہے۔)

یہ تفصیل سن کر حبیب بن عثمان خوش ہو گیا تھا، پھر اسے دوبارہ مخاطب کیا۔  
”اب یہ کہو، ان سب کا سرکردہ برابا کہاں رہتا ہے؟“ یارم کچھ دیر سوچتا رہا،  
اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

”جہاں تک برابا کا تعلق ہے، وہ جبل حرمون کے ایک دریا بردی کے کنارے  
رہتا ہے۔ توریت میں اس دریا کو ابانا کے نام سے لکھا گیا ہے۔ اس دریا کے دو قریب کھڑے ایرخ کو مخاطب کیا۔  
ہیں۔ ایک شمالی حصہ جس کے مغربی بازو پر شاید ہی کوئی بستی ہو۔ دوسرا جنوبی حصہ  
جس میں جبل حرمون ہے۔ حرمون بہ اعتبار جلال و عظمت شام کی بہترین چوٹی ہے جس کو آپ کی بیٹی السار پسند کرتی ہے اور اس سے شادی کرنے کی خواہش مند ہے۔  
نیز یہ بلند ترین کومستانی سلسلوں میں شامل ہوتا ہے۔ (جبل حرمون کی بلندی نو ہزار میٹر تک بھی اسے اپنے ساتھ نہ لے جاتا۔ اگر اس نے میرے باپ کو قتل اور میری  
تین سو تریاسی فٹ ہے۔ اس کی مغربی ڈھلانوں پر بہت سے گاؤں آباد ہیں۔ مثلاً مانا کو اندھانہ کیا ہوتا۔ بزرگ ایرخ مجھے افسوس ہے، مجھے ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔ میں  
لبنان کی آبادی غریب لبنان کے مقابلے میں زیادہ بکھری ہوئی ہے اور کم ترقی یافتہ ہے۔ اس قاتل، اس گنگار کو السار کی خاطر چھوڑ نہیں سکتا۔ مجھے امید ہے آپ بھی اس  
دوسرے اسباب کے علاوہ اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ مشرقی لبنان میں بارش بڑھے قاتل اور گنگار کی طرفداری نہیں کریں گے۔“

بھی کم ہوتی ہیں اور سبزہ بھی کم ہوتا ہے۔ اس میں لوگ عموماً مشرقی شام سے آتے ہیں۔ حبیب بن عثمان رکا، اس نے اپنا رخ السار کی طرف کیا۔ پھر اسے محاسب کر کے  
ہیں۔ موجودہ جموریہ لبنان کی سرحد کوہ حرمون پر سے گزرتی ہوئی زبدانی کے پاس لگے گا۔  
کر خم کھاتی ہے۔ پھر یہ لبنان مشرقی کے شمالی حصے کی چوٹی کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔  
بیروت و دمشق کے درمیان جو آج کل ریلوے لائن ہے، وہ زبدانی اور بردی کے درمیان ہے۔ پھر یہ لبنان مشرقی کے شمالی حصے کی چوٹی کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔  
کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔ دریائے بردی، زبدانی گاؤں کی زرخیز مرتفع آبادی ہے۔ اس کا قبائلی نہیں کر سکتا۔ تمہاری خاطر میں اس قاتل کو معاف نہیں کر سکتا۔ میں اس کو  
کر مشرقی جانب بہنا شروع کرتا ہے اور اس کی وجہ سے شام کی زمین کا خاصا براہ راست اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یہیں اس کی گردن کاٹ دیتا  
سیراب ہوتا ہے۔ اگر دریائے بردی جاری نہ ہوتا تو یہ زمین بے آب صحرائی رہتی۔ میں نے ایسا نہیں کیا۔ اسے میں اپنے بادشاہ حارث کے پاس پیش کر دوں گا۔ وہ  
اس کی وجہ سے دمشق وجود پذیر ہوا۔ جو صحرا میں حضارت کی چوکی ہے، دریائے بردی کے جھریں سزا دے گا، مجھے قاتل قبول ہوگی۔ مجھے امید ہے تم میری اس حرکت کو  
ہی دمشق کے ان باغات کو سیراب کرتا ہے جو الغوطہ کے نام سے مشہور ہیں۔“

اتنا بڑا شہر ہے، تمہیں زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے بے شمار نوجوان مل سکتے ہیں۔  
 لیے کہ تم خوبصورت اور پرکشش ہو۔ ایسی لڑکیوں کے لیے رشتوں کی کمی نہیں ہے۔“

حبیب بن عثمان کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ ایرخ بول پڑا۔

”ابن عثمان تمہیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بیٹے تم ایک عرصے ہمارے معبد میں آرہے ہو۔ تمہارے کردار، تمہارے اخلاق، تمہاری جوانی، تمہاری شجاعت سے تو میں پہلے ہی متاثر تھا۔ مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے۔ اس یارم نے تمہارے باپ کو قتل کیا، تمہاری ماں کو اندھا کر دیا۔ ابھی تو اس کی شادی السار سے نہیں ہوئی۔ قسم، بنٹیوں کے سب سے بڑے دیوتا ذوالشعریٰ کی شادی السار سے ہو چکی ہوتی اور یہ السار کا شوہر ہوتا اور مجھے پتہ چلا کہ تمہارے باپ کا قاتل، تمہاری ماں کو اندھا کرنے والا ہے، تب بھی میں تم سے کہتا، اس جیسے گنکار کو سزا ضرور ملنی چاہیے۔ ابن عثمان تم اسے ساتھ لے جاؤ ہو۔ ہمیں کوئی گلہ، کوئی شکوہ نہ ہوگا۔“

ایرخ جب خاموش ہوا تو السار جو کافی دیر سے خاموش کھڑی تھی، بول پڑی۔  
 ”ابن عثمان میں نہیں جانتی تھی کہ یارم اس قدر گنکار اور قاتل انسان میں اس سے جو اپنا رشتہ اور تعلق قائم کرنے والی تھی، واپس لیتی ہوں اور تم سے کہتی ہوں کہ اسے ایسی کڑی سزا دو کہ یہ یا اس جیسے دوسرے لوگ آئندہ اس حرکت اور برا فعل نہ کریں۔“

”قسم ذوالشعریٰ کی، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یارم ایسا بدکردار اور قاتل انسان ہے اور یہ کہ چھٹے ہوئے بد معاش اور ڈاکو براہم کا آدمی ہے تو میں ابھی معبد میں گھسنے ہی نہ دیتی۔ اس سے اپنے سارے تعلقات منقطع کرتی ہوں۔“ ابن عثمان تم سے گزارش بھی کرتی ہوں کہ اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤ اور اسے گناہوں اور اعمال کی قرار واقعی سزا دو۔

”ابن عثمان میں اس بات پر بھی بے حد شرمندہ اور خجل ہوں کہ اس

نظر میں نے ایک موقع پر تمہاری دل شکنی کی۔“

یہاں السار کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ حبیب بن عثمان بیچ میں بول پڑا اور اسے غائب کیا۔

”السار اس موضوع کے متعلق اب کوئی گفتگو نہ کرنا۔ وہ ایک باب تھا جو بند ہو چکا۔ وہ ایک موضوع تھا جس کا خاتمہ ہو چکا۔ وہ ایک حادثہ تھا جو تیرے اور میرے اوپر سے گزر گیا، اب وہ ماضی کا ایک لمحہ بن چکا ہے اور ہم دونوں کو اسے بھلا دینا چاہیے۔“ السار، حبیب بن عثمان کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اسے خاموش ہو جانا پڑا، اس لیے کہ معبد کی طرف سے مالک، سعید، اوزال، حویلہ، تیمان اور پناہ آگئے تھے۔ قریب آتے ہی سعید نے رعنا کا احوال پوچھا۔ رعنا اسے دیکھتے ہی بے حد خوش ہو گئی تھی۔ اس کے سوال کا جواب دیا۔ پھر ایک طرف بیٹے ہوئے سعید کے پہلو میں کھڑی ہو گئی تھی۔ اس موقع پر اوزال کو نہ جانے کیا سوچھی، تھوڑا سا آگے بڑھی۔ یارم کا وہ انگوچھا جو وہ کندھے پر رکھتا تھا، وہ ایک طرف گرا ہوا تھا۔ اوزال نے اس انگوچھے کو اٹھایا، بڑی ہمدردی، بڑی دردمندی میں وہ حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی پشت کی طرف گئی اور اس کے کپڑے جھاڑنے لگی۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پر اوزال نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس کے کپڑے جھاڑتی ہوئی کہنے لگی۔ ”آپ جب پہلی بار زمین پر گرے تو ہم سب فکر مند ہو گئے تھے۔ آپ کے کپڑے گرد آلود ہو گئے تھے۔ میں نے جھاڑ دیے ہیں۔“ پھر اوزال حبیب بن عثمان کے پہلو ہی میں کھڑی رہی۔ اس موقع پر مالک بھی بول پڑا۔

”حبیب میرے بھائی جو معاملہ تم نے اس یارم کے ساتھ کیا، وہ میں دیکھ بھی چکا ہوں اور تم دونوں کی گفتگو بھی سن چکا ہوں۔ یارم کو اپنے ساتھ لے چلو، اس کا معاملہ میں اپنے باپ کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ جو اس کا فیصلہ کرے، میرے خیال میں وہ تمہیں بھی منظور ہوگا، اسے میں بھی قبول کر لوں گا۔“ حبیب بن عثمان نے مالک کے اس فیصلے سے اتفاق کیا۔ پھر وہ سب یارم کو اپنے ساتھ لے کر قصر کا رخ کر رہے تھے۔

اپنی ماں، اپنے باپ یا اپنے بڑے بھائی مالک سے بات کرو۔ وہ اس سلسلے میں تمہاری بہترین مدد کر سکتے ہیں۔ میں ایک خادمہ ہوں، اس سلسلے میں میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟

زیبال نے ایک ققمہ لگایا، پھر اس نے زوفہ کو مخاطب کیا۔

”یہ کام نہ میرا باپ کر سکتا ہے، نہ ماں اور نہ ہی بھائی۔ یہ کام تمہارے علاوہ کوئی انجام دے ہی نہیں سکتا۔ اوزال اس وقت سب لوگوں کے ساتھ معبد کی طرف گئی ہوئی ہے۔ میں اس کی غیر موجودگی ہی میں تمہارے ساتھ معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں۔ جب وہ لوٹے تو اس کے کان میں یہ بات ڈالنا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں اور اس سے شادی کا خواہشمند ہوں۔ بس فی الحال اس سے یہی جملہ کہنا، پھر جو وہ جواب دے، اس سے مجھے آگاہ کرنا۔ بس تمہاری مہربانی ہوگی۔ ساتھ ہی میں تم سے یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر ہو سکے، اگر ممکن ہو تو تم کو شش کرنا کہ اوزال کو میری طرف مائل کر سکو۔ زوفہ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئیں، اگر تم نے اوزال کو میری طرف مائل کر دیا، اسے میری زندگی کا ساتھی بنانے میں مدد کی تو یاد رکھنا، میں تمیں ایسا نوازدں گا کہ زندگی بھر کی ساری مشقتوں سے بے نیاز ہو جاؤ گی۔“

اس کے ساتھ ہی زیبال اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے کی طرف بڑھا، پھر اچانک رک گیا، مڑا اور زوفہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جس وقت اوزال لوٹتی ہے اور اپنے کمرے میں داخل ہوتی ہے تو میں اس کی نگاہ بچا کر کمرے میں آجاؤں گا۔ تم اس کے کمرے میں جا کر میرا سوال دہرانا۔ جو وہ جواب دے، اپنے کمرے میں آکر مجھے آگاہ کرنا۔ میں تمہاری اس کوشش کا بڑا ممنون ہو گا۔“ اس کے ساتھ ہی زیبال وہاں سے چلا گیا تھا۔



تھوڑی ہی دیر بعد سعید، حبیب بن عثمان، مالک، حویلہ اور اوزال قصر میں داخل ہوئے۔ حویلہ سیدھی اپنے کمرے کی طرف گئی، باقی لوگ قصر کے اندرونی حصے کی طرف چلے گئے تھے۔ جس وقت اوزال اپنے کمرے کی طرف گئی تو اچانک قصر کے

جس وقت مالک، حبیب بن عثمان، سعید، اوزال اور حویلہ قصر سے نکل کر معبد کی طرف گئے تو ان کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد حارث کا چھوٹا بیٹا اور اس کا سوتیلہ بھائی زیبال قصر کے ان کمروں کی طرف آیا جہاں اوزال کی رہائش گاہ تھی۔ وہاں زوفہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کمرے کے دروازے پر زیبال آکر رکا تو زوفہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ زیبال اس کمرے میں داخل ہوا اور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم اس قصر کی ایک محترم اور بڑی معزز خادمہ ہو۔ میں تمہارے ساتھ معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے اس سلسلے میں تم میری مدد کرو گی۔“ صاف کمرے کی ایک خالی نشست پر زیبال بیٹھ گیا۔ زوفہ پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی اور اس سے انداز میں زیبال کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹے میں سمجھی نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“ زیبال نے گلہ صاف کیا، پھر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم برا نہ ماننا۔ یوں جانو میں ایک مصیبت، ایک اذیت میں پھنس گیا ہوں۔ روز تمہاری مالکن اوزال یہاں آئی تھی، اسی روز سے میں اسے پسند کرنے لگا۔ اب اس سے میری محبت، میری پسند اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے۔ میں اسے پسند ہوں۔ اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔“

زوفہ نے اس موقع پر تیز نگاہوں سے زیبال کی طرف دیکھا، پھر اس کی سنائی دی۔

”زیبال میں نہیں جانتی، تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ اگر ایسا معاملہ ہے تو اس

یہاں تک کہتے کہتے اوزال جب خاموش ہو گئی تو بیچ میں زوفہ بول پڑی۔  
 ”پھر میں اس سوال کا زیبال کو کیا جواب دوں؟ وہ اس وقت میرے کمرے میں  
 بیٹھا ہوا ہے اور تمہارے جواب کا منتظر ہے۔“

اس انکشاف پر اوزال مزید چونکی۔ تیز نگاہوں سے زوفہ کی طرف دیکھا۔ اس  
 کے بعد کوئی فیصلہ کرتے ہوئے وہ کمرہ رہی تھی۔

”جا کر زیبال سے کہو کہ میں مجبور‘ بے بس ہوں۔ اس سے شادی نہیں کر سکتی۔  
 اس سے شادی نہ کرنا یوں جانو میری مجبوری ہے۔ اسے یہ بھی کہنا نہ میں اس سے  
 نفرت کرتی ہوں نہ اس سے محبت نہ ہی اس کے متعلق میرے کوئی جذبات ہیں۔ بس  
 اب تم جاؤ۔“

زوفہ سر جھکائے چپ چاپ باہر نکل گئی۔ ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی۔  
 اسے دیکھتے ہی زیبال چونک کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے مخاطب کیا۔

”زوفہ تم کیا جواب لے کر آئی ہو!“ زوفہ نے جھٹ سے زیبال سے کہہ دیا۔  
 ”اوزال نے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ زیبال  
 سے شادی نہ کرنا میری مجبوری ہے۔“

اس جواب پر زیبال مایوس ہو گیا تھا۔ اس نے زوفہ کو پھر مخاطب کیا۔ ”زوفہ  
 واپس اوزال کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو‘ اسے کیا مجبوری ہے۔ کیا وہ کسی اور کو  
 پسند کرتی ہے؟“

اس پر زوفہ مڑی‘ پھر اوزال کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔  
 ”زیبال پوچھتا ہے کہ اوزال کی مجھ سے شادی نہ کرنے کی کیا مجبوری ہے؟ کیا وہ کسی  
 اور کو پسند کرتی ہے؟“

اوزال کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا‘ پھر وہ کہنے لگی۔  
 ”ہاں زوفہ! یہ ٹھیک ہے میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں اور اسے ہی اپنی زندگی کا  
 ساتھی بنانے کا تہیہ کیے ہوئے ہوں‘ اب تم جاؤ۔“

زوفہ باہر نکل گئی۔ زیبال اس کے کمرے کے دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا۔  
 قبل اس کے زیبال کچھ کہتا‘ زوفہ نے اسے مخاطب کیا۔

اندرونی حصے سے زیبال نکلا اور ایک طرف سے ہوتا ہوا زوفہ کے کمرے میں چلا گیا۔  
 اسے اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر زوفہ اپنے کمرے سے نکلی اور اوزال کے  
 کمرے میں داخل ہوئی۔

اوزال اس وقت ایک نشست پر بیٹھی تھی۔ ایک ٹانگ اس نے دوسری ٹانگ  
 رکھی ہوئی تھی اور اوپر والی ٹانگ ہلاتے ہوئے وہ کچھ سوچ رہی تھی کہ زوفہ کو  
 آتے دیکھ کر وہ چونکی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے استقبال کیا اور اپنے قریب  
 بیٹھنے کے لیے کہا۔ زوفہ جب بیٹھ گئی تو اوزال تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی  
 طرف دیکھتی رہی‘ پھر بول پڑی۔

”تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ بار بار لب کھولنے  
 کوشش کرتی ہو‘ پر کہہ نہیں پاتی۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو‘ ڈرو نہیں‘ بچکچاؤ نہیں۔ میں  
 سے کچھ کہوں گی تو نہیں۔“ اس پر زوفہ کی حوصلہ افزائی ہوئی‘ اس نے اوزال  
 مخاطب کیا۔

”اوزال میری بیٹی اگر میں تم سے یہ کہوں کہ نبطیوں کے بادشاہ حارث کا بیٹا  
 بیٹا زیبال تمہیں پسند کرتا ہے اور تمہیں اپنانے کا خواہش مند ہے تو تم برا تو نہیں  
 گی؟“

یہ سوال اوزال کے لیے اچانک بھی تھا‘ بے موقع اور نامناسب بھی تھا۔ کچھ  
 تک وہ عجیب سی کشمکش میں رہی‘ سوچتی رہی۔ پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی دلفریب  
 زہد شکن مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر زوفہ کی طرف اس نے دیکھا۔

”زوفہ جو کچھ تم نے کہا ہے‘ میرا دل کہتا ہے زبان تمہاری ہے‘ پر الفاظ کسی  
 کے ہیں۔ کیا یہ بات تم سے زیبال نے کہوائی ہے؟“ زوفہ منہ سے کچھ نہ بولی  
 میں اس نے سر ہلایا تھا۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی‘ اس کے بعد اس خاموشی کو اوزال  
 نے توڑا۔

”من زوفہ! میں اس شہر میں اجنبی ہی نہیں بے گھر بھی ہوں۔ جو سوال تم  
 ہے‘ میرے لیے نیا ہی نہیں‘ عجیب و غریب بھی ہے۔“

سانج تھی۔ حبیب کے بجائے مالک نے سارے حالات اپنے باپ سے کہہ دیئے تھے۔ جب مالک سارے حالات کہہ رہا تھا تو لمحہ بہ لمحہ حارث کا غصہ تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ جب سارا معاملہ مالک کہہ چکا تو حارث کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس کا چروٹ کر لاوے کی مانند ہو گیا تھا۔ کچھ دیر سوچتا رہا، پھر فیصلہ دیتے ہوئے اس نے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔

”اس شخص کو جو حبیب بن عثمان کے باپ کا قاتل اور اس کی ماں کو اندھا کرنے کا ذمہ دار ہے، وقت ضائع کیے بغیر قصر سے باہر لے جاؤ اور اس کی گردن کٹوا دو۔“ یہ فیصلہ سن کر مالک نے داروغہ کو اندر بلوایا، اسے مسلح جوانوں کو بلانے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر بعد مسلح جوان آئے، یارم کو پکڑ کر باہر لے گئے تھے اور اس کی گردن کاٹ دی تھی۔ یارم کے انجام کے بعد حبیب جس وقت باہر نکلتا چاہتا تھا تو حارث نے اسے مخاطب کیا۔

”حبیب تم اور تمہارا بھائی سعید دونوں یہاں رکو۔ تمہارے معبد کی طرف جانے کے بعد بہت بڑا حادثہ نمودار ہوا ہے۔ یوں جانو مجھے ایک بار پھر بیٹھے تجھے ایک انتہائی اہم مہم پر روانہ کرنا پڑ رہا ہے۔“

تمہارے جانے کے بعد میری بیٹی عریب کی طرف سے حصرون آیا ہے۔“ پھر حارث کے کہنے پر داروغہ حصرون کو بلا لایا۔ حصرون، مالک، سعید اور حبیب سے ملا۔ پھر حصرون نے حارث کے کہنے پر حبیب بن عثمان، سعید اور مالک سے وہ سارے حالات کہہ ڈالے تھے جو عریب کو پیش آئے تھے۔

حصرون جب سارے واقعات کہہ چکا، تب حارث نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”اب بولو بیٹے۔ تم کیا کہتے ہو؟ ہیرو دلیس میری بیٹی کو قتل کرنے کے درپے ہے۔ میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ میں اس پر فی الفور حملہ بھی کر سکتا ہوں لیکن یہ جلد بازی ہوگی۔ اس دوران وہ میری بیٹی کو فوراً ہلاک بھی کر سکتا ہے۔ وہ اسے اپنے شہر سے روانہ کرنے کے بعد اپنے مسلح جوانوں کے ذریعے دشت سینا میں ہلاک کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔ بیٹے میں ہر صورت میں اپنی بیٹی عریب کو زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”اوزال کا جواب یہ ہے کہ وہ واقعی کسی کو پسند کرتی ہے۔“

زنبال کے چہرے پر دور دور تک مایوسیاں بکھر گئیں۔ اس نے پھر زوفہ کو چہرہ کیا۔ ایک بار پھر واپس جاؤ اور اوزال سے پوچھو کہ جس شخص کو تم پسند کرتی ہو اسے تم نے یہاں قصر میں آکر پسند کیا ہے کہ یہاں آنے سے پہلے تم کسی کو پسند چکی ہو؟“

زوفہ پھر مڑی، اوزال کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہوئے اوزال نے دی تھی اور کہنے لگی۔ ”لگتا ہے تم کوئی اور سوال لے آئی ہو؟ بہر حال پوچھو۔“ زوفہ کہنے لگی۔ ”زنبال پوچھتا ہے جس شخص کو تم پسند کرتی ہو، اسے تم نے یہاں آنے کے بعد پسند کیا ہے یا یہاں آمد سے پہلے ہی تم کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کر چکی ہو؟“

اوزال نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔ ”جاؤ واپس زنبال کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ رقیم شہر میں آمد سے پہلے ہی میں کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کر چکی تھی، اب تم جاؤ۔“

زوفہ پھر باہر نکلی۔ زنبال وہیں دروازے پر ہی کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے زوفہ کہنے لگی۔ ”اوزال نے تمہارے سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ جس کسی کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہے، اسے اس نے یہاں آمد سے پہلے ہی پسند کر رکھا ہے۔ اب بول میں کیا کروں؟“

زنبال اپنا منہ زوفہ کے کان کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔ ”تمہاری مہربانی ہر نشست میں اس سے بات چیت کرتے ہوئے میری طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی رہو۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ میں ہر صورت میں اوزال کو اپنانے کا تہیہ کر چکا ہوں۔ اگر اس نے لگاتار مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے سے انکار کیا تو میں اسے اپنا شریک حیات بنانے کے لیے دوسرے اور زیر کر دینے والے حربے استعمال کر سکتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی زنبال قصر کے اندرونی حصے کی طرف چلا ہوا تھا۔

مالک، حبیب اور سعید نے یارم کو حارث کے سامنے پیش کیا، حویلہ بھی ان کے



ہوں۔ وہ ایک ایسی بیٹی ہے جو میرے دل کی راحت، میری آنکھوں کا چین ہے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟

حبیب نے کچھ سوچا اور کہنے لگا۔ ”نبطیوں کے عظیم تاجدار آپ جیسا چاہ رہے ہیں، دیا ہی ہوگا۔ میں آج ہی کچھ مسلح جوانوں کو لے کر اپنے شہر سے نکلوں گا۔ حصرون میرے ساتھ ہوگا۔ میرے خداوند نے چاہا تو میں ہر حالت میں عرب کو زور سلامت آپ کے پاس لے کر آؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ جس طرح میں نے اوزال کی مہم کو کامیابی کے ساتھ سر کیا ہے، ایسے ہی میں اپنی بہن عرب کو بھی سلامتی کے ساتھ رقیم شہر لانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ میرے خیال میں اب مجھے اجازت دینا میں مالک اور سعید تینوں لشکرگاہ کی طرف جاتے ہیں۔ وہاں سے میں چند دستوں کو لے کر اپنی مہم پر روانہ ہو جاؤں گا۔“ حارث نے اس سے اتفاق کیا، پھر حبیب، مالک اور سعید وہاں سے نکل گئے تھے، حصرون بھی ان کے ساتھ تھا۔



قصر کے احاطے میں آنے کے بعد حبیب بن عثمان رک گیا۔ پھر مالک سے کہنے لگا۔ ”آپ لوگ رکیں، میں ذرا اپنے کمرے سے ہو آؤں۔ وہاں میرا کچھ سامان ہے میں وہ لے لوں۔“ اس پر مالک کہنے لگا۔ ”چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔“ پھر سارے حبیب بن عثمان کے کمرے کی طرف بڑھے۔ اتنے میں رعما قصر کے احاطے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہوئے حبیب رک گیا۔ جب وہ قریب آئی تو حبیب نے اسے مخاطب کیا۔ ”رعما خیریت تو ہے۔“ رعما مسکراتے ہوئے بول پڑی۔

”میرے بھائی سب خیریت ہے۔ دراصل میں اوزال سے ملنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی بڑی تعریف سنی۔ میرا اس سے ملنے کو جی چاہتا تھا، لہذا قصر میں چلی آئی۔ آپ مجھے بتائیں گے کہ وہ قصر کے کس کمرے میں رہتی ہے؟“

حبیب بن عثمان جواب میں مسکراتے ہوئے کچھ دیر تک اس کے کمرے کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔ ”چلو ہمارے ساتھ آؤ، ہم بھی اوزال ہی کے کمرے کی طرف رہے ہیں۔“ سب قصر کے احاطے کے مغربی جانب بڑھنے لگے تھے۔

اوزال نے بھی شاید اپنے کمرے کے اندر سے سب کو اپنی طرف آتے دیکھا لیا تھا، لہذا وہ بھی اپنے کمرے سے باہر آن کھڑی ہوئی تھی۔ رعما نے دور ہی سے اسے دیکھ لیا تھا، لہذا وہ سب سے الگ ہوتے ہوئے بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور اوزال کے قریب جی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”میری بہن شاید تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔“ اوزال نے بڑی نرمی میں جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”میں نے تمہیں معبد میں دیکھا تھا۔ جس طرح تم سعید بھائی سے ملی، اس سے گفتگو کی، میں نے اس سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ تم سعید بھائی کو پسند کرتی ہو۔“ رعما مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ”اوزال تو بڑی تیز نگاہ اور دوراندیش لڑکی ہے۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں واقعی سعید کو پسند کرتی ہوں۔ میں نے قصر کے لوگوں سے تمہاری بڑی تعریف سنی، بس تم سے ملنے کو جی چاہتا تھا۔“ اوزال جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنی دیر میں سب قریب آگئے۔ حبیب اپنے کمرے میں چلا گیا، اپنا کچھ ضروری سامان اس نے سمیٹا، پھر رعما کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

”رعما تم اوزال کے پاس بیٹھو، ہمیں ایک مہم درکار ہے۔ ہم جاتے ہیں۔“ حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر اوزال چونکی۔ چند قدم آگے بڑھی، پھر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”ابن عثمان آپ برا نہ انیے گا، آپ میرے محافظ ہیں۔ مجھ سے پوچھتے بغیر، مجھ سے کسی شے کے بارے میں بات نہ کیے بغیر آپ کہیں کسی مہم پر جا سکتے ہیں؟“

اس موقع پر مالک بن حارث نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ سعید بھی ہنس رہا تھا۔ حبیب بن عثمان کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر مالک کی آواز سنائی دی۔

”ابن عثمان میری بہن اوزال ٹھیک کہتی ہے۔ جب بھی تم کسی مہم پر جاؤ، اس مہم کی اطلاع دینا اوزال کو ضروری اور لازم ہے۔ اب اس وقت تم زحمت نہ کرو، میں خود ہی اس مہم کی تفصیل اوزال سے کہتا ہوں۔“ ساتھ ہی مالک نے جس مہم پر حبیب بن عثمان نے روانہ ہونا تھا، اس کی تھوڑی سی تفصیل بتا دی تھی۔

حبیب بن عثمان کچھ پریشان ہو گیا اور پھر اوزال کی طرف دیکھا۔

”اوزال یہاں کون تیرے پیچھے پڑ گیا ہے؟“ اوزال کی گردن تھوڑی دیر کے لیے جھک گئی، پھر کہنے لگی۔ ”میں آپ سے سچ کہہ رہی ہوں، دراز دست اور زور آور شخص میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ مجھے اپنا نا چاہتا ہے۔ مجھے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے لیکن میں ایسا نہیں چاہتی۔ اس لیے میں یہاں آنے سے پہلے ہی کسی کو پسند کر چکی ہوں۔ میں اس کی مقدس امانت ہوں اور اس کی محبت اور چاہت کا حرف مرقوم ہوں۔ جسے میں پسند کر چکی ہوں، وہ میرے لیے سنگین رات میں قہقروں کی جلتنگ، ظلمتوں کے نزول میں انگلیں سحر اور دشت کے خارداروں میں لعل بدخشاں کی مانند ہے۔“

اوزال کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”وہ کون ہے یا تم یوں سمجھو کہ وہ کون خوش قسمت ہے جسے تم پسند کرتی ہو؟“ اوزال مسکراتے ہوئے پھر بول پڑی۔

”جسے میں پسند کرتی ہوں، جسے میں چاہتی ہوں، وہ ایسا نوجوان ہے جو سینے میں تیر کھا کر مسکرانے والا ہے۔ وہ سرخ شعلوں کے کروٹیں لیتے طوفانوں جیسا بہادر، سینوں میں تلاطم برپا کر دینے والے دلولوں سا دلیر اور آتش و آہن کے سیلاب جیسا بے روک ہے۔“

اوزال جب خاموش ہوئی تو حبیب بن عثمان پھر بول پڑا۔

”وہ کون ہے۔ اگر وہ اتنا ہی بہادر اور دلیر ہے تو پھر تمہیں اپنی جان، اپنی حرمت کی خاطر اس مہم میں شامل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے یہاں تیری حفاظت کا سامان کرنا چاہیے۔“

اوزال نے جواب میں کچھ ایسے انداز میں آہ بھری جیسے اس کے سینے کے ویران ٹوٹوں سے کوئی ٹھیس اٹھی ہو۔ ”ابن عثمان جسے میں پسند کرتی ہوں، اس میں شک نہیں کہ وہ میری زندگی کی تاریک رات کی سحر، میرے دل کی دھڑکنوں کی سرگوشی اور میرے مصاف زندگی میں ساز نوید کی طرح ہے۔ پر میری بد قسمتی کہ وہ اس وقت یہاں نہیں ہے۔ اگر وہ یہاں ہوتا تو میں تمہیں کبھی بھی زحمت نہ دیتی۔ تمہارے ساتھ

یہ تفصیل سن کر اوزال فکر مند اور پریشان ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ سر ہنچ رہی، پھر حبیب بن عثمان کو اس نے مخاطب کیا۔

”ابن عثمان جس مہم پر آپ روانہ ہو رہے ہیں، اگر اس مہم میں میں بھی آپ کے ساتھ دوں تو آپ کا کیا جواب ہوگا؟“

حبیب بن عثمان نے چونکنے کے انداز میں اوزال کی طرف دیکھا۔ پھر اسے مخاطب کیا۔ ”اوزال یہ ایک ایسی مہم ہے جس میں مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ اس لیے کہ مجھے پہلے ہی کسی کا دفاع کرنا ہے، میں تمہیں کہاں سنبھالتا پھروں گا اور پھر تم کیوں اس مہم میں شامل ہونا چاہتی ہو؟ یہ ایک خطرناک مہم بھی ہے۔“ حبیب بن عثمان جب خاموش ہوا تو اوزال نے اس دفعہ مالک کی طرف دیکھتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

”مالک میرے بھائی اگر آپ، سعید بھائی اور رعنا برا نہ مانیں تو میں اس موضوع پر حبیب بن عثمان سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

مالک مسکرا دیا اور کہنے لگا۔ ”اوزال میری بہن، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اس سلسلے میں تم حبیب بن عثمان سے علیحدگی میں گفتگو کر سکتی ہو۔“ اوزال نے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا۔ ”ابن عثمان آپ ذرا میرے کمرے میں میرے ساتھ آئیے۔“ ساتھ ہی اوزال اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ حبیب چپ چاپ اس کے پیچھے ہو گیا تھا۔

اپنے کمرے کے وسط میں آکر اوزال رک گئی، مڑی۔ اتنی دیر تک حبیب بھی اس کے پاس آکر رک گیا تھا۔ پھر حبیب بن عثمان کو اوزال نے مخاطب کیا۔

”ابن عثمان میں ہر صورت آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔ اس لیے کہ یہاں میری جان ہی نہیں، میری عصمت اور حرمت کو بھی خطرہ ہے۔ یہاں اس قصر میں بھی کوئی مایوسی کے سیم اور تھوڑے پیلے موسموں کی تخریب اور صدیوں کے کالے قہر کی صورت میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر آپ نے مجھے اپنے ساتھ لے جانا پسند نہ کیا اور مجھے اکیلا چھوڑ گئے تو یاد رکھئے گا، آپ کی غیر موجودگی میں میرے جیون کا ہر لمحہ شو، کی ہر ساعت اس قصر کے اندر تشنگی کی دھوپ اور اعضاء شکنی کا شکار ہو جائے گی۔“

داخل کر دیا ہے کہ میں اور سعید ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔“  
حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر رما کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
”رما پہلے گھر جاؤ۔ اپنے باپ سے اجازت لے کر آؤ کہ تم ہمارے نخلستان تک  
جاؤ۔ اگر وہ اجازت دیتے ہیں تو اپنا ضروری سامان لے کر یہاں آجاؤ۔ میں تمہیں اپنے  
ساتھ لے جانے پر تیار ہوں۔ اوزال بھی میرے ساتھ جائے گی۔“

حبیب بن عثمان کا یہ جواب سن کر جہاں اوزال کے چہرے پر دور دور تک  
خوشیاں اور مسرت ناچ اٹھی تھی، وہاں رما بھی خوش تھی۔ پھر رما بھاگتی ہوئی باہر  
نکل گئی تھی۔

رما کے جانے کے بعد آواز دے کر حبیب بن عثمان نے مالک اور سعید کو بھی  
وہاں بلا لیا۔ سب وہاں نشستوں پر بیٹھ گئے۔ پھر حبیب بن عثمان نے مالک کو مخاطب  
کیا۔

”مالک میرے بھائی اوزال میرے ساتھ میرے نخلستان جانے کے لیے بضد ہے  
اور میں نے اس کی ضد کی خاطر ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ میں اسے اپنے ساتھ لے  
جاؤں گا اور جاتے ہوئے اپنے نخلستان چھوڑ جاؤں گا۔ رفیم شرک کی طرف آتے ہوئے یہ  
پہلے ہی ہمارے نخلستان میں قیام کر چکی ہے۔ میری ماں، میری خالہ، میری ممانی، میرے  
ماموں، میرے ماموں زاد بھائی اور میرے چچا سے بھی یہ متعارف ہو چکی ہے، لہذا  
اسے وہاں رہتے ہوئے کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ رما بھی اس  
کے ساتھ میرے نخلستان جانے کے لیے آمادہ ہے۔ میں نے اسے اپنے گھر بھیجا ہے کہ  
وہ باپ سے پوچھ کر آئے۔ ساتھ ہی اپنا ضروری سامان بھی لیتی آئے۔ اس کے آنے  
تک بیٹھ کر انتظار کرتے ہیں۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو سے مالک اور سعید دونوں خوش ہو گئے تھے۔  
تھوڑی دیر بعد رما اپنا ضروری سامان لے کر لوٹی اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے  
کہنے لگی۔ ”حبیب میرے بھائی، میرے باپ نے مجھے آپ کے ساتھ جانے کی اجازت  
دے دی ہے۔“ پھر سب اس کمرے سے نکلے۔ وہاں سے مستقر کی طرف گئے۔ مالک  
اور سعید مستقر ہی میں رہے جبکہ حبیب بن عثمان چند مسلح دستوں کو لے کر اوزال اور  
رما کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ اپنی مہم کی طرف بڑھتے ہوئے اوزال اور رما  
کو اس نے اپنے نخلستان میں چھوڑا، پھر وہ بڑی برق رفتاری سے اپنی مہم کی طرف

جانے پر بضد نہ ہوتی۔ اس لیے میری آپ سے التجا اور گزارش ہے کہ اس مہم  
مجھے اپنے ساتھ لے کر چلے۔“

حبیب بن عثمان پھر بول پڑا۔ ”اوزال میں کیسے تمہیں اس مہم پر اپنے ساتھ  
رکھوں؟ مجھے نہ جانے کتنے لوگوں سے ٹکرانا ہوگا۔ اس جنگ کے دوران میں تمہاری  
حفاظت کیسے کروں گا؟“

اوزال تھوڑی دیر تک مسکرائی، پھر تیز نگاہوں سے حبیب بن عثمان کی طرف  
دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”میں اس مہم کے انجام تک آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔  
میں یہاں سے آپ کے ساتھ روانہ ہوں گی۔ آپ مجھے اپنے نخلستان میں اپنے گھر  
چھوڑ جائیے گا اور جب آپ اپنی مہم سے فارغ ہوں گے، تب مجھے گھر سے مانو  
یہاں لیتے آئیے گا۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“  
حبیب بن عثمان، اوزال کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ دروازے پر  
رما نمودار ہوئی، پھر وہ اوزال کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اوزال اگر آپ حبیب بھائی کے ساتھ کسی نتیجے پہنچ چکی ہوں تو میں اندر  
آجاؤں؟“ اوزال نے مسکراتے ہوئے جب رما کو اندر آنے کی اجازت دی تو  
آگے بڑھی اور حبیب بن عثمان اور اوزال کے پاس آن کھڑی ہوئی۔ پھر اوزال کو  
نے مخاطب کیا۔

”کیا حبیب بھائی تمہیں اپنے ساتھ لے جانے پر تیار ہیں؟“ اس پر اوزال نے  
کہی۔ ”میں نے ان سے التماس کی ہے کہ مجھے یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں اور  
جاتے ہوئے مجھے اپنے نخلستان میں چھوڑ جائیں۔ اب دیکھیں، یہ کیا جواب  
ہیں؟“ حبیب بن عثمان کے بولنے سے پہلے رما بول پڑی۔

”حبیب بھائی میری بھی آپ سے گزارش ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ  
نخلستان تک جاؤں گی۔ جس طرح اوزال آپ کے ہاں رہے گی، ویسے ہی میں  
آپ کی واپسی تک وہاں رہنا پسند کروں گی۔ امید ہے آپ محسوس نہیں کریں گے  
اس سلسلے میں میں آپ کے اندر آنے کے بعد سعید سے گفتگو کر چکی ہوں اور  
نے مجھے آپ کے ساتھ نخلستان جانے کی اجازت دے دی ہے۔ میں نے مالک سے

ہیروڈیس نے بظاہر ہیروڈیہ سے شادی کر کے اور عریب کو طلاق دے کر یہ خیال کیا تھا کہ وہ اپنی گم گشتہ جنت کو پالے گا لیکن قدرت کے فیصلے کبھی کبھی مامن حیات کو بھی شربار کر دیتے ہیں۔ ہیروڈیس نے خود فریب زلیست سے مانوس ہونے کی کوشش کی تھی، پر نہیں جانتا تھا عدل کے سورج تلے اکثر و بیشتر قدرت کے فیصلوں نے دیکھا کہ ہیروڈیہ کے چہرے پر دور دور تک خوشیاں اور آنکھوں میں نئی انوکھی ہنس ہے، تب وہ مطمئن ہو کر دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گئی۔ اتنی دیر تک ہیروڈیہ اس نے ایک طرح سے اپنی چپیلی آرزوؤں کے خوش رویوں کی تلاش کی کوشش کی قریب آئی اور اپنی ماں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بے پناہ خوشیوں کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”ماں آج کا دن میرے لیے بھرپور خوشیوں، مسرتوں اور جشن کا دن ہے۔“

ہیروڈیہ جب اپنی ماں سے علیحدہ ہوئی تو اس نے تیز اور سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”پہلے تفصیل بتاؤ، اس کے بعد میں اپنے رومل کا اظہار کروں گی۔“

ہیروڈیہ تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھتی رہی، پھر بے پرواہی سے اس کے بعد اس کمرے میں جس میں وہ دونوں ماں بیٹی بیٹھی ہوئی تھیں، ہیروڈیس داخل گئی۔

”ماں جس گھڑی کا مجھے انتظار تھا، وہ رونما ہو گئی ہے۔ ہیروڈیس نے اپنی بیٹی ہیروڈیہ اور اس کی ماں نے اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہوئے اور اپنے چہروں پر عریب کو طلاق دے کر کچھ محافظ دستوں کے ساتھ میاں سے روانہ کر دیا ہے اور گلی مسکراہٹ لاتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ ہیروڈیس آگے بڑھ کر اپنی نئی نویلی محافظ دستے عریب کے ساتھ روانہ کیے گئے ہیں، انہیں اور ان کے سالار کو تاکید کرنا ہیروڈیہ کے پاس بیٹھ گیا۔ گفتگو کا آغاز ہیروڈیہ کی ماں نے کیا تھا۔ اس نے گئی ہے کہ عریب کو صحرائے سینا میں لے جا کر قتل کر دینا ہے۔ اس کے بعد تیز رفتاری سے ہیروڈیس کو مخاطب کیا تھا۔

قاصد رقیم کی طرف بھجوانے اور نبیطیوں کے بادشاہ کو اطلاع کرنی ہے کہ اس کی بیٹی ہیروڈیس تم نے نبیطیوں کے بادشاہ حارث کی بیٹی عریب کو طلاق دے کر اسے اس سے ملنے کے لیے روانہ ہوئی کہ راستے میں کچھ بٹ مار اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا ہے۔ تمہارے اس فیصلے پر میری بیٹی ہیروڈیہ بہت خوش ہے۔ اس کی خوشی اسے قتل کر دیا۔ اس طرح میرے راستے کی ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں گی اور مجھے اپنے مقصد تک پہنچنے میں بھی آج پر مسرت اور مطمئن ہوں۔ میری خدا سے دعا ہے کہ تم دونوں ہیروڈیس کی واحد بیوی کی حیثیت سے اس کی مملکت پر حکمرانی کروں گی۔“

ہیروڈیہ کے اس انکشاف پر اس کی ماں نے بے پناہ خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔

”یہ تو کو، تمہارا شوہر ہیروڈیس اس وقت کہاں ہے؟“ ہیروڈیہ چپکتے ہوئے

”بس وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔“ پھر دونوں ماں بیٹی بڑی بے چینی سے

ہیروڈیس کی آمد کا انتظار کرنے لگی تھیں۔



ہیروڈیہ اور اس کی ماں کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا، اس لیے کہ تھوڑی ہی ہیروڈیہ تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھتی رہی، پھر بے پرواہی سے اس کے بعد اس کمرے میں جس میں وہ دونوں ماں بیٹی بیٹھی ہوئی تھیں، ہیروڈیس داخل گئی۔

”ماں جس گھڑی کا مجھے انتظار تھا، وہ رونما ہو گئی ہے۔ ہیروڈیس نے اپنی بیٹی ہیروڈیہ اور اس کی ماں نے اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہوئے اور اپنے چہروں پر عریب کو طلاق دے کر کچھ محافظ دستوں کے ساتھ میاں سے روانہ کر دیا ہے اور گلی مسکراہٹ لاتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ ہیروڈیس آگے بڑھ کر اپنی نئی نویلی محافظ دستے عریب کے ساتھ روانہ کیے گئے ہیں، انہیں اور ان کے سالار کو تاکید کرنا ہیروڈیہ کے پاس بیٹھ گیا۔ گفتگو کا آغاز ہیروڈیہ کی ماں نے کیا تھا۔ اس نے گئی ہے کہ عریب کو صحرائے سینا میں لے جا کر قتل کر دینا ہے۔ اس کے بعد تیز رفتاری سے ہیروڈیس کو مخاطب کیا تھا۔

قاصد رقیم کی طرف بھجوانے اور نبیطیوں کے بادشاہ کو اطلاع کرنی ہے کہ اس کی بیٹی ہیروڈیس تم نے نبیطیوں کے بادشاہ حارث کی بیٹی عریب کو طلاق دے کر اسے اس سے ملنے کے لیے روانہ ہوئی کہ راستے میں کچھ بٹ مار اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا ہے۔ تمہارے اس فیصلے پر میری بیٹی ہیروڈیہ بہت خوش ہے۔ اس کی خوشی اسے قتل کر دیا۔ اس طرح میرے راستے کی ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں گی اور مجھے اپنے مقصد تک پہنچنے میں بھی آج پر مسرت اور مطمئن ہوں۔ میری خدا سے دعا ہے کہ تم دونوں ہیروڈیس کی واحد بیوی کی حیثیت سے اس کی مملکت پر حکمرانی کروں گی۔“

ہیروڈیہ کے اس انکشاف پر اس کی ماں نے بے پناہ خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔

”یہ تو کو، تمہارا شوہر ہیروڈیس اس وقت کہاں ہے؟“ ہیروڈیہ چپکتے ہوئے

”بس وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔“ پھر دونوں ماں بیٹی بڑی بے چینی سے

ہیروڈیس کی آمد کا انتظار کرنے لگی تھیں۔

ہیروڈیس کی ماں جب خاموش ہوئی تو ہیروڈیہ بول پڑی۔

”سن! پانی کو ہمیشہ پیاس بلاتی ہے اور نوحہ کرتا دقت زلیست کی راہوں پر

ہیروڈیس کی آمد کا انتظار کرنے لگی تھیں۔

عرب کی مانند سفید کر دیا تھا۔ آنے والے لمحے اس کے دامن کو فگار دل کو چاک  
بے رہے تھے۔

بحر لوط کے کنارے کی چٹانوں کے اندر سفر کرتے ہوئے اچانک ایک تبدیلی نمودار  
ہوئی۔ بائیں جانب سے کچھ مسلح جوان نمودار ہوئے جو اپنے چروں پر نقاب ڈالے  
ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ عرب کے ساتھ سفر کرنے والے مسلح جوانوں کی راہ  
روک کر کھڑے ہوئے اور کچھ نے عرب کو گھیرے میں لے لیا اور پھر عرب کے  
گھوڑے کی بائیں پکڑ کر انہوں نے عرب کو ایک طرف کر دیا تھا۔

عرب بظاہر مطمئن تھی، تاہم اس نے راہ روکنے والوں کی طرف دیکھتے ہوئے  
تھمنا انداز میں پوچھ لیا۔ ”تم لوگ کون ہو، کیوں ہماری راہ روکی ہے؟“  
قبل اس کے کہ کوئی جواب دیتا، اچانک جس نقاب پوش نے عرب کے گھوڑے  
کی باگ پکڑ کر ایک طرف کیا تھا، اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ عرب کے  
چہرے پر دور تک مسکراہٹیں بکھر گئی تھیں۔ وہ حبیب بن عثمان تھا۔

تھوڑی دیر پہلے جہاں عرب کے چہرے پر ماتم گساری کی لہریں تھیں، جہاں ماحول  
نامساعد اور حالات ناموافق اسے روٹھی امیدوں، ان کے خوابوں، ان مجبھی آگ کی

عرب بڑی اداسی کی حالت میں مسلح جوانوں کے ساتھ بحر لوط کے کنارے  
کنارے چٹانوں کے اندر سفر کر رہی تھی۔ وہ اداس اور پریشان تھی۔ وہ جانتی تھی کہ شرمیلی ہو کر رہ گئی تھی۔ بلخ اور دلکش، لطیف اور گونا گوں روشن  
آگے جا کر دشت سینا میں اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اسے کسی کا انتظار تھا جو بلا تئیں نفعی اور اطمینان اس کے چہرے، اس کی آنکھوں میں رقص کرنے لگے

مدد کو پہنچے۔ اسے کسی کی ضرورت تھی جو اسے موت کے اندھے کنوئیں سے نکالے۔  
سفر کرتے ہوئے اس کے لیوں پر اظہار کے احساس کی تشنگی تھی۔ ہر قدم خون  
وحشت سے لرزاں تھا۔ ہر سانس لرزشوں میں سوئی ہوئی تھی۔ خوفناک لہروں نے اسے  
سماعت آوازیں اس کے جگر کو ریزہ ریزہ اور نظر کو بے بصیرت کیے دے دی تھیں۔

ذہن بے جا دلیلوں میں الجھا ہوا تھا۔ دل کی بے ربط دھڑکنیں آنے والے خطر  
تصور میں ڈوبی جا رہی تھی۔ اس کی پیشانی شکن شکن چہرے پر شمشان کی آواز  
اور سینے میں آتش فشاں تھے۔ بدترین وقت کی نایدہ خشن کیا اسے زندگی کی  
سرحد کی طرف لے جاتے ہوئے خوفزدہ کر رہی تھیں۔ تفکرات۔

”تم لوگ امن کے ساتھ لوٹ جانا چاہتے ہو یا ہمارا مقابلہ کر کے اپنے آپ کو  
موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے ہو؟“  
جوان عرب کے ساتھ آئے تھے، ان میں سے ایک جو شاید ان کا سالار

طرف بلا رہی ہیں اور مجھے امید ہے کہ دشت سینا میں اس کی روح امید کے  
دھاگوں اور کنزور گھاس کے تنکوں کی طرح موت کے جال میں الجھ کر رہ جائے گی۔  
ہیرودیہ خاموش ہو گئی، تھوڑی دیر تک قصر کے اس کمرے میں خاموش رہی  
ہیرودیہ کی ماں نے ہی ہیرودیس کو مخاطب کیا۔

”ہیرودیس اب جبکہ تمہارے اور ہیرودیہ کے سامنے رکاوٹ بننے والی کوئی  
پاؤں میں چبھنے والا کوئی کانٹا نہیں رہا تو میں تم سے کہوں گی کہ اسی خوشی کے سلسلے  
ایک جشن منانا چاہیے جس میں خوشی کا اظہار کیا جانا چاہیے۔“

ہیرودیس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ہیرودیہ کی ماں سے کہنے لگا۔ ”میں اب  
اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ ایک ہفتے تک میری اور ہیرودیہ کی شادی کی خوشی  
سلسلے میں بہترین جشن برپا کیا جائے گا۔ میں اب چلتا ہوں، ریاست کا کچھ کام نمٹاؤں  
اس کے بعد تم دونوں کے پاس لوٹ کر آتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی ہیرودیس  
کمرے سے نکل گیا تھا۔





رقیم کی طرف روانہ کرنے کے حالات پہنچ جائیں گے۔ وہ چونکہ مجھے اپنی بیٹی کی طرح چاہتا ہے، لہذا یہ حالات سن کر وہ پریشان ہوگا، لہذا تم جا کر اسے میری سلامتی سے آگاہ کر دے تو اسے اس کی بیٹی اور بیٹے کو ایک طرح سے اطمینان ہو جائے گا۔“

حبیب بن عثمان نے بھی عریب کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ ساتھ ہی اس نے حصرون کو تاکید کی کہ وہ مازور، اس کے بیٹے اور بیٹی اور دیگر لواحقین کو سلام کہے۔ اس کے ساتھ ہی حصرون وہاں سے یروشلم کی طرف چلا گیا تھا جبکہ حبیب اور عریب مسلح جوانوں کے ساتھ رقیم شہر کا رخ کر رہے تھے۔



مانیوں کو پکارا ہے۔ وہ مصلحت اندیشی سے کام لیتا تو بنیوں کے ساتھ اس کے تعلقات برادرانہ رہتے لیکن اس نے جس بداندیشی کا مظاہرہ کیا ہے، اس کے نتیجے میں عفریب شورہ پست اور جنگجو نبطی صاعقہ آسمانی اور شہاب ثاقب کی سی تیزی کے ساتھ اس کے سر پر موت بن کر کھیل جائیں گے۔ عفریب ہمارے جنگجو اس پر وارد ہوں گے کہ اس کی بھوکی نگاہوں کو زنگ آلود، اس کی شیطنیت کے رنگ و آندھیوں کے غبار میں تبدیل کر دیں گے۔ اب تم جاؤ، واپس جا کر ہیرو دوس کے عریب کے محافظ اور عظیم نبطی قوم کے فرزند راستے ہی میں تم لوگوں سے مل گئے اور تمہیں واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا تو تم سب کی گردنیں بھی کٹا دیتا تھا لیکن کیونکہ اس سلسلے میں تمہارا کوئی قصور نہیں، میں تم پر کوئی ظلم اور جبر کرنا چاہتا، لہذا واپس چلے جاؤ۔ جو میں نے کہا ہے، وہ واپس جا کر اپنے بادشاہ ہیرو سے کہنا۔“

حبیب بن عثمان جب خاموش ہوا تو عریب کے ساتھ آنے والے مسلح جوان جو سالار تھا، اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”نبطی قوم کے عظیم و محترم فرزند! میں نہیں جانتا تم کون ہو، تاہم جس عریب نے تمہاری طرف دیکھا ہے، اس سے لگتا ہے تم اس کے عزیز ہو۔ میں سے گزارش ہے کہ ہمارے گھوڑے واپس کر دو تاکہ ہم وہ پیغام جو تم نے اپنے بادشاہ ہیرو دوس کو جا کر پہنچا دیں۔“

حبیب بن عثمان نے انہیں اپنے گھوڑے لینے کی اجازت دے دی جس پر انہیں الفور آگے بڑھے۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے چلے گئے تھے۔ حبیب بن عثمان کے کہنے پر اس کے ساتھیوں نے بھی ان مسلح جوانوں کا سارا اسلحہ چھوڑ دیا تھا۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان کے قریب ہی کھڑے حصرون کے پاس عریب اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”حصرون! تم یہیں سے رقیم جانے کے بجائے یروشلم کا رخ کرو۔ عازور اور اسے پورے حالات سنا کر میری سلامتی سے مطلع کرنا۔ آج نہیں تو کل پاس اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کے شہید کیے جانے ہیرو دوس کے مجھے ملانے

تقدیر کو مات فلک زیرِ کسوں گی  
جب وہ مجھے دل میں اپنے بسائے گا  
وہ میرا وجدان و کعبہ شب ہوگا  
چاہت بن کر جب میرے در آئے گا  
میں ستارہ بن کر جگمگاؤں گی  
جب خواہ کی میری وہ لے بن جائے گا  
اس روز میرا تن لعل و گوہر ہوگا  
میرے لبوں جب وہ خوشبو ہو جائے گا

جب تک اپنی پرسوز آواز میں اوزال گاتی رہی، چاروں طرف خاموشی رہی۔ عبیرہ، رما، علی بے حد متاثر دکھائی دے رہے تھے۔ اس لیے کہ اوزال کی آواز میں برا سوز تھا۔ لگتا تھا وہ گانا گاتے ہوئے اندر سے رو رہی ہو۔ پھر گانے کے آخر میں عبیرہ نے یہ بھی دیکھا کہ اوزال کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں، تاہم جب اس نے گانا بند کر دیا اور دف پر بھی ہاتھ مارنا چھوڑ دیا تب عبیرہ نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”اوزال میری بہن! اگر تم برا نہ مانو تو میں تم سے کچھ کہوں۔“ جواب میں اوزال نے اپنی آنکھیں سر پر بندھے رومال سے صاف کیں۔ پھر بکھرتی ڈوبتی آواز میں کہنے لگی۔ ”تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہو۔ میں تمہاری کسی بھی بات کا برا نہیں مانوں گی۔“ اس پر عبیرہ پھر بول پڑی۔

”اوزال جو نغمہ تم نے سنایا ہے، اس کے الفاظ کی رقت میں ایک مجروح کن شخصیت اور تمہارے نفس کے زیرِ بوم میں حماں نصیبی واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ برا مت ماننا، کیا تم کسی کو پسند کرتی ہو؟ کسی سے محبت کرتی ہو؟“ عبیرہ کے اس سوال پر اوزال کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگی۔

”عبیرہ میری بہن، تیرا اندازہ درست ہے۔“ عبیرہ نے پھر پوچھ لیا۔ ”وہ کون خوش قسمت ہے جسے تم چاہتی ہو؟ جس کی محبت، جس کی چاہت نے تمہاری یہ حالت کر دی ہے۔“ عبیرہ کے اس سوال پر اوزال نے کہنا شروع کیا۔

”میں فی الحال اس کا نام بتانا پسند نہیں کروں گی لیکن وہ ایک ایسا مجاہد ہے جو اپنی

جس روز اوزال اور رما دونوں حبیب بن عثمان کے نخلستان پہنچی تھیں، اوزال روز ان دونوں کو عبیرہ اور علی نے صبح ہی صبح اپنے باغات کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا تو اوزال اور رما مان گئیں۔ عبیرہ کے کہنے پر اوزال نے اپنی وہ دف بے ساتھ لے لی تھی جسے وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ ساتھ ہی عبیرہ نے اسے بات پر بھی آمادہ کر لیا تھا کہ وہ باغات میں جا کر انہیں اپنی پسند کا کوئی اچھا سا نغمہ سنائے گی۔ اس طرح وہ نخلستان سے نکل کر باغات میں پہنچے۔ کچھ دیر تک وہ باندھ میں کام کرتے رہے، پھر کھجوروں کے ایک جھنڈ تلے جس کے سامنے سبز ہی سبز بیٹھ گئے۔ گھر سے وہ کھانے پینے کی اشیاء لائے تھے۔ پہلے وہ کھائیں، پھر عبیرہ اوزال کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”اوزال میری بہن! یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم بہت اچھا گاتی ہو اور ناچتی ہو۔ میں تمہیں ناچنے کے لیے نہیں کہوں گی۔ بس میں تم سے یہ التجا کرتی ہوں کہ زندگی کا بہترین نغمہ سننا جس سے تم متاثر ہو۔“

اوزال اس پر شاید پہلے ہی آمادہ تھی، اس لیے کہ گھر سے روانہ ہوتے وقت عبیرہ نے اس سے گانے کے لیے کہا تھا۔ عبیرہ کے کہنے پر اوزال نے اپنی چھٹی سنبھالی جس کے ساتھ کافی جھانچیں بندھی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ دف بجاتی رہی۔ دف کے ساتھ جو جھانچیں بندھی ہوئی تھیں، انہوں نے عجیب سا ساں باندھ دیا تھا۔ پھر دف بجانے کے ساتھ ساتھ اپنی پرسوز آواز میں اوزال نے گانا بھی کیا۔

اللہ جانے کب وہ دن آئے گا  
وہ مجھے خانم سے جانم بنائے گا



”عبیدہ میری بہن! میں بھی بتا سکتی ہوں کہ اوزال کے پسند کرتی ہے۔ کس سے  
مبت کرتی ہے۔“ عبیدہ نے ایک ہلکا سا تھقہ لگایا، پھر رما کو کہنے لگی۔ ”اچھا ذرا  
میرے کان میں کہو کہ تمہارے ذہن میں کون سا نام آتا ہے لیکن بالکل رازداری کے  
ساتھ تاکہ یہ الفاظ نہ علی کے کان میں پہنچیں، نہ اوزال کے کان میں۔“ اس پر رما  
اپنا منہ عبیدہ کے کان کے قریب لے گئی اور کچھ سرگوشی کی جسے سن کر عبیدہ نے  
ایک بھر پور تھقہ لگایا۔ پھر رما کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگی۔ ”رما قسم  
خدا واحد لاشریک کی جو نام تم نے کہا ہے، یہی نام تو میرے ذہن میں بھی ہے اور یہ  
نام اوزال کے کان میں کہتی ہوں۔ پھر دیکھتی ہوں کہ اس کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔“  
اس کے ساتھ ہی عبیدہ اپنا منہ اوزال کے کان کے قریب لے گئی اور اس کے  
کان میں اس نے سرگوشی کی۔

”اوزال میری بہن اگر تو برا نہ مانے تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ تو میرے ہر دل عزیز  
پارے بھائی حبیب بن عثمان سے محبت کرتی ہو۔ کہو میں نے غلط کہا؟“  
لحہ بھر کے لیے اوزال کے لبوں پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وجہ سے  
لجے میں کہنے لگی۔ ”عبیدہ میری بہن، تیرا اندازہ درست ہے۔“  
عبیدہ ایک بار اپنا منہ اوزال کے کان کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔ ”اگر یہ  
بات ہے تو سن، میں تجھے خوشخبری دیتی ہوں کہ عنقریب میرے خداوند نے چاہا تو میرا  
بھائی حبیب بن عثمان بھی تمہیں ایسے ہی چاہے گا جس طرح تم اس سے محبت کرتی  
ہو۔ جو نہی وہ اپنی مہم سے واپس آتا ہے، میں تیری بہن یعنی عبیدہ اس پر انکشاف  
کر لے گی کہ اوزال تجھ سے ایسی محبت کرتی ہے جس کو زوال اور فنا نہیں۔ میری بہن  
نیا میں ایسا کر سکتی ہوں؟“

اوزال تھوڑی دیر مسکراتی رہی، پھر منہ سے تو کچھ نہ بولی، مسکراتے ہی مسکراتے  
اس نے اپنی گردن اثبات میں ہلا دی تھی۔ جو اس بات کی نشاندہی تھی کہ عبیدہ جو  
کچھ کہہ رہی ہے، وہ کر سکتی ہے۔

عبیدہ جب پیچھے ہٹی تو قریب بیٹھے علی نے پہلی بار بولتے ہوئے کنا شروع کیا۔  
”تم تینوں خواہ مخواہ میں ساری گفتگو رازداری میں کرنے کی زحمت اٹھا رہی ہو۔“

قوم کی آنکھ کا تارا، نور کا روشن دھارا ہے۔ وہ اپنے وطن کے لیے متاع ہے  
مضبوط برج اور جاڑے کی ٹھنھرتی لمبی راتوں میں تحفظ کا بہترین مامن ہے۔“  
اوزال یہاں تک کہنے کے بعد رکی، پھر اس نے دوبارہ کنا شروع کیا۔

”جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو وہ اس زمین، اس دھرتی پر میرے لیے  
نجات دہندہ، روشنی کا مینار، بے اعتنائی اور مایوسی کے بھنور میں ایک نقیب، ایک رزم  
ہے۔ میرے لیے وہ آکاش کی نیلاہٹوں میں گم گشتہ خوشی، حسین سپنوں کی تعمیر اور راز  
و محبت کا ایک پیکر ہے۔ وہ میری مصاف زیت کا رہبر، میری زندگی کے افق پر آنر  
امید ہے۔ عبیدہ جسے میں پسند کرتی ہوں، وہ ایک نوجوان ہے جو اپنے بہادر باپ  
بہترین خون ہے اور اس کے مقاصد، اس کی زندگی کی طرح ہی عظیم ہیں۔ سن عبیدہ  
وقت کی آندھیوں کے غبار میں ستارے جب آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں تو ان کی  
روشنی سرگوشی میں بھی مجھے صرف اس کا نام سنائی دیتا ہے۔ وہ دل کی دھڑکنوں  
سرگوشی، محبت اور چاہت کا سلگتا ہوا راز، میری سانسوں کا سنگیت ہے۔ کاش کوئی ان  
یہ بتا دے کہ وہ وہی ہے جسے میں آسمان کے ستاروں میں دیکھتی ہوں۔ کاش کوئی ان  
پر یہ انکشاف کر دے کہ میں اس کی تکالیف کی حصہ دار ہوں۔ کاش کوئی اللہ کا بلا  
کوئی نیک دل، مہربان اس پر یہ واضح کر دے کہ میری لطیف اور خوشگوار دھڑکنوں  
وہ میری زیت کے منجھار کا ناخدا، گھٹی آوازوں، ذلت آمیز امیدوں، مغموم صدائوں  
اور ہواؤں کے نوحوں میں وہ میرے لیے ایک دلکش اور حسین نقش سے بھی بالاتر  
اعلیٰ ہے۔“

اوزال کے ان الفاظ پر عبیدہ کے چہرے پر بڑی دلکش اور خوشگوار مسکراہٹ  
نمودار ہوئی۔ پھر اس نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”اوزال تمہارے یہ الفاظ سن کر میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ تم کس کو پسند  
ہو۔ کس سے محبت کرتی ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے اس محبوب کا نام  
تمہارے کان میں بھی کہہ سکتی ہوں۔“

عبیدہ کے ان الفاظ پر اوزال چوکی تھی۔ کچھ کنا چاہتی تھی کہ قریب ہی  
رما بھی حرکت میں آئی اور اس نے عبیدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کنا شروع کیا۔

میں غیب کا علم تو نہیں جانتا، یہ علم میرا خدا ہی جانتا ہے لیکن جو گفتگو تم لوگوں سے ہے، میرا دل کہتا ہے میں اس سے واقف اور آگاہ ہوں۔“ اس پر عبیدہ نے گھورتے ہوئے علی کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی۔ ”آپ کا دل کیا کہتا ہے۔ ہم نے کیا گفتگو کی ہے۔“ علی نے ایک ققمہ لگایا اور کہنے لگا۔

”جو اندازہ میں نے لگایا ہے، اگر وہ غلط نہیں تو میرا دل کہتا ہے کہ جو گفتگو نے کی ہے، وہ یہ ہے کہ اوزال میرے بھائی حبیب بن عثمان کو پسند کرتی ہے اور جمال تک میں مزید اندازہ لگا پایا ہوں کہ تم نے اسے یہ تسلی دی ہے کہ اس کی محبت انکشاف تم بھائی پر کرو گی۔ کہو میں نے غلط کہا ہے؟“

اس پر اوزال اور رما تو کھکھلا کر ہنس دیں جبکہ عبیدہ نے ایک بھرپور ققمہ لگایا اور بڑے پیارے انداز میں علی کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگی۔ ”علی واقعی تمہارا اندازہ درست ہے۔“ اس پر اوزال نے بھی دخل انداز کی اور عبیدہ کو مخاطب کیا۔ ”علی کا اندازہ کیسے درست نہیں ہوگا، اس لیے کہ علی تمہارا منگیترا اور تمہاری زندگی کا بننے والا ساتھی ہے۔“ عبیدہ شرمائی گئی تھی اور تھوڑا سا پیچھے ہٹ گئی تھی۔

علی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ”میرے خیال میں ہم نے کافی آرام کر لیا، اب اٹھیں۔ کچھ مزید پھل توڑتے ہیں۔ اس کے بعد گھر چلتے ہیں۔“ اوزال رما اور عبیدہ تینوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور علی کے ساتھ ہو لی تھیں۔



سورج دن بھر صحراؤں کے اندر اپنی داستانوں کے بکھرے اوراق ہمیشہ ہوا غروب ہو رہا تھا۔ مغربی افق لعل بدخشاں کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ ڈوبتے سورج کے وقت لگتا تھا جیسے ہر شے نے قرمزی رنگ کے لباس اوڑھ لئے ہوں۔ زندگی کے خون کو رواں رکھنے کے لیے دن بھر صحراؤں کے اندر روزی رزق تلاش کرنے والے پندے نخلستانوں، آبادیوں اور شہروں کی طرف لوٹ رہے تھے اور اپنی چونچیں کھولے جات بخش آوازیں نکالتے ہوئے اپنے مسکنوں، اپنے گھونسلوں کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ کاروان شاہراہیں ویران ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

ایسے میں حبیب بن عثمان عریب کو لے کر اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ اپنے نخلستان پہنچا تھا۔ گھر کے قریب جا کر اس نے مسلح جوانوں کو رکنے کے لیے کہا۔ خود وہ عریب کو لے کر اپنی حویلی میں داخل ہوا، اس وقت تک گھروں میں مشعلیں اور نڈیلیں روشن ہو چکی تھیں۔ جو نئی حبیب بن عثمان اور عریب اپنے گھوڑوں کی باکیں تھامے حویلی کے صحن میں آئے۔ اندر سے ایک ساتھ عبیدہ، اوزال اور رما شور کرتی ہوئی نکلیں۔ ان کے پیچھے پیچھے علی بھی بھاگا ہوا آیا تھا۔ عریب نے اپنے گھوڑے کی باگ جھوڑ دی۔ بھاگ کر آگے بڑھی سب سے پہلے اوزال کو اپنے ساتھ لپٹایا، اس کا چہرہ اور اس کی پیشانی چومی۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے عبیدہ کی طرف اشارہ کیا۔

”میری بہن، یہ میری ماموں زاد عبیدہ ہے۔ اس کے ساتھ رما ہے۔“ عریب نے ققمہ لگایا اور کہنے لگی۔

”حبیب میرے بھائی! تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ رما کو میں پہلے ہی جانتی ہوں۔ تیری اب عبیدہ ہی رہتی ہے جس کے متعلق تم مجھے تفصیل کے

۱۳۔ ماں باپ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے ماں باپ! میری بہن! میرے بھائی میرے لیے بڑے پریشان اور فکرمند ہوں گے، لہذا میرا فی الفور رقیم پہنچنا بے حد ضروری ہے۔ آپ محسوس نہ کیجئے گا۔ خداوند نے چاہا تو میں پھر کسی وقت آؤں گی اور آپ کے پاس ایک نہیں کئی راتیں رہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اور اپنے بیٹے حبیب کو اس وقت یہاں سے روانہ ہونے کی اجازت دیں گی۔“

یوباب کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ کہنے لگی۔

”عرب میری بیٹی! میں تم لوگوں کو زبردستی نہیں روکوں گی۔ اگر تم لوگوں کا رقیم پہنچنا بہت اہم اور ضروری ہے تو تم کوچ کر جانا، میں نہ برا مانوں گی، نہ ہی تم لوگوں کی دل شکنی کا باعث بنوں گی۔“ پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد یوباب نے حبیب کو مخاطب کیا۔

”میرے بیٹے جب تو عرب کو لینے گیا تھا تو تو نے مجھ پر واضح کیا تھا کہ تو اپنے باپ کے قاتلوں کے کچھ کچھ قریب پہنچنا جا رہا ہے۔ میرے بیٹے میری تم سے التجا ہے کہ اپنے باپ کے قاتلوں کو معاف مت کرنا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہیں، ان سے اپنا انتقام ضرور لیتا۔“

حبیب بن عثمان نے ایک بار پھر اپنی ماں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگا۔

”ماں! تو فکرمند نہ ہو۔ جو رو استبداد اور ظلم و جاہلیت کے وہ پروردہ جہاں کہیں بھی ہوں گے، اپنے حریت پسند ساتھیوں کے ساتھ موجوں کی شوریدہ آوازیں اور پنجاب شب کے لحوں کی طرح ان کا تعاقب کروں گا۔ ان کے دامنوں کو زہر آلود شہید نامیدوں سے بھر دوں گا۔ اے میری ماں اگر انہوں نے ہماری جھولی میں غم و شقاوت ڈالی ہے تو میں ان کے دامنوں کو ذلت اور رسوائی اور قضا و مرگ کے آتش خوف سے بھر دوں گا۔ اے میری ماں مطمئن رہنا قاتل جہاں کہیں بھی ہیں، وہ میرے انتقام سے بچ نہ سکیں گے۔ غنقریب میں تمہیں خوشخبری دوں گا کہ میں ان قاتلوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں اور ایک ایک کر کے ان کا خاتمہ کرنے لگا ہوں۔“

اس موقع پر عبیدہ حبیب بن عثمان کی ماں یوباب کے پاس آئی اور اس کے کان میں سرگوشی کے انداز میں کہنے لگی۔

ساتھ راستے میں بتا چکے ہو۔“ اس کے بعد عرب باری باری عبیدہ اور رعنا سے ملے۔ حبیب بن عثمان نے پھر علی کی طرف اشارہ کیا۔ ”یہ میرا ماموں زاد علی ہے۔“

نے آگے بڑھ کر عرب کو سلام کیا۔ اس کے بعد گھر کے سارے افراد حبیب بن عثمان کا چچا، ماموں، خالہ، ممانی اور اس کی ماں بھی باہر نکل آئیں جسے حبیب بن عثمان خالہ نے سارا دے رکھا تھا جو حبیب کی چچی بھی تھی، اس لیے کہ حبیب کا چچا اس خالو بھی تھا۔

اپنی ماں کو دیکھتے ہوئے حبیب پریشان ہو گیا تھا۔ عرب بھی اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ پھر اپنی ماں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حبیب کہنے لگا۔

”عرب میری بہن! یہ میری ماں ہیں۔ ان کے ساتھ میری خالہ عدیمہ ہیں۔“

کے بعد حبیب بن عثمان نے اپنی ممانی، ماموں، چچا اور دیگر لوگوں سے عرب کا تعارف کروایا تھا۔ جب حبیب بن عثمان کی ماں قریب آئی تو حبیب آگے بڑھا اور اپنی ماں لپٹا لیا۔ اس کی ماں یوباب اس موقع پر عجیب سے انداز میں حبیب بن عثمان کو اپنے ساتھ لپٹا کر اس کا منہ، اس کی پیشانی چومنے لگی تھی۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے اپنی ماں کو مخاطب کیا۔

”ماں میں معذرت کے ساتھ کہنے لگا ہوں کہ میں یہاں رکوں گا نہیں۔ میرے ساتھ مسلح جوان ہیں۔ میں آپ کو بتا کر گیا تھا کہ میں عرب کو لینے جا رہا ہوں اور عرب کو میں لے کر آیا ہوں اور اس کا رقیم شر پہنچنا بے حد ضروری ہے۔“

بن عثمان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اتنی دیر تک عرب قریب آئی اور حبیب بن عثمان کی ماں کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہنے لگی۔ ”میں عرب ہوں۔“

یوباب نے عرب کو بھی پیار کیا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے حبیب بن عثمان سے شروع کیا۔

”بیٹے تم رات کیوں نہیں رہو گے؟ اگر تمہیں اس بات کا خدشہ ہے کہ تمہارے ساتھ مسلح جوان ہیں، ہم ان کی تواضع نہیں کر سکیں گے تو یہ تیری ہی بات ہے۔ ہم ان کے لیے تم جیسا چاہو گے، ویسا ہی انتظام کریں گے۔“ حبیب کے جواب میں اس بار عرب بول پڑی۔

ہنی پٹی آنکھوں سے حبیب بن عثمان نے عبیدہ کی طرف دیکھا، پھر پوچھنے لگا۔  
 ”عبیدہ تم مذاق کر رہی ہو یا جو کچھ تم کہہ رہی ہو، وہ حقیقت پر مبنی ہے۔“  
 عبیدہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔

”کیا اس قسم کا مذاق میں نے پہلے بھی اپنے بھائی سے کیا ہے؟ اور پھر آپ  
 جانتے ہیں کہ اس موضوع پر آپ کی موجودگی میں خالہ بھی گفتگو کر رہی تھیں۔ میں جو  
 بات آپ سے کہہ رہی ہوں، حقیقت ہے۔ اس سلسلے میں اوزال سے میری گفتگو علی  
 اور رعنا کی موجودگی میں ہوئی۔ اس نے ان دونوں کے سامنے آپ سے اپنی محبت کا  
 اقرار کیا، پھر یہی اقرار وہ خالہ کے سامنے بھی کر چکی ہے۔ خالہ نے آپ کے سامنے  
 ہی اس کا ذکر کیا تھا۔ پھر بھی آپ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی بہن آپ سے مذاق کر  
 رہی ہوں۔“

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ حبیب بن عثمان بھی چپ رہتے ہوئے کچھ سوچتا رہا، پھر  
 عبیدہ نے جلد ہی دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

”بھائی دیکھنا اوزال کا دل مت توڑنا۔ وہ آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ دل  
 سے آپ کو چاہتی ہے۔ آپ کے جانے کے بعد ہم اسے ایک بار باغ میں لے کر گئے،  
 پھر رعنا بھی ہمارے ساتھ تھی۔ میری، علی، رعنا کی موجودگی میں ہمارے کہنے پر اس نے  
 اس میں ایک گیت سنایا۔ اس گیت میں بھی اس نے آپ سے اپنی محبت کا بے پناہ اظہار کیا۔  
 گیت گاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی اتر آئی تھی۔ پھر رازدارانہ

حبیب بن عثمان سوالیہ سے انداز میں، میں اپنی خالہ زاد بہن عبیدہ کی طرف سے انداز میں، میں نے اس سے گفتگو کی۔ اس گفتگو کے دوران اس نے اپنی محبت کا  
 دیکھنے لگا۔ اس موقع پر رعنا اور علی مسکرا رہے تھے۔ تاہم قریب ہی کھڑی اوزال کا اظہار کیا۔ بھائی وہ بڑی حساس اور نازک سی لڑکی ہے۔ اس کی محبت کا جواب محبت  
 قدر پریشان، کسی قدر الجھن اور تفکرات کا شکار تھی۔ پھر عبیدہ حبیب بن عثمان کو دیکھ کر

کر سامنے والے کمرے میں لے گئی۔ کمرے کے وسط میں کھڑے کھڑے وہ حبیب  
 مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بھائی بات یہ ہے کہ آپ کے یہاں سے کوچ کرنے کے بعد ایک  
 انکشاف ہوا ہے اور وہ انکشاف یہ کہ اوزال آپ کو پسند کرتی ہے۔ آپ سے  
 کرتی ہے۔ آپ کو زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہے۔“

”خالہ جس موضوع پر میں نے آپ سے رات کو گفتگو کی تھی، اس موضوع  
 میں بھائی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ برا تو نہیں مانیں گی؟“

یوباب کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر ٹٹولتے ہوئے اس نے عبیدہ  
 سراپے قریب کیا۔ پھر اس کے کان میں کہنے لگی۔ ”کیا تم حبیب بن عثمان کو یہ بتاؤ  
 کہ اوزال میرے بیٹے کو پسند کرتی ہے، اسے چاہتی ہے، اس سے محبت کرتی ہے۔“

عبیدہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”خالہ میں بھائی پر اس بات کا انکشاف  
 کروں گی۔“ اس پر کسی قدر ہلکے سے تبسم میں یوباب کہنے لگی۔ ”میری بیٹی، تم  
 اس کی اجازت ہے۔ اس لیے کہ میں اس سلسلے میں خود بھی اوزال سے بات کر چکی ہے۔“

اپنی ماں یوباب اور بہن عبیدہ کی اس گفتگو پر حبیب بن عثمان کسی قدر پریشان  
 فکرمندی اور خدشات محسوس کر رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اوزال  
 اوزال کے متعلق کس قسم کی گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔ وہ کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ عبیدہ  
 نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”حبیب میرے بھائی میرے ساتھ آؤ، میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے  
 گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ آپ یہاں سے رخصت ہونے کی جلدی مچا رہے ہیں، پھر رعنا بھی ہمارے ساتھ تھی۔ میری، علی، رعنا کی موجودگی میں ہمارے کہنے پر اس نے  
 بات مجھے کہنے کا موقع نہیں ملے گا جبکہ وہ بات کہنا انتہائی ضروری ہے۔ اس میں ایک گیت سنایا۔ اس گیت میں بھی اس نے آپ سے اپنی محبت کا بے پناہ اظہار کیا۔  
 لوگوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔“

حبیب بن عثمان سوالیہ سے انداز میں، میں اپنی خالہ زاد بہن عبیدہ کی طرف سے انداز میں، میں نے اس سے گفتگو کی۔ اس گفتگو کے دوران اس نے اپنی محبت کا  
 دیکھنے لگا۔ اس موقع پر رعنا اور علی مسکرا رہے تھے۔ تاہم قریب ہی کھڑی اوزال کا اظہار کیا۔ بھائی وہ بڑی حساس اور نازک سی لڑکی ہے۔ اس کی محبت کا جواب محبت  
 قدر پریشان، کسی قدر الجھن اور تفکرات کا شکار تھی۔ پھر عبیدہ حبیب بن عثمان کو دیکھ کر

کر سامنے والے کمرے میں لے گئی۔ کمرے کے وسط میں کھڑے کھڑے وہ حبیب  
 مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بھائی بات یہ ہے کہ آپ کے یہاں سے کوچ کرنے کے بعد ایک  
 انکشاف ہوا ہے اور وہ انکشاف یہ کہ اوزال آپ کو پسند کرتی ہے۔ آپ سے  
 کرتی ہے۔ آپ کو زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہے۔“

ورنہ مجھے بڑا دکھ اور افسوس ہوگا۔ اس لیے کہ مجھے اپنے بھائی حبیب کے لیے اس کے ساتھی کے طور پر اس سے بہتر، خوبصورت اور اچھی لڑکی کہیں بھی نہیں ملے گی۔

”میرے بھائی یہ بھی سوچنا کہ وہ خالہ سے بے حد مانوس ہو چکی ہے۔ جسے یہاں رہی ہے، اس نے خالہ کی بہترین خدمت کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ خالہ نے کام میری ماں کرتی ہے لیکن اس دوران اس نے میری ماں کو خالہ کا کوئی کام کرنے دیا۔ سارے کام وہ خود کرتی رہی ہے، باہر بھی لے جاتی رہی، اٹھاتی رہی۔ کا ہاتھ منہ دھلاتی رہی ہے، نہلاتی بھی رہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی خالہ کا ہر کام اس نے بھاگ دوڑ کر اپنی خوشنودی اور خوشی سے کیا ہے۔ میرے بھائی یہ سب آپ کی محبت، آپ کی الفت اور چاہت کی خاطر کر رہی ہے۔ میں پھر بہن کی خبر سے آپ سے کہوں گی بلکہ آپ کو تاکید کروں گی کہ اوزال کی دل شکنی نہیں کرنا۔“

حبیب بن عثمان خاموشی سے اپنی بہن عبیدہ کی گفتگو سنتا رہا، مسکراتا رہا۔ وہ خاموش ہوئی تو وہ کہنے لگا۔

”عبیدہ میری بہن اس سلسلے میں تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس سلسلے میں خود اوزال سے بات کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ دونوں مل کر کسی اچھے نتیجے پر پہنچ جائیں گے۔“ عبیدہ اپنی جگہ پر اچھل پڑی اور گئی۔

”بھائی جو بھی گفتگو آپ اوزال سے کرنا چاہتے ہیں۔ یہیں ہماری موجودگی کریں۔“

حبیب بن عثمان نے گھورنے کے انداز میں عبیدہ کی طرف دیکھا، پھر دانتوں کے انداز میں بول پڑا۔

”عبیدہ میری بہن تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہاں ماں، خالہ، مامی، ماموں، گھر کے دیگر لوگوں کے سامنے اوزال کے ساتھ بات کرتا اچھا لگتا ہوں۔ یہ تازک موضوع ہے۔ میں رقیہ شہر جا کر تفصیل سے اوزال سے بات کروں گا۔ ہم دونوں کے درمیان گفتگو ہوگی، اس سے تمہیں اور ماں کو آگاہ کروں گا۔“

عبیدہ بھی اپنی جگہ پر اڑ گئی اور کہنے لگی۔

”بھائی! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ میری بات نہیں مانیں گے تو میں آپ کی شکایت کروں گی اور دیکھنا.....“

یہاں تک کہتے کہتے عبیدہ رک گئی اور پیچھے ہٹی۔ بھاگ کر اپنی خالہ اور حبیب بن عثمان کی ماں یوباب کے پاس گئی۔ تھوڑی دیر تک بڑی رازدارانہ انداز میں اس سے کھسکھس کرتی رہی۔ جب تک وہ کچھ کہتی رہی، یوباب مسکراتی رہی۔ عبیدہ کی ماں اور حبیب کی خالہ چونکہ یوباب کو سہارا دیئے کھڑی تھیں، وہ بھی عبیدہ کی گفتگو سن رہی تھیں اور مسکراتی رہی تھیں۔ جب عبیدہ نے اپنا منہ یوباب کے کان سے ہٹا لیا، تب یوباب نے بلند آواز میں پکارا۔

”حبیب میرے بیٹے ذرا میرے پاس آؤ۔“

حبیب بھاگتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”کو ماں، کیا کہنا چاہتی ہو؟“

اپنا ہاتھ لہراتے ہوئے اور ٹٹولتے ہوئے یوباب نے اپنا دایاں ہاتھ حبیب کے شانے پر رکھا اور بائیں ہاتھ سے اس کے سر کو جھکاتے ہوئے سر کو چوما، پھر کہنے لگی۔

”میرے بچے جس طرح تیری بہن عبیدہ کہتی ہے، ایسا ہی کر۔ اس لیے کہ جو گفتگو تو اوزال سے کرنا چاہتا ہے، اس میں گھر کے سارے افراد کا اطمینان اور سکون بھی پنہاں ہے۔“ پھر یوباب نے عبیدہ کو پکارا، عبیدہ جب قریب گئی تو یوباب کہنے لگی۔

”عبیدہ میری بیٹی اوزال کہاں ہے؟ اسے ذرا میرے قریب لاؤ۔“

ہاتھ کے اشارے سے عبیدہ نے اوزال کو قریب بلایا۔ اوزال جب قریب گئی تو یوباب نے اسے اپنے ساتھ لپٹایا۔ اس کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر اوزال مسکراتی رہی، پھر یوباب نے عبیدہ کو مخاطب کیا۔

”عبیدہ میری بیٹی اوزال کو سامنے والے کمرے میں لے جاؤ اور خود واپس آؤ۔“

یوباب کے ان الفاظ پر عبیدہ مسکراتی رہی تھی۔ پھر اوزال کا ہاتھ پکڑ کر وہ سامنے والے کمرے کی طرف لے گئی اور اسے کمرے میں لگی ایک مسہری پر بٹھا دیا تھا۔

جب وہ لوٹی تو یوباب نے اسے پھر پکارا، اس کی پکار پر عبیدہ قریب گئی اور کہنے لگی "خالہ میں لوٹ آئی ہوں۔"

یوباب ہنس دی اور کہنے لگی۔ "اگر لوٹ آئی ہو تو حبیب سے کہو، اس کو میں جئے اور جو موضوع زیر بحث ہے، اس کے متعلق اوزال کے ساتھ جا کر کمرے اور دونوں مل کر جو نتیجہ نکالتے ہیں، اس سے ہمیں آگاہ کرے۔" مجھے دوسرے کمروں کی طرف لے چلو۔

اس موقع پر حبیب بن عثمان عجیب سے شش و پنج میں مبتلا تھا۔ کبھی وہ اپنی طرف دیکھتا، کبھی قریب ہی کھڑی عریب کی طرف سوالیہ سے انداز میں دیکھ لیتا۔ پھر عریب نے اسے مخاطب کیا۔

"حبیب میرے بھائی جو گفتگو اب تک ہوتی رہی ہے، میں بڑے غور سے اور پسندی سے سنتی رہی ہوں۔ اس لیے کہ سارا معاملہ میری مرضی میری منشا کے ہوتا رہا ہے۔ اب تمہیں ہچکچانے اور شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ مانا گیا ہے، ویسا ہی کرو۔ اگر اوزال نے تم سے اپنی پسندیدگی، چاہت اور محبت کا اظہار دیا ہے تو میں سمجھتی ہوں جہاں یہ تمہاری خوش قسمتی ہے، وہاں اوزال بھی ایک خوش سے خوش بخت ہے کہ جسے تم جیسا زندگی کا ساتھی مل رہا ہے۔ میرے بھائی جان، موضوع پر اوزال کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کرو۔ پھر تم دونوں مل کر جو نتیجہ گئے، ہم سب مل کر اس پر عمل کریں گے۔"

حبیب بن عثمان سر جھکائے چپ چاپ اس کمرے کی طرف چلا گیا تھا جس اندر اوزال بیٹھی ہوئی تھی جبکہ باقی لوگ حویلی کے دوسرے کمروں کی طرف چلے گئے تھے۔

اوزال اگر تم نے کبھی نیلگوں فلک کی طرف دیکھا ہے، تم نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ نیلگتے موتیوں کی طرح اڑتے سفید پرندے صدیوں سے ایک ہی ڈگر پر رواں دواں ہیں۔ میرے حالات نے بھی مجھے کچھ ایسی ہی راہ پر لگا دیا ہے کہ میں اب ایسا ہی رہا ہوں جس کی کوئی منزل نہیں۔ حالات نے مجھے لمحوں کی بستی کے کنارے

حبیب جب اس کمرے میں گیا تو اوزال اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی اور اس نے جھکالی تھی۔ حبیب آگے بڑھا اور اوزال کو اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ حبیب بن عثمان اس کے سامنے ایک نشست پر جا بیٹھا۔

نہ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کی ذات کے لیے میں عمر کی سیال سیاہی میں محبت کی ان دیکھی تصویر، چاہتوں بھری ان ہونی تعبیر بن جاؤں گی۔ خوابوں کے پاتال میں میں آپ کے لیے اجالوں کی جستجو وفا کا شر اور شوق نشاط کی گرمی ثابت ہوں گی۔ اب جبکہ اس موضوع پر بات چھڑی گئی ہے تو میں یہ بھی کہوں گی کہ آپ میری محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ عمر بھر آپ کے لیے روشنی کا نازہ موسم، خوشی کے دستکوں کا آئینہ، چاہتوں بھرا ساغر اور خواہشوں کا کنوارا کیت ثابت ہوں گی۔ اگر آپ میری محبت کا امتحان لینا چاہیں تو میں یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ اگر کوئی ایک طرف آپ سے علیحدگی اور ایک طرف آپ سے محبت رکھ دے اور گلے پر زہر آلود خنجر رکھ کر کہے کہ اگر میں آپ سے محبت کا اظہار کروں تو ماری جاؤں گی اور آپ سے علیحدگی اختیار کروں تو زندگی پاؤں گی تو قسم مجھے خداوند قدوس کی، میں اس زہر بھرے خنجر کی پروا کیے بغیر کہوں کہ میں آپ کو چاہتی ہوں، آپ سے محبت کرتی ہوں، آپ سے علیحدگی نہیں چاہتی۔“

اوزال بولتی رہی، حبیب بن عثمان مسکراتا رہا۔ اس کے الفاظ سے لطف اندوز ہوتا رہا، پھر جب اوزال خاموش ہو گئی تو اس نے کہنا شروع کیا۔

”اوزال میں سب سے پہلے تمہاری فیضان سردی جیسی محبت، دلکش اور اسرار خیز چاہت، شبنمی لمس جیسی الفت کا شکر گزار اور ممنون ہوں جو تم نے مجھے دی ہے۔ گو اس خود فریب دنیا میں تپتے سورج تلے ہر سیپ کی آغوش کو گھر نہیں ملتا۔ ہر خواب کی قسمت کو تعبیر میسر نہیں آتی۔ ہر مسافر کو اس کی منزل نہیں ملتی، چاہت کے تلاش ہر شخص کو خوشبو کی چاندنی بھری محبت میسر نہیں آتی۔ اس لحاظ سے میں خوش قسمت ہوں کہ تم نے مجھے اپنی چاہت اور محبت سے نوازا ہے۔ سنو آج سے تم میری زندگی کی حصے دار، میری ذات، میرے جسم کا ایک حصہ اور میرے گھرانے کا ایک فرد ہو۔ آج سے میں تمہیں حسرت و یاس کے اندھیروں اور وقت کے سروں میں منجند نہ ہونے دوں گا۔ آج سے تم میرے شعور کی لو، میرے لیے امیدوں کی نئی روشنی اور میرے لیے محبت اور عقیدت بھری ایک لافانی لذت یکتائی ہو۔ اب میں آنے والے دنوں میں دشت کارزار اور کارگاہ زیست میں تمہارا پاسبان، تمہارا محافظ اور تمہاری

لاکھڑا کیا ہے اور بے سراغ رازدوں کا سراغ لگانے کے لیے ہو سکتا ہے میری ریاضت کے باوجود میرے ماہ و سال عمر بھر مسافروں ہی میں ٹھہرے رہیں۔“

”اوزال جب میں اپنے دل کے شفاف آئینے میں دیکھتا ہوں تو میرا اپنا اموز مجھے دھندلا دکھائی دیتا ہے۔ تم کب تک میرے فردا کا انتظار کرو گی۔ اگر ایسا کرتا ہوں گی تو میں تمہیں پہلے سے تنبیہ کرتا ہوں، تمہاری حالت کھردرے خشک تپتے نغموں کے آہنگ سے خالی صحراؤں اور کاروانی شاہراہوں پر جرس کی صداؤں میں بڑھنے کے لیے محو ہو جانے والی کسی اجنبی مسافر کی سی ہو جائے گی۔“

”اوزال اس صحرا میں اب میرے لیے آگ دہک اٹھی ہے۔ جن لوگوں میرے لیے یہ انتقام کی آتش گرم کی ہے، مجھے جرس حرف کن کی صدا بن کر ان تعاقب کرنا ہے۔ اس تعاقب میں یہ بھی ممکن ہے کہ میں ارتقائے آدم بن کر کامیاب ہو جاؤں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صدائے کوہ ندا کی طرح وقت کی داستان پارید کر رہ جاؤں۔ اوزال جب میں اپنے سامنے دیکھتا ہوں تو اپنے لیے دور تک غم چٹانوں کے سلسلے دشت بے آب و گیاہ کے وحشت ناک سلسلے دیکھتا ہوں۔ اگر سارے حالات کے باوجود تم تیز آندھیوں کے جھکڑے پر اڑانوں کے سفر اور ہجر و زوار سی مسافت میں بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی تمہاری محبت تمہاری چاہت کی قدر کروں گا۔“

جب تک حبیب بن عثمان بولتا رہا، اوزال دھڑکتے دل کا پتہ بدن اور ایک سی وارفتگی میں سنتی رہی، گردن جھکائے رکھی۔ ہاں کبھی کبھی زردیدہ نگاہوں سے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ حبیب بن عثمان جب خاموش ہو گیا تب نے ایک بھر پور نگاہ حبیب کے چہرے پر ڈالی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اب جبکہ اس موضوع پر میری اور آپ کی بالمشانہ گفتگو کا آغاز ہو گیا ہے میں یہ کہتے ہوئے نہیں چپکچاؤں گی کہ میں آپ کو چاہتی ہوں۔ آپ کو پسند ہوں۔ آپ سے محبت کرتی ہوں۔ اس موقع پر میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ جس پتیاں گلوں کا سہاگ ہوتی ہیں۔ جس طرح کاسہ وقت میں کافذ کے کورے حنہ محبت بے معنی الفاظ کو نطق عطا کر دیتی ہے۔ اسی طرح میں بھی آپ کے

زندگی کا ساتھی، تمہارا امن اور سکون ثابت ہوں گا۔“

حبیب بن عثمان کے خاموش ہونے پر مسکراتی ہوئی اوزال کہنے لگی۔ ”آپ! اچھی خاصی شاعری بھی کر سکتے ہیں۔“ حبیب بن عثمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، اوزال کی طرف بڑھا۔ اوزال کا بدن کانپنے لگا تھا۔ اس کی گردن جھک گئی تھی، آگے بڑھ کر اسے شانوں سے پکڑ کر حبیب بن عثمان نے اٹھایا۔ آپ سے آپ اوزال نے اپنا اس کے کندھوں پر رکھ دیا تھا۔ پھر حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔

”اوزال آج سے تم میری عزت، میری آبرو ہو۔ آؤ باہر چلیں، اب سب سے بڑا کر کہہ دو کہ ہم دونوں کے درمیان آج سے محبت، چاہت اور عقیدت کا ایک رشتہ ہے اور یہ لافانی رشتہ ہم دونوں کے مرتے دم تک قائم اور دائم رہے گا۔“

اوزال نے اپنا خوبصورت چہرہ اوپر اٹھایا۔ حبیب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، پھر کہنے لگی۔ ”میں آپ کی شکر گزار اور ممنون ہو کہ آپ نے مجھے تنہا اور بے کسی کی موت مرنے سے بچا لیا ہے۔ آئیے اب باہر چلیں۔“

دونوں آگے پیچھے باہر آئے۔ عبیدہ، عریب اور رعما شاید بار بار کمرؤں سے نکلے ان کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ جونہی دونوں باہر آئے، عبیدہ شور کرنے لگا۔ سب کو پکار پکار کر باہر آنے کے لیے کہنے لگی۔ اس پر سب باہر نکل آئے۔ حبیب بن عثمان کی ماں کو اس کی خالہ سارا دے کر باہر لے آئی تھی۔ سب سے پہلے عریب حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”حبیب میرے بھائی، پہلے یہ بتاؤ کہ جس خبر کے انتظام میں ہم چپ سادہ کمرؤں میں بیٹھے ہوئے تھے، اس خبر کا کیا بتاؤ؟“ حبیب بن عثمان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اوزال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس خبر کو نشر کرنے، اس خبر کو عام کرنے کی مجاز اوزال ہے۔ آپ اسے پوچھیں۔ جو کچھ یہ کہے گی، وہ سچ پر مبنی ہوگا۔ میں اس سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر عریب، عبیدہ اور رعما خوش ہو گئی تھیں۔ عریب نے حبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”بھائی! آپ کی باتوں سے لگتا ہے کہ بات کچھ بن گئی ہے۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ ہے اور دیکھتی ہوں کہ اوزال کے ہونٹوں پر بھی لذت بھرا ہنس ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تم دونوں نے اپنے درمیان کوئی رشتہ، کوئی رابطہ ضرور قائم کر لیا ہے۔ اس پر حبیب بن عثمان نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

”عریب میری بہن! بات کچھ ایسی ہی ہے۔ پر اس کی تفصیل اوزال ہی بتائے گی۔“ عریب اوزال کے قریب آئی۔ اس کا کان پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا، پھر ڈانٹنے کے انداز میں کہنے لگی۔ ”اوزال تم مجھ سے بھی شرما رہی ہو۔ اپنا چہرہ اوپر کرو تاکہ میں تمہاری آنکھوں میں جھانکوں۔“ اوزال نے اپنا چہرہ اوپر کیا، پھر آنکھیں بند کر لیں۔ عریب نے اس کے خوبصورت سرخ گال پر چپٹ لگائی اور کہنے لگی۔ ”ذرا اپنی آنکھیں تو کھولو۔“ اوزال نے جب اپنی آنکھیں کھول دیں تو عریب نے اپنا چہرہ آگے کرتے ہوئے اس کی آنکھیں، اس کی پیشانی، اس کے گال، اس کا چہرہ چوم لیا۔ پھر کہنے لگی۔ ”اوزال کیا میں یہ جاننے میں حق بجانب ہوں کہ تم نے اور حبیب بن عثمان نے آپس میں محبت اور چاہت کا ایک بندھن باندھ لیا ہے؟“

اوزال عریب کی اس گفتگو کا جواب دینا چاہتی تھی کہ عریب پھر بول پڑی۔ ”دیکھنا اشارے سے میری اس بات کا جواب نہ دینا، میں تمہارے منہ سے کچھ نہ سنا چاہتی ہوں۔ کہو اور کھل کر کہو، علیحدگی میں حبیب بن عثمان سے کیا گفتگو ہوئی؟“ اوزال نے شرم کے باعث اپنی گردن جھکا لی، پھر دھیمی سی آواز میں کہنے لگی۔

”عریب میری بہن میں خوش قسمت اور خوش نصیب ہوں کہ حبیب بن عثمان نے مجھے محبت کا جواب محبت سے دیا ہے۔ وہ بھی مجھے چاہتے ہیں، پسند کرتے ہیں اور مجھے اپنا زندگی کا ساتھی بنانے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔“

اس خبر پر عریب، عبیدہ اور رعما اس قدر خوش ہوئیں کہ وہ قہقہے لگانے لگیں۔ عبیدہ تائی بھانجے لگی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے عریب اور رعما بھی تالیاں بجانے لگیں۔ پھر تینوں آگے بڑھیں اور باری باری حبیب بن عثمان کی ماں اور اس کی خالہ عریب کے علاوہ اس کے ماموں، ممانی اور گھر کے دیگر افراد کو مبارکباد دینے لگی تھیں۔ اس موقع پر اپنی مسکراہٹ، اپنی خوشی کو دباتے ہوئے حبیب بن عثمان کی ماں



یوباب نے سب کو مخاطب کیا۔  
 ”سب اس کمرے میں چل کر بیٹھو جس سے حبیب اور اوزال نکل کر رہے ہیں۔“ یوباب کے کہنے پر سب اس کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔ پھر مسہری پرانی کے ساتھ بیٹھتے ہوئے یوباب نے کہنا شروع کیا۔

”عبیدہ میری بیٹی تم ذرا میرے قریب آؤ۔“ عبیدہ اپنی جگہ سے اٹھی اور خالہ کے قریب گئی۔ ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے یوباب نے اس کا سراپے دونوں بازو میں لیا، پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے کچھ دیر تک اس سے سرگوشی کرتی رہی جسے سن کر عبیدہ مسکراتے اور پھلاکتے ہوئے اس کمرے سے گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد عبیدہ لوٹی، اس کے ہاتھ میں ایک گٹھری تھی جو اس نے اپنی ماں عدیہ کی گود میں رکھ دی تھی۔ اس موقع پر عدیہ نے اپنی بہن یعنی عبیدہ بن عثمان کی ماں کو مخاطب کیا۔

”اے میری بہن جو چیزیں آپ نے منگوائی ہیں، وہ عبیدہ لے آئی ہے اور گٹھری اس وقت میری گود میں ہے۔“ یوباب نے عدیہ سے سرگوشی کی۔

”سن میری بہن! اس میں کچھ زیورات ہیں۔ کچھ انتہائی قیمتی کپڑے ہیں۔ جانتی ہو کہ یہ میں نے اس لیے بنوائے تھے کہ جس لڑکی کو حبیب بن عثمان کے چنا جائے گا، اسے میں تجھے کے طور پر پیش کروں گی۔ اب یہ گٹھری اوزال کو تمہاری ان ساری چیزوں کی مالک اوزال ہی ہے۔“

عدیہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اوزال کے پاس گئی، گٹھری اس کی گود میں رکھی، اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہنے لگی۔ ”اوزال میری بیٹی، میری بچی! جہاں تو قسمت ہے کہ تو میرے بیٹے حبیب بن عثمان کی بیوی بننے والی ہے، وہاں ہم بھی قسمت اور خوش نصیب ہیں کہ ہمیں اپنے بیٹے حبیب بن عثمان کے لیے تم جیسی ملی ہے۔“

”یہ گٹھری سنبھال کر رکھ لو بیٹے۔ اس میں جو سامان ہے، وہ حبیب کی مال جانتی ہے، مجھے بھی خبر ہے۔ یہ سامان میں نے ہی تیار کروایا تھا۔ آج سے اس

نہ مالک ہو۔ اس میں زیورات بھی ہیں، اس میں عمدہ قسم کے قیمتی کپڑے بھی ہیں۔ یہ سب جانوں تمہارے لیے میری بہن یوباب کی طرف سے چاہت اور محبت کا اظہار کرنے کے موقع پر ایک تحفہ ہے۔“

اوزال نے گٹھری سنبھال کر اپنی گود میں رکھ لی۔ پھر سوالیہ سے انداز میں وہ حبیب بن عثمان کی طرف دیکھنے لگی۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”تم میری طرف جواب طلب انداز میں کیوں دیکھ رہی ہو؟ جب ماں تمہیں یہ چیزیں دے رہی ہیں تو تم کیا سمجھتی ہو، میں تمہیں کہوں گا کہ مت لو۔ میں نے ان سب لوگوں سے مار تو نہیں کھائی۔“ حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر کمرے میں ایک بھرپور فتنہ لگا، اوزال بھی ہنس دی تھی۔ پھر حبیب بن عثمان اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ماں اب مجھے رخصت ہونے کی اجازت دو۔ ہمارے ساتھ جو مسلح جوان ہیں، وہ حویلی سے باہر بڑی بے چینی سے ہمارے منتظر ہوں گے۔“

عرب نے بھی حبیب بن عثمان کی ہاں سے ہاں ملائی۔ اس پر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ باری باری سب ایک دوسرے سے گلے ملے۔ پھر حبیب بن عثمان، عرب، اوزال اور رعما کو لے کر رقیم شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



حصرون کو مخاطب کیا۔

”خداوند دو جہاں کا لاکھ شکر کہ عریب خیریت کے ساتھ رقیم شمر کی طرف چلی گئی ہے۔ یہ حبیب بن عثمان بھی عجیب و غریب انسان ہے۔ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ اس کے احسانات ہم لوگوں پر بڑھتے جا رہے ہیں؟“

اس پر حصرون کہنے لگا۔ ”عاذور میرے محترم وہ یہ کام ہم پر احسان کی خاطر تو نہیں کر رہا۔ بڑا نیک باطن انسان ہے۔ یہ سارے کام اپنا فرض سمجھ کر کر رہا ہے۔“ پھر حصرون نے ادھر ادھر دیکھا۔ کہنے لگا۔ ”خیم نظر نہیں آ رہا۔“ جواب میں عاذور پھر بھول پڑا۔ ”صبح کا گیا ہوا ہے، ابھی تک نہیں لوٹا۔ میں سرایا اور سدانہ خود اس کے متعلق فکرمند ہیں۔ یروٹلم کے لوگوں میں ان دنوں ایک بے چینی پھیلی ہوئی ہوئی ہے۔ کچھ لوگ تو بغاوت پر آمادہ ہو رہے تھے کہ اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کو کیوں قتل کیا گیا لیکن رومن والی پیلاٹس کے خوف سے کوئی بولتا بھی نہیں ہے۔ اندر ہی اندر لاوا پک رہا ہے۔ نجانے کیا ہوگا۔“

”اس ہیروڈیس نے بڑی بدبختی کا مظاہرہ کیا۔ اول تو اسے ہیروڈیہ سے شادی ہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس میں ہیروڈیہ کا کافی قصور اور ہاتھ ہے۔ وہ ہاتھ دھو کر اس امر کے پیچھے پڑی ہوئی تھی کہ ہر صورت میں اپنے چچا ہیروڈیس سے شادی کر کے مملکت کی ملکہ بنے گی اور لگتا ہے، وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی ہے۔ ہیروڈیس نے دوسری بڑی بدبختی یہ کی کہ عریب کو طلاق دے کر فارغ کرایا اور یہیں تک نہیں کیا بلکہ راستے میں اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ بھلا ہو حبیب بن عثمان کا کہ اسے خیریت سے نکال کر لے گیا۔ اب کو حصرون اس سلسلے میں عریب کے باپ اور بطنیوں کے بادشاہ حارث کا کیا رد عمل ہوگا؟“

حصرون کچھ دیر سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔ ”ہیروڈیس نے جو عریب کو طلاق دے کر اس کی توہین اور بے عزتی کی ہے اور اس کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا، یاد رکھئے گا یہ سارا سلسلہ ہیروڈیس کے یہ سارے کارنامے یونہی گزر نہ جائیں گے، نہ بھلا دیئے جائیں گے۔ بس عریب کے رقیم پہنچنے کے بعد جو طوفان اٹھنا ہے، وہ کروٹیں لینا شروع کر دے گا۔ آپ دیکھئے گا عنقریب حارث بہت بڑا لشکر لے کر نکلے گا اور ہیروڈیس پر

حصرون ایک روز یروٹلم شہر کے نواح میں عاذور کے معبد میں داخل ہو گھوڑے کو اصطبل میں باندھنے کے بعد جب وہ رہائشی حصے کی طرف گیا تو سائے طرف سے سدانہ اور سرایا بھاگتی ہوئی آئیں۔ حصرون مسکراتا ہوا آگے بڑھا، ہاتھ دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھا۔ اتنی دیر تک عاذور بھی باہر نکل آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی حصرون اس کی طرف لپکا۔ اس سے گلے ملا، پھر چاروں آگے بڑھ کر ایک کمرے بیٹھ گئے۔ اس موقع پر سدانہ نے حصرون کو مخاطب کیا۔

”عم حصرون آپ چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ سرایا کو مبارکباد نہیں دیں گے۔ اب اس گھر کی مالک اور میرے بھائی انخیم کی بیوی ہے۔“ مسکراتے ہوئے حصرون سرایا کو مبارکباد دی، پھر عاذور بول پڑا۔

”حصرون میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا تم کہاں سے ہو۔ جو کچھ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں، وہ تم جانتے ہو کہ نہیں۔ پہلی بات ہمارے پاس یہ انتہائی افسوسناک اور دکھ بھری خبر پہنچ چکی ہے کہ اپنی بھتیجی ہیروڈیہ شادی کرنے کی خاطر بدبخت ہیروڈیس نے اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا ہے۔“ جواب میں حصرون کی گردن جھک گئی تھی۔ آہستہ آہستہ گردن ہلاتے ہوئے اس نے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ اس خبر سے آگاہ ہے۔ اس کے بعد عاذور نے پوچھ لیا۔

”اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ عریب کہاں ہے؟ اس کا کیا بنا؟ اس کے متعلق انتہائی بری اور تشویشناک خبریں سنی ہیں۔“ اس پر حصرون نے اپنی گردن سیدھی اور پورے حالات تفصیل کے ساتھ سنا دیئے تھے۔ حصرون کے ان انکشافات ہی نہیں، سرایا اور سدانہ بھی کسی قدر مطمئن دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر عاذور

حملہ آور ہوگا۔“

حصرون کی بات کا جواب عاجز و دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی وقت اس کا بیٹا کمرے میں داخل ہوا۔ حصرون کو دیکھتے ہی اس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ حصرون اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ انخیم آگے بڑھ کر اس سے گلے ملا اور خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھ لیا۔ ”عم آپ کس وقت آئے؟“ حصرون نے انخیم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باپ بلالیا، پھر عرب کے ساتھ جو واقعات پیش آئے تھے، اسے تفصیل کے ساتھ سنا ڈالا۔ عم حصرون جب خاموش ہوا تو عاجز و دینا نے اپنے بیٹے انخیم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”بیٹے تم صبح کے گئے ہوئے ہو، کہاں رہے؟ میں، سدانہ اور سرایا تمہارے متعلق بے حد فکر مند تھے۔ اتنی دیر تو نے آخر کہاں لگا دی؟“

اس پر انخیم تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر کہنے لگا۔

”اے میرے باپ! میں بہت اچھی خبریں لے کر آیا ہوں۔ کچھ لوگ گیل کی طرف سے آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ یسوع مسیح کے ساتھ سفر کرتے ہیں اور یسوع مسیح شہر شہر گاؤں گاؤں تعلیم دیتے ہوئے یروشلم کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ وہ لوگ یروشلم میں پہنچے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے کئی دن تک ان کے ساتھ رہا۔ وہ لوگوں کو یروشلم پہنچ کر یسوع مسیح کے متعلق تفصیل بتا رہے تھے اور لوگ بڑی دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں سن رہے تھے۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل گیا اور جو باتیں وہ بتا رہے تھے، انہیں بڑے غور سے سنا۔“ اس پر انخیم کا باپ انہیں کہنے لگا۔ ”بیٹے وہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ جو کچھ تو نے سنا ہے، ہمیں بھی سنا۔“

انخیم نے کچھ سوچا، گلا صاف کیا۔ پھر کہنے لگا۔

”اے میرے باپ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ یسوع مسیح اور ان کے شاگرد کے ساتھ سفر کرتے رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سبت کے دن یسوع کے عبادت خانے میں داخل ہوئے، وہاں اللہ کے نبی یسوع علیہ السلام نے لوگوں کو دینا شروع کی۔ پھر ایسا ہوا کہ ان کے سامنے ایک عورت آئی جس کے متعلق لوگ کہنا تھا کہ وہ بدروحوں کا شکار تھی اور کئی سال سے بیمار پڑی ہوئی تھی۔ اللہ

نے اے دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا۔ اے عورت تو اپنی کمزوری سے بچوت گئی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا، اسی دم وہ عورت بیدار ہو گئی اور خداوند قدوس کی تعریف کرنے لگی۔“

یسودیوں کے اس عبادت خانے کے سردار کو اللہ کے نبی کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ وہ کہنے لگا کہ ”چھ دن ہیں جن میں کام کرنا چاہیے، سبت کے دن کام نہیں کرنا چاہیے اور انہیں چھ دنوں میں شفا پانی چاہیے نہ کہ سبت کے دن۔“ اس پر اللہ کے نبی نے اس کے جواب میں کہا کہ ”اے ریاکارو! کیا ہر ایک تم میں سے سبت کے دن اپنے بیل یا گدھے کو تھان سے کھول کر پانی پلانے نہیں لے جاتا۔ کیا واجب نہ تھا کہ اس عورت کی تکلیف کو بھی رفع کیا جاتا؟“

لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو خداوند قدوس کی وحدانیت کی تعلیم دیتے اور بیماروں کو خدا کے نام پر شفا دیتے ہوئے یروشلم کی طرف بڑھ رہے تھے۔ راستے میں کچھ فریسی یسودیوں نے انہیں روکا اور کہنے لگے کہ ان سرزمینوں سے نکل جا کیونکہ ان سرزمینوں کا بادشاہ ہیرودیس تجھے قتل کر دے گا۔ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ جا کے اس لومڑی سے کہہ دو کہ میں آج اور کل لوگوں کو شفا دینے کا کام سرانجام دیتا رہوں گا اور تیرے دن رخصت ہو جاؤں گا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ آگے بڑھتے ہوئے وہ سبت کے دن فریسی یسودیوں کے سردار کے ہاں ٹھہرے۔ یسودی ان کی تاک میں تھے اور یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ان کی نقل و حرکت کیا ہے اور وہ کیا تعلیم دیتے ہیں۔ اسی دوران ایک بیمار کو ان کے سامنے لایا گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یسودیوں کے شرح کے عالموں اور فریسیوں سے کہا کہ سبت کے دن بیمار کو شفا بخشنا روا ہے کہ نہیں، اس پر یسودی چپ رہ گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ وہ چپ کیوں ہیں۔ انہوں نے مریض کو ہاتھ لگا کر شفا دی اور ساتھ ہی یسودیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جس کا گدھا یا بیل کنوئیں میں کود پڑے اور وہ سبت کے دن اس کو فوراً نہ نکال لے۔ یسودی ان کے ان الفاظ اور ان کی اس تعلیم سے مایوس ہوئے۔

کہتے ہیں جس یسودی سردار نے اللہ کے نبی کی دعوت کی تھی، اس نے کچھ

بہت دن گزرے، چھوٹا بیٹا اپنا سب کچھ جمع کر کے کسی دوسرے ملک کو روانہ ہوا اور وہاں اپنا مال بد چلتی میں اڑا دیا۔

جب سب کچھ خرچ کر چکا تو اس ملک میں سخت کال پڑا اور وہ محتاج ہونے لگا۔ پھر اس ملک کے ایک باشندے کے ہاں جانا پڑا۔ اس نے اسے اپنے کھیتوں میں سور چرانے بھیجا اور اسے آرزو تھی کہ جو پھلیاں سور کھاتے تھے، ان سے اپنا پیٹ بھرے مگر وہ پھلیاں بھی اسے نہ دیتا تھا۔ پھر اس کے ہوش ٹھکانے آئے اور کہنے لگا کہ میرے باپ کے پاس بہت سے مزدوروں کو افراط سے روٹی ملتی ہے اور میں یہاں بھوکا مر رہا ہوں۔ میں کیوں نہ اپنے باپ کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ اے باپ میں تیرا اور خداوند دونوں کا گنہگار ہوں۔ میں اب اس لائق نہیں کہ تیرا بیٹا کہلاؤں۔ مجھے مزدوروں جیسا کوئی روزگار ہی دے دے۔

یہ سوچ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے باپ کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ دور ہی تھا کہ اسے دیکھ کر اس کے باپ کو ترس آیا اور دوڑ کر اسے گلے لگا لیا اور چوما۔ بیٹے نے کہا، اے میرے باپ! میں خدا اور تیری نظر میں گنہگار ہوں۔ اب میں اس لائق نہیں کہ میں تیرا بیٹا کہلاؤں۔ باپ نے نوکروں سے کہا کہ اچھے سے اچھا لباس جلد نکال کر اسے پہناؤ اور ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جوتی پہناؤ اور پلے ہوئے پتھر سے کولا کر فز کو تاکہ ہم کھا کر خوشی منائیں کیونکہ میرا یہ بیٹا مردہ تھا، اب یہ زندہ ہوا ہے۔

سب خوشی منانے لگے لیکن اس کا بڑا بیٹا کھیت میں تھا۔ جب وہ گھر کے نزدیک پہنچا تو گائے بجانے اور ناچنے کی آواز سنی تو ملازم کو بلا کر دریافت کرنے لگا۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے اس سے کہا کہ تیرا بھائی آگیا ہے۔ تیرے باپ نے پلا ہوا پھڑا فز نکال دیا ہے کیونکہ اسے بھلا چنگا پایا۔ وہ غصے ہوا اور اندر جانا نہ چاہا مگر اس کا باپ باہر جا کر اسے منانے لگا۔

اس نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اتنے عرصے سے تیری خدمت کرتا ہوں اور ابھی تیری حکم عدولی نہیں کی مگر تو نے مجھے کبھی ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ خوشی مناؤں لیکن جب تیرا یہ بیٹا آیا، جس نے تیرا مال و متاع

یہودی سرداروں کو بھی بلایا تھا لیکن عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے وہ دعوت میں نہیں ہوئے۔ ان سب نے کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیا اور دعوت میں شریک نہ ہوئے۔ ایک نے کہا کہ میں نے کھیت خریدا ہے۔ مجھے اسے دیکھنے جانا ہے، لہذا میں نہیں ہوں۔ دوسرے نے کہا، میں نے پانچ جوڑی بیل خریدے ہیں اور انہیں آنا نہیں ہوں، لہذا میں دعوت میں نہ آسکوں گا۔ ایک اور سردار نے کہا کہ میں نے بیٹا خریدا ہے، لہذا میں بھی دعوت میں شامل نہ ہو سکوں گا۔ یہ باتیں سن کر جو لوگ آئے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ اس موقع پر عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے ایک تمثیل پیش کی اور کہنے لگے۔ جب تجھے کوئی شادی میں بلائے تو صدر جگہ بیٹھ۔ شاید اس نے تجھ سے بھی زیادہ عزت دار کو بلایا ہو اور جس نے تجھے اور دونوں کو بلایا ہے، اگر وہ تجھ سے یہ کہے کہ اے جگہ دے تو تجھے شرمندگی ہو۔ سے نیچے بیٹھنا پڑے بلکہ جب تجھے بلایا جائے تو سب سے نیچے جگہ جا بیٹھ تاکہ بلائے والا آئے اور تجھ سے کہے، اے دوست آگے بڑھ کر بیٹھ۔ تب ان سرداروں میں جو تیرے سامنے کھانا کھانے بیٹھیں، تیری عزت ہوگی کیونکہ جو کوئی آپ کو بڑا بنائے گا، وہ چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا، اسے بڑا بنایا جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب تو دن یا رات کا کھانا تیار کرے تو دوستوں یا بھائیوں، رشتہ داروں یا دولت مند دوستوں کو نہ بلانا کہ ایسا نہ ہو کہ تجھے بلائیں اور تیرا بدلہ ہو جائے بلکہ جب تو ضیافت کرے تو غریب، لنگڑوں، اندلوں اور ضرورت مندوں کو بلانا۔ اس سے تجھ پر برکت ہوگی کیونکہ ان کے پاس تجھ دینے کے لیے کچھ نہیں اور تجھے قیامت میں بدلہ ملے گا۔

انہیں رکا، کچھ سوچا۔ پھر دوبارہ کہنا شروع کیا۔

”اے میرے باپ کہنے والوں نے اور بہت سی تمثیلیں بھی کسی ہیں جو وہ نبی سے سن کر آئے ہیں۔ ان میں سے ایک کچھ اس طرح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ ان میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا کہ باپ تیری جائیداد میں سے مال کا جو حصہ مجھے پہنچتا ہے، وہ مجھے دے دے۔ باپ نے اپنے بیٹے کی بات مانی اور اپنے دو بیٹوں میں جو کچھ تھا، بانٹ دیا۔

موصول لینے والوں کا سردار تھا اور ٹھکنے اور چھوٹے سے قد کا تھا۔ جب لوگوں کی بیڑ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام شہر میں داخل ہوئے تو چھوٹا قد ہونے کی وجہ سے بیڑ میں وہ انہیں دیکھ نہ سکا۔ پس خدا کے نبی کو دیکھنے کے لیے آگے دوڑا اور ایک گولر کے بیڑ پر چڑھ گیا کیونکہ وہ اس راہ سے جانے والے تھے۔ جب اللہ کے نبی اس جگہ پہنچے تو اوپر نگاہ کر کے اسے مخاطب کر کے کہا۔

”تو اگر مجھے دیکھنے کا مشتاق ہے تو نیچے اتر آ کیونکہ میں آج تیرے ہی گھر میں قیام کروں گا۔“

زقائی نام کا وہ شخص یہ الفاظ سن کر بڑا خوش ہوا۔ جلدی جلدی نیچے اترتا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خوشی خوشی اپنے گھر لے گیا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو سب بڑبڑا کر کہنے لگے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام گئے ہیں، وہ بڑا گناہ گھر شخص ہے۔ انہیں اس کے گھر نہیں جانا چاہیے تھا۔ اس موقع پر چھوٹے قد کا وہ شخص جس کا نام زقائی تھا، وہیں کھڑے ہو کر اس نے کہنا شروع کیا۔

”اے خدا واحد لاشریک میں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہوں اور اگر میں نے کسی کا حق لے لیا ہو تو اس کو چار گنا ادا کرتا ہوں۔“ عیسیٰ علیہ السلام زقائی کے الفاظ سن کر بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے۔ ”سن آج تیرے گھر میں یوں جانو نجات از آئی ہے۔“

عاذور کا بیٹا اخیم شاید مزید کچھ کہتا کہ اس موقع پر حصرون نے عاذور کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”محترم عاذور آپ کے بیٹے اخیم نے اپنی گفتگو کے دوران فریسیوں کا ذکر کیا ہے۔ کیا آپ تشریح کریں گے کہ یہ لوگ کون ہیں؟“ اس پر عاذور تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، عجیب سے انداز میں حصرون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیز فریسی یوں جانو یہودیوں کا ایک مذہبی فرقہ ہے۔ میں تمہیں ذرا تفصیل سے بتاتا ہوں۔ ان دنوں یہودیوں کے بہت سے فرقے ہیں جو یہودیوں کی حُرمت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا سارتمین ہے۔ یہ لوگ فقیر اور اچھوت کے ہوتے ہیں۔ دوسرا فرقہ اسمنی ہے۔ یہ لوگ عزت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

بد چلتی میں اڑا دیا اور اس کے لیے تو نے پلا ہوا مچھڑا ذبح کر دیا۔

اس پر باپ کہنے لگا۔ بیٹا تو تو ہمیشہ میرے پاس ہے، جو کچھ میرا ہے، وہ تیرا ہے لیکن خوشی منانا اور شادمان ہونا مناسب تھا کیونکہ تیرا یہ بھائی مردہ تھا، اب وہ ہوا۔ کھویا ہوا تھا، اب مل گیا ہے۔

اخیم جب خاموش ہوا تو اس کا باپ عاذور کسی قدر فکرمند لہجے میں کہنے لگا۔ ”اے فرزند جو باتیں تو بتا رہا ہے، بڑی عجیب و غریب ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کیل سے یروشلم کا رخ کیے ہوئے ہیں اور جو باتیں تم نے کہیں ہیں

اس قسم کی تعلیم دیتے ہوئے وہ شہر کا رخ کر رہے ہیں تو یاد رکھنا میرے ہم ذہن یہودی کیا عام، کیا عالم، ان کی حد و راجہ مخالفت کریں گے اور ان کا جینا دوبھر کر دیں گے۔ میں ان وقت سے ڈرتا ہوں جب لوگ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔“

عاذور کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لیے کہ اس کا بیٹا اخیم بول پڑا۔ کہنے لگا۔

”جو لوگ ان کے ساتھ سفر کرتے ہوئے آئے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اللہ کے عیسیٰ علیہ السلام سفر کرتے ہوئے یرسحو شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے یرسحو شہر میں داخل ہوتے وقت دو عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ پہلا یہ کہ وہ یرسحو کے قریب پہنچے تو ایسا ہوا کہ ایک اندھا راہ کنارے بیٹھا ہوا بھیک مانگتا تھا۔ وہ بھیڑ کے جانے کی آواز سن کر پوچھنے لگا، یہ کیا ہو رہا ہے؟ کسی نے

خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں۔ اس پر اس نے چلا کر کہا، اے عیسیٰ السلام اپنے رب کے واسطے مجھ پر رحم کرو۔ جو لوگ وہاں سے گزر رہے تھے انہیں

نے اسے ڈانٹا کہ چپ رہ مگر وہ چیخنے چلانے لگا۔ اس پر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اس کے قریب گئے اور اس سے پوچھا تو کیا چاہتا ہے جو میں تیرے لیے کروں

نے کہا، میں نایاب ہوں۔ چاہتا ہوں بیٹا ہو جاؤں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے اپنے رب کے نام سے بیٹا ہو جا۔ تیرا ایمان تجھے اچھا کرے گا۔ کہنے والوں کا کہنا کہ وہ شخص اسی وقت بیٹا ہو گیا اور خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔ دوسرا واقعہ جو یرسحو میں پیش آیا، وہ کچھ اس طرح ہے کہ جس وقت انہی نبی شہر میں داخل ہو رہے تھے تو شہر میں زقائی نام کا ایک انتہائی دولت مند شخص

نازور تھوڑی دیر کے لیے رکا، اداس ہو گیا۔ پھر حضروں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ

حضروں میرے بھائی یہودی اس وقت تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ توریت نے انہیں شراب نوشی سے منع کیا ہے لیکن یہ اعلانیہ شراب پیتے ہیں۔ توریت نے انہیں سود کے کاروبار سے روکا ہوا ہے لیکن یہ سود کے کاروبار کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ توریت نے انہیں خنزیر کا گوشت کھانے سے منع کیا ہوا ہے۔ یہ وہ ایسے بے حیا ہیں کہ سور کا گوشت اعلانیہ کھاتے ہیں۔ میرے عزیز اس وقت یہودی قوم کے لیے ایک مسیح کا بڑی بے چینی سے انتظار کیا جا رہا ہے۔

جس وقت اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں کو خدائے واحد کی بندگی اور عبادت کی طرف بلانا شروع کیا تو ایک امید بندھی تھی کہ ان کی وجہ سے یہودی قوم منہل اور سنور جائے گی لیکن برا ہوا اس ہیروڈیس کا، اللہ کے نبی کو شہید کروا دیا۔ اب میرے بیٹے نے جو اللہ کے دوسرے مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے غلیل سے یروشلیم کی طرف آنے کی خبر دی ہے تو پھر امید بندھی ہے کہ شاید اللہ کے نبی کے ذریعے ہی یہودی قوم سنور جائے۔ اس لیے کہ اس وقت یہودی مذہبی لحاظ سے اپنے بدترین دور سے گزر رہے ہیں۔ یہ لوگ مشرکانہ رسوم اور عقائد کو جزو مذہب بنا چکے ہیں اور محبت فریب، بغض اور حسد جیسی بد اخلاقیوں کو عملاً اخلاق حسنہ کی حیثیت دے رکھی ہے اور بجائے شرمسار ہونے کے وہ اس پر فخر کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ بھی دیکھو میرے بھائی میں خود بھی یہودی ہوں لیکن میں غلط طرفداری نہیں کروں گا۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمارے علماء اور نقاد نے دنیا کے لالچ اور حرص میں کتاب اللہ یعنی توریت کو تحریف کے بغیر نہیں چھوڑا اور درہم وہ دینار پر خدا کی آیات کو فروخت کر ڈالا اور عوام سے نذر اور بھینٹ حاصل کرنے کی خاطر حلال کو حرام اور حرام حلال بنا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس طرح یہ قانون الہی کو مسخ کرنے کے مجرم ہو رہے ہیں۔“

نازور رکا، مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کا بیٹا انخیم بول پڑا۔  
”اے میرے باپ آپ نے ابھی تک عمر حضروں کو باتوں ہی میں لگا رکھا ہے یا

ان کی کوئی جائیداد نہیں ہوتی۔ ان میں تمام فرقے والوں کے احوال مشترک ہیں۔ میں شادی کا رواج بہت کم ہے یہودی معبد کے مراسم سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔“

تیسرا فرقہ فلسطینس ہے۔ اس فرقے کے نزدیک علم نجات کا ذریعہ ہے ایمان نہیں۔ ایک اور فرقہ کرائی ٹیز ہے۔ یہ لوگ توریت کے احکام کے الفاظ پر سختی سے پابندی کرتے ہیں۔

ایک فرقے کا نام فریسی ہے۔ یہ لوگ حیات بعد الممات اور جزا و سزا کے قائل ہیں۔ یہ لوگ بڑے زاہد اور عبادت گزار ہوتے ہیں۔ فریسی جماعت کا یہودیوں پر بڑا اثر ہے۔ یہ فرقہ کتب مقدسہ کے علاوہ روایات کو بھی قانون سازی میں اہمیت دیتا ہے۔

ایک اور بہت بڑے فرقے کا نام صدوقی ہے۔ یہ فرقہ خدا کو صرف بنی اسرائیل ہی کا خدا مانتا ہے۔ یہ فرقہ نہ ہی فرشتوں پر ایمان رکھتا ہے، نہ قیامت پر، نہ مذہبی قانون کی لفظی پیروی پر زور دیتے ہیں۔ روایات کے منکر ہیں۔ قانون میں اضافہ اور ترمیم باطل تصور کرتے ہیں۔ ان کا یہ نظریہ ہے کہ نیک اعمال کے انعام کی خواہش نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ گروہ انسانی اختیار کا قائل ہے۔

ایک اور گروہ کو باغی فرقہ کہا جاتا ہے۔ اس گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ روح غیر مادی نہیں، ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ خدا جو ایک غیر مادی اور غیر مملی ہے، وہ کس طرح مادہ سے بنی ہوئی کائنات کا علم رکھ سکتا ہے۔ یہ لوگ جزا و سزا کا قائل ہیں۔

ایک فرقہ کاہنوں کا ہے۔ یہ لوگ مذہبی رسوم خدمت ہیكل بجالاتے ہیں ان کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ انہوں نے مذہبی رسوم اور خدمت ہیكل کو تجارت کا روبار بنا لیا ہے۔ جب تک ہر ایک رسم اور خدمت ہیكل پر نذرانے وغیرہ لیتے ہو، وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ توریت کے احکام میں یہ لوگ اغراض نفسانی تکمیل کے لیے تحریف کرتے ہیں اور اپنی تصنیف کردہ کتب اور احکامات کو یہ کتاب الہی کا درجہ دے دیتے ہیں۔“

ملے لگایا۔ بعد میں حویلہ پر جوش انداز میں اپنی بہن سے ملی تھی۔ اس کے بعد بچے بعد دیگرے حارث، مالک اور زبیر نے بڑے پیار سے اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا تھا۔ پھر سب قصر میں داخل ہوئے۔ حبیب بن عثمان اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ صدر دروازے کے اس ہی رک گیا تھا۔ قصر میں داخل ہونے کے بعد اچانک اوزال، حبیب بن عثمان کے قریب آئی اور کہنے لگی۔

”آپ یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں؟ مسلح جوانوں سے کہیں کہ وہ اپنے مستقر کی طرف چلے جائیں، آپ قصر کے اندر جو آپ کا کمرہ ہے، وہاں چلیں جا کر آرام کریں۔ میں اپنے کمرے میں جاتی ہوں۔ یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں؟“

اوزال کی اس گفتگو سے حبیب بن عثمان مسکرا دیا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک حارث نے جب پلٹ کر دیکھا کہ حبیب بن عثمان اور اوزال ابھی تک صدر دروازے پر کھڑے ہیں تو وہ رک گیا۔ بلند آواز میں اس نے حبیب کو مخاطب کیا۔

”بیٹا! مسلح جوانوں سے کھو تمہارے اور اوزال کے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے جائیں۔ تم دونوں میرے ساتھ آؤ، اجنبیوں کی طرح دروازے پر کیوں کھڑے ہو گئے ہو؟ تم اب اس قصر میں رہنے والے خاندان کے افراد ہو۔ بیٹے ہمارے ساتھ اجنبیوں کا سا برتاؤ تو نہ کرو۔“

حارث کے ان الفاظ پر حبیب بن عثمان مسکرا دیا۔ اپنے اور اوزال کے گھوڑے کو اس نے دو مسلح جوانوں کو اصطبل کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ پھر اوزال کے ساتھ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور حارث کے ساتھ قصر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھا۔

سب قصر کے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے، تب عریب کی ماں خلدو نے گفتگو کا آغاز کیا۔

”عریب میری بیٹی، میں تیرے متعلق بڑی فکرمند اور پریشان تھی۔ ہماری خوش فہمی کہ تم بچہ بہت ہمارے پاس پہنچ گئی ہو۔“

خلدو یہاں تک کہہ پائی تھی کہ عریب نے اس کی بات کاٹ دی۔ کہنے لگی۔

”اے میری ماں! زمین اور آسمان کے مالک کا شکر یہ ادا کرنے کے بعد آپ کو

انہیں کچھ کھانے کو بھی دیا ہے۔“

عاذور ہنس دیا! ”بیٹا اسے ابھی تک ہم نے باتوں ہی میں الجھا رکھا ہے۔ اگر بول اٹھا۔ مجھے خود بھی بھوک لگی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں عم حصرون بھی سڑے آئے ہیں، یہ بھی بھوک محسوس کر رہے ہوں گے۔ پہلے کھانا کھانا چاہیے، پھر آرام کا بندوبست ہونا چاہیے۔“

حصرون تھوڑی دیر مسکراتا رہا، پھر انہیں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹے تیری بڑی مہربانی تو نے میرا احوال پوچھا۔ کھانا تو میں ضرور کھاؤں گا، محسوس کر رہا ہوں۔ کھانا کھانے کے بعد نہ میں قیام کروں گا، نہ رکوں گا۔ مجھے جانا ہے۔ مجھے عریب نے صرف آپ لوگوں کو اپنی سلامتی کی اطلاع دینے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ فرض میں ادا کر چکا ہوں، اب مجھے وقت ضائع کیے بغیر رقیم کا رخ ہو گا۔“

عاذور نے حصرون کی گفتگو سے اتفاق کیا۔ اس کے دوران ہی سدانہ اور دونوں اٹھ کر کھانا لے آئی تھیں۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر حصرون وہاں رکا، اس کے بعد وہ رقیم کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



رقیم شہر کے قریب پہنچ کر حبیب بن عثمان نے اپنے ساتھ جو مسلح جوان تھے، ان میں سے کچھ کو آگے بھیجا تاکہ رقیم شہر جا کر عریب کے آنے کی اطلاع کریں۔ وقت یہ اطلاع رقیم کے قصر میں پہنچی تو سارے قصر میں خوشی اور اطمینان کی ایک سی دوڑ مچ گئی تھی۔ حبیب بن عثمان اور مسلح جوانوں کے ساتھ عریب جب قصر دروازے پر آئی تو دنگ رہ گئی۔ اس لیے کہ قصر کے صدر دروازے پر بے نظار بادشاہ اور اس کا باپ حارث، سگی ماں خلدو و سوتیلی ماں شقیلہ، اس کا بھائی مالک حارث، سگی بہن حویلہ اور سوتیلی بھائی زبیر اس کے استقبال کے لیے کھڑے قریب آکر عریب جب اپنے گھوڑے سے اتری تو سب سے پہلے اس کی ماں خلدو بڑھی اور عریب کو لپٹا کر جی بھر کر پیار کیا۔ اس کے بعد اس کی سوتیلی ماں

میرے بھائی حبیب بن عثمان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ جس جانفشانی، جس ہمت اور جس جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے میری جان بچائی اور مجھے یہاں لے آیا، اس کے لیے اس کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ اس کا مزید شکریہ ہمیں اس طرح بھی ادا کرنا ہوگا کہ رقیم کی طرف آتے ہوئے تھوڑی دیر ہم نے اس کے نخلستان میں اس کے گھر میں بھی قیام کیا۔ اس قیام کے دوران جو سلوک اس نے اہل خانہ نے میرے ساتھ کیا، وہ اتنا اچھا، اتنا عمدہ، اتنا خوشگوار تھا جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

اس گفتگو کے جواب میں سب بڑی ممنونیت سے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھ لگے تھے۔ حبیب بن عثمان نے بھی دیکھا کہ وہ سب کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا ہے، اس نے سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”آپ لوگ تو میری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح میں کوئی اجنبی نہ کے اندر گھس آیا ہوں یا میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو انتہائی ناممکن تھا۔ بس میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں اپنی بہن عریب کو بحفاظت رقیم لانے میں کامیاب ہوا ہوں۔ یہ کوئی اتنا بڑا معرکہ نہیں تھا جو میں نے سر کر دیا ہے۔ اس کے لیے آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ لمحہ بھر کے لیے حبیب بن عثمان رکاوٹ حارث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ مجھے بیٹا کہہ کر پکارتے ہیں۔ مالک مجھے جب بھی مخاطب کرتا ہے، بھائی کر پکارتا ہے تو میں اگر عریب کو یہاں بحفاظت لانے میں کامیاب ہوا ہوں تو آپ کا شکریہ کیوں ادا کریں گے؟ میں اپنی بہن کو لایا ہوں، اس لانے پر کیا ایک باپ بھائی دوسرے بھائی کا شکریہ ادا کرے گا، ہرگز نہیں۔“ حبیب بن عثمان کی اس بات سے سارے خوش ہو گئے تھے۔ حارث اور زیادہ ممنونیت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مالک اور دیگر لوگوں کی نگاہوں میں بھی شکرگزاری کے جذبے تھے۔ پھر حبیب بن عثمان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ”میرے خیال میں عریب کو آرام کی ضرورت اسے آرام کرنے کا موقع دیں۔ میں بھی اپنے کمرے کی طرف جاتا ہوں۔“ حبیب جبکہ سے ہٹنے ہی لگا تھا کہ حارث نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”بیٹے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھو، میں ایک معاملہ تمہارے ساتھ طے کرنا چاہتا ہوں۔“ حبیب بن عثمان جب سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا، تب حارث بول پڑا۔

”سن بیٹے! عریب بحفاظت ہمارے پاس پہنچ چکی ہے۔ اب میں ہیرودیس کے خلاف لشکر کشی کروں گا۔ یہ لشکر کشی کرنے کے لیے مجھے پوری تیاری کرنی ہوگی۔ اس کے بعد میں لشکر لے کر نکلوں گا۔ اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

”اے عظیم اور محترم تاج ور! اس حادثے کے بعد جو بھی آپ فیصلہ کریں گے، آپ کو میری پوری تائید حاصل ہوگی۔“ حبیب بن عثمان نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ ”میں جانتا ہوں ہیرودیس نے ایک گھناؤنا فعل کیا ہے۔ اسے اس فعل کی ہر صورت سزا ملنی چاہیے۔ میں آپ کے اس فیصلے سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ ساتھ ہی ایک اور انکشاف بھی کرتا ہوں۔“

”جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے یارم نام کے شخص کو معبد میں پکڑا تھا اور اس سے اپنے باپ کے قاتلوں کا سراغ لگایا تھا۔ اب مجھے ان قاتلوں کے خلاف حرکت میں آنا ہے۔ یہ قاتل ذابو اور سمولا ہیں اور ان کا سرکردہ براہا ہے۔ میں ذابو اور سمولا کے خلاف بھی حرکت میں آؤں گا اور براہا کو بھی اس کے ساتھیوں سمیت تیس تیس کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”میں چاہتا ہوں کہ ہیرودیس کے خلاف حرکت کرنے سے پہلے میں ذابو اور سمولا کے خلاف نکلوں۔ اگر میں ان کے خلاف کوئی بڑی کارروائی نہ کر سکا، انہیں نہ پکڑ سکے، ان سے انتقام نہ لے سکے تو کم از کم ان کے ٹھکانے کا پتا کر لوں گا۔ ان کی قوت کا اندازہ لگاؤں گا۔ ایک نہ ایک دن مجھے بہر حال ان سب کو اپنے سامنے زیر کرنا ہے۔“ جب تک حبیب بن عثمان بولتا رہا، سب خاموش رہے۔ حارث غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ حبیب بن عثمان جب خاموش ہوا تو حارث بول پڑا۔

”بیٹے میں تیری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں خود پسند کروں گا کہ ہیرودیس کے خلاف لشکر کشی کرنے سے پہلے تو کچھ مسلح دستے لے کر اپنے باپ کے قاتلوں کے خلاف نکلے اور ان سے انتقام لے۔ مستقر سے اپنی اس پہلی مہم کے لیے جس قدر بھی



”الساہ تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ میں تمہاری بات سننے پر آمادہ ہو گیا ہوں۔ کچھ کہنا ہے کہو، تمہاری گفتگو کے دوران اوزال بیٹھیں رہے گی۔ نہ یہ جائے گی، نہ تمہیں لے کر دوسرے کمرے میں جاؤں گا۔ کو کیا کہنا چاہتی ہو؟“

کہتے کہتے حبیب بن عثمان خاموش ہو گیا کیونکہ اس کے پہلو میں بیٹھی ہوئی اوزال کھڑی ہو گئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”آپ ضد کیوں کرتے ہیں؟ اگر وہ علیحدگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے تو اسے کہنے کا حق ہے۔ میں باہر جاتی ہوں، الساہ میں تمہیں علیحدگی مہیا کرتی ہوں۔ تم بے دھڑک اپنے دل کی بات ابن عثمان سے کہہ سکتی ہو۔“ اس کے ساتھ ہی اوزال باہر نکلی اور اپنے کمرے کے سامنے جو پردہ لگا ہوا تھا اس کی اوٹ میں جا کر کھڑی ہو گئی تاکہ جو گفتگو ان کے درمیان ہوتی ہے، سن سکے۔

اوزال کے جانے کے بعد الساہ نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”میں آپ سے معافی مانگنے کے لیے آئی ہوں۔ میں نے آپ کی دل شکنی کی تھی۔ یوں جانیں میں نے آپ کو سمجھنے میں غلطی کی تھی۔ آپ پر میں نے یارم کو زنج دی تھی۔ حالانکہ وہ ایک انتہائی گھناؤنا اور بدکردار شخص نکلا۔“

الساہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”اگر وہ برا، بدکردار اور اوباش شخص نکلا ہے تو اس سے میرا کیا تعلق؟ تم اسے بند کرتی تھیں اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے تو کبھی اس سلسلے میں مزاحمت نہیں کی۔ وہ ایک مجرم تھا، میرے باپ کا قاتل تھا۔ سو میں نے اسے پکڑا، قاتل کی سزا قتل تھی، لہذا اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اگر تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں نے یارم کے ساتھ زیادتی کی ہے تو یہ تمہاری بھول ہے۔“

الساہ نے احتجاجی سے انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

”یہ بات کو دوسری طرف لے جا رہے ہیں۔ میں یارم پر لعنت بھیجتی ہوں۔ اس نے مجھے شخص کا منہ دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ میں تو یہ کہنے آئی تھی کہ میں نے یارم کی وجہ سے زیادتی کی تھی، میں اس زیادتی کی معافی مانگتی ہوں۔“

دستے تو اپنے ساتھ لے جانا چاہے، بیٹے تمہیں اس کی اجازت ہے۔“ حبیب بن عثمان نے اس پر حارث کا شکریہ ادا کیا، پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ قصر کے اس کمرے سے نکلا، اس کے پیچھے پیچھے اوزال بھی نکل گئی تھی۔

اپنے کمرے کے قریب جا کر اچانک حبیب بن عثمان رک گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اوزال بھی رک گئی تھی۔ پھر حبیب بن عثمان بڑے غور سے ایک طرف دیکھنے لگا۔ اس سمت سے الساہ اپنی گردن جھکائے بڑی تیزی سے حبیب بن عثمان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اوزال بھی بڑی گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ حبیب بن عثمان کے قریب آکر الساہ رکی، اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ ”آپ اپنے کمرے میں چلیں، میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“ حبیب بن عثمان نے فوراً جواب دے دیا۔ ”لیکن میں تمہاری کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔“ الساہ پھر بولی۔ ”میں آپ سے ایک انتہائی ضروری کام ہے۔“

حبیب بن عثمان نے پہلے کی طرح روکھا سا جواب دیا۔ ”مگر مجھے تم سے کوئی کام نہیں۔“

”میں نے کہا نا، اپنے کمرے کی طرف چلے، مجھے آپ سے بے حد ضروری کام ہے۔ آپ میری بات سنیں نہ سنیں مگر میں جو بات کہنا چاہتی ہوں، وہ بات میں کہہ کر جاؤں گی۔“ حبیب بن عثمان پھر الساہ سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اوزال نے دخل اندازی کی اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”آپ اپنے کمرے میں چلیں، کچھ یہ کہنا چاہتی ہے، سننے میں کیا حرج ہے۔ آپ باہر کھڑے ہو کر ضد کیوں کرتے ہیں؟“ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے حبیب بن عثمان نے اوزال کے کمرے کا رخ کیا اور کہنے لگا۔ ”چلو تمہارے کمرے میں چل کر بیٹھتے ہیں۔“ الساہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ہوئی۔ تینوں جب اس کمرے میں جا کر بیٹھ گئے تو الساہ نے پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”میں آپ سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

اس بار اوزال نے بھی الساہ کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھا۔ کچھ کہنا چاہتی تھی پر اس سے پہلے ہی حبیب بن عثمان بول پڑا۔

حبیب بن عثمان نے جھٹ سے کہہ دیا۔ ”چلو میں نے تمہیں معاف کر دیا۔“  
میرے خیال میں میرا تمہارا معاملہ ختم ہوا۔“

السا نے بڑی بے چینی سے اپنی جگہ پر پہلو بدلا اور کہنے لگی۔ ”معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ معاملہ اب شروع ہوا ہے۔ آپ نے اس موقع پر مجھ سے چاہت اور محبت کا اظہار کیا تھا لیکن میں نے اس موقع پر آپ کی محبت کا جواب محبت سے نہ دیا تھا۔ اپنے وہ الفاظ واپس لیتی ہوں۔ آپ کے ساتھ آپ کی ماں کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں اور آپ کی زندگی کا ساتھی بننے کے لیے بھی تیار ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر اس موقع پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کچھ دنوں تک وہ عجیب سے جذبے میں السار کی طرف دیکھتا رہا، پھر طنزیہ سے انداز میں کہنے لگا۔ ”جو بات تم لے کر آئی ہو، اس کا موقع محل گزر چکا۔ میں تمہیں اپنی جس کی آسودگی اور خوشی کے لیے لے جانا چاہتا تھا، وہ اندھی ہو چکی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ میں اسے بتا چکا ہوں کہ تم میرے بجائے کسی اور کو پسند کرتی ہو۔“  
السا جن لمحوں کا تم ذکر کرنے آئی ہو، وہ لمحے بہت دور جا چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں، میں نے تمہیں موسم بہار کے پرندوں کی دلکش آواز سمجھا لیکن تم نے میری زندگی کی آخری رمت تک کو تلخ حقائق سے بھر دیا۔ میں نے تمہیں پھول پر مسکراہٹوں جیسا جانا لیکن تو نے اپنے سلوک سے میرے ساز حیات، انتہائی کرب اور بدترین انتہوں سے دوچار کیے۔ میں نے تمہیں اپنے تھکے ماندے چہرے کی مسکراہٹ بنانا چاہا، تو نے انکار کر دیا۔ میں نے تجھے دامن فطرت میں سجائے رنگ و بو کی بات سمجھ کر اپنی زیست کی آرائش و تزئین بنانا چاہا لیکن تو تلخی بھرا جام زیر آب کا آئینہ ثابت ہوئی۔ تیرے لہجے کی حلاوت میری روح کی خشکی، میرے سانسوں کی چھاتی میرے جذبات کا روگ بن گئی۔

سن السار میں اب کسی اور لڑکی کو پسند کر چکا ہوں۔ وہ مجھے چاہتی ہے۔ میں اپنی زندگی کا ساتھی، وہ مجھے اپنی زیست کا رفیق بنانے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ اب وہ لڑکی میرے دلوں کی ترب اور ساتھیوں کک میں نغموں کا دلکش تواب، راتوں کے جہز، دن کی جلن میں نگاہوں کا خمار

اب وہ لڑکی ہی میرے لیے نغموں کا نگارستان اور خوبیوں کا خیالستان ہے۔ اس میں شک نہیں اپنی زندگی کے صحرا میں میں نے تجھے ہی محبت کا ابتدائی جھونکا جانا تھا لیکن میرے لیے صحرا کی لوٹاٹ ہوئی۔“

یہاں تک کہتے کہتے حبیب کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ السار بول پڑی۔  
”آپ جس لڑکی کو پسند کرتے ہیں۔ وہ کون ہے، کیسی ہے، کہاں ہے؟“ اس پر دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں حبیب بن عثمان پھر بول پڑا۔

”جس لڑکی کو میں پسند کرتا ہوں، اس کا شفق چہرہ یوں جانو، میری زیست کا رسیلا پن ہے۔ اس کی خوش دلانہ مسکراہٹ اب میرے اعتماد اور اشتیاق کا محور ہے۔ اس کے خدوخال میں آسودگی اور ذہانت، اس کی آنکھوں سے چمکتے حیا میں اس کا من اس کی دلکشی پنہاں ہے۔ اس کی رگوں میں وفا رقص کرتی ہے۔ وہ بادام اور سیب کے پھولوں سی خوشبودار، چنار اور لچکھے بید کی کونپلوں جیسی نازک ہے۔ اس کا چہرہ ایسا رنگین اور خوبصورت ہے جیسے سورج کی شعاعوں سے رنگین بادل.....“  
یہاں تک کہتے کہتے لمحہ بھر کے لیے حبیب بن عثمان رکا، اس کے بعد جذبات کی رو میں بہتا چلا گیا تھا۔

”السا تم میرے لیے اندرائن سی کڑوی ثابت ہوئیں۔ پر وہ لڑکی میرے لیے شہد سے میٹھی ثابت ہوئی۔ تم میرے لیے کچے انگور سی کھٹی نکلیں۔ پر وہ بائلی شراب سے بھی زیادہ خوشگوار نکلی تو میرے لیے رنج و غم کا گولہ ثابت ہوئی۔ پر جس لڑکی کو میں اب پسند کرتا ہوں، وہ چنبیلی کی مہک سی خوشبودار اور خوشگوار ہے۔“  
حبیب بن عثمان کی اس گفتگو سے السار لمحہ بھر کے لیے پریشان، فکر مند سی ہو گئی۔  
”جلدی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور کہنے لگی۔

”کیا میں اس خوش قسمت لڑکی کا نام پوچھ سکتی ہوں جسے آپ پسند کرتے ہیں جو آپ سے محبت کرتی ہے۔“ اس پر بغیر رکے حبیب بن عثمان کہنے لگا۔

”جس لڑکی کو میں چاہتا ہوں، جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ اس کا نام اوزال ہے اور وہ ابھی ابھی تمہارے پاس سے اٹھ کر باہر گئی ہے۔ یہ کمرہ اسی کا ہے جس میں تم بیٹھے ہوئے ہیں۔“ اوزال کمرے کے باہر پردے کے پیچھے یہ ساری گفتگو سن رہی

باب یارم نے انکشاف کیا کہ آپ کی ماں کو اندھا کیا گیا ہے تو اس شخص نے یارم کے ساتھ اچھا خاصا جھگڑا اور تکرار کیا کہ اس نے اس عورت کو کیوں اندھا کیا یعنی یارم کے اس ساتھی نے یارم اور اس کے ہمنواؤں کے خلاف بغاوت کی۔ یارم نے اس مورخہ کو اپنے لیے خطرناک جانا۔ اسے خدشہ ہو گیا تھا کہ کہیں اس کا وہ باغی ساتھی اس کے گناہوں سے پردہ نہ اٹھا دے۔ رقیم شہر میں اس کے لیے کوئی مصیبت نہ مٹتی تھی، لہذا یارم نے اسے ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر لیا۔ اس باغی ساتھی کو بھی یارم کے ان ارادوں کا علم ہو گیا، لہذا اپنے چند جانثاروں کے ساتھ وہ رقیم شہر سے نابلس کی طرف بھاگ گیا۔ اپنی موت سے پہلے ہی ایک دو بار یارم نے میرے باپ سے ذکر کیا تھا کہ وہ اپنے ایک ساتھی کی تلاش میں نابلس کا رخ کرنا چاہتا ہے۔ پر اس کی بد قسمتی کہ وہ آپ کے ہاتھوں مارا گیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد السار کو رک جانا پڑا، اس لیے کہ حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”کیا تم بتا سکتی ہو میرے دشمنوں کے اس باغی کا کیا نام ہے؟“ اس پر السار نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔

”وہ باغی ساتھی جو رقیم سے نابلس کی طرف بھاگ چکا ہے، اس کا نام یوسف ہے۔ اس کے ساتھ اس کے کچھ جانثار بھی ہیں۔ یوسف نام کا وہ باغی اس گروہ کا بڑا سرگروہ خیال کیا جاتا تھا۔ جس گروہ سے یارم کا تعلق تھا۔ یوسف نام کا وہ شخص ان علاقوں کے بدنام زمانہ ڈاکو برابا اور اس کے دوست راست ذابو اور سمولا کے متعلق مشہور ہے۔“ السار کو ایک بار پھر خاموش ہو جانا پڑا، اس لیے کہ حبیب بن عثمان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”پہلے یہ بتاؤ، یہ ساری تفصیل تم سے کس نے کہی ہے؟“ جواب میں السار نے تیز اور مشکوک نگاہوں سے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

”آپ یہ مت خیال کیجئے گا کہ آپ نے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے سے انکار کر دیا ہے تو میں آپ کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کروں گی، ہرگز نہیں۔ اگر آپ

تھی۔ کمروں کے باہر جو غلام گردش بنی ہوئی تھی، اس میں کیونکہ ابھی کوئی فرد نہ تھا، لہذا بڑے اطمینان سے پردے کی اوٹ میں رہتے ہوئے اوزال یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ السار تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ اس دوران اس نے کافی حد تک غور و خوض کیا، پھر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ تو ایک معاملہ ہے جو میں آپ کے ساتھ طے کرنا چاہتی تھی۔ میری آپ کے لیے دعا ہے کہ آپ اور اوزال کی محبت اپنے بام عروج تک پہنچے۔ یقیناً میں نے آپ کو دھوکہ دیا تھا اور مجھے اس کا پچھتاوا ضرور ہے۔ بہر حال میں اب دوسرے موضوع کی ابتداء کرنے والی ہوں۔ آپ کی طرف آنے کا اصل مقصد یہی تھا، اس مقصد کے لیے مجھے میرے باپ نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اس وقت سعید اور رعما بھی وہاں ہیں۔ رعما آپ کے ساتھ گئی تھی، راستے میں کہیں سعید اسے مل گیا اور وہ دونوں وہاں پہنچے ہیں۔ آپ کے آنے کی اطلاع مجھے سعید اور رعما ہی نے دی ہے۔“

حبیب بن عثمان نے عجیب سے انداز میں السار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”اب دوسرا موضوع کون سا رہ گیا ہے۔“ اس پر السار بول پڑی۔

”دوسرا موضوع صرف آپ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس موضوع میں ہر کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے، یارم آپ کے باپ کا قاتل تھا لیکن وہ اب زندہ نہیں تھا، اس کے ساتھ اور بھی لوگ شامل تھے جو اس شہر رقیم کے رہنے والے تھے۔ جس وقت آپ نے معبد کے اندر یارم کو پکڑا، اس وقت آپ سے ایک غلط فہمی سرزد ہوئی۔ آپ نے اس سے تفصیل نہیں جانی کہ وہ رقیم شہر میں کہاں رہتا ہے اور اس کے کون کون سے ساتھی ہیں۔ میں اس موضوع پر اپنے باپ کے کہنے پر آپ سے بات کرنے آئی ہوں۔ یارم اکیلا نہیں، اس نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ آپ کے باپ کو قتل کیا۔ آپ کی ماں کو اندھا کیا۔ وہ اکثر اس موضوع پر میرے اور میرے

باپ سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ پر ہمیں خبر نہ تھی کہ مرنے والا آپ کا باپ ہے اور اندھ ہونے والی آپ کی ماں ہے۔ بہر حال میں آپ سے یہ کہوں کہ اس شہر میں اس کے کچھ ساتھی بھی ہیں۔ جس وقت آپ کے باپ کو قتل کیا گیا تو یارم کے ایک ساتھی نے احتجاج کیا تھا کہ آپ کے باپ کو کیوں قتل کیا۔ وہ اس قتل کے بھی خلاف تھا۔“

کھڑی ہو گئی ہے اور باہر آنا چاہتی ہے تو وہ دروازے سے پیچھے ہٹ کر غلام مردش میں کھڑی ہو گئی تھی۔ السار جب چلی گئی تو وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ حبیب بن عثمان کے سامنے بیٹھ گئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ نے بیچاری السار کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ آپ اس کے ساتھ بہت کے دو بول، بول ہی دیتے تو آپ کا کیا جاتا تھا؟ وہ اتنی چاہت، اتنی محبت، اتنی امیدیں لے کر آپ کے پاس آئی۔ اگر اس نے ایک موقع پر آپ سے شادی نہ کرنے اور آپ کی رفاقت میں نہ آنے کے الفاظ ادا کر دیے تھے تو اسے ان الفاظ کی اتنی بڑی سزا تو نہیں ملنی چاہے۔ آخر اس نے آپ سے کسی بھی موقع پر نفرت اور بیزاری کا اظہار تو نہیں کیا۔ اگر یارم نے کسی نہ کسی طرح اسے اپنے جال میں پھنسا ہی لیا تھا تو اس دھوکے اس فریب کی اتنی بڑی سزا تو نہیں ملنی چاہیے جتنی آپ نے اسے دی ہے۔“

حبیب بن عثمان کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اوزال پھر بول پڑی۔

”دیے میں آپ کی ایک خوبی کو اب جانتی ہوں۔ آپ بڑے اچھے الفاظ استعمال کر سکتے ہیں۔ السار کے سامنے جو آپ نے رنگین الفاظ استعمال کرتے ہوئے میری تعریف کی، میں باہر کھڑی یہ سارے الفاظ سن رہی تھی۔ بڑی مشکل سے برداشت کر رہی تھی۔ آپ نے جس انداز میں میری تعریف کی ہے، کیا میں اس قابل ہوں؟“

حبیب بن عثمان نے غور سے اوزال کی طرف دیکھا اور مسکرایا اور کہنے لگا۔ ”کئی تم نے آئینہ دیکھا ہے۔“ جواب میں اوزال بھی مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”کئی بار دیکھا ہے، ایک بار پھر میرے حوالے سے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے سراپا کا جائزہ لیتا، پھر جو الفاظ میں نے تمہاری خوبصورتی کے لیے استعمال کیے ہیں۔ انہیں اپنے ذہن میں لانا، اگر وہ تمہارے سراپا پر منطبق نہ ہوں تو مجھے پکڑ لینا۔“ اوزال کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان نے کہا تھا۔

اوزال نے ایک بھر پور قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔ ”میں تو اب یہ سوچتی ہوں کہ السار کا کیا بنے گا۔ اس نے بے شک آپ کو رد کیا تھا لیکن وہ آپ کی طرف لوٹ

یہ خیال کرتے ہیں کہ میں یہ من گھڑت کہانی پیش کر کے آپ کو کسی معاملے پر پھنسانا چاہتی ہوں تو یہ آپ کے ذہن کی اختراع ہوگی۔ میں کوئی ایسا گھٹیا، ایسا فحش فعل کرنا تو بہت دور کی بات، اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی۔ اگر آپ ان باتوں کی تصدیق کرنا ہی چاہتے ہیں تو میرے باپ کے پاس جائیے گا۔ اس لیے کہ گزشتہ باغی یوسف کا ایک ساتھی جس نے مییں اپنے عزیز واقارب کے پاس جھپ کر بچالی تھی، وہ سامنے آگیا ہے۔ اس لیے کہ اسے خبر ہو گئی تھی کہ یارم کو قتل کر دیا ہے۔ وہ معبد میں شکر یہ ادا کرنے اور اپنی مانی ہوئی نذر پوری کرنے کے لیے میرے باپ سے بھی اس نے ملاقات کی اور یہ سارے حالات تفصیل کے ساتھ نے میرے باپ سے کہے۔“ السار کے اس انکشاف نے حبیب بن عثمان کو بے چینی اور الجھن میں ڈال کر رکھ دیا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ اس کے چہرے پر غصے اور غصے کے آثار تیزی سے اپنا رنگ دکھانے لگتے تھے۔ آخر اس نے السار کو مخاطب کیا۔

”جس نوجوان نے تمہارے باپ کے سامنے راز اگلے ہیں، ذرا اس کا نام کہو۔“ السار جھٹ سے بول پڑی۔ ”اس کا نام عوبال ہے جس وقت میں آپ ملنے کے لیے چلی تھی۔ عوبال اس وقت معبد ہی میں تھا۔ اگر آپ میری باتوں پر غور کرتے ہیں تو میرے ساتھ چلیں، میرے خیال میں وہ آپ کو وہیں مل جائے گا۔ یہ بھی ان سارے حالات سے آگاہ ہو چکا ہے۔ اس لیے کہ وہ بھی وہاں موجود ہے۔ میرے باپ نے میری موجودگی ہی میں سعید سے یہ سارے حالات کہے تھے۔“ اس تیز نگاہوں سے السار کی طرف دیکھتے ہوئے حبیب کہنے لگا۔

”اگر تم مجھ پر کوئی احسان ہی کرنا چاہتی ہو تو پھر واپس معبد میں جاؤ۔“ بھائی سعید کو کہو، وہ عوبال نام کے اس شخص کو میرے پاس لے کر آئے۔ پھر میں کے ساتھ ایک لائحہ عمل طے کرنا پسند کروں گا۔ میرے خیال میں تم میرا کام نہیں۔“

السار نے کچھ نہ کہا، اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے کی طرف بڑھتی کہنے لگی۔ ”میں جاتی ہوں اور سعید کو اس کے ساتھ بھیجتی ہوں۔“ اس کے ساتھ السار قصر کے اس کمرے سے نکل گئی تھی۔ دوسری جانب اوزال نے جب

رہی ہے۔ اس کا کوئی تو حل ہونا چاہیے۔“ احتجاجی سے انداز میں حبیب بن عثمان اوزال کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”سے لوٹنے کے لیے میں نے تو نہیں کہا۔ جب میری ماں کو اس کی ضرورت تھی، اس وقت وہ نہ تھی۔ اب وہ ہے لیکن میری ماں کو اس کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ میں اپنی ماں کے ذہن میں یہ بات ڈال چکا ہوں کہ السار کسی اور کو بھرتی ہے اور میرے ساتھ ناٹھ جوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ اس بنا پر میں میری ماں دونوں ہی السار کو اپنے ذہن سے نکال چکے ہیں اور السار بوڑھی تو ہو گئی، ابھی نو عمر ہے۔ خوبصورت ہے جس طرح اس سے پہلے یارم کو اپنی زندگی ساتھی بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا، ایسے ہی اپنی زندگی کے لیے کسی نئے رشتی کا انتخاب کرتی ہے۔“

اوزال نے اندازہ لگایا کہ اسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی تو حبیب بن عثمان تلخ ہو جانے کا اندیشہ ہے، لہذا اس نے موضوع بدل دیا تھا۔ دونوں اس موضوع گفتگو کرنے لگے تھے جس موضوع پر تھوڑی دیر پہلے السار انکشاف کر کے گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد گفتگو کرتے کرتے دونوں رک گئے۔ اس لیے کہ ان کے

کمرے کے باہر غلام گردش میں سعید اور وہ نوجوان آتے دکھائی دیے جس کا نام السار نے عوبال بتایا تھا۔ دروازے پر آکر سعید رک گیا۔ حبیب بن عثمان اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ عوبال کو اپنے ساتھ اندر لانے کی اجازت دی۔ دونوں اگرچہ نشستوں پر بیٹھ گئے تب حبیب بن عثمان نے عوبال کو مخاطب کیا۔ ”اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام عوبال ہے۔ تمہارے متعلق السار تمہارے پہلے مجھے تفصیل بتا چکی ہے۔ اب تم یہ بتاؤ یارم کا باغی ساتھی جس کا ذکر السار نے کیا تھا، وہ کہاں ہے۔ اب جبکہ یارم مارا جا چکا ہے، وہ کیوں چھپتا پھرتا ہے۔“ عوبال نے کھنکھارتے ہوئے گلہ صاف کیا اور کہنے لگا۔

”شاید السار نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ عوبال نے نابلس میں پناہ لے رکھی ہے جہاں اس نے پناہ لے رکھی ہے۔ میں اس جگہ کو بھی جانتا ہوں اور میں آپ کے انکشاف کروں کہ رقیم شہر میں یارم کے کچھ اور ساتھی بھی تھے۔ وہ یہاں سے

میں نے ان پر نگاہ رکھی تھی، وہ یوساف کی تلاش میں نابلس کی طرف گئے تھے۔ وہ اس کے قتل کے درپے ہیں۔“

عوبال کے اس انکشاف پر حبیب بن عثمان کچھ دیر تک سوچتا رہا، پھر اسے مخاطب کیا۔

”کیا ایسا ممکن ہے کہ تم یہاں سے نابلس کی طرف میرے ساتھ سفر کرو۔ میں یارم کو نہیں جانتا، میں اس کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے میں بہت کام لوں گا۔ چونکہ میرے باپ کا قتل برابا اور اس کے سرکردہ ساتھیوں کے کہنے پر کیا گیا ہے۔ یارم ان سب کو جانتا ہے۔ ان کے مسکوں سے بھی واقف اور آگاہ ہے، لہذا اس میں وہ میری بہترین رہنمائی کر سکتا ہے۔ اگر یارم کے ان ساتھیوں نے جو شہر میں

موجود تھے۔ یوساف کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں ان کی گردنیں کاٹ دوں گا۔ میں یارم کے ان ساتھیوں کو بھی نہیں جانتا جو یوساف کی تلاش میں نابلس کی طرف گئے ہیں۔ تم یقیناً ان کو جاننے ہو گے، لہذا تم ان کی بھی مجھے نشاندہی کرنا میں ان سے

میں نے ان کی کوشش کروں گا اور میں اس سارے کام کا معقول معاوضہ تمہیں دوں گا۔“

عوبال کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔ ”السار اور رعما کا باپ اور معبد کا بڑا بچاری ایرخ میرے لیے بڑا محترم اور قابل احترام ہے۔ میرے لیے یہ بات بڑی قابل لحاظ ہے کہ رعما آپ کے بھائی سعید کو پسند کرتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کو زندگی کا ساتھی بنانے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ میرے دوستوں میں ایک اور سعادۂ ہے کہ السار کا جھکاؤ آپ کی طرف ہے۔ بہر حال آپ کو نابلس تک آپ کی پوری نشاندہی کروں گا۔ یوساف تک بھی آپ کو

پہنچاؤں گا اور یوساف کے تعاقب میں یارم کے جو لوگ گئے ہیں، ان کی طرف آپ کی پوری رہنمائی کروں گا اور اس کا کوئی معاوضہ نہیں لوں گا۔ اس لیے کہ میں اس کام کو فرض جان کر کروں گا۔ اس کام کو نشتانے کے بعد پھر میں نے اسی شہر میں آپ کے پاس رہنا ہے۔“

عوبال کی اس گفتگو سے حبیب بن عثمان خوش ہو گیا تھا، دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

ان الفاظ کا برا محسوس کیا تھا۔ قبل اس کے ان میں سے کوئی رد عمل کا اظہار کرتا،  
عرب پھر بول پڑی۔

”بھائی میرے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دیکھتی ہوں تم سنجیدہ ہو  
میں۔“ اوزال اور سعید کو بھی دیکھتی ہوں۔ ان کے منہ بھی لٹک گئے ہیں۔ معاملہ  
در اصل یوں ہے کہ جس کمرے میں اوزال کی رہائش ہے، یہ کمرہ اب تمہارے تصرف  
میں رہے گا۔ جو کمرہ تمہارے پاس ہے، وہ اوزال کے پاس ہو گا اور اس سے اگلا کمرہ  
میرے پاس۔ اس کے بعد جو کمرہ ہے، اس میں میری چھوٹی بہن حویلہ رہے گی۔ میرے  
خالد میں تم برا محسوس نہیں کرو گے۔ زوفہ کے پاس جو کمرہ ہے، وہ اسی کے پاس  
رہے گا۔ عرب کی اس گفتگو سے اوزال اور سعید پھر خوشگوار سے ہو گئے تھے۔ پھر  
عرب بن عثمان عرب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میری بہن! مجھے یہاں کمرہ نہ بھی ملے تب بھی کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ  
مستقر میں میرے پاس ایک کمرہ ہے۔ میں وہاں رہ سکتا ہوں۔“ اس پر کسی قدر سخت  
الفاظ میں عرب کہنے لگی۔

”ہرگز نہیں۔ آپ میرے بھائی ہیں۔ بھائی بہن کے پاس رہے۔ جو فیصلہ ہوا ہے،  
وہ آخری ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ تمہارے اور اوزال کے  
کمرے کی آرائش میں کوئی فرق نہیں، بس اوزال اٹھ کر تمہارے کمرے میں آجائے  
گی۔ تم اس کے کمرے میں آجانا۔“ حبیب بن عثمان نے جب اس تجویز کو منظور کر  
لیا۔ تب حارث آگے بڑھا اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹے جو معاملہ ہم طے کرنے آئے تھے، وہ تو طے ہو گیا۔ اب تم اپنی مہم پر کب  
نظر آئے؟“ جواب میں حبیب بن عثمان نے السار اور عوبال کے ساتھ جو گفتگو ہوئی  
تھی، تفصیل کے ساتھ سنائی۔ پھر کہنے لگا۔ ”میں آنے والی شب کو عوبال کے ساتھ  
میں کی طرف روانہ ہوں گا۔ اس کے بعد میں کوستانی سلسلوں کے اندر برابا اور  
اس کے ساتھیوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔ ناپلس سے میں واپس رقیم آؤں گا  
اور یہاں سے کچھ مسلح دستے لے کر اپنی اس مہم پر جاؤں گا۔“ حارث اور مالک دونوں  
نے حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اتنی دیر تک قصر کے اندر سے کچھ

”میرے عزیز میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ تو نے اپنی باتوں سے میرا دل خوش  
رکھ دیا ہے۔ اب یہ بتاؤ تم کب تک یہاں سے کوچ کرنا پسند کرو گے۔“ عوبال  
چھاتی تانتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ حبیب بن عثمان تم میری پروا نہ کرو۔ جب  
کوچ کرنا چاہو، میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔“ حبیب بن عثمان بے پناہ خوشی کا  
کرتے ہوئے کہنے لگا ”تو پھر آنے والی شب کو یہاں سے میں اور تم کوچ کریں۔  
عوبال کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سعید اس سے پہلے بول پڑا۔

”میرے عزیز بھائی ایسا ممکن ہی نہیں کہ میں آپ کو اکیلا جانے دوں۔ اس  
میں میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ ضد نہ کیجئے گا، اگر آپ نے ضد کی تو یاد رکھیں  
سعید بھی ضد کرے گا۔ اس لیے کہ سعید آپ کا بھائی ہے۔ اگر آپ ضد کریں  
تو میں بھی کروں گا۔“ جواب میں حبیب بن عثمان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے  
اوزال بول پڑی۔

”سعید میرے بھائی آپ کا کہنا درست ہے۔ آپ حبیب کے ساتھ جائیں  
اگر انہوں نے اکیلا جانے کی ضد کی تو میں ان کو اکیلا نہیں جانے دوں گی۔ آپ  
کے ساتھ جائیں گے، یہ آپ کو منع نہیں کریں گے۔“

حبیب نے مسکراتے ہوئے باری باری اوزال اور سعید کی طرف دیکھا اور  
لگا۔ ”اگر تم دونوں کی یہی مرضی ہے تو سعید تم میرے ساتھ چلنا۔“ جواب میں  
کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خاموش ہو گیا۔ پھر ایک دم سارے اٹھ کھڑے ہوئے۔  
سے باہر آکر غلام گردش میں کھڑے ہو گئے، اس لیے کہ سامنے کی طرف سے  
اس کی دونوں بیویاں، بیٹا مالک دونوں بیٹیاں، عرب اور حویلہ اور دوسرا بیٹا  
آ رہے تھے۔

قریب آکر سب رک گئے، پھر عرب نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے  
کہنا شروع کیا۔

”حبیب میرے بھائی ہم سب تمہیں ایک زحمت دینے کے لیے آئے ہیں  
کمرے میں تمہاری رہائش ہے، وہ کمرہ تمہیں خالی کرنا پڑے گا۔“ جواب میں  
دیر کے لیے حبیب بن عثمان سنجیدہ ہو گیا۔ اوزال کا چہرہ بھی اتر گیا تھا۔

خدام آگئے جو ڈھیروں سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ سامان عرب اور حویلہ کے کی آرائش کے لیے تھا۔ عرب نے اوزال کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ پھر عرب اور حویلہ اپنے کمروں کی تزئین کرنے لگی تھیں جبکہ آنے والی شب کو حبیب بن اور سعید دونوں بھائی عوبال کے ساتھ رقیم سے نابلس کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



اب رقیم کے قصر کی یہ حالت تھی کہ اس کے بائیں جانب والے حصے میں حارث اپنی بیویوں اور بیٹوں کے ساتھ مقیم تھا۔ دائیں جانب والے حصے میں اوزال، حبیب بن عثمان، عرب، حویلہ اور ان کی خدمت پر مامور عورت زوفہ مقیم ہوئے تھے۔ جس روز حبیب بن عثمان رقیم سے نابلس کی طرف کوچ کر گیا تھا، اس سے اگلے روز عرب، حویلہ دونوں ہمیں اوزال کے کمرے میں آئیں۔ تینوں ایک جگہ بیٹھ گئیں۔ پھر حویلہ نے بڑے پیار، بڑی دلچسپی میں اوزال کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

”اوزال میری بہن گو میری بڑی بہن عرب یروشلیم میں رہ کر آئی ہے لیکن اسے شرق اردن یا یروشلیم سے باہر نکلنے کا کوئی موقع نہیں ملا۔ آپ تو یروشلیم کی رہنے والی ہیں۔ آپ تو ارض فلسطین کے سارے اہمیت والے مقامات کو جانتی ہوں گی۔ میری بہن آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عنقریب میرے باپ ارض فلسطین پر ہیرودیس کے خلاف لشکر کریں گے۔ اس لشکر کشی کی ابتداء شاید ہمارے بھائی حبیب بن عثمان کی واپسی پر شروع ہوگی۔“

چونکہ ہمارا کراؤ اب ارض فلسطین کے حکمران سے ہوگا، لہذا میں چاہوں گی کہ اس سرزمین کے متعلق ہمیں کچھ معلومات حاصل ہوں۔ میری بہن کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ میں ارض فلسطین کے اہمیت والے علاقوں کی کچھ تفصیل بتائے۔ اس کے لیے میں تیری بڑی شکرگزار اور ممنون ہوں گی۔

اوزال نے مسکراتے ہوئے حویلہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔ ”اس سلسلے میں میں ممنون اور شکرگزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں بہت سے علاقوں کی تفصیل بتاتی ہوں۔ یوں جانیں ارض فلسطین میں جو اہمیت کے مقام ہیں۔ سب میں سے دیکھ رکھے ہیں۔ سنو میں تفصیل کے ساتھ تمہیں ان کے متعلق بتاتی ہوں۔“





درمیان ہے۔ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے لادی کی قبر ہے۔ دور  
شہر قدیم دور میں کبھی فلسطین کا پایہ تخت ہوا کرتا تھا۔ (یہاں آج کل عیسائیوں  
کلیسا سینٹ جارج نام کا ہے اور عیسائی روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ  
اسی کلیسا میں دجال کو قتل کریں گے۔ عیسائی روایات کے مطابق اصحنان کے  
یہودی دجال کے ساتھ ہوں گے اور لد شہر کے دروازے پر حضرت عیسیٰ علیہ  
سے مقابلہ کریں گے۔)

یوں جانیں، یہ ایک ہستی ہے۔ یہاں اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام اب وہ موضوع ہے جس پر میں گفتگو کرنے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میری بہن، فرزند الصدیق کی قبر ہے۔ یہاں ایک غار میں اسی شہیدوں کی لاشیں مدفون ہیں۔ اللہ رحمہ مجوز زندگی بسر نہیں کر سکتیں۔ آخر تمہیں ایک نہ ایک روز تو اپنا گھر آباد کے علاوہ ایک مکہ شہر ہے۔ یہ ساحل سمندر پر ہے۔ یہاں اللہ کے نبی حضرت یونس علیہ السلام کی قبر ہے۔ قبر اور اس کے قریب ہی عبادت گاہ کے صحن میں ایک زمین ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہاں کھیتی باڑی کی ہے۔ پر تھکان کی بد قسمتی کہ تمہاری شادی ہر دویس سے ہو گئی۔ کی تھی۔ قریب ہی ایک چشمہ بھی ہے جسے عین البقر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک چشمہ بھی ہے کہ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ تھکان اور تمہاری شادی کر دی جائے۔ اس وہاں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ چشمہ حضرت آدم علیہ السلام نے نکالا تھا۔ جب وہاں کے لوگ بھی دیکھنے کے لائق جگہ ہے۔ یہ تیری اور بیروت کے درمیان وہ کنواں جس میں اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ڈال دیا تھا۔ کنواں آج کل مسجد کے ایک صحن میں ہے۔

مالک جب خاموش ہوا تو عریب تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی پھر کہنے لگا  
 ”مالک میرے بھائی! عمر میں تم مجھ سے چھوٹے ہو لیکن یہ منٹو کرتے  
 مجھے ایسے لگے کہ تم مجھ سے بڑے اور میرے باپ کی حیثیت سے منٹو کرتے  
 میں تمہاری شکر گزار اور ممنون ہوں کہ تم نے میرے سامنے یہ معاملہ پیش کیا  
 اس وقت میں نہ ہاں کہتی ہوں نہ نہ۔ میں تھان سے طوں گی وہ مجھے اچھی  
 ہے۔ میں بھی اسے جانتی ہوں تاہم اس کے مزاج اس کی نصرت سے واقف  
 اگر میں نے اندازہ لگایا کہ ہم دونوں اکٹھے رہ سکتے ہیں تو میں اسے اپنا  
 نہیں کہوں گی۔“

اپنی بن عریب کے اس جواب سے شاید مالک خوش ہو گیا تھا۔ آگے  
 نے عریب کے سر کو بوسہ دیا۔ پھر کہنے لگا۔ ”جس مجھے اپنی بہن سے ایسے  
 امید تھی۔ اب تم تینوں ہمیں بیٹھ کر پیلے کی طرح باتیں کرو“ میں جانتا ہوں  
 ساتھ ہی مالک اس کمرے سے نکل گیا تھا۔



عین اسی وقت جب یہ منٹو ہو رہی تھی مالک کا سوجھا اور چھوٹا بھائی  
 ہاں شعیب کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت اس کی ماں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی  
 اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

”ماں میں تم سے آج ایک شکوہ اور شکایت کرنے آیا ہوں۔“ شعیب  
 شعیب نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی۔ ”کیسا شکوہ؟ کیسی شکایت؟“  
 بول پڑا۔

”دیکھ ماں بڑی ماں خلعو نے اپنے سارے بچوں کے لیے کچھ نہ کیا  
 بھائی مالک کی سگائی شیر سے ہو چکی ہے۔ ہماری بہن حویلہ ایک طرف  
 منسوب ہو چکی ہے۔ تھان اور عریب کے رشتے کی بھی باتیں ہونے لگی ہیں  
 تک آپ نے میرے متعلق کچھ نہیں سوچا۔“ شعیب نے پھر تیرے گھبروں  
 کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی۔ ”تم کسی لڑکی کو پسند کرتے ہو تو اس

نہیں وعدہ دیتی ہوں کہ میں ہر صورت میں تمہاری شادی اس لڑکی سے کرا کر رہوں  
 گی خواہ دنیا ادھر کی ادھر ہو کر رہ جائے۔ اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ تمہاری بیٹی ماں  
 خلعو کی نسبت تمہارا باپ حادث میری بات زیادہ مانتا ہے۔“

ماں کی اس گفتگو سے زبیل کے چہرے پر دور تک خوشیاں اور آنکھوں میں گہری  
 ہنس بکھری تھی۔ وہ ماں سے مزید قریب ہوا اور کہنے لگا۔ ”میں میری ماں اگر یہ  
 بات ہے تو پھر میں تم پر یہ انکشاف کہوں کہ میں اس لڑکی کو پسند کرتا ہوں۔ اس سے  
 محبت کرتا ہوں جسے یوحنا کی سارا کما جاتا ہے جس کا نام اوزال ہے۔ سن ماں اگر تو  
 نے اپنا اثر دوسرے استعمال کر کے میری شادی کا اہتمام نہ کیا تو یاد رکھنا تو اپنے  
 اکلوتے بیٹے کی زندگی سے محروم ہو جائے گی۔“

شعیب نے خوب کراہتا ہاتھ زبیل کے منہ پر رکھ دیا اور کہنے لگی۔ ”ایسے بد شکوے  
 کے الفاظ نہ سے مت نکالو۔ اگر تم اوزال کو پسند کرتے ہو تو اچھی بات ہے۔ اوزال  
 بڑی خوبصورت ہے بلکہ میں کہتی ہوں کہ اس محل ہی نہیں شہر کے اندر بھی اس  
 جیسی خوبصورت اور پرکشش لڑکی نہ ہوگی۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ہر صورت  
 میں تمہارا بیٹا اوزال سے کرانے کا اہتمام کہوں گی۔ اگر کوئی تمہارے سامنے کی  
 راکٹ بننے کی کوشش کرے گا تو اس راکٹ کو گرائی چلی جاؤں گی۔“

شعیب کی گفتگو سے زبیل مزید خوش ہو گیا تھا۔ دوبارہ کہنے لگا تھا۔  
 ”اے میری ماں اگر اوزال نے مجھ میں دلچسپی نہ لی وہ کسی اور شخص کو پسند کرتی  
 ہوئی تب؟“ شعیب نے پھر اسے تیرے گھبروں سے دیکھا اور اس سے پوچھنے لگی۔ ”کیا وہ  
 کسی کو پسند کرتی ہے؟“ زبیل نے جب اثبات میں گردن ہلائی تو شعیب نے پھر پوچھ لیا  
 ”کے پسند کرتی ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟“

”ماں! میں نے زوفہ کے ذریعے سے یہ جانتا چاہا کہ وہ کسے پسند کرتی ہے۔ کسے  
 چاہتی ہے لیکن جس سے وہ محبت کرتی ہے اس کا نام بتانے سے گریز کرتی ہے۔“ اس  
 پر شعیب کہنے لگی۔

”نہیں بتاتی تو نہ سہی تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں وعدہ دیتی ہوں تمہیں یقین دلاتی  
 ہوں کچھ بھی ہو جائے میں تمہاری شادی اوزال سے کرانے کا اہتمام کہوں گی۔“

تمہارے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہمارا بڑا بیٹا مالک بن سکتا ہے لیکن اس کی منفی شہیر سے ہو چکی ہے۔ اگر اوزال مالک کو پسند کرتی ہوتی تو پھر میں تمہارے بے کچھ نہ کر سکتی تھی، اس لیے کہ مالک بھی مجھے بڑا عزیز ہے۔ میں اس کی حق تلفی نہ کرتی۔ چونکہ ایسا نہیں ہے، اوزال اگر کسی اور کو پسند کرتی ہے تو میں اس کی حق تلفی بھی کر کے اوزال کو تمہاری زوجیت میں دے دوں گی۔ میرے بیٹے اس سلسلے میں تم بالکل بے فکر رہو۔ یوں جانو آج سے اوزال تمہاری ہے۔ وہ کہیں جائے گی نہیں، وہ تمہاری بیوی بننے کے علاوہ کسی کے گھر نہیں جاسکتی۔ اب بتا تو کیا کہنا چاہتا ہے؟

زیبال اپنی ماں کی اس یقین دہانی پر ایسا خوش ہوا کہ اس نے اپنی ماں کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور کئی بار اسے بوسہ دیا۔ پھر مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے کمرے سے نکل گیا تھا۔



اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے، لوگوں کو انعام دیتے ہوئے یرودخلم کے نواح میں جبل زیتون پر پہنچے۔ جبل کی چوٹی پر کھڑے کران کے ساتھ جو ان کے شاگرد تھے، ان میں سے دو کو مخاطب کر کے کہا۔ ”وہ جو نے گاؤں ہے، اس میں جاؤ۔ وہاں گدھے کا ایک بچہ بندھا ہوگا، اس پر آج تک لہاوار نہیں ہوا۔ اسے کھول لاؤ، اگر کوئی تم سے پوچھے کہ کیوں کھولتے ہو؟ تو کہہ اگر اس کی ضرورت ہے۔“

بس اللہ کے نبی کا حکم پا کر دو شاگرد وہاں گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک بچہ بندھا ہوا تھا اور وہ اس بچے کو کھول رہے تھے تو اس کے مالکوں نے کہا ان کو کیوں کھولتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اس کی ضرورت ہے، اس لیے لے لے میں، لہذا وہ خاموش رہے۔ گدھے کے اس بچے کو وہ جبل زیتون پر لائے۔ اس کو کھڑے ڈالے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر سوار کروایا۔ اس طرح اپنے مالک کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جبل زیتون سے اتر کر یرودخلم شہر کی طرف پہنچے۔ جبل زیتون سے اتر کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیدھا ہیکل کا رخ کیا۔ ہیکل کے دروازے پر دو بھڑے بیٹھے ہوئے تھے، انہیں نکال باہر کیا اور ان سے کہا کہ ”لکھا ہے کہ لہذا نہ آؤ، مگر تمہارا گھر ہوگا مگر تم نے اس گھر کو ڈاکوؤں کی کھوہ بنا لیا ہے۔“

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ وہ ہر روز ہیکل میں لوگوں کو پڑھاتے۔ خداوند قدوس کی وحدانیت کی طرف لوگوں کو بلاتے اور اسی سے مدد کرتے۔ اس کی عبادت کرنے کی تلقین کرتے۔ آپ کی یہ باتیں یہودیوں کو ناگوار نہیں تھیں۔ اس لیے کہ انہوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو قبول کر لیا تھا۔ رد و بدل کرتے ہوئے فحاشی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس کی وحدانیت کا وہی پیغام پیش کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا، اس لیے یہودیوں کے عالموں اور علماء کو باتیں ناگوار گزرتی تھیں۔ تاہم آپ نے معمول بنا لیا تھا کہ ہر روز خداوند قدوس ہیکل میں جا کر آپ لوگوں کو وحدانیت کی تعلیم دیتے۔ نیکی اور خیر کے کام سے رغبت دیتے، گناہوں اور بدی سے بچنے کی تلقین کرتے۔

ایک روز ایسا ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیکل سے باہر بلند آواز میں خداوند قدوس کی وحدانیت کی تعلیم دے رہے تھے، بے شمار لوگوں کا ہنگامہ اُرد گرد جمع تھا۔ اس ہنگامے میں عازور اور اس کا بیٹا اخیم بھی شامل تھے۔ روز پینا بھیڑ کو چرتے ہوئے آگے بڑھے۔ انہوں نے سنا کہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلند آواز میں لوگوں کو بدی اور گمراہی سے بچنے اور نیک کام کرنے کی تلقین کر رہے تھے اور خداوند قدوس کی وحدانیت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کر رہے تھے۔ اس موقع پر اچانک ایک انقلاب نمودار ہوا۔ عازور اور اخیم دونوں یہودیوں کے کچھ سردار کاہن اور علماء جو قریب ہی کھڑے تھے، وہ مزید آگے بڑھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ ”ہمیں بتا تو ان کاموں کو اختیار کرتا ہے یا یہ بتا وہ کون ہے جس نے تجھ کو ایسے کرنے کا اختیار دیا ہے؟“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بلا توقف انہیں مخاطب کر کے کہا۔ ”میں بھی ایک بات پوچھتا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ یوحنا جسے تم لوگوں نے شہید کر دیا،“ اس طرف سے تھا یا انسان کی طرف سے؟“

اس موقع پر یہودی علماء اور کاہنوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور کہا۔ ”اگر ہم کہیں آسمان کی طرف سے تو وہ کہے گا، تم نے کیوں نہ اس کا خیال نہ کیا؟“ کہیں انسان کی طرف سے تو سب لوگ ہم کو سنگسار کریں گے کیونکہ انہیں کہ یوحنا اللہ کا نبی تھا۔“ پس انہوں نے جواب دیا۔ ”ہم نہیں جانتے کہ اس طرف سے تھا۔“ اس پر ہلکے سے خوبصورت تبسم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں مخاطب کر کے کہا۔ ”میں بھی تمہیں نہیں بتاتا کہ ان کاموں کو تم سے کرتا ہوں۔“

یہ باتیں یہودی عالموں کو ناگوار گزرتی تھیں۔ اس گھڑی ان عالموں اور کاہنوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن لوگوں کے ڈر سے ایسا نہ کر سکے تھے۔ وہ وہاں سے ہٹ گئے، تاہم انہوں نے ایک ایسا آدمی مقرر کیا جو راست باز بن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے اور انہیں پکڑوانے کی کوشش کرے۔ اس طرح مجمع وہاں سے چھٹ گیا۔

جس شخص کو راست باز بن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے کے لیے کہا گیا تھا اور جاسوسی کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس نے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ ”آپ کا کلام اور تعلیم درست ہے اور آپ کسی کی طرف داری نہیں کرتے بلکہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہمیں یہ بتائیے کہ رومنوں کے بادشاہ قیصر کو خراج دینا روا ہے کہ نہیں؟“

یہ سوال کر کے دراصل یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر دینا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہہ دیں گے کہ قیصر کو خراج نہیں دینا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کہیں گے تو انہیں پکڑ کر وہ رومنوں کے گورنر کے پاس لے جائیں گے اور کہیں گے کہ یہ شخص قیصر کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ اس طرح وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سزا دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن جب آپ سے یہ سوال کیا گیا تو آپ ان کی مکاری کو سمجھ گئے۔ آپ نے سوال کرنے والے سے کہا کہ ”ایک دینار مجھے دکھاؤ تاکہ میں دیکھوں، اس پر کس کی صورت اور نام ہے؟“

اس پر سوال کرنے والے نے کہا۔ ”دینار پر تو قیصر کی تصویر ہے۔“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے طلب کر کے کہا۔ ”جو قیصر کا ہے، قیصر کو خراج ادا کرے اور جو خدا کا ہے، وہ خدا کو ادا کرے۔“ کیونکہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر معقول بات کہی تھی، لہذا سوال کرنے والے ہار گئے اور اسے وجہ بتاتے ہوئے آپ کو پکڑوانے میں ناکام رہے۔

اب یہودیوں نے یہ طریقہ پکڑ لیا تھا کہ انہوں نے اپنے آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے لگا دیے تھے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے انہیں پکڑ کر سزا دلوانے کی

کہتے ہوئے حبیب بن عثمان اور سعید بھی رک گئے۔ پھر حبیب بن عثمان نے عوبال کو طلب کیا۔

”عوبال میرے بھائی! راستے میں تم نے بتایا تھا کہ تم نے اس گھر کو دیکھ رکھا ہے جہاں یوسف نے قیام کیا ہوگا۔ دیکھو یارم کے جو اہلکار یوسف کو قتل کرنے کے لیے اس شہر کی طرف آئے ہیں۔ انہوں نے بھی یہیں کس سرائے میں داخل ہوتے ہیں جس کے سامنے ہم کھڑے ہیں، تم بھی پہلے ہمارے ساتھ سرائے میں چلو۔ اپنے قیام کے لیے ایک کمرہ حاصل کرتے ہیں۔ تینوں گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ دیں گے۔ پھر تم پیدل اس جگہ جانا جہاں یوسف نے قیام کر رکھا ہوگا اور یوسف کو یہاں لے کر آنا۔ اس کے بعد تم شہر کی مختلف سرائوں میں جانا اور دیکھنا کہ یوسف کا تعاقب کرنے کے لیے یارم کے جو ساتھی آئے ہیں، انہوں نے کس سرائے میں قیام کر رکھا ہے۔ بس پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ ہمیں اگلا قدم کیا اٹھانا چاہیے۔“

عوبال نے حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر تینوں سرائے میں داخل ہوئے۔ ایک کمرہ حاصل کیا۔ گھوڑوں کو اصطبل میں باندھا۔ ان کے چارے پانی کا انتظام کیا۔ اس کے بعد حبیب بن عثمان اور سعید تو سرائے کے کمرے میں بیٹھ گئے۔ عوبال، یوسف کو بلانے پیدل ہی نکل کھڑا ہوا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عوبال لوٹا، اس کے ساتھ یوسف بھی تھا۔ دونوں جب سرائے کے اس کمرے میں آئے جس میں حبیب بن عثمان اور سعید بیٹھے ہوئے تھے تو ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان اور سعید دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر عوبال نے یوسف کے کان میں کچھ کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھا۔ وہ ”ہم سے تمہیں خوفزدہ اور ڈرا ہوا سا تھا۔ حبیب بن عثمان نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کے بجائے اسے گلے لگا لیا۔ اپنے قریب بٹھایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم سے تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں دیکھتا ہوں تمہارا چہرہ اترا ہے اور تیرے چہرے پر خوف عیاں ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ عوبال نے شاید

کوشش کریں تاکہ وہ ان کے خلاف باتیں کرنے سے باز رہیں۔ انہوں نے کچھ اور لوگوں کو بھی مقرر کیا کہ وہ ایسے ذرائع استعمال کریں جس کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف جھوٹے گواہ کھڑے کیے جاسکیں اور انہیں سزا دلوانے کی کوشش کی جائے۔



ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے حبیب بن عثمان اور عوبال تینوں نابلس شہر میں داخل ہوئے۔ نابلس فلسطین کا قدیم ترین شہر ہے اور یہودیوں کے فرقے ساحر کا شہر کہلاتا ہے۔ جن کا عقیدہ ہے کہ مقدس شہر یروشلم نہیں بلکہ نابلس ہے۔ اس بنا پر یہودیوں کے فرقے سامریوں میں سے کسی کو بیت المقدس جانا پڑے تو وہ شہر میں داخل ہونے سے قبل ایک پتھر اٹھا کر شہر پر مارتا ہے۔ ان کی اپنی علیحدہ عبادت گاہ ہے۔ سامرہ کی عبادت گاہ کرزیم میں وہ قریان گاہ بھی ہے جس کے بارے میں اہل سامرہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اس جگہ قربانی کے لیے پیش کیا تھا۔ یہاں نابلس میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا کھودا ہوا کنواں ہے اور قصبے سے باہر آج کل ایک مسجد بھی ہے جہاں لوگ کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سجدہ کیا اور یہاں ایک پہاڑی گریز ہے جو سامرہ کی سمت قبلہ ہے۔ نابلس کے قریب ہی ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت خضر کا چشمہ اور یوسف علیہ السلام کا کھیت بھی ہے۔ بیت المقدس سے نابلس کا فاصلہ لگ بھگ دس میل کے برابر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک سالار جو جروہوم جب اختلاف رائے رکھنے کی وجہ سے حضرت سلیمان سے باغی ہوا تو وہ دس قبیلے اپنے ہمراہ لے کر نکلا اور نابلس میں ایک پہاڑی پر ایک بڑا معبد تعمیر کروایا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے علاوہ سب انبیاء اسرائیل کا منکر تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں پر بیت المقدس جانے کی ممانعت کر دی تھی۔

ایک سرائے کے قریب عوبال نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کی طرف

میرا ہنسا پند کروں گا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔“  
جب بن عثمان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ یوسف کو  
دوبارہ کہنے لگا۔

”میں اور میرا بھائی سعید دونوں آئے ہی اس لیے ہیں کہ تمہاری حفاظت کی  
جائے۔ جو لوگ تمہیں قتل کرنے کے لیے نابلس میں داخل ہوئے ہیں، میں تمہیں  
میں دلاتا ہوں کہ وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہیں گے۔ وہ ہماری تلواروں کا شکار ہو کر  
موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اب میں تمہارے ساتھ وہ معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں  
جو تعاقب کرنے والوں کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔“

جب بن عثمان تھوڑی دیر تک خاموش رہا، کچھ سوچا۔ پھر عوبال کو مخاطب کر کے  
کہنے لگا۔

”عوبال تم یوسف کے ساتھ بھی مخلص ہو اور جو لوگ یوسف کا تعاقب کرنے  
کے لیے نابلس کی طرف آئے ہیں، وہ بھی تم پر اعتماد کرتے ہیں، لہذا میں تم سے کام  
لوں گا۔ آج آرام کرو، یوسف بھی ہمارے پاس رہے گا۔ کل شام سے تھوڑی دیر  
پہلے اس سرائے کی طرف جانا جس کی نشاندہی یوسف نے کی ہے۔ جو لوگ اس کا  
تعاقب کرنے کے لیے نابلس میں وارد ہوئے ہیں، ان سے ملاقات کرو۔ ان سے کہو کہ  
میں تمہیں کئی دنوں سے نابلس شہر میں داخل ہوئے ہو۔ تم نے اپنی آنکھوں سے یوسف کو  
دیکھا ہے۔ جب وہ یہ پوچھیں کہ تم نے کہاں دیکھا ہے تو انہیں بتانا کہ یوسف رہتا تو  
نابلس کی ایک نواحی بستی میں ہے لیکن اکثر و بیشتر نابلس کی ایک سرائے میں آتا ہے۔  
اسی سرائے میں اس وقت ہم بیٹھے ہوئے ہیں، اسی سرائے کی نشاندہی کرنا۔“

ان پر یہ بھی واضح کرنا کہ میں ابھی ابھی یوسف کو سرائے میں دیکھ کر آیا ہوں  
اور کہنا کہ یوسف کا معمول ہے کہ وہ صبح سویرے اندھیرے منہ سرائے میں داخل ہو  
جاتا ہے اور جب سورج غروب ہو جاتا ہے تب سرائے سے نکل کر اس بستی کی طرف  
جاتا ہے جس میں اس نے قیام کر رکھا ہے۔ یہ بھی ان پر واضح کرنا کہ سرائے کا مالک  
اس کا کوئی پرائے جاننے والا ہے، لہذا اپنی حفاظت کی خاطر دن کا پورا حصہ وہ سرائے  
میں گزارتا ہے۔ اس کے بعد رات بسر کرنے کے لیے اپنے ان عزیزوں کے پاس جاتا

میں وارد ہوئے ہیں۔ میرا نام حبیب بن عثمان ہے۔ یہ میرا ناموں زاد ہے، اس کا ہم  
سعید ہے۔ یارم اور اس کے ساتھیوں نے جس شخص کو قتل کیا تھا، وہ میرا باپ تھا  
جس عورت کو انہوں نے بیٹائی سے محروم کیا، وہ میری ماں ہے۔ میرے عزیز میری  
تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ میرے باپ کے قتل میں تم  
اور لوگ بھی تھے۔ جو یارم کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو تمہارے تعاقب میں  
نابلس کی طرف آئے ہیں۔ تم تو انہیں جانتے ہی ہو گے۔ یہ عوبال بھی انہیں پہچانتے  
ہے۔ تمہیں دو وجہ سے میں نے یہاں بلایا ہے۔

اول تمہارے ساتھی تمہیں اپنا باغی قرار دیتے ہیں، لہذا وہ تمہارے تعاقب میں  
ہیں تاکہ تمہارا خاتمہ کریں۔ دوئم تم سے یہ جانوں کہ میرے باپ کے قتل اور کون  
کون ہیں اور میں یہ بھی چاہوں گا کہ آئندہ جب میں برابرا یا اس کے ساتھی ذابو اور  
سولہ کے خلاف حرکت میں آؤں تو تم میرے لیے کام کرو۔ میں تمہاری حفاظت بھی  
کروں گا اور یاد رکھو میرے ساتھ رچے ہوئے تم نہ تنگ دستی کا شکار ہو گے، نہ کسی  
مصیبت یا الجھن میں پڑو گے۔ پولو تم ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو؟ عوبال سے ملنا  
پہلے ہی تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں۔ اس نے میرے ساتھ پورا تعاون کرنے کا  
یقین دلایا ہے۔“ یوسف تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ جواب طلب سے انداز میں اس  
نے عوبال کی طرف دیکھا۔ عوبال نے بھی معنی خیز انداز میں اس کے چہرے پر نگاہیں  
جمادیں۔ پھر یوسف نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”اگر عوبال تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کر چکا ہے تو میں بھی تمہارا ساتھ دوں  
اور یقین دلاتا ہوں کہ میں پورے خلوص پوری دیانتداری کے ساتھ وہ کام سرانجام  
دوں گا جو تم مجھے کہا کرو گے۔“

لیکن فی الوقت میں کہیں باہر نہیں نکل سکا۔ اس لیے کہ میرے دشمن رستم  
سے میرا تعاقب کرتے ہوئے نابلس شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ میرے کچھ اپنے  
جنہیں تعاقب کرنے والے نہیں جانتے لیکن وہ تعاقب کرنے والوں کو جانتے ہیں  
مجھے پتا چکے ہیں کہ وہ اسی شہر میں موجود ہیں۔ شہر کے مشرقی جانب جو سرائے ہے  
میں انہوں نے قیام کر رکھا ہے۔ اس لیے جب تک وہ یہاں ہیں

ہے جن کے پاس اس کا مستقل قیام ہے۔

اب تم ان کے ساتھ معاملہ کچھ اس طرح طے کرنا، انہیں بتانا کہ اگر یوسف کو قتل کرنا چاہتے ہو تو میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ اپنی خدمات تمہارے کرتا ہوں۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ یوسف کس وقت سرائے سے نکل کر نابلس کی طرف جاتا ہے۔ جب وہ وہاں سے نکلے تو تم اس کے تعاقب میں لگ جاؤ۔ اور نابلس شہر کے درمیان اس کا خاتمہ کر دینا۔ میرے خیال میں وہ ایسا کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔

اب اس معاملے کا دوسرا پہلو بھی سنو۔ جب تم ان سے معاملہ طے کرنا کامیاب ہو جاؤ تب ہمیں آکر اس کی خبر کرنا۔ ظاہر ہے نابلس شہر کے اندر تو وہ پہرے پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔ ہم نابلس شہر سے باہر ایک جگہ دونوں بھائی گھات لے گے۔ جس وقت اندھیرا خوب گہرا ہو جائے گا، یوسف سرائے سے نکل کر اس شہر پر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے گا۔ جو نابلس سے یروشلم کی طرف جاتی ہے۔ یہ ہے تمہارے کہنے پر وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یوسف کو کیسے پتہ چلے گا کہ ہم نے اس کی حفاظت کے لیے کہاں گھات لگا رکھا ہے۔” یہاں تک کہنے کے بعد حبیب رکا، کچھ سوچا۔ اس کے بعد اس نے یوسف کی طرف دیکھا۔

یوسف! شاہراہ کے کنارے جس جگہ تم جلتی ہوئی مشعل نصب دیکھو، وہاں جانا۔ اس کے قریب ہی ہم نے گھات لگا رکھی ہوگی۔ تعاقب کرنے والے اگر تمہارے نزدیک بھی ہوں گے تب بھی ہم فوراً اٹھ کر تمہاری حفاظت کریں گے اور تمہارے گے کہ ہم کس طرح انہیں ذلت کی موت ماریں گے۔ سن یوسف! جو کچھ میں نے کہا ہے، کیا تو اس سے اتفاق کرتا ہے؟ کیا تو ہمارے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہے؟ اس موقع پر یوسف کی چھاتی تن گئی۔ اس کی آنکھوں سے خلوص نیک دھڑکنے لگی۔ پھر حبیب بن عثمان کو اس نے مخاطب کیا۔ ”میرے بھائی! تم بالکل بے فکر رہو۔ کچھ تم نے کہا ہے، ایسا ہی ہوگا۔ تمہاری خواہش کے مطابق میں آج رات تمہارے پاس ہی رہوں گا۔ جس جگہ میں نے قیام کیا ہوا ہے، ویسے بھی میں وہاں سے تمہاری حفاظت کرتا ہوں۔

اب اس کے قریب ہی ہم نے گھات لگا رکھی ہوگی۔ تعاقب کرنے والے اگر تمہارے نزدیک بھی ہوں گے تب بھی ہم فوراً اٹھ کر تمہاری حفاظت کریں گے اور تمہارے گے کہ ہم کس طرح انہیں ذلت کی موت ماریں گے۔ سن یوسف! جو کچھ میں نے کہا ہے، کیا تو اس سے اتفاق کرتا ہے؟ کیا تو ہمارے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہے؟ اس موقع پر یوسف کی چھاتی تن گئی۔ اس کی آنکھوں سے خلوص نیک دھڑکنے لگی۔ پھر حبیب بن عثمان کو اس نے مخاطب کیا۔ ”میرے بھائی! تم بالکل بے فکر رہو۔ کچھ تم نے کہا ہے، ایسا ہی ہوگا۔ تمہاری خواہش کے مطابق میں آج رات تمہارے پاس ہی رہوں گا۔ جس جگہ میں نے قیام کیا ہوا ہے، ویسے بھی میں وہاں سے تمہاری حفاظت کرتا ہوں۔

”میرے عزیزو! پہلے یہ بتاؤ، تمہیں یوسف کہیں ملا؟ تم اس کی تلاش میں نکلے تھے اس پر وہی جس نے پہلے عوبال کو مخاطب کیا تھا۔ کہنے لگا۔

”ابھی تک تو ہم مایوس ہی ہیں۔ ویسے ہم نے ابھی تک سرگرمی سے تلاش کرنے کی کوشش ہی نہیں۔ اس لیے کہ ہمیں یہاں آکر ایک بری خبر کا سامنا کرنا پڑا۔ جس نے ہمارے ہر خیال پر ہم زیادہ باہر نہیں نکلتے۔ اپنی جانیں بچانے کے لیے بیس دیکے ہوئے ہیں۔“

عوبال نے فکر مندی سے اس کی طرف دیکھا۔

صبح سے شام تک اس سرائے میں قیام کرتا ہے۔ شام کو سورج جب غروب ہوتا ہے تو وہ سرائے سے نکلتا ہے اور یروشلیم کی طرف جانے والی شاہراہ پر ایک بستی میں قیام کرتا ہے۔ میں نے اس کا پیچھا کیا۔ اس بستی میں اس کے کوئی عزیز و اقارب نہیں۔ بستی میں صرف وہ رات بسر کرتا ہے۔ پورا دن اپنی حفاظت کے لیے سرائے میں ٹھہرتا ہے۔ صبح اندھیرے منہ سرائے میں آجاتا ہے۔ سورج غروب ہونے کے بعد چلا جاتا ہے۔ میرے خیال میں سرائے کا مالک بھی اس کا جاننے والا ہے۔ اس نے اسے وہاں پناہ اور تحفظ دیا ہوا ہے۔“

عوبال کے اس انکشاف سے وہ سب خوش ہو گئے، پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔ ”تم نے ہمیں ایک اچھی خبر دی ہے۔ برابا کی گرفتاری کے بعد ہم لوگ دل شکستہ سے ہو گئے تھے لیکن تم نے یہ خبر دے کر ایک طرح سے ہماری ڈھارس بندھا دی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ ہمیں یوساف سے کیسے منبنا چاہئے؟“

عوبال نے اسے موقع غنیمت جانا، فوراً انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر میری مانو تو ایسا کرتے ہیں، آج شام کے قریب جس وقت یوساف اس سرائے سے نکل کر اس بستی کی طرف جانے کی کوشش کرے گا، جس میں اس نے قیام کر رکھا ہے، میں تمہیں اس کی اطلاع کر دوں گا۔ پھر سب مل کر اس کا تعاقب کریں گے۔ شہر سے ذرا دور اس کا خاتمہ کر کے رکھ دیں گے۔ شہر میں اس پر ہاتھ ڈالنا اچھا نہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یہ ہماری حماقت ہوگی۔ برابا پہلے ہی گرفتار ہو چکا ہے اور اگر ہم نے اسے قتل کیا تو تمہیں خبر ہے۔ یوساف کے بھی جاننے والے کچھ ہیں۔ اگر انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم بھی برابا کے ساتھی ہیں تو یاد رکھنا ہمیں بچنا پڑے گا اور پھانسی سے کم ہم میں سے کسی کو بھی سزا نہ ملے گی۔“

ان سب نے آپس میں پہلے مشورہ کیا، پھر ایک بول پڑا۔

”عوبال تم ٹھیک کہتے ہو۔ پر تم ہم سے رابطہ کس طرح قائم کرو گے۔ اگر وہ سرائے سے نکلتا ہے اور تم ہمیں اطلاع دیتے ہو تو اطلاع دینے تک وہ کافی دور نکل جائے گا اور اس بستی میں کون جائے گا۔ جس میں اس نے قیام کر رکھا ہے اور بستی کے اندر تو ہم اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتے۔ بستی میں یقیناً اس کے جاننے والے

”کیسی بری خبر؟ کیا کوئی اور افتاد ہم پر ٹوٹ پڑی ہے؟“

”تمہارا کہنا درست ہے۔ نابلس میں آکر ہمیں پتا چلا کہ ہمارا سردار برابا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس وقت وہ یروشلیم کے زندان میں ہے۔“ عوبال بھی فکرمند ہو گیا۔ یہ فکرمندی مصنوعی تھی، پھر بھی اس نے انہیں مخاطب کیا۔

”پر یہ سب کچھ کیسے ہوا؟“ جو عوبال سے مخاطب تھا، وہ پھر بول پڑا۔

”دراصل برابا اپنے کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ یروشلیم گیا۔ وہاں کسی کے ساتھ اس کا جھگڑا ہو گیا۔ معاملہ قتل و غارت تک پہنچ گیا۔ اس پر رومن گورنر پیلاطس نے برابا پر بغاوت کا مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ اس وقت برابا زندان میں ہے۔ ہمارے کچھ ساتھی اسے زندان سے چھڑانے کی کوشش میں ہیں۔ دیکھو کیا بنتا ہے۔“

یہ ساری گفتگو سننے کے بعد عوبال نے تیز نگاہوں سے اس جوان کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگا۔ ”برابا کو اگر گرفتار کر لیا گیا ہے تو دوسرے بڑے سردار سمولا اور ذابو کہاں ہیں؟“

”برابا اکیلا ہی یروشلیم کی طرف آیا تھا اور اس بڑے حادثے میں پھنس گیا ہے۔ سمولا اور ذابو کوشش کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے برابا کو رومنوں کی قید سے نجات دلائی جائے۔ اب تم کو، تم کس سلسلے میں رقیم سے یہاں نابلس میں وارد ہوئے ہو؟“ عوبال مزید ان کے قریب ہوا اور کہنے لگا۔ ”تم لوگوں نے مجھے ایک بری خبر سنائی ہے، پر میں تمہیں ایک اچھی اور خوش کن خبر سناتا ہوں۔

میں گزشتہ کئی دن سے یہاں آیا ہوا ہوں۔ تمہیں مختلف سراؤں میں تلاش کر رہا اور آج تم مل گئے ہو۔ میرے پاس جو اچھی خبر ہے، وہ یہ ہے کہ تم مجھ سے ملنے کے آئے ہوئے ہو، پر تم یوساف کو تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن میں نے یوساف کو تلاش کر لیا ہے۔“ ان الفاظ پر سب چونک پڑے اور ایک کہنے لگا۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اگر تم نے یوساف کو ڈھونڈ لیا ہے تو وہ کہاں ہے؟ اگر وہ کا پتا بتاؤ تاکہ اسے ٹھکانے لگانے کے بعد نابلس شہر سے نکل کر اپنے شمالی مسکن کی طرف روانہ ہو جائیں۔“

عوبال کہنے لگا۔ ”تمہاری سرائے سے جنوب میں جو ایک بڑی سرائے ہے



اپنے گھوڑے کو بھگانا تاکہ وہ تمہارے نزدیک نہ آسکیں یا پیچھے سے تم پر تیر  
نہ اڑی نہ کر سکیں۔ جہاں مشعل جل رہی ہوگی، وہاں رک جانا۔ شاہراہ کے اوپر ہی  
رہنا، تمہارے گھوڑے کی ٹاپیں سن کر ہم بھی گھات سے باہر آجائیں گے۔ اس کے  
بعد جو معاملہ ہوگا، وہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔“

حبیب بن عثمان جب خاموش ہوا تو عوبال کچھ سوچتے ہوئے بول پڑا۔

”حبیب بن عثمان سارا معاملہ تو آپ کی خواہش کے مطابق طے ہو رہا ہے لیکن  
مجھے ایک اندیشہ ہے اور اس اندیشے نے میرے اندر دوسوے کھڑے کر دیئے ہیں۔“  
حبیب بن عثمان نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ”کیسا  
اندیشہ؟ کیا دوسوہ؟“

عوبال کچھ دیر سوچتا رہا، پھر اس کی آواز کمرے میں گونجی۔

”ابن عثمان میرے کچھ اندازے غلط ثابت ہوئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ جو  
ہمارے ساتھی یوسف کی تلاش میں اس سمت آئے ہیں، وہ دو تین ہی ہوں گے لیکن  
وہ آٹھ مسلح جوان ہیں۔ وہ سارے میرے جاننے والے ہیں۔ بڑے جنگجو، بڑے اچھے  
تقازن ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جب ہم رات کی تاریکی میں ان کی راہ روکیں گے تو  
کیا وہ ہم پر بھاری نہ ہوں گے۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، تاہم اس کے چہرے  
پر دور دور تک خوشیاں اور آنکھوں میں عجیب و غریب چمک تھی۔ پھر اس نے عوبال  
کو مخاطب کیا۔

”اگر آٹھ ہیں تو کیا ہوا، ان کی ایسی کی تیس۔ تم دیکھنا رات کی تاریکی میں انہیں  
بے بھگاؤں گا جس طرح صبح کے طلوع ہونے کے بعد اندھیرے دم دبا کر بھاگتے  
ہیں۔“ حبیب بن عثمان کا یہ جواب سن کر عوبال اور یوسف دونوں خوش ہو گئے تھے۔  
پھر چاندیوں وقت گزارنے کے لیے اس کمرے میں بیٹھ کر مختلف موضوعات پر گفتگو  
کرتے رہے۔

سورج جب اپنے سینے میں حدتوں کا طوفان لیے گرد آلود جذبوں کو جنم دیتا اور  
میرے احساس پر برہم مزاجیوں کو بے حجاب کرتا ہوا غروب ہونے کے لیے جھک رہا تھا،

ہوں گے۔ ذہاں ہماری اپنی جانوں کے لیے خطرہ اٹھ سکتا ہے۔“

عوبال فوراً بول پڑا۔ ”تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ایسا  
تمہارے سرائے سے جنوب میں جو سرائے ہے، اس کے مشرق میں ذرا فاصلے پر  
لوگ مسلح ہو کر اپنے گھوڑوں پر تیار رہنا۔ سورج غروب ہونے کے بعد تم وہاں پہنچ جاؤ  
جو نئی عوبال وہاں سے نکلے گا، میں فوراً تمہیں اس کی اطلاع کردوں گا اور تم اس کے  
تغائب میں لگ جانا۔ عوبال کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا۔ پھر انہوں نے عوبال  
کو روکنا چاہا، پر عوبال نے انہیں ٹال دیا کہ اس نے یہاں اپنے عزیز کے ہاں قیام  
ہوا ہے، لہذا وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

شام سے کچھ پہلے عوبال واپس سرائے میں آیا۔ حبیب بن عثمان، سعید اور  
یوسف بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا  
حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔

”بتا میرے عزیز تو کیا معاملہ طے کر کے آیا ہے؟“ عوبال ایک نشست پر بیٹھ  
اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ لوگوں کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو معاملہ آپ لوگوں  
سمجھایا تھا، وہ میں نے ان کے ساتھ طے کر لیا ہے۔ آج سورج غروب ہونے کے بعد  
وہ سرائے کے مشرق کی جانب ذرا ہٹ کر انتظار کریں گے۔ جو نئی یوسف یہاں سے  
نکلے گا، میں اس کی روانگی کی انہیں اطلاع دے دوں گا، لہذا وہ تغائب میں لگ جائے  
گے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔ آگے جو کرتا ہے، وہ حبیب بن عثمان آپ  
پہلے ہی طے کر رکھا ہے۔“

حبیب بن عثمان مطمئن ہو گیا تھا۔ سعید کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔  
حبیب بن عثمان نے یوسف کو مخاطب کیا۔

یوسف سارا معاملہ ہماری مرضی، ہماری فشا کے مطابق طے ہو گیا ہے۔ تم  
کام کرنا ہے کہ سرائے سے جب تم نکلو گے، عوبال بھی تمہارے ساتھ نکلے گا اور  
یروشلم کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف چلے جانا جبکہ عوبال تمہارا تغائب  
والوں کو بتائے گا کہ تم سرائے سے نکل گئے ہو۔ شاہراہ پر چڑھنے کے بعد بڑی

وہاں سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے کہ عوبال فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اسے بھگاتا ہوا آگے بڑھا۔ گھوڑے کو موڑا اور حبیب بن عثمان کے پہلو میں جا کے تعاقب کرنے والوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔ تعاقب کرنے والے مزید پریشان ہو گئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے گہری تاریکی میں مخاطب کیا۔

”تم چاروں نے ہماری راہ کیوں روکی ہے۔ تم میں سے دو عوبال اور یوسف ہمارے جانے والے ہیں۔ یوسف تو ہر صورت میں ہمارے ہاتھوں قتل ہو کر رہے گا لیکن عوبال کی ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ یہ کیسے یوسف سے مل گیا اور تم دو اجنبیو! تم کیوں ایک تیسرے شخص کے لیے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالتے ہو۔“

تعاقب کرنے والوں میں سے جو مخاطب ہوا تھا، اس کے خاموش ہونے پر حبیب بن عثمان نے رات کی گہری تاریکی میں غراتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کیا۔

”سنو یوسف کا تعاقب کرنے والا! تم نے زندگی میں جو کچھ کرنا تھا، کر لیا۔ اب اس کاروانی شاہراہ پر تمہاری روشن ساعتیں بے ثمر ہوں گی۔ تمہاری یقین کی چاندنی تمام ہو کر رہ جائے گی۔ یاد رکھو جو لوگ دوسروں کے مقدر کو پتہ جھڑ میں تبدیل کرتے ہیں، وہ غیر ذمہ دار افراد جو دوسروں کے نصیب کو بے ثمر دن میں ڈھالتے ہیں، ایک روز وہ خود بھی بے موسم برسات اور سوکھے ساون کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہی حالت یروشلم کی طرف جاتی شاہراہ پر تم سب کی بھی ہوگی۔“

تعاقب کرنے والا! میں تم سب کو یہاں سما کی رات کی گرم رفاقتوں سے محروم کر دیا گا۔ اپنی پاگل روحوں کی مانگ پر تم لوگوں نے کئی بستیاں ویران کیں، کئی گھر برباد کر چکے، اب یہاں یروشلم کی اس ویران شاہراہ پر یاد رکھو، تمہارے جیون کے تاریک ترین لمحوں کی ابتداء ہونے والی ہے۔“

تعاقب کرنے والوں میں سے ایک نے ہولناک قہقہہ لگایا۔ پھر حبیب بن عثمان کو اس نے مخاطب کیا۔

”کیوں ہمارے سامنے چھائی کیفیت دکھ بھرے جنون کا اظہار کر کے اپنی بیداری کو، اپنے خوابوں کو عذاب بنانا چاہتے ہو۔ یاد رکھنا ہم تو مرگ کا پیغام ہیں۔ زیادہ دیر

تب وہ چاروں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے۔ حبیب بن عثمان اور سعید اصطل کی طرف گئے۔ اپنے گھوڑوں کو تیار کیا۔ ان پر سوار ہوئے وہاں سے وہ نکل گئے تھے۔ عوبال اور یوسف وہیں بیٹھ کر انتظار کرتے رہے۔ سورج کی سرخ نکلیا جب روشنی کے سارے بندھن توڑتی ہوئی جھرنے سے صبح وقت کی پیاسی آنکھوں کو ظلمت کے فرزندوں کے حوالے کرنے کے بعد غروب ہوئی۔ تب وہ بھی تیاری کرنے لگے۔ کمرے سے نکل کر اصطل کی طرف گئے۔ اپنے گھوڑوں پر زینیں کسے لگے تھے۔ اندھیرے جب گہرے ہو گئے تب دونوں سوار ہو کر سرائے کے دروازے تک اکٹھے آگئے، پھر علیحدہ ہوئے۔ عوبال مشرق کی طرف چلا گیا تھا جبکہ یوسف نابلس سے یروشلم کی طرف جانے والی شاہراہ کا رخ کر رہا تھا۔

شام کے سائے اب گہرے ہو گئے تھے۔ سر جھکائے ٹیلے، درماندہ کاروانی شاہراہیں، دھرتی کے کھلے سینے پر خاموشی کی ردا اوڑھے کوستان، برفاب گیر، رخ تیرگی غرض کہ ہر چیز پر آہستہ آہستہ زرد پتوں کے سایوں، دکھ کی عفریت اور نارمانی کے سمندر جیسی خاموش اور چپ طاری ہونے لگی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وقت کے نادیہ ہاتھوں نے ہر شے کو چپ اور سکوت کے سانچوں میں ڈھال دیا ہو۔

نابلس شہر سے نکل کر یوسف نے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ کچھ سوار اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ وہ اپنی رفتار لمحہ بہ لمحہ تیز کرتا رہا تھا۔ تعاقب کرنے والے بھی آہستہ آہستہ اپنے اور اس کے درمیان کے فاصلوں کو کم کرتے جا رہے تھے۔ تھوڑا سا آگے جا کر یوسف نے اپنے گھوڑے کی رفتار کم کر دی۔ اس لیے کہ سامنے شاہراہ کے کنارے ایک مشعل جل رہی تھی۔ مشعل کے کنارے آکر اس نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کا گھوڑا رکا تھا کہ عین اسی لمحہ حبیب بن عثمان اور سعید اپنی گھات سے نکلے۔ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شاہراہ کے کنارے یوسف کے پہلو میں آن کھڑے ہوئے تھے۔ شاہراہ کے کنارے جو مشعل جل رہی تھی، وہ انہوں نے جلے دی۔

تعاقب کرنے والے جب قریب آئے تو انہوں نے دیکھا، یوسف کے ساتھ اور سوار بھی ان کی راہ روکے کھڑے ہیں۔ وہ کچھ پریشان سے ہوئے۔ اس موقع پر

حبیب بن عثمان اور اس کے ساتھی بھی پریشان ہو گئے تھے۔ تعاقب کرنے والے  
 کی جستجو اور فکر انگیزی میں ڈوب کر رہ گئے تھے۔ اتنی دیر تک تاریک سرد ہواؤں کے  
 چمک چمک سوار نمودار ہوئے۔ پھر وہ تعاقب کرنے والوں پر دائیں بائیں سے ذلت  
 اور رسوائی کی خوفناکی اور حکایات اور واقعات کو خون آلود کر دینے والے عذاب کی  
 طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ غاروں میں چپختے بھیڑیوں کی طرح وہ حملہ آور ہوتے ہوئے  
 نف آوازیں نکال رہے تھے۔ تعاقب کرنے والوں کا خاتمہ کرنے میں انہوں نے  
 زیادہ دیر نہیں لگائی۔ وہ اس طرح حملہ آور ہوئے تھے جس طرح گدھ اور چیلیں  
 پلٹ چلیں پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ لہجوں کے اندر ان سب کا انہوں نے خاتمہ کر کے رکھ  
 دیا تھا۔ وہ سب سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ اپنے چہروں پر انہوں نے سیاہ رنگ کے  
 ہالے چہرہ رکھے تھے۔ تعاقب کرنے والوں کا خاتمہ کرنے کے بعد جو سرکردہ تھا، وہ  
 نوراً صاحب بن عثمان کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے ابن عثمان مطمئن اور پرسکون رہو۔ ہم کسی بھی موقع پر تمہاری محنتوں کے  
 لڑکھائے نہیں ہونے دیں گے۔ تمہاری شرافت اور نجابت پر حرف گیری نہ آنے  
 دیں گے۔ ہم تمہارے دشمنوں کو کسی بھی موقع پر اجازت نہ دیں گے کہ وہ تمہارے  
 بے کراشی کے گڑھے، گولوں کے برج تعمیر کریں۔ یوسف اور عوبال کو ہمارے حوالے  
 کر دو۔ یہ ہمارے ساتھ رہیں گے اور ہم ان سے وہ کام لیں گے جو تمہارے لیے  
 ہوندا ہو۔ فکر مت کرنا، یہ ہمارے پاس محفوظ رہیں گے۔ اگر یہ اکیلے رہیں گے تو  
 البتہ ایک روز برابر ان دونوں کا خاتمہ کر کے رہا گا۔ برابر گو اس وقت یروشلیم کے  
 نواز میں ہے لیکن یروشلیم میں بھی اس وقت اس کی کافی قوت ہے، لہذا اگر یوسف  
 اور عوبال دونوں اکیلے رہے تو برابر اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں مارے جائیں  
 گے۔ ہمارے اندر رہیں، ہم ان کی حفاظت بھی کریں گے اور ان سے تمہارے لیے  
 کچھ کام بھی لیں گے۔“

حبیب بن عثمان نے باری باری یوسف اور عوبال کی طرف دیکھا، پھر ہاتھ کے  
 اشارے سے انہیں آگے بڑھنے کے لیے کہا۔ وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے  
 ہوئے بڑھے۔ پھر سیاہ لباسوں میں آنے والے وہ لوگ عوبال اور یوسف کو لے

راہ روکو گے تو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو غیر مشکل جذبوں میں بدلنے ہوئے  
 منزل کی طرف لوٹ جائیں گے۔ میں اب بھی تمہیں کہتا ہوں کہ اپنے اوپر صدقوں  
 بوجھ مت لا دو۔ تم اور تمہارا ساتھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم تو لہجوں کے اندر  
 تمہاری حالت بجھتے ہوئے شعلے سی اداس اور غمزدہ کر کے یہاں سے کوچ کر جائیں  
 گے۔“

حبیب بن عثمان نے اسے چیلنج دیتی ہوئی نظروں سے دیکھا، پھر وہ چنگاریوں کی  
 طرح بھڑک اٹھا۔  
 ”ذرا ہم سے ٹکرا کر دیکھ، پھر تمہیں احساس ہو گا کہ رات کے اس چمکنے سکون  
 میں ہم کیسے تمہارے سکون کو درہم برہم کرتے ہیں۔ موت کی اس خاموشی میں کسی  
 طرح میں تمہاری زندگی کا رس نچوڑتا ہوں۔“

تعاقب کرنے والوں کے اس سرکردہ نے پھر حبیب بن عثمان کی بات کاٹنے ہوئے  
 پہلے ایک ہولناک قہقہہ لگایا۔ پھر غراتے لہجے میں بول پڑا۔ ”تم مجھے حماقت اور خواب  
 و خیال میں بسنے والے انسان لگتے ہو۔ تم صرف چار ہو، تم تمہارے مقابلے میں آؤ  
 ہیں۔ پھر بھی تم بڑھ چڑھ کر گفتگو کرتے ہو۔ یہ تمہاری حماقت نہیں تو کیا ہے؟ اب  
 بھی میں تنبیہ کرتا ہوں کہ باز رہو۔ یوسف اور عوبال دونوں کو ہمارے حوالے  
 کر کے دفع ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں آگ و خون کا وہ پیغام دوں گا کہ تمہاری ساری  
 طاقت اور جرات مندی، حوصلہ شکنی کے سیلاب میں بہہ کر رہ جائے گی۔ اپنی زیت  
 شب کی آخری ساعتوں میں ڈھالنے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہیں پھر تنبیہ کرتا  
 ہوں کہ اپنی سلامتی کے گوشوں کو قمر آلود شام اور اپنے اطمینان کے سایوں کو  
 کراں وسعتوں میں ہمارے ہاتھ سے ڈوبنے سے بچاؤ۔“

حبیب بن عثمان اس کی اس لاف زنی کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ خاموش ہو گیا  
 اس لیے کہ دائیں بائیں سے رات کی گہری خاموشی اور تاریکی میں گھوڑوں کے بھانے  
 کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد کچھ خدوخال ہیولہ سے بیکر  
 تبدیل ہو گئے تھے۔ اس کے بعد فضاؤں کے اندر ہول آفرین اندھیرے کے صبر و  
 کو چیرتی نعروں کی شور انگیز گونجیں سنائی دی تھیں۔

کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک رات کی تاریکی میں حبیب بن عثمان انہیں دیکھتا رہا، پھر عجیب سے جذبے میں کہنے لگا۔  
 ”یہ کیسے انوکھے حرب آزمائے اور جنگجو عناصر تھے آتش حریف کی طرف دشمنوں پر حملہ آور ہوئے اور لحوں کے اندر ان پر خوفناک انجام طاری کر دیا ان کے حملہ آور ہونے کا انداز بھی کیا خوب تھا جیسے سکر و مستی عالم میں طرف آتش برسات شروع ہو گئی ہو سو سنو ہمارے باجروت پاسبانوں! ہمارے آفرین مہربانوں! میں تمہاری ہجوم شوق اور سیلاب کے ریلوں جیسی جرات مندی ذخار جیسی تمہاری شجاعت کو سلام پیش کرتا ہوں خداوند قدوس اور مہربان خالق میری دعا ہے کہ ہمیشہ تمہارے حاصل حیات کو بے خزاں مرغزاروں جیسا رکھے۔“  
 پھر اچانک حبیب بن عثمان کو کچھ یاد آیا اور اپنے پہلو میں کھڑے سعید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سعید میرے بھائی اس یوصاف سے ایک بات تو میں پوچھنا بھول گیا آؤں تعاقب کریں اور یوصاف سے وہ بات پوچھیں جو میں پوچھنا چاہتا ہوں اس کے ہی دونوں نے گھوڑوں کو ایڑھ لگائی اور دونوں نے سرپٹ دوڑا دیئے تھے۔  
 تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے ان لوگوں کو جالیا پھر حبیب بن عثمان نے ان پشت کی طرف سے بلند آواز میں انہیں پکارا۔

”میرے مہربانو! تھوڑی دیر کے لیے رکو میں جانتا ہوں اس سے پہلے ہی دو پر تم میری مدد کر چکے ہو میں یوصاف سے تھوڑی دیر تک گفتگو کرنا چاہتا ہوں امید تم لوگ برا نہیں مانو گے میں حبیب بن عثمان ہوں۔“

حبیب بن عثمان کی اس پکار پر وہ رک گئے پھر ان کے سرکردہ کے کہنے پر یوصاف مڑا حبیب بن عثمان کے قریب آیا۔ حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔  
 ”یوصاف! میں تم سے یہ پوچھنا بھول ہی گیا کہ کیا رقیم شہر میں کوئی برابا کا ایسا ہے جس نے میرے گھر کو برباد کرنے میں حصہ لیا ہو۔“

اس پر یوصاف نے بڑی عقیدت مندی میں حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔  
 ”ابن عثمان رقیم شہر میں اب کچھ نہیں رہا یہ آٹھ ہی تھے جو رات کی تاریکی

میں گئے ہیں اب رقیم شہر میں نہ کوئی تمہارا دشمن نہ تمہارے باپ کا قاتل۔“  
 یوصاف کی اس گفتگو سے حبیب بن عثمان خوش ہو گیا یوصاف لوٹا پھر ان لوگوں کے ساتھ اندھیرے کی چادر میں روپوش ہو گیا تھا جنہوں نے آقاب کرنے والوں کا ہاتھ کیا تھا حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک کھڑا رہ کر ان کے ہیولوں کو آنکھوں سے دیکھتا رہا جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو حبیب بن عثمان نے سعید کو مخاطب کیا۔

”سعید میرے بھائی! سرائے میں اس وقت ہمارا کوئی سامان نہیں ہے آؤ واپسی کا رخ کریں پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں نابلس سے یروشلم کا رخ کروں گا اور وہاں برابا سے ہننے کی کوشش کروں گا لیکن اس سے ہننے کے لیے دو دشواریاں ہیں ایک تو وہ زندان میں ہے زندان میں ہم داخل نہیں ہو سکتے دوسرے یہ لوگ جنہوں نے ہماری مدد کی ہے ان کا سرکردہ کہہ رہا تھا کہ یروشلم میں برابا کی اچھی خاصی طاقت اور قوت ہے لہذا ہم انتظار کرتے ہیں جس ہنگامے کی وجہ سے برابا کو زندان میں ڈالا گیا ہے اگر اس کی سزا کے طور پر اس کا سر قلم کیا جاتا ہے تو برابا ہماری جان چھوڑ جائے گا اس کے جو بڑے ساتھی ہیں ان سے ہم نمٹ لیں گے اگر برابا کی رہائی ہو جاتی ہے تو پھر ان کے ممکن پر حملہ آور ہو کر اس سے انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔“

سعید نے حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگائی اور انہیں رقیم شہر کی طرف جاتی شاہراہ پر دوڑا دیا تھا۔



بیت کا حملہ ناکام ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

یہودی یہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کے باطل خیالات اور ادہام کا گھروندا زمین پر ہوتا جا رہا ہے انتہا یہ کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کی تبلیغ اور دعوت سے تنگ آچکے تھے اور اپنی ہر قسم کی ریشہ دوانیوں کے باوجود ہاتھ آچکے تھے آخر انہوں نے ایک نیا حیلہ تراش لیا انہوں نے اہل سیاست کی نظر میں آپ کو ایک انقلاب پسند اور فتنہ فساد پیدا کرنے والا ٹھہرا دیا اور کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی خواہش ہے کہ وہ حکومت اور سلطنت کے انتظامات اور ترتیب کو خراب کر دے اور تاج و تخت کو برباد کر کے خود قابض ہو جائیں۔

اس کارروائی سے یہودیوں کا مقصد یہ تھا کہ حکومت کو اپنے ساتھ ملا لیں اور اس کی قوتوں کو کام میں لا کر اپنا مقصد حاصل کر لیں لیکن حضرت عیسیٰ کی تبلیغ خس و فاش نہ تھی جو ان باطل کے جھوٹوں سے لرز جاتا یا آپ دشمنوں کی زیادتی اور کثرت سے گھبرا جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت آپ کی پشت پناہی پر تھی اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ آپ کو دشمنوں کے مکر اور عذاب سے محفوظ رکھے گا اور ان کے مکر و فریب کے جال کو خود ان کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور تبلیغ کے اثرات سے جو لوگوں پر مرتب ہو رہے تھے وحشت زدہ ہو رہے تھے وہ سمجھ رہے تھے کہ کوئی زبردست خونیں انقلاب آنے والا ہے اس لئے انہوں نے چاروں طرف اپنے جاسوس پھیلا دیئے اور ان کے ہاتھ نہ بند کر دی اور وہ مختلف جیلوں بہانوں سے کام لے کر آپ کو ایک ساحر یا جیت سے متعارف کرواتے آپ کے معجزوں کو شیطانی عمل اور شعبدوں سے تعبیر کرتے اور کہتے کہ عیسیٰ علیہ السلام دین موسیٰ علیہ السلام سے پھر گیا ہے اور ان کی فریٹ کو پامال کر رہا ہے اس لئے اس کے پیروکار ہفتہ کے روز کام نہیں بند کرتے بلکہ یہودی اور عبادت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

یہودی اس قسم کی باتیں لوگوں میں پھیلاتے رہتے اور آپ کی تکفیر کرتے رہتے تھے ان کا یہ شور و غوغا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو کمزور اور بے اثر نہ کر

ادھر یروشلیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو خداوند قدوس کی وحدانیت کی طرف بلانے کے لئے اپنی پوری تگ و دو کے ساتھ مصروف تھے اور سخت تکلیف اٹھاتے حرص و طمع کے طریقوں، زرپرستی کے کاموں اور یہودیوں کی دروغ باغیوں آپ سخت ملامت فرماتے اور مخالفوں کے دین اور مذہب اور راہ مستقیم سے ہٹ جانے پر کڑی تنقید کرتے رہے آپ نہایت قوی دلیلوں کے ساتھ ان کے ذہن نشین کرتے کہ قوم کی حالت روشن دین کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے اور شربت و نشاط کے خلاف ہے۔

یہودیوں کی تمام تر سختیاں شور و غل، مکر و جل، جاسوسی، مکاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس جہاد مقدس سے نہ روک سکی صاف اور واضح نشانیوں سے ان پر ظاہر ہو چکا تھا اور حق کی دلیلوں کے آگے ان کی عقلیں بے کار ہو چکیں تھیں ان کے باوجود ان کی مکر و دشمنی حسد و کینہ اور انکار کا سلسلہ برابر جاری رہا کیونکہ ان کی اپنی دولت و عزت حکومت اور سلطنت چھن جانے کا اندیشہ تھا۔

باطل شکنی اور تبلیغ کے کاموں میں برابر رکاوٹیں پیدا کرنے کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے افکار کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی تھی اور آہستہ آہستہ ایک ایک دو دو اور گروہ در گروہ آپ کے ساتھ ہوتے جا رہے تھے یہ تمام لوگ درمیانے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔

یہودیوں کی کوشش تھی کہ آپ کی تبلیغ کو روک دیں اور لوگوں کے خیالات آپ کے متعلق خراب اور مشکوک کر دیں لیکن انہیں اپنے ناپاک ارادوں میں کامیابی نہیں ہو رہی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سورج کی طرح ہر طرف اپنی روشنی ڈال رہے تھے آپ کی دعوت کا مزہ چار سو پھیلنا شروع ہو گیا تھا اس سے یہودی

ختم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد یہودہ امریوتی کا ہاتھ کھانے کے

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے یہودیوں کو اپنے زوال اور بے عزت کے برباد ہونے کا خطرہ نظر آ رہا تھا انہیں اس بات کا ہر وقت ڈر لگا ہوا تھا کہ جب تم سب اسی رات میری بابت ٹھوکر کھاؤ گے اس پر ان کی روزی کے ذرائع کہیں بند نہ ہو جائیں۔ آخر کار انہوں نے آپ کے خلاف ہرج منجھڑی شروع کر دی ان کی تمام تر مکاریوں کا ماخوذ یہ تھا کہ اس جہنم میں آپ کے پیروں کے پھلنے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا پطرس پھر کہنے لگا اگر مجھے اصل ہی ختم کر دی جائے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر کے باگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا پطرس پھر کہنے لگا اگر مجھے کرنے کا اہتمام کیا جائے اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے حضرت یسوعیہؑ کے ساتھ مل کر ہرج منجھڑی شروع کر دی تو میں تیرا انکار ہرگز نہیں کروں گا جو کچھ پطرس نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے ایک شاگرد یہودی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور اسے پکڑا اور شاگردوں نے بھی یہی الفاظ دہرائے تھے۔

ایسا ہوا کہ یہودیوں کی عید کے پہلے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نام نہان بھی تھے جو ہتھیار اور شعلیں اٹھائے ہوئے تھے ان کے اندر حضرت عیسیٰ کا وہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کس جگہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے لیے عید نامی اور شاگرد بھی تھا جس کا نام یہودہ تھا اور وہ ان لوگوں کے آگے آگے تھا۔

جب شام ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارہ شاگردوں کے ساتھ مکہ میں علیہ السلام کو پکڑ کر باندھ لیا پہلے وہ ان کو پکڑ کر حنا نام کے گھسنے کے کھانے بیٹھے اور جب وہ کھا رہے تھے تو آپ نے اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے ایل لے گئے جو یہودیوں کے سردار کاہن کانفا کا سر تھا یہاں سے مسلح جوان آپ کو کہ تم سے جج کہتا ہوں تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا۔

اس پر آپ کے شاگرد بڑے دل گیر ہوئے اور پھر ایک حضرت عیسیٰ علیہ  
سے کہنے لگا کیا میں ہوں! اس پر حضرت عیسیٰ نے جواب دیا کہ جس نے میرے  
کھانے کے برتن میں ہاتھ ڈالا ہے وہی مجھے پکڑ دائے گا سب نے دیکھا اس وقت

اور ان دنوں ہیرو دیس نے بھی یرو دلم میں قیام کیا ہوا تھا یہودی پکڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہیرو دیس کے پاس لے گئے ہیرو دیس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ وہ مدت سے آپ کو دیکھنے کا مشتاق تھا اس لئے کہ اس نے آپ کا حال سنا تھا اور ان کا کوئی معجزہ دیکھنے کا امیدوار تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو ہیرو دیس نے آپ سے بہت سوال کیے لیکن آپ نے اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ہیرو دیس شش و پنج میں پڑ گیا باہر یہودی زور زور سے شور کر رہے تھے کہ یہ لوگوں کو رومنوں کے خلاف ابھار رہا ہے۔ یہودیوں کا بادشاہ بننے کا اعلان کرتا ہے اس صورت حال کو ہیرو دیس نے اپنے لیے خطرناک سمجھا لہذا ہیرو دیس نے اپنے ساتھیوں سمیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑایا اور ایک ہمدرد پوشاک پہنا کر آپ کو پلاٹس کے پاس واپس بھیجا۔

اس موقع پر پلاٹس نے یہودی سرداروں اور کاہنوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اس شخص کو برکانے والا ٹھہرا کر میرے پاس لے کر آئے ہو دیکھو میں نے تمہارے سامنے اس کی تحقیق کی ہے مگر جن باتوں کا الزام تم اس پر لگاتے ہو ان کی نسبت نہ میں نے اسے قصور وار پایا نہ ہیرو دیس نے کیونکہ اس نے اس شخص کو میرے پاس بھیجا ہوا ہے دیکھو اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس کی وجہ سے میں تمہارے لئے اسے قتل کے لائق ٹھہراؤں۔

یہودی آپ کو قتل کرنے کے نعرے لگا رہے تھے اس پر پلاٹس نے پھر ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو خود ہی کہتا ہے کہ میں وقت یہودی چلا چلا کر آپ پر الزام تراشی کر رہے تھے تو آپ نے ان کے الزام کو جواب نہ دیا اس پر پلاٹس نے آپ سے کہا تو نہیں سنتا کہ یہ تیرے خلاف کیا گواہیاں دیتے ہیں اور تو نے ان کی ایک بات کا جواب نہ دیا پلاٹس ان کی نیکی پر برا متعجب ہوا اور اس وقت دستور تھا کہ عید پر لوگوں کی خاطر ایک قیدی سے چاہتا تھا وہ چھوڑ دیتا تھا اس موقع پر پلاٹس نے یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

گیا۔

اس موقع پر ایک لونڈی نے اسے آگ کی روشنی میں بیٹھا دیکھ کر اس کی نگاہ کی اور کہا یہ بھی اس کے ساتھ تھا مگر پطرس نے یہ کہہ کر انکار کیا ”اس میں اسے نہیں جانتا۔“

تھوڑی دیر کے بعد کوئی اور اسے دیکھ کر کہنے لگا تو بھی انہی میں سے ہے نے کہا میں نہیں ہوں کوئی گھنٹے بعد ایک اور شخص یقینی طور پر کہنے لگا کہ یہ شبہ اس کے ساتھ ہے پطرس نے کہا میں نہیں جانتا تو کیا کہتا ہے وہ کہہ ہی رہا ہے اس دم مرغ نے بانگ دی پطرس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات یاد آئی جو اس نے کہی تھی کہ آج مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا یہ کہ پطرس خوب رویا۔

یہودیوں کے بڑے سردار کاہن کانفا کے پاس لے جا کر یہودی آپ کا مذاق اڑاتے اور ساتھ ہی آپ کی آنکھیں بند کر کے پوچھتے کہ ذرا اپنی نبوت سے کس نے مارا ہے اس موقع پر آپ کو طعنے بھی دیئے گئے اور بہت سی ایسی باتیں کہ خلاف طبع تھیں اگلے روز یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر رومن پلاٹس کے پاس لے گئے اور انہوں نے آپ پر الزام لگایا کہ ہم نے اسے اپنی برکاتے اور رومنوں کے بادشاہ قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے یہودیوں کا بادشاہ کہتے پایا ہے۔

اس پر پلاٹس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا یہودیوں کا بادشاہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تو خود ہی کہتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کرنے کے بعد پلاٹس نے کہا میں اس کوئی قصور نہیں دیکھتا لہذا میرا خیال ہے کہ اسے رہا کر دیا جانا چاہیے اس نے چلا چلا کر کہنے لگے یہ تمام یہودیہ میں بلکہ گلیل سے لے کر یہاں تک لوگوں کو سکھا کر رومنوں اور قیصر کے خلاف ابھارتا رہا ہے گلیل کا نام سن کر پلاٹس یہ آدمی گیلی ہے جب لوگوں نے ہاں میں جواب دیا تب پلاٹس کہنے لگا ”جسے راست ہیرو دیس کے پاس لے جاؤ۔“

کہ میں تمہاری خاطر ایک کو چھوڑ سکتا ہوں کس کو چھوڑوں یسوع کو یا برابا کو۔ یہ شور کرنے لگے یسوع کو مصلوب کر دو اور برابا ڈاکو کو چھوڑ دیو پس پلاٹس نے یسوع کو اس نے مصلوب کرنے کا حکم دیا اور برابا ڈاکو کو چھوڑ دیا۔

اس پر خداوند قدوس نے اپنا کام دکھایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن اس یہودہ کو جس نے آپ کو پکڑوایا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل صورت کا کر دیا پس خداوند قدوس نے آپ کو اٹھا لیا اور جو ان کی شکل کا تھا مصلوب کرا دیا۔



پلاٹس سے واپس آنے کے بعد ایک روز حبیب بن عثمان قصر کے اپنے کمرے میں بیٹھا اوزل کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ قصر کا ایک خادم اندر آیا اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ایک مسلم جو ان آپ سے ملنا چاہتا ہے اس کا کہنا ہے کہ اسے آپ سے انتہائی ضروری کام ہے اپنا نام عوبال بتاتا ہے۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے پر آیا اور آنے والے خادم کو اس نے مخاطب کیا۔

”اس شخص کو بلا کر لاؤ وہ میرا پرانا جاننے والا ہے آنے والا وہ شخص پیچھے ہٹ گیا۔“ حبیب بن عثمان نے اوزل کی طرف دیکھا اور مخاطب کیا۔

”اوزال تم ذرا اپنے کمرے میں جاؤ ایک جاننے والا آیا ہے اور مجھے امید ہے وہ میرے باپ کے قاتلوں کے متعلق اہم خبر فراہم کرے گا۔“

اوزال اپنی جگہ سے اٹھی باہر نکلی پھر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ حبیب بن عثمان دروازے پر ہی کھڑا رہا تھوڑی دیر بعد عوبال وہاں آیا آگے بڑھتے ہوئے حبیب بن عثمان نے بڑے پر جوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا پھر اپنے کمرے میں لے گیا نشست پر بٹھایا اور غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”تم کب آئے خیریت تو ہے اور وہ لوگ تمہیں کہاں لے گئے تھے اور وہ کون ہیں۔“

عوبال سوچوں میں پڑ گیا اور کہنے لگا جو لوگ مجھے لے گئے تھے وہ بڑے اچھے ہیں انہوں نے مجھے اور یوصاف دونوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور ہم دونوں سے وہ آپ کے لیے بخیریت کا کام لیتے ہیں میں آپ کو یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ برابا ڈاکو کو یروشلم



سے رہائی مل گئی ہے اسے قتل و غارت گری اور بغاوت کے سلسلے میں گرفتار کیا جائے گا۔ لیکن رومن جرنیل نے اسے رہا کر دیا ہے وہ اب اپنے کو مستانی مسکن میں پہنچا ہے جو لوگ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے تھے انہوں نے ہماری بڑی آؤ بھگت کی انہوں نے ہمیں یہ بھی ہدایات جاری کیں کہ ہم برابا اور اس کے سرکردہ لوگوں پر یہی غلبہ کریں کہ ہم ان کے مخلص ہیں لیکن حقیقتاً ہم آپ کے لیے اور اس گروہ کے لیے جو ہمیں اپنے ساتھ لے گیا تھا مخبری کریں اب اگر آپ مسلح دستے لے کر برابا کے گروہ پر حملہ آور ہونا چاہیں تو میرے خیال میں یہ بہت اچھا موقع ہے میں اور یوصاف برابا سے تو نہیں ملے تاہم اس کے جو دو سرکردہ سمولا اور زابو ہیں ان سے مل کر آ رہے ہیں انہیں ہم نے یقین دلایا ہے کہ ہم اب بھی ان کے وفادار ہیں لہذا ان دونوں کے علاقوں تک ہم آپ کی راہنمائی کر سکتے ہیں اس طرح آپ ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

عوبال کے خاموش ہونے پر حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ جو لوگ تمہیں اپنے ساتھ لے گئے تھے وہ کون ہیں اس لئے کہ وہ تین بار انتہائی نازک موقع پر میرے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہوئے میری مدد کر چکے ہیں ایک لحاظ سے وہ میرے محسن ہیں میں ان کے متعلق جاننا پسند کروں گا۔“

عوبال نے عجیب سے انداز میں حبیب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”ابن عثمان مت پوچھو وہ کون لوگ ہیں وہ جہاں خونخوار ہیں وہاں آپ کے لئے انتہا درجہ کے مخلص بھی ہیں وہ مقدار میں بھی کافی ہیں اس گروہ کا جو سرکردہ ہے انتہائی خونخوار ہے اپنے چہرے سے نقاب نہیں ہٹاتا لہذا میں نے اسے دیکھا نہیں لیکن سارے احکام وہی جاری کرتا ہے میں ان سے متعلق زیادہ تفصیل آپ سے نہیں کہہ سکتا اگر میں نے ایسا کیا تو یاد رکھیے گا وہ مجھے اور یوصاف دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے وہ اپنے گروہ اور کارگزاری کو ایک طرح سے خفیہ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔“

حبیب بن عثمان، عوبال کی گفتگو سے گہری سوچوں میں پڑ گیا تھا پھر اس نے دوبارہ

ن کو مخاطب کیا۔

”کیا تم بتا سکتے ہو ان کا تعلق کن سرزمینوں سے ہے؟ کہاں رہتے ہیں کس سے ملنے آتے ہیں کدھر جاتے ہیں؟“

عوبال کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی دوبارہ وہ بولا۔

”ابن عثمان ایسے سوال مت کرو میں بتا چکا ہوں کہ میں ان کے متعلق نہ زیادہ تفصیل جانتا ہوں نہ بتا سکتا ہوں ورنہ میری جان خطرے میں پڑ جائے گی میں یہ بھی نہیں جانتا وہ کون ہیں کن سرزمینوں سے تعلق رکھتے ہیں کہاں ان کا ٹھکانہ ہے کدھر سے نکلتے ہیں کدھر کو جاتے ہیں اور ان کی گزر بسر کیا ہے میں کچھ نہیں جانتا بہر حال انہوں نے مجھے اور یوصاف دونوں کو اپنے ساتھ رکھا ہے تاکہ ہم دونوں برابا کے خلاف آپ کے لیے کام کریں میں ان کے اطوار کا اچھی طرح اندازہ لگا چکا ہوں میں اور یوصاف دور کی گمنام سرزمینوں کے اندر بھی چلے جائیں تو وہاں بھی ان کے ہاتھوں ہم اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھیں گے اگر ہم نے ان کے خلاف کوئی کارروائی کی کوئی کام ان کے مزاج کے خلاف کیا تو وہ ہمیں برابا کے مسکن میں قتل کر سکتے ہیں وہ بڑے خونخوار لوگ ہیں۔“

حبیب بن عثمان پھر کچھ سوچتا رہا اس کے بعد کہنے لگا۔

”نبطیوں کا بادشاہ حارث مجھے برابا اور اس کے ساتھیوں کے خلاف حرکت میں آنے کی پہلے ہی اجازت دے چکا ہے مجھے اس بات کی بھی اجازت مل چکی ہے کہ میں جس قدر لشکر اپنے ساتھ لے جانا چاہوں لے جا سکتا ہوں اس کام کی ابتداء سے پہلے مجھے پوچھنا چاہوں گا کہ مجھے کس کے خلاف حرکت میں آنا چاہیے۔“

عوبال جھٹ سے بول پڑا۔

میرا خیال ہے آپ پہلے زابو اور سمولا کے خلاف حرکت میں آئیں یہ دونوں انتہائی خطرناک کے کنارے سے جبل حوران تک کے علاقوں کو اپنا مسکن بنائے ہوئے ہیں ابن عثمان نے پھر پوچھ لیا ان دونوں کے ذرائع آمدن کیا ہے عوبال نے پھر کہنا شروع کیا۔

”ان کا سب سے بڑا آمدنی کا ذریعہ لوٹ مار اور ڈاکہ زنی ہے اس کے علاوہ البقاع کی

ہندوستان اور مغربی عرب میں داخل ہوا وہاں سے جنوبی شام گیا کشمیر اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلتا چلا گیا۔  
عوبال ذرا رکا پھر کھتا چلا گیا۔

”حبیب بن عثمان ان ذرائع آمدنی کے علاوہ برابا اور اس کے ساتھیوں کے ذرائع آمدنی انات اور درختوں سے بھی حاصل ہوتے ہیں زیتون ان کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے (قدیم زمانے میں ارض شام میں صرف تین پھل وسیع پیمانے پر کاشت کیے جاتے تھے جو موسم کی خشکی کا مقابلہ کر سکتے تھے ایک انجیر دوسرا انگور تیسرا زیتون) انگور اٹلانٹک پہلے یونانیوں کی سرزمین میں لے گئے وہاں سے یہ اٹلی پہنچا پھر زیتون انگور کے پیچھے مشرق سے مغرب گیا زیتون کے درخت کی گہرائی اور دیکھ بھال زیادہ نہیں کہنی پڑتی اور پیداوار بہت ہوتی ہے اس کا پھل قدیم زمانے میں بھی طبقہ زیریں کا خاص خوراک تھا اور آج بھی اس کی کیفیت یہی ہے بیروت کے جنوب میں زیتون کے درخت میلوں تک چلے گئے ہیں یہ زیتون کے سب سے بڑے ذخیروں میں شمار ہوتے ہیں زیتون کا تیل کھایا بھی جاتا ہے چراغوں میں بھی جلایا جاتا ہے اس سے مرہم اور خوشبوئیں بھی بنائی جاتی ہیں اسے علاج معالجے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے لہذا کے نبی سوسیل نے جب بنی اسرائیل کے لیے پہلا بادشاہ چنا اور اسے مسح کیا تو اس کی پکی میں زیتون ہی کا تیل تھا غرض زیتون کے تیل نے ایسی مقدس حیثیت اختیار کر لی کہ آج تک اسے مرنے والوں کی بھوؤں پر لگایا جاتا ہے۔ اس کا مغز بالورن کو کھلایا جاتا ہے گھٹلیوں کو پیس کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے بعد سے حضرت نوح علیہ السلام کی کبوتری زیتون کی پتی چونچ میں لے کر کشتی میں بٹاس وقت سے زیتون کی شاخ امن اور راحت کا نشان بن گئی۔“

حبیب بن عثمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور عوبال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
”میں نے یہاں ذرا حارث سے بات کر کے آتا ہوں اس کے بعد میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے کب تک یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔“

حبیب بن عثمان باہر چلا گیا عوبال وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر حبیب نے واپس آکر حارث کے مشرقی حصے سے نکل کر پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھا ابھی وہ کمرے

حسین وادیوں میں رہنے والوں سے ایک طرح کا یہ خراج وصول کرتے ہیں اگر البقاع کے لوگ انہیں مالی امداد نہ دیں تو ان کی جانیں خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔

البقاع ارض شام کا نشیبی سا علاقہ ہے چھ سو دس میل تک چوڑا ہے ایک طرف دلدلی علاقہ ہے جہاں سے دریائے عاف شامی کی جانب کا رخ کرتا ہے اور دریائے یطانی نے جنوب کا رخ کر لیا ہے دریائے عاف ارض شام کا سب سے بڑا دریا ہے دیے تو لوگ دریائے فرات کو بھی شام ہی کا دریا کہتے ہیں لیکن فرات منبع کے لحاظ سے شامی ہے نہ ڈیلتا کے لحاظ سے صرف عاف اور دریائے اردن اور دریائے یطانی شام کے بڑے دریا ہیں یطانی دریائے عاف کے برعکس جنوب کی طرف بہتا ہے۔

البقاع کو چونکہ یہ دریا سیراب کرتے ہیں اس وجہ سے شام کا یہ علاقہ بہترین مرغزار ہے دریاؤں کی وجہ سے یہاں کی مٹی چکنی ہے اس لئے زمین زراعت کے لیے بھی حد درجہ سازگار ہے یہاں کے لوگ خوشحال ہیں اور برابا اور اس کے ساتھیوں کی خوب مدد کرتے ہیں۔

برابا اور ان کے آدمیوں کی آمدنی کا تیسرا بڑا ذریعہ اونٹ اور گھوڑے پالنا ہے (گھوڑے کے متعلق جو تحقیق کی گئی ہے اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے گھوڑا اصل میں امریکہ کا وحشی جانور تھا یہ اس زمانے میں مشرقی ایشیاء پہنچا جب امریکہ اور ایشیاء ایک عظیم براعظم تھے یہ تاریخی دور سے بہت پہلے کی بات ہے۔ بعد کے زمانے میں فلسطین کے اندر یہ دھیشانہ انداز میں نمودار ہوا ہندی یورپی خانہ بدوشوں نے ان وحشی گھوڑوں کو کسی مقام پر رام کر لیا اور پالنے لگے یہ بہت قدیم زمانے کی بات ہے پھر گھوڑے کو دجلہ اور فرات کے دو آبے میں لایا گیا وہاں سے گھوڑا مغربی ایشیاء میں پہنچا یہ حضرت مسیح سے کوئی دو ہزار پیشتر کی بات ہے فونیقیوں نے اسے ایشیاء پہنچایا اور وہاں سے یونان گیا۔ قدیم عرب گھوڑے کو شام میں لائے پھر اسے مصر لے گئے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اٹھارہ سو سال پیشتر کا واقعہ ہے شام ہی سے گھوڑا عرب کے ریگستان میں پہنچا اور عرب میں گھوڑا اپنی نسل کو سب سے محفوظ رکھنے میں زیادہ کامیاب رہا گھوڑے کی طرح اونٹ کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بھی امریکہ کا جانور ہے لاکھوں سال پیشتر یہ شمالی اور مشرقی ایشیاء میں منتقل ہوا کشمیر اور ہندوستان سے

دعے پر ہاتھ رکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
 ”ابن عثمان مجھے مالک نے بتایا ہے کہ تم برابر کے ساتھیوں کے خلاف مہم پر نکل رہے ہو میری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس مہم میں کامیاب اور کامران رکھے۔“ اس بیان پر مالک بن حارث بول پڑا اور اس نے اپنی بڑی بہن عریب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

”عریب میری بہن تم حویلہ اوزال اور شمیر اکھٹی بیٹھ کر باتیں کرو سیلاس کو میرے باپ نے بلایا ہے یہ ان کے پاس چلے جائیں گے میں ذرا مستقر کی طرف جاؤں گا وہاں حبیب بن عثمان کو اس کے لشکر کے ساتھ الوداع کہوں گا۔“  
 سیلاس کا بڑا بیٹا حمان بول پڑا۔

”مالک میرے بھائی ایسا ممکن ہے کہ میں اور یوناہ بھی آپ کے ساتھ لشکر گاہ کی طرف چلیں مالک نے قہقہہ لگایا تم دونوں بھائی تاجر ہو مستقر میں جا کر کیا کرو گے۔“  
 حمان بالکل سنجیدہ تھا کہنے لگا نہیں میری خواہش ہے کہ ہم آپ کے ساتھ چلیں اور ہم بھی حبیب بن عثمان کو رخصت کریں مالک مان گیا پھر اس نے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا۔“

حبیب میرے بھائی تم تیار ہو کر مستقر میں پہنچو میں جا کر سعید کو پیغام دیتا ہوں وہ بھی تیار ہو جاتا ہے میں حمان اور یوناہ لشکر گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ میں وہ تینوں قصر سے باہر نکل گئے اس موقع پر عریب نے بڑے پیارے انداز میں اوزال کے کان میں سرگوشی کی۔

”اوزال میری بہن حبیب بن عثمان رخصت ہو رہا ہے تم اس کے ساتھ جاؤ اس کی تیاری مکمل کراؤ میں شمیر اور حویلہ کو لے کر اپنے کمرے میں جاتی ہوں پھر تم وہیں جاؤ۔“ اس کے بعد حبیب بن عثمان کی طرف عریب نے دیکھا اور کہنے لگی۔

”حبیب میرے بھائی میں آپ کو الوداع کہتی ہوں اور خداوند قدوس سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ آپ کو اس مہم میں کامیاب رکھے جس پر آپ جا رہے ہیں حبیب نے شہباز کا شکر یہ ادا کیا پھر عریب حویلہ اور شمیر وہاں سے ہٹ گئی تھیں ان کے جانے کے بعد اوزال مزید مغموم اور فکر مند ہو گئی تھی پھر حبیب بن عثمان کو اس نے

کے قریب ہی گیا تھا کہ اپنے کمرے سے اوزال نکلی اس کے ساتھ عریب اور تین تھیں اوزال نے آگے بڑھ کر فوراً حبیب بن عثمان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔  
 آپ کو جو آدمی ملنے کے لیے آیا ہے وہ کون ہے آپ سے کیا چاہتا ہے۔  
 حبیب بن عثمان نے ایک نگاہ باری باری اوزال، حویلہ اور عریب پر ڈالی۔ اوزال کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”آئے والا وہ شخص وہ میرا خاص آدمی ہے اور میرے باپ کے قاتلوں کے متعلق مجھے اطلاعات دینے کے لئے آیا ہے میں مستقر کی طرف جاؤں گا پھر تھوڑی دیر بعد یہاں سے لشکر کے ایک حصے کو لے کر ارض شام کا رخ کروں گا آنے والا اس سلسلے میں میری راہنمائی کرے گا میرا بھائی سعید بھی میرے ہمراہ ہو گا۔“

حبیب بن عثمان کی بات سے اوزال بیچاری افسردہ اور پریشان ہو گئی تھی اس کی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے حبیب بن عثمان فوراً بول پڑا اس بار یہ مت کہنا کہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چلیں اب میری بہن عریب تمہارے پاس ہے میرے خیال میں اب تم خوش رہ سکتی ہو پھر تمہاری اجنبیت بھی دور ہو چکی ہے عریب کے علاوہ حویلہ تمہارے ساتھ ہے رعنا بھی تمہارے پاس آتی رہتی ہے۔

اوزال نے کوئی جواب نہ دیا تاہم عریب بول پڑی۔  
 ابن عثمان میرے بھائی تمہیں فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اب ہم نہیں تین ہمیں ہیں میں حویلہ اور اوزال۔ اوزال کو آپ کی غیر موجودگی میں میں فکر مند یا پریشان نہ ہونے دوں گی۔“ ساتھ ہی بڑے پیارے انداز میں عریب نے اپنا ہاتھ اوزال کی کمر میں ڈال دیا تھا جس پر اوزال مسکرانے لگی تھی۔

حبیب بن عثمان وہاں سے ہٹنے لگا تھا کہ رک گیا اس لئے کہ قصر میں نبطیوں کا وزیر سیلاس اس کا بڑا بیٹا حمان اور چھوٹا بیٹا یوناہ اور بیٹی شمیر داخل ہوئے تھے وہ تھیں سا آگے بڑھے تھے کہ قصر کے غریب حصے سے حارث کا بیٹا مالک بھی نکلا مالک بڑے جوش انداز میں باری باری سیلاس سے ملا اور باتیں کرتے ہوئے اس حصے کی طرف بڑھا جہاں حبیب بن عثمان اوزال عریب اور حویلہ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔  
 جب وہ قریب آئے تو سیلاس نے بڑے پیارے انداز میں حبیب بن عثمان

مخاطب کیا۔

”آپ کب تک لوٹیں گے۔“ حبیب بن عثمان نے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے حبیب فوراً بول پڑا۔

”پہلے رو لو پھر میں بتاتا ہوں کہ میں کب لوٹوں گا۔“

اوزال زبردستی مسکرا دی تاہم آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے جنہیں اس نے صاف کیا اور کہنے لگی۔ ”نہیں میں روؤں گی نہیں۔“ حبیب بن عثمان نے کہنا شروع کیا۔

”میں اپنی مہم سے نمٹنے کے بعد جلد از جلد لوٹنے کی کوشش کروں گا تم فکر مند نہ ہونا میں تیاری کر لوں گا تم جاؤ جا کر عریب کے کمرے میں بیٹھو ورنہ تمہارے آنسو ڈھلک آئیں گے تم رونے لگو گی جو میرے لیے ناقابل برداشت ہو گا بہتر یہی ہے تم جاؤ۔“

اوزال ہنس دی اور کہنے لگی میں آپ کی تیاری کراؤں گی آپ کے گھوڑے کی خوجینیں تیار کرتی ہوں آپ کے کپڑے رکھتی ہوں آپ ایسا کریں سارا سامان اٹھا کر میرے کمرے میں لے آئیں جب آپ تیار ہو جائیں تو اس شخص کو اپنے ساتھ لے جائیے گا جو آپ کو ملنے آیا ہے۔

اوزال کی بات حبیب مان گیا اوزال اپنے کمرے میں چلی گئی حبیب بن عثمان اپنے کمرے میں داخل ہوا اور عوبال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”تھوڑی دیر بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی اپنی ضرورت کا سارا سامان اس نے سمیٹا اور اوزال کے کمرے میں داخل ہوا۔

اوزال ہی کے کمرے میں جا کر حبیب بن عثمان نے جنگی لباس پہنا اتنی دیر تک اوزال نے اس کی خبرچینوں میں ضرورت کا سامان رکھ دیا تھا پھر اوزال کو اس نے خدا حافظ کہا کمرے سے باہر نکلا عوبال کو اپنے ساتھ لیا جب تک وہ قصر کے دروازے کی طرف جاتا رہا اوزال اپنے کمرے کے دروازے کھڑی اسے میں دیکھتی رہی جب نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو وہ عریب کے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

حبیب بن عثمان اور عوبال سیدھے مستقر کی طرف گئے وہاں سعید کو ساتھ لے

بن اور یوناہ کے علاوہ دیگر سالاروں نے اسے الوداع کہا پھر سعید کے ہمراہ لشکر آپہنچے کے ساتھ ارض شام کا رخ کر رہا تھا۔



مذہب ہمارے میں چٹائیں آگے کو ابھری ہوئی ہیں کئی جگہیں ایسا منظر پیش کر رہی ہیں  
مذہب نے دور دور تک آپ سے آپ برآمدے کھڑے کر دیئے ہوں سعید سردی  
اپنے زوروں پر ہے سفر تو ہم کسی طرح سے کرتے ہوئے یہاں پہنچ گئے ہیں اب  
قرب کے علاوہ گھوڑوں کو بھی سستانے کو ضرورت ہے یہ جو ہمارے دائیں جانب  
ہستانی سلسلہ ہے وہ اونچا بھی نہیں ہے اس کی دوسری جانب جا کر ہم آسانی سے  
پہنچ سکتے ہیں اور پھر یوسف جو خبریں لائے گا انہی کی روشنی میں حرکت میں

ایک روز عین اس وقت جبکہ سورج مشرق سے طلوع ہو رہا تھا حبیب بن عثمان اپنے لشکر کے ساتھ ارض شام کے دریائے ربانا سے پانچ میل کے فاصلے پر پہنچ گئے تھے عوبال ان کی راہنمائی کر رہا تھا اس چوراہے پر پہنچ کر حبیب بن عثمان کو رکنے کے لیے کہا۔  
ایک دورا ہے پر پہنچ گئے تھے عوبال ان کی راہنمائی کر رہا تھا اس چوراہے پر پہنچ کر حبیب بن عثمان کو رکنے کے لیے کہا۔  
بعد عوبال نے حبیب بن عثمان کو رکنے کے لیے کہا۔

حبیب بن عثمان نے پیچھے اپنے لشکر کو روک دیا اس موقع پر عوبال نے میرا کوستانی سلسلے کے اندر نالہ نما ایک چھوٹا سا درہ تھا جس میں شاید بارش کا پانی  
عثمان کو مخاطب کیا۔  
”ابن عثمان جو معاملہ میرے اور یوسف کے درمیان طے پایا تھا اس کے کوستانی اور سعید دونوں اپنے لشکر کو اس کوستانی سلسلے کی پشت کی طرف لے گئے  
آپ کو ہمیں رکنا چاہیے یوسف ہمیں آکر دشمن کی نقل و حرکت سے ہمیں خبر  
کرے گا۔“

سعید جب دوسری طرف گیا تو دنگ رہ گیا کوستانی سلسلہ ویسا ہی تھا جیسا حبیب  
اس پر حبیب بن عثمان نے اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا پھر سعید کو مخاطب کیا۔  
”سعید میرے بھائی عوبال ٹھیک کہتا ہے ہمیں یوسف کا انتظار کرنا ہو گا وہ ہمارے ارد گرد ہوں گے اور برآمدوں کا منظر پیش کرتی تھیں حبیب بن عثمان نے لشکریوں کو  
لائے گا ان کی روشنی میں دشمن پر حملہ آور ہوتا ہو گا لیکن یہاں ہمیں کھلی ہوا زمین ان غاروں کے اندر منتقل کرنے کا حکم دے دیا تھا چند دستوں کا پرہ اس نالہ  
نہیں کرنا چاہیے گھات میں بیٹھ جانا چاہیے تاکہ اگر کوئی ہمارے ساتھ دھوکہ دے تو اس سے نمٹا جاسکے۔“

اس کے بعد حبیب بن عثمان نے سعید کو وہیں رہنے کے لیے کہا چند دنوں کے بعد حبیب بن عثمان نے اپنے ساتھ لیے اور اس پر چوراہے کے ارد گرد جو کوستانی سلسلے تھے ان  
لینے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور سعید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
”سعید یہ دائیں جانب جو کوستانی سلسلہ ہے اس کے پیچھے کوستانی  
حالت ایسی ہے کہ اگر بارش بھی ہو جائے تو بہترین پناہ اور حفاظت کا کام لے گا۔“

کو نہ دیکھ کر مجھے آوازیں دے رہا ہے میں جاتا ہوں اور اسے اپنے ساتھ لے لے کر آؤں۔“

حبیب بن عثمان نے جب گردن اثبات میں ہلا دی تب عوبال وہاں سے تقریباً بھاگتا ہوا وہ درے کی طرف جا رہا تھا۔

حبیب اور سعید دونوں اپنی جگہ پر بیٹھ کر بڑی بے چینی سے ان دونوں کا انتظار کرنے لگے تھے تھوڑی ہی دیر بعد عوبال اور یوسف وہاں پہنچے یوسف آگے بڑھ کر بڑے پر جوش انداز میں باری باری حبیب بن عثمان اور سعید سے کیا پھر یوسف اور عوبال دونوں حبیب بن عثمان اور سعید کے سامنے بیٹھ گئے آغاز یوسف نے کیا تھا۔

”ابن عثمان میں آپ کے لئے چند اچھی خبریں لے کر آیا ہوں جس جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہے اس سے آگے پانچ میل کے فاصلے پر دریائے دبیائے ربانہ سے پانچ میل آگے برابر راست سمولا اور ذابو کا ایک سمولا اور ذابو دونوں اس لشکر میں موجود نہیں ہیں بلکہ ان کا ایک نائب کمانداری کر رہا ہے۔“

سمولا اور ذابو کے اس نائب کا یہ بھی خیال ہے کہ آپ اس کے لشکر کی مجبوری اور جاسوسی کر رہے ہوں گے انہیں یہ پتہ چل چکا ہے کہ حملہ کا تعلق نبطیوں سے ہے لیکن انہیں ابھی تک یہ خبر نہیں کہ حملہ آور نبطیوں کا سالار حبیب بن عثمان ہے اور ان سے اپنے باپ اور ماں کا انتقام لے لیا ہے۔

آج شام تک وہ لشکر وہیں قیام کرے گا جہاں اس وقت ٹھہرا ہوا ہے غروب ہونے کے بعد وہ لشکر پیش قدمی کرے گا دریائے ربانہ کے کنارے رکے گا پھر لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گا ایک حصہ چھوڑے سالار کی سرکوبی جائے گا جو دریائے ربانہ کے کنارے جنوب کی سمت جائے گا مناسب دریا کو پار کرے گا پھر جس جگہ آپ ہیں آپ کی پشت کی طرف سے حملہ کی کوشش کرے گا۔

جس سمت سے آپ لوگ اس چوراہے پر پہنچے ہیں دشمن کے لشکر کا ایک حصہ دریائے ربانہ کو عبور کرنے کے بعد وہی راستہ اختیار کرے گا اور آپ کی پشت پر حملہ کرے گا ذابو اور سمولا کا بڑا نائب کچھ دیر دریائے ربانہ کے کنارے رک کر انتظار کرے گا جب وہ اندازہ لگائے گا کہ اس کے دوسرا حصہ آپ کی پشت پر پہنچ چکا ہو تب وہ دریائے ربانہ کو عبور کر کے آگے بڑھے گا اور آپ کے ساتھ ٹکرائے کی کوشش کرے گا۔ ان کا لائحہ عمل یہ ہے کہ سامنے کی طرف سے بھرپور ضرب لگائی جائے پھر پشت کی طرف حملہ آور ہو کر آپ لوگوں کا خاتمہ کر دیا جائے بس یہ ہے دشمن کی ساری پیش بندی۔“

یوسف جب خاموش ہوا تو اس کی اس کارگزاری پر حبیب بن عثمان خوش ہو گیا اور اس کا شکریہ ادا کیا پھر حبیب بن عثمان نے یوسف اور عوبال دونوں کو مخاطب کیا۔ ”تم دونوں بھائی اٹھو آرام کرو اور اس کے بعد تم دشمن پر نگاہ رکھنے کے لئے نکل جاؤ۔“ یوسف اور عوبال اٹھ کھڑے ہوئے اس موقع پر حبیب بن عثمان نے عوبال کو مخاطب کیا عوبال، یوسف کے کھانے کا بھی بندوبست کرو پھر یوسف اور عوبال دونوں وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

یوسف اور عوبال کے جانے کے بعد بڑی رازداری سے حبیب بن عثمان نے عوبال کو مخاطب کیا۔

”سعید میرے بھائی کچھ مسلح جوان ایسے مقرر کرو جو دریائے ربانہ کی طرف مقرر ہوں اور جو بھی دشمن کا مجبوری آدمی دکھائی دے اسے موت کے گھاٹ اتارتے چلے جائیں مگر دشمن تک ہماری کوئی خبر نہ پہنچ سکے کچھ مسلح دستے ان راستوں کی طرف مقرر ہوں کہ دشمن سے ہم آئیں وہاں بھی کوئی مشکوک آدمی دکھائی دے تو اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اس طرح ہماری نقل و حرکت دشمن تک نہ پہنچ سکے۔“

یوسف تک دونوں بھائی اکٹھے رہیں گے سورج جب غروب ہو جائے گا رات گہری ہو جائے گی دشمن تو یہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرے گا ایک حصہ تمہارے پاس رہے گا

تم یہیں گھات میں پڑے رہنا دوسرے آدمی کے ساتھ میں واپس جاؤں! دشمن کا جو لشکر دریائے ربانہ کے کنارے کنارے ہوتا ہوا ہماری پشت کی طرف رات کی گہری تاریکی میں اس سے نمٹوں گا عوبال کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں! یوسف تمہارے لیے کام کرے گا عوبال آگے آگے جائے گا اس کے ساتھ ہوں جوان ہوں گے اور وہ مجھے آنے والے لشکر کی اطلاع کرے گا اس لشکر کا خاتمہ کے بعد میں تمہارے پاس لوٹ آؤں گا اور پھر دونوں بھائی متحد ہو کر سامنے کی دشمنی سے آنے والے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

اگر میری آمد سے پہلے سامنے کی طرف سے لشکر نمودار ہوتا ہے تو تم گھات پڑے رہنا کوئی کاروائی مت کرنا اگر دشمن کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم نے گھات رکھی ہے تو درے پر اپنا دفاع کرنا دشمن کو درے سے گزرنے مت دینا پہاڑ کے اپنے آدمی مقرر کر دینا جو دشمن پر پتھر اور تیر اندازی کریں اس طرح میری آمد دشمن کو الجھائے رکھنا میں جب پہنچ جاؤں گا تو دونوں بھائی دشمن سے ایسا غیظ کہ مدتوں یاد رکھیں گے۔

سعید نے حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں اٹھ کر لشکر امور پر لگ گئے تھے شام تک دونوں بھائی وہاں رہے سورج جب غروب ہو گیا گہری ہونے لگی تب لشکر کے ایک حصے کو لے کر حبیب بن عثمان وہاں سے کوٹھا تھا۔



رات خوشبو کی طرح پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ ستاروں کے فانوس سجائے آسمان رات نہائی کی طرح چپ اور خاموش تھا۔ نیندیں جوان جذبوں، بوڑھی سوچوں، سہمی سہی آہوں، کھیتوں کی مٹی، کھلیانوں کے تیکوں تک سے الجھ گئی تھیں۔ سرا کی سرد ہواؤں کے برفانی جھکڑ فطرت کی گہرائیوں سے اٹھ کر رات کی رباؤں پر چھائے ہوئے شجر شجر، کلی کلی کا بدن دریدہ کرنے لگے تھے۔ ٹھنھرتی رات کے اندر ہر شے کفن کی دھیموں اور چمن کی فراموش داستانوں کی طرح چپ اور خاموش ہو کر رہ گئی تھی۔

گہری رات میں بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے حبیب بن عثمان نے ایک جگہ اپنے لشکر کو روک دیا پھر عوبال کو اپنے قریب بلایا اور اسے مخاطب کیا۔ ”عوبال تم اپنے ساتھ لشکر کے چند مسلح جوانوں کو لو اور آگے جاؤ اور یہ اندازہ لگائے کی کوشش کرو کہ دشمن کے لشکر کا وہ حصہ جو دریائے ربانہ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اس سمت سے ہو کر ہماری پشت پر نمودار ہونا چاہتا ہے وہ یہاں سے کتنی دور ہے۔“

عوبال نے حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا حبیب بن عثمان نے چند مسلح جوانوں کو اس کے ساتھ کر دیا پھر عوبال وہاں سے آگے نکل گیا تھا۔ حبیب بن عثمان اپنے لشکر کے ساتھ وہیں رکا عوبال کو گئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ وہ لوٹ آیا اس کے یوں لوٹ آنے سے حبیب بن عثمان کسی قدر فکر مند ہو گیا تھا عوبال جب قریب آیا تو اس نے اسے مخاطب کیا۔ ”عوبال میرے عزیز میرے بھائی کیا ہوا؟“ عوبال کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

چھوٹے سالاروں نے جب حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے مکمل اتفاق کیا تب حبیب بن عثمان کے کہنے پر لشکر آنا فنا اس شاہراہ کے شمالی جانب گھات لے گیا تھا۔ دشمن کا لشکر وہاں سے گزرنے لگا اچانک حبیب بن عثمان اپنی گھات سے نکلا پھر اپنے لشکر کے ساتھ ان پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے بینائی کے محدب عدسوں پر ایک دھندلے شیشے کے طوفانوں نے نزول کر دیا ہو جیسے خوابوں کے پاتال سے اٹھتی ہڈیاں کھڑی کرتی سیال آتش ہر شے کو قاتلوں کی گرد اور خواب ٹکر کے کھنڈروں میں تبدیل کرنے لگی ہو۔

یہ جملہ ایسا زور دار تھا کہ دشمن کچھ پیچھے ہٹا چلا گیا بڑی مشکل سے وہ سنبھلے اور حبیب بن عثمان کے لشکر کے سامنے ڈٹے تھے۔

گہری رات میں کوستانی سلسلوں سے گھری اس وادی کے اندر ہر سو زندگی ہراماں ہونے لگی تھی لشکری بری طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے کاسہ وقت میں گوشہ گوشہ پگ در پگ قضا کا رقص شروع ہو گیا تھا تاریخ کی رفتار میں ہر کوئی اپنے لو سے اپنی فتح کو فروزاں کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا تغیر کی رسدگاہ میں انسانیت کے قافلے لہو لہو ہونا شروع ہو گئے تھے۔

ہر سو ایک شور جاں فروشاں اٹھ کھڑا ہوا تھا موت شب ہجر کے زہر اور غم دہر کی نجفٹ کی طرح ہر سو بھاگتی پھرتی تھی کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑا پھر فیصلہ لڑائی کے سامنے آتا دکھائی دیا اس لئے کہ حبیب بن عثمان اور اس کے لشکری دشمن کے لیے حملہ آور ہو رہے تھے جیسے دریاؤں کے بند کھولنے کے لیے پشتوں کو توڑ دیا گیا تھا دشمن کے تیز حملوں کے باعث لمحہ لمحہ دشمن کے اندر جہاں مایوسی اور گھبراہٹ پھیل رہی تھی وہاں حبیب بن عثمان کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے کی برہمی اور زیادہ ہونے لگی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید رزم آرائی کے بعد دشمن کو بدترین شکست ہوئی تھی اور حبیب بن عثمان دشمن کو جنوب کی طرف بھگانے لگا تھا۔

شکست کھانے کے بعد دشمن کے لشکر نے مغرب کی طرف بھاگنا چاہا لیکن رات تاریکی میں حبیب بن عثمان نے ان کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا مغربی سمت

”ہمارا کام نزدیک ہی ہو گیا ہے وہ لوگ مجھے اور یوسف کو پکڑ کر لے گئے تھے ہم سے آپ کی خاطر مجبوری کا کام لیتے ہیں ان کے کچھ آدمی مجھے راستے میں مل گئے وہ بھی آپ کی خاطر ان کوستانی سلسلوں میں سرگرداں ہیں انہوں نے ہماری روکی اور پوچھنے لگے کدھر جا رہے ہو میں نے جب بتایا کہ وہ دشمن کی نشان دہی کر رہے ہیں لگا ہوں تب انہوں نے بتایا کہ دشمن یہاں سے صرف پانچ میل کے فاصلے پر ہے اور بڑی تیزی سے سفر کرتا ہوا ادھر ہی آ رہا ہے۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر اس خبر سے اطمینان کے سائے پھیل گئے پھر کہا لگا۔

”میرے خداوند نے چاہا تو آج کی رات موت کے ان سوداگروں وقت کے بدترین نذر پر دازوں، آدمیت کی پہچان سے نا آشنا درندوں اور ہجر کی راتوں میں لذت عذاب و لطف اندوز ہونے والے بھیڑیوں سے خوب نمٹوں گا میرے خدا کو منظور ہوا تو میں آج کی شب ان کی زندگی کے سائبانوں میں فطرت کے بدترین فرمانوں کی طرح داخل ہوں گا رات کے اندھیرے میں اپنے سامنے ان کی حالت اجالوں کی پرچھائیوں سے محروم لول اور تنہا سلگنے والی رات کی سی کر کے رکھوں گا۔“

پھر اپنے لشکر کے چند سالاروں کو حبیب بن عثمان نے اپنے قریب بلایا جب اس کے سامنے آن کھڑے ہوئے تو حبیب بن عثمان نے انہیں مخاطب کیا۔

”عزیزو دشمن یہاں سمجھنے والا ہے جس شاہراہ پر ہم کھڑے ہیں ہمیں اس شاہراہ کے شمالی جانب ہو جانا چاہیے تاکہ دشمن جب یہاں سے گزرے تو ہمیں شمال کی طرف سے حملہ آور ہونا چاہیے تاکہ دشمن جنوب کی طرف بھاگے۔ وہ لوگ جو مغرب کی طرف سے آ رہے ہیں میں نہیں چاہتا کہ ہمارے ہاتھوں شکست اٹھائے بعد وہ مغرب کی طرف بھاگیں اور اپنے لشکر کے دوسرے حصے کو جا کر خبر کریں انہیں بدترین شکست ہوئی ہے میں چاہتا ہوں وہ جنوب کی طرف بھاگتے ہوئے دور جائیں اتنی دیر تک ان کے لشکر کا دوسرا حصہ آگے بڑھے اور سعید سے لے کر کوشش کرے اتنی دیر تک میں بھی ان سے نمٹ کر وہاں پہنچ جاؤں گا دوسرے حصے کی حالت بھی ہم ان سے بدتر کریں گے کیا تمہیں میری اس تجویز سے اتفاق ہے؟“



اس نے روک دی لاچار شکست خوردہ لشکر جنوب کی طرف بھاگا دور تک رات اندھیرے میں حبیب بن عثمان نے ان کا تعاقب کیا اور خوب ان کی تعداد کم کی اور انہیں جنوب میں دور تک دھکیلا چلا گیا تھا۔

جب اس نے اندازہ لگایا کہ دشمن کو اپنے دوسرے لشکر میں پہنچنے کے لیے کافی وقت لگے گا تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ مڑا اور آندھی اور طوفان کی طرح کوسوں کے اندر اس چوراہے کی طرف بڑھا تھا جہاں وہ اپنے لشکر کے دوسرے حصے کو اپنے ماموں زاد سعید کی سرکردگی میں چھوڑ کر آیا تھا۔

حبیب بن عثمان کو چونکہ شکست خوردہ لشکر کا تعاقب دور تک جنوب کی طرف کرنا پڑا تھا لہذا دشمن کے لشکر کا دوسرا حصہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں سعید نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی۔

دشمن کے مخبروں نے شاید اس جگہ کا تعین کر دیا تھا جہاں سعید نے گھات لگا رکھا تھا لہذا دوسرے لشکر نے درے کے اندر گھس کر سعید کے لشکر پر حملہ آور ہونا چاہا لیکن سعید نے کومستانی سلسلے سے تیر اندازی کر کے پتھر برساتے ہوئے دشمن کو درے میں گھسنے نہ دیا اس طرح اس چوراہے پر دشمن کے لشکر کے دوسرے حصے اور سعید کے لشکر کے درمیان زندگی اور موت کا رن پڑ گیا تھا۔

حبیب بن عثمان نے اپنے لشکر کے ساتھ عجب سی قوت ارادی کے ساتھ سڑک پر وہ ایسے ہی تیزی کے ساتھ اس کومستانی چوراہے کی طرف بڑھا تھا جہاں سعید دشمن سے برسرِ پیکار تھا جیسے گہری گمنامی سے اٹھ کر برف باراں کے تیز طوفان فاصلوں کو ناپ کر رکھ دیتے ہیں۔

اس چوراہے کے پاس پہنچ کر سعید کو اپنی آمد سے مطلع کرنے کے لئے حملہ آور ہونے سے پہلے حبیب بن عثمان اور اس کے لشکریوں نے زور زور سے جنگی فریاد بلند کیے اس کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان جو اپنے لشکر کے آگے آگے تھا دشمن کی تاریکی میں اس طرح حملہ آور ہوا جیسے لومڑیوں کے بھٹ میں بھڑبھڑاتے جاتے ہیں جیسے میب وحشی قوم کے افراد اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر حملہ آور ہوئے اپنے مخالفوں پر خون بھرے اندیشے اور دستور زبان بندی طاری کر دینے کے لئے۔

زلیخے ہیں بالکل اس طرح حبیب بن عثمان بھی کبھی درست کر دینے والے طوفانوں کے سائے کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری جانب سعید اور اس کے لشکریوں نے دیکھا کہ حبیب بن عثمان اپنے لشکریوں کے ساتھ پہنچ گیا ہے اور دشمن پر حملہ آور ہو گیا ہے تو انہوں نے بڑی تیزی سے درے کا رخ کیا درے سے ہوتے ہوئے وہ کھلے میدانوں میں آئے پھر لشکر کا وہ حصہ بھی سعید کی سرکردگی میں دشمن پر نغہ و صوت کو نامانوس کرتی صحراؤں کی دہکتی آگ اور دشت دل میں لہجوں کو اسیر کرتی کہانیوں کے مزاج کو تبدیل اور آگہی کے ہر نشان کو مٹاتے وحشوں کے میب عناصر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دشمن کے لشکر کا دوسرا حصہ بھی زیادہ دیر تک حبیب بن عثمان اور سعید کے سامنے نہ ٹھہر سکا رات کی گہری تاریکی اور گھپ اندھیرے میں حبیب بن عثمان اور سعید نے اس لشکر کو بدترین شکست دی دو تک ان کا تعاقب کیا لشکر کے پاس رسد اور خوراک کا جس قدر ذخیرہ تھا اس پر حبیب بن عثمان نے قبضہ کر لیا اور تعاقب کے دوران ان کی تعداد بھی کافی کم کر کے رکھ دی تھی۔

دشمن کا تعاقب ترک کرنے کے بعد حبیب بن عثمان مڑا واپسی کا عزم کیا اب پورا لشکر اس کے اور سعید کے پیچھے تھا اس موقع پر حبیب بن عثمان نے سعید کو مخاطب کیا۔

”سعید میرے بھائی جو عزم لے کر ہم ان سر زمینوں کی طرف آئے تھے اس کو ہم نے کافی حد تک پورا کر دیا ہے برابر اور اس کے ساتھیوں پر ہم نے پہلی ضرب لگا دی ہے اور یہ ضرب آئندہ بھی انشاء اللہ لگتی رہے گی میں اس وقت تک ان کے خلاف حرکت میں آؤں گا جب تک میں خود برابر اور اس کے دونوں دست راست مولا اور زابو کا خاتمہ نہیں کر لیتا۔“

سعید میرے بھائی ہمارے لئے ایک اور بھی خوش قسمتی کا مقام ہے وہ یہ کہ وہ ہم اور نا آشنا لوگ مختلف مواقع پر ہماری مدد کر چکے ہیں انہوں نے یہاں بھی ہمارے لیے کام کیا ہے میں جس وقت تم سے جدا ہونے کے بعد میں دوسرے لشکر کی طرف گیا آگے جانے کے بعد میں نے عوبال کو چند مسلح جوانوں کے ساتھ آگے بھیجا

سعید نے حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا دونوں لشکر کو لے کر اس جگہ آئے جہاں سعید نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات لگائی تھی رات لشکر نے وہیں بسر کی صبح کا کھانا کھانے کے بعد حبیب بن عثمان اور سعید اپنے لشکر کو لے کر رقیم کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

بہال تک کہنے کے بعد عریب نے بڑے غور سے الساز کی طرف دیکھا اور کہنے

گلی کیا میں نے سچ کہا ہے۔

السا منہ سے تو کچھ نہ بولی عجیب سے انداز میں باری باری اس نے اوزال اور عریب کی طرف دیکھا پھر اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

اس کی اس حرکت پر عریب تھوڑی دیر مسکراتی رہی غور سے اس کی غرغری دیکھتی رہی پھر دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

”السا میری بہن تم یہ بھی جانتی ہو کہ اوزال بے پناہ حد تک حبیب بن عثمان کو پسند کرتی ہے اور حبیب بن عثمان بھی اسے چاہتا ہے دونوں ایک دوسرے کو اپنا عزم کیے ہوئے ہیں اب بولو اس موقع پر تم کیا چاہتی ہو۔“

السا کی آنکھوں میں انتہا درجہ کی بے بسی اور چہرے پر افسردگی آمیز متانت تھی پھر اس کی آواز گونجی۔

”عریب میری بہن میں نے کیا کہنا ہے غلطی میری اپنی تھی حبیب بن عثمان کا میں کوئی قصور نہیں انہوں نے واقعی مجھے اپنی ماں کے پاس لے جانے کی پیشکش کی تھی مجھے اپنانے کا عزم بھی کیا تھا لیکن میں نے ان کی خواہش کو ٹھکرا دیا جبکہ اوزال اور وہ دونوں ایک دوسرے کو بے پناہ حد تک پسند کرتے ہیں تو میں ان کی پسند حاصل نہیں ہوں گی میں سمجھوں گی میں السا حبیب بن عثمان کے لیے پیدا نہیں ہوں اوزال اور حبیب بن عثمان کا ساتھ ازل سے لکھ دیا گیا تھا میں اسے قدرت کا نذر سمجھ کر قبول کر لوں گی۔“

السا کی گفتگو سے عریب خوش ہو گئی تھی پھر کہنے لگی۔

”جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اوزال اور حبیب بن عثمان دونوں دوسرے میں دلچسپی لیتے ہیں رما اور سعید ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور دوسرے کو اپنانے کا عزم کیے ہوئے ہیں وہاں مجھے اس بات کی بھی جستجو ہے کہ تمہارا بھی بندوبست ہونا چاہیے بہر حال تم فکر مند مت ہونا میں تمہارے سوچوں کی ضرور۔“

یہاں تک کہتے کہتے عریب کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کے کمرے دروازے پر اس کا بھائی مالک نمودار ہوا تھا پھر عریب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”عریب میری بہن ذرا اندر جانا پدر محترم اور دونوں مائیں تمہارا بڑی بے چینی انتظار کر رہی ہیں تمہارے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو ہو گی۔“

کہنے کے بعد مالک جب وہاں سے ہٹے لگا تو عریب نے اسے آواز دی۔

”مالک میرے بھائی کہاں بھاگنے لگے ہو پہلے میری بات تو سنو!“ اس کے ساتھ ہی عریب اٹھ کر کمرے سے باہر آگئی مالک رک گیا عریب آگے بڑھی مالک کے قریب آئی اور پوچھنے لگی۔

”میرے بھائی کیا معاملہ ہے خیریت تو ہے مجھے کیوں بلایا گیا ہے۔“

مالک تھوڑی دیر مسکراتا رہا اپنی بہن کی طرف غور سے دیکھتا بھی رہا پھر دبی دبی مسکراہٹ میں کہنا اٹھا۔

”میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کو کیوں بلایا جا رہا ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ سے کیا پوچھا جائے گا۔“

عریب نے اس کی بات کاٹ دی۔

”مالک میرے بھائی تنگ نہ کرو تم میرے بڑے پیارے بھائی ہو بتاؤ کیا معاملہ ہے؟“

مالک سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

”عریب میری بہن تو جانتی ہے کہ بہن کی حیثیت تے تو مجھے دنیا کی ہر شے سے باری اور عزیز ہے میں اندر ہی سے اٹھ کر آ رہا ہوں میری موجودگی ہی میں ساری گفتگو ہوئی آپ کو اس لئے اندر بلایا جا رہا ہے تاکہ آپ سے گفتگو کر کے آپ کی گفتگو کا اہم فیصلہ کیا جائے۔“

میری بہن تمہیں یاد ہو گا کہ ایک موقع پر حمان کے ساتھ تمہاری شادی کی گفتگو ہوئی تھی اب پدر محترم اور دونوں والدائیں تمہارے ساتھ اسی موضوع پر گفتگو کریں گی تمہارا عندیہ لینے کی کوشش کریں گی اس کے بعد آپ کے آخر جواب دیا جائے گا۔“

عریب نے کچھ سوچا پھر مالک کو مخاطب کیا۔

”بھائی آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے مجھے کیا کہنا چاہیے۔“

مالک مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

”میری بہن آپ بھی کمال کرتی ہیں فیصلہ آپ کی زندگی کا ہو رہا ہے اور مجھ سے ہیں جو آپ کا دل چاہتا ہے وہ کہہ دیجئے گا ویسے ایک بات بتائیے کہ تھان آپ کو کیا لگتا ہے۔“

عرب نے کچھ سوچا لیوں پر خوشگوار اور دلفریب میں مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔

”بہت اچھا ہے مزاج کا بھی عمدہ اخلاق و کردار کا بھی پسندیدہ ہے۔“

مالک اس کی بات کاٹتے ہوئے فوراً بول پڑا۔

”اگر اچھا ہے تو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے عرب میں تمہارا بھائی ہوں کبھی بھی غلط مشورہ نہیں دوں گا اگر میری بات مانوں اگر میرا مشورہ قابل قبول ہو تھان کے سلسلے میں ہاں کہہ دینا میں سمجھوں گا تمہاری زندگی سنور جائے گی۔“

عرب اپنے بھائی مالک کی اس ساری گفتگو کا جواب دیتا ہی چاہتی تھی کہ میں اس لمحہ شبیر کمرے سے نکل کر دروازے پر آن کھڑی ہوئی اور مالک کی طرف دیکھنے ہوئے کہنے لگی۔

میں آپ دونوں بہن بھائی کی باتوں میں مغل تو نہیں ہوئی۔

شبیر مالک کی منگیتر تھی دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے تھے محبت کرنے تھے مالک شبیر کے ان الفاظ پر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

”تم سے کوئی پردہ نہیں ہے ذرا نزدیک آؤ شبیر آگے بڑھی اور مالک کے بالکل قریب کھڑی ہو گئی۔“

مالک بڑی راز داری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اندر چونکہ السار اور رعنا بیٹھی ہوئی تھیں اس لئے میں نے عرب کو باہر بلا دیا ہے اس موضوع پر میں ان کی موجودگی میں گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے یہ موضوع ابھی متنازعہ ہے جب تک عرب ہاں نہیں کرتی۔“

شبیر بھی مسکرا دی اور کہنے لگی۔ ”کیا یہ موضوع عرب اور بھائی تھان کے ایک دوسرے سے منسوب کرنے کا ہے۔“

مالک مسکرا دیا۔ ”ہاں ایسا ہی موضوع ہے۔“ شبیر سوالیہ سے انداز میں عرب کی طرف دیکھنے لگی تھی کچھ دیر خاموشی رہی پھر شبیر نے عرب کو مخاطب کیا۔

”عرب میری بہن آپ نے یہاں بھی بہت اچھے اور صاف ستھرے ماحول میں رہنا پائی جہاں آپ کی شادی ہوئی تھی وہ شاہی گھرانا تھا وہاں بھی آپ کو زندگی کی خوشیاں مل رہی تھیں کیا جہاں تک تھان کا تعلق ہے وہ ایک فراخ دل اور ایک انتہائی

بل انسان ہے۔ میری بہن اگر اس کے لئے ہاں کہتی ہو تو میں آپ کو ضمانت دیتی ہوں کہ وہ آپ کو انتہا درجہ کا خوش و خرم رکھنے کی کوشش کرے گا آگے آخری فیصلہ آپ کی مرضی ہے میں اور مالک صرف آپ کو مشورہ دے سکتے ہیں۔ کرنی آپ کو اپنی مرضی ہے۔“

جب تک شبیر بولتی رہی عرب مسکراتی رہی اس کے خاموش ہونے پر عرب نے اشارہ کیا۔

”میں تم دونوں کی گفتگو کا شکریہ ادا کرتی ہوں بہر حال میرے لیے دعا کرنا میں ضرور جانتی ہوں۔“ اس کے ساتھ عرب وہاں سے ہٹی اور قصر کے اس حصے کی طرف لے گئی جو اس کے ماں باپ کی رہائش گاہ تھی۔

عرب کے جانے کے بعد شبیر نے بڑے پیار، پوی، محبت اور بڑی چاہت میں مالک کو مخاطب کیا۔

”آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔“

مالک تھوڑی دیر تک شبیر کی طرف بڑے پیار سے دیکھتا رہا مسکراتا رہا پھر کہنے لگی۔ ”میں تھوڑی دیر تک لوٹ کر آتا ہوں ذرا مستقر کی طرف جا رہا ہوں تم اندر جا کر بیٹھو وہاں کیا سمجھیں کہ میں اور تم آپس میں کیا گفتگو کر رہے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی مالک مڑا اور چلا گیا شبیر جس کمرے سے نکلی تھی اسی کمرے میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔

تجو دیر تک خاموشی رہی پھر شقید نے حارث کو مخاطب کیا۔

”جیکہ ہمارے سارے گھریلو معاملات طے پا چکے ہیں تو اب میرا ایک مسئلہ ہے۔“  
”جانتی ہوں اسے بھی آپ حل کریں۔“  
غلطو اور حارث دونوں نے بیک وقت بڑے عجیب اور استفہامیہ سے انداز میں

نہ کی طرف دیکھا اس پر ر شقید مسکراتے ہوئے بول پڑی۔

”آپ جانتے ہیں کہ مالک اور حویلہ کا معاملہ پہلے ہی طے تھا اب عریب کا مسئلہ میں تیرا باپ اور تیری دونوں مائیں بیٹھی ہوئیں ہیں۔ میری بچی زندگی کا کوئی اثر نہیں ہے میں چاہتا ہوں تیرا گھر آباد ہو اور تو خوش و خرم رہے میں نے یہ بھی ارادہ کر لیا ہے کہ جب حویلہ کی شادی ہو تو تمہاری شادی بھی کر دی جائے اس طرف سے تو وہاں پ حویلہ اور مالک کا معاملہ طے کر دیا گیا ہے وہاں زبیل کو بھی اس لڑکی سے دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے سے منسوب بھی کر دیا جائے اس طرح ہماری ساری ذمہ داریاں پوری ہو جائیں گی۔“

جا چکا ہے۔ بیٹی سیلاس نے میرے ساتھ تمہارے متعلق جو بات کی تھی وہ تمہیں شقید کی گفتگو سے حارث اور غلطو دونوں خوش اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے کے لیے مانگتا ہے۔“

حارث تھوڑی دیر کے لیے رکا عریب کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ کیا۔  
دوبارہ اس نے بولنا شروع کیا۔

”بیٹی اب سارا معاملہ تم پر ہے جہاں تک تھان کا تعلق ہے وہ بہت اچھا لڑکا ہے وہ بہت اچھا موضوع اور بڑا اچھا مسئلہ چھیڑا ہے میری اولاد میں سے باقی نیک ہے بھادر ہے اور پھر تم جانتی ہو کہ ان کا بہترین تجارتی کاروبار ہے میں پسند کروں گا کہ تم ساری زندگی اکیلی اور مجرد بیٹھی رہو بیٹی بتاؤ کیا تھان کے سلسلے رضامند ہو۔“

جب تک حارث بولتا رہا عریب گردن جھکائے بیٹھی رہی جب وہ خاموشی ایک نگاہ اس نے باری باری اپنی دونوں ماؤں پر ڈالی پھر اپنے باپ کی طرف دیکھ کے بعد منہ سے کچھ کئے بغیر ہاں میں گردن ہلا دی تھی۔

عریب کے اس اشارے پر حارث ہی نہیں غلطو اور شقید دونوں متحیر تھیں پھر حارث کہنے لگا۔ ”میری بیٹی اب تم جاؤ تم نے میرا جی خوش کر دیا۔“

عریب نے جواب میں کچھ نہ کہا فوراً اٹھی اور قصر کے اس کمرے سے نکل گئی۔

”زبیل نے جس لڑکی کو اپنے لیے پسند کیا ہے حسن خوبصورتی اور جسمانی کشش کے ساتھ ساتھ اس کا کوئی جواب نہیں ہے وہ اوزال کو اپنے لیے پسند کر چکا ہے۔“ شقید نے ان کو مخاطب کر کے کہا۔

”تو جانتی ہے اوزال کو میں نے اپنی بیٹی بنا چکا ہوں میں یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ میں اسے اپنے بیٹے سے کیسے بیاہ دوں

عریب قصر کے ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئی جس میں اس کا باپ اس کی ماں اور سوتیلی ماں تینوں بیٹھے تھے جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو حارث اٹھ کر اس کا بہترین استقبال کیا اپنے قریب بٹھایا کچھ دیر خاموشی رہی پھر نے عریب کو مخاطب کیا۔

”میری بیٹی جس موضوع پر بات کرنے کے لیے میں نے تمہیں بلایا ہے میرے خیال میں مالک نے اس کی نشان دہی ضرور کر دی ہو گی اس وقت یہاں کوئی فیصلہ نہیں تیرا باپ اور تیری دونوں مائیں بیٹھی ہوئیں ہیں۔ میری بچی زندگی کا کوئی اثر نہیں ہے میں چاہتا ہوں تیرا گھر آباد ہو اور تو خوش و خرم رہے میں نے یہ بھی ارادہ کر لیا ہے کہ جب حویلہ کی شادی ہو تو تمہاری شادی بھی کر دی جائے اس طرف سے تو وہاں پ حویلہ اور مالک کا معاملہ طے کر دیا گیا ہے وہاں زبیل کو بھی اس لڑکی سے دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور دونوں کو ایک دوسرے سے منسوب بھی کر دیا جائے اس طرح ہماری ساری ذمہ داریاں پوری ہو جائیں گی۔“

حارث تھوڑی دیر کے لیے رکا عریب کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ کیا۔  
دوبارہ اس نے بولنا شروع کیا۔

”بیٹی اب سارا معاملہ تم پر ہے جہاں تک تھان کا تعلق ہے وہ بہت اچھا لڑکا ہے وہ بہت اچھا موضوع اور بڑا اچھا مسئلہ چھیڑا ہے میری اولاد میں سے باقی نیک ہے بھادر ہے اور پھر تم جانتی ہو کہ ان کا بہترین تجارتی کاروبار ہے میں پسند کروں گا کہ تم ساری زندگی اکیلی اور مجرد بیٹھی رہو بیٹی بتاؤ کیا تھان کے سلسلے رضامند ہو۔“

جب تک حارث بولتا رہا عریب گردن جھکائے بیٹھی رہی جب وہ خاموشی ایک نگاہ اس نے باری باری اپنی دونوں ماؤں پر ڈالی پھر اپنے باپ کی طرف دیکھ کے بعد منہ سے کچھ کئے بغیر ہاں میں گردن ہلا دی تھی۔

عریب کے اس اشارے پر حارث ہی نہیں غلطو اور شقید دونوں متحیر تھیں پھر حارث کہنے لگا۔ ”میری بیٹی اب تم جاؤ تم نے میرا جی خوش کر دیا۔“

عریب نے جواب میں کچھ نہ کہا فوراً اٹھی اور قصر کے اس کمرے سے نکل گئی۔

”زبیل نے جس لڑکی کو اپنے لیے پسند کیا ہے حسن خوبصورتی اور جسمانی کشش کے ساتھ ساتھ اس کا کوئی جواب نہیں ہے وہ اوزال کو اپنے لیے پسند کر چکا ہے۔“ شقید نے ان کو مخاطب کر کے کہا۔

”تو جانتی ہے اوزال کو میں نے اپنی بیٹی بنا چکا ہوں میں یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ میں اسے اپنے بیٹے سے کیسے بیاہ دوں

وہ ایک طرح سے اس کی بہن ہے۔“

ثقیلہ ایک دم بول پڑی۔

”آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں اوزال کا ہمارے ساتھ کوئی نصیبی تعلق نہیں ہے لڑکے لڑکی کو جب آپس میں منسوب نہیں کیا جاتا تب وہ ایک لڑکے کو بھائی بہن کہہ کر پکارتے ہیں جب انہیں منسوب کر دیا جاتا ہے تو وہ ایسے استعمال کرنا ترک کر دیتے ہیں اس لئے اوزال کی اگر زبیل کے ساتھ شادی ہو تو اس میں کوئی حرج اور رکاوٹ نہیں ہے۔“

حارث ہار مانتا دکھائی دیا۔

”نہیں ثقیلہ ایسا نہیں ہو گا جب تک اوزال اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کرتی“

”کننے لگا یونہی سہی پر اس سلسلے میں پہلے اوزال سے گفتگو کرنا چاہیے زبیل اسے اپنے لئے پسند کر چکا ہے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے تو اس کا بہت اچھا اور بہت عمدہ ہے اس کی پسند لاجواب ہے لیکن اس سلسلے میں اوزال بھی پوچھنا پڑے گا کہ کیا وہ زبیل کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہے۔“

ثقیلہ نے کسی قدر فکر مندی میں کہنا شروع کیا۔

”زوف کے ذریعے زبیل نے اوزال کا عندیہ لینے کی کوشش کی تھی میں آپ۔“

”کوئی چیز چھپاؤں گی نہیں ہر بات آپ پر واضح کہوں گی۔ زوف کو جو جواب اوزال دیا تھا وہ حوصلہ شکن ہے اس کا کہنا تھا کہ یہاں آنے سے پہلے ہی وہ کسی کو پسند چکی ہے اور اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عندیہ کیے ہوئے ہے۔“

حارث جھٹ سے بول پڑا۔ ”یہ معاملہ ہے تو اوزال کے ساتھ زبردستی کیے جاسکتی ہے اگر وہ زبیل کو پسند نہیں کرتی اپنی زندگی کے ساتھ کا چناؤ کر چکی ہے ہم اس کے چناؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس زبیل کے پلے باندھ دیں ثقیلہ یاد میں اوزال کے معاملے میں زبردستی نہیں کروں گا۔“

ثقیلہ نے پھر اپنے بیٹے کی طرف داری کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”جہاں تک میں اندازہ لگا چکی ہوں زبیل جنون کی حد تک اوزال کو پسند ہے اگر اسے اوزال نہ ملی تو یاد رکھیے گا وہ اپنی جان سے کھیل بھی سکتا ہے انتہائی قدم بھی بھی اٹھا سکتا ہے اوزال کو اگر زبیل کے ساتھ بیاہ دیا جائے تو

”اے میرے باپ! آپ نے مجھے پھر طلب کیا ہے خیریت تو ہے۔“

حارث مسکرایا اور کہہ اٹھا۔ ”میری بیٹی میں نے تجھے اوزال کے سلسلے میں بلایا

”یقیناً اب بولو اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے تمہارے سامنے عریب  
بن کر رہی ہے کہ اوزال حبیب بن عثمان کو پسند کرتی ہے حبیب بن عثمان بھی  
چاہتا ہے۔“

”میں کچھ نہیں جانتی اوزال کے پسند کرتی ہے یا نہیں کرتی۔ مجھے بتائیں کہ  
میں نے کیا بنے گا اس لیے کہ وہ تو اوزال کو دیوانگی کی حد تک چاہتا ہے۔“

”تمہارا کہنا درست ہے لیکن عریب بتا چکی ہے کہ اوزال بھی حبیب بن عثمان کو  
پسند کرتی ہے پھر میں کیسے اسے حبیب بن عثمان سے چھین کر زیبال  
کا پلے باندھ دوں ہاں اس مسئلے کو حل کرنے کا ایک طریقہ میرے ذہن میں آتا  
ہے۔“

”یقیناً کی آنکھوں میں چمک آئی اور پوچھ لیا کیسا طریقہ۔“

حارث نے باری باری عریب، خلدو اور یقین کی طرف دیکھا اور کہہ اٹھا۔

”حبیب بن عثمان کی واپسی کا انتظار کرتے ہیں قصر کے جس کمرے میں اس وقت  
رہتے ہیں اس میں زیبال سے حبیب بن عثمان اور اوزال کو بلا لیں گے گھر کے  
مارے افراد بھی یہاں بیٹھ جائیں گے حبیب بن عثمان اور زیبال پر واضح کر دیا جائے  
گاں دونوں میں سے ایک کی اوزال ہو سکتی ہے۔ دونوں تیغ زنی کا مقابلہ کر دو جو جیت  
نے کا اوزال اس کی ہوگی کو یقیناً یہ تمہیں منظور ہے۔“

”یقیناً کارنگ ہلدی اور سرسوں ہو کر رہ گیا تھا۔ کہنے لگی۔“

”یہ کیسے ممکن ہے حبیب بن عثمان کے سامنے تیغ زنی میں زیبال تو چند لمحے بھی  
نہیں لڑ سکے گا۔ نقصان اٹھائے گا۔“

تب حارث مسکرا کر کہنے لگا اگر ایسا معاملہ ہے تو چپ رہو زیبال کو اوزال نہیں  
پسند کرتی اس لیے اپنی بیٹی کہہ چکا ہوں عریب تمہارے سامنے بتا چکی ہے کہ اوزال  
حبیب بن عثمان کو پسند کرتی ہے حبیب بن عثمان کو بھی میں بیٹا کہہ کر پکارتا ہوں۔ بس  
میں حبیب بن عثمان کی دل شکنی کر سکتا ہوں نہ اوزال پر جبر کر سکتا ہوں وہ دونوں  
کا چناؤ کر چکے ہیں تو میں دونوں کو ایک دوسرے کی زندگی کا ساتھی بنا

ہے اوزال تیرے ساتھ یروخلم شہر میں بھی رہی ہے تو نے اسے اپنی بہن بنا  
ہوا ہے میرا دل کتا ہے تو اس کے ظاہر باطن سے خوب اچھی طرح سمجھ لو  
چھوٹی ماں یقیناً تیرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے یہ مجھ سے زیبال کے لیے اوزال کو  
ہے ساتھ ہی یہ بھی کہتی ہے کہ اوزال کسی اور کو پسند کرتی ہے زیبال سے  
نہیں جوڑنا چاہتی یہ بھی بتاتی ہے کہ زیبال جنون اور دیوانگی کی حد تک اسے چاہتا  
اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے۔

بیٹی اوزال کے سلسلے میں رہی کوئی زیادتی کوئی جبر تو نہیں ایسا نہیں کرنا چاہتا  
کے ذریعے زیبال نے اوزال سے یہ بھی جاننے کی کوشش کی تھی کہ وہ کے پسند  
ہے اس نے یہ تو اقرار کیا ہے کہ یہاں آنے سے پہلے وہ کسی کو پسند کر چکی ہے  
زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکی ہے لیکن کے پسند کیا ہے اس کا نام نہیں بتاتی  
کیا تو جانتی ہے کہ اپنی زندگی کے ساتھ کے طور پر اوزال نے کس کا چناؤ کیا ہے؟  
اس گفتگو سے عریب کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ  
اٹھی۔

”پدر محترم میں جانتی ہوں اوزال کے پسند کرتی ہے کے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے  
عزم کیے ہوئے ہے اگر میری چھوٹی ماں برا نہ مانے تو میں یہ بھی کہوں گی کہ اوزال  
کسی بھی صورت زیبال سے اپنا رشتہ جوڑنا پسند نہیں کرے گی۔“

عریب مزید کچھ کہتے کہ یقیناً بول پڑی اچھا میری بیٹی پہلے یہ بتاؤ کہ اوزال  
لیے اوزال نے کس کا انتخاب کیا ہے۔  
عریب مسکراتے ہوئے کہہ اٹھی۔

”جس کا اس نے انتخاب کیا ہے وہ اس کا محافظ بھی ہے اس کا رہبر اور رہبر  
بھی ہے وہ حبیب بن عثمان ہے۔ اوزال اسے دیوانگی کی حد تک چاہتی ہے وہ خود  
اسے پسند کرتا ہے اب بتائیں آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔“

اس انکشاف پر حارث اور خلدو دونوں کے چہرے پر خوشگوار اور خوش  
مسکراہٹ کھل گئی تھی۔ تاہم یقیناً فکر مند اور افسردہ ہو کر رہ گئی تھی۔ حارث  
اسے مخاطب کیا۔

دوں گا اس میں میرے ضمیر کا اطمینان اور ایسا کرنے ہی میں انصاف نہیں ہے۔“  
 شقید نے کوئی جواب نہیں دیا وہ اداس اور افسردہ بیٹھی ہوئی تھی حارث کو  
 تک اس کا جائزہ لیتا رہا پھر کہنے لگا۔

شقید تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ زبیاں میرا بھی بیٹا ہے میری  
 اس کی بہتری چاہتا ہوں۔ پر یاد رکھنا اوزال کو زبردستی اس سے بیاہ دینا اس کے ساتھ  
 بھلائی نہیں دشمنی ہے اگر ایسا ہوتا ہے تو یاد رکھنا حبیب بن عثمان کی حق تلفی ہوگی  
 ہمیں چھوڑ کر چلا جائے گا اس کے جانے کے بعد اوزال بھی یہاں رہنا پسند نہیں  
 کرے گی۔ اس کے پیچھے پیچھے نخلستان چلی جائے گی۔ لہذا زبیاں کو سمجھاؤ کہ اوزال  
 خیال اپنے ذہن سے نکال دے اگر وہ ایسا کرنے پر رضامند نہ ہو تو اسے میرے پاس  
 بھیج دینا میں اسے خود ہی سمجھا دوں گا میرے خیال میں میرے سمجھانے پر وہ اوزال  
 کے بجائے کسی اور لڑکی کو اپنی زندگی کا ساتھی بننے میں رضامند ہو جائے گا۔“

حارث کے اس فیصلے پر عریب اور اس کی ماں غلدو دونوں خوش دکھائی دے رہا  
 تھیں اس موقع پر عریب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔  
 ”پدر محترم آپ کو مجھ سے مزید کام ہے یا میں جاؤں اس لیے کہ میرے کمرے  
 میں اس وقت شمس، راسا، راما اور اوزال بیٹھی ہوئی ہیں وہ بڑی بے چینی سے میرا  
 انتظار کر رہی ہوں گی۔“

تم جاؤ میری بیٹی میں جس موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا وہ گفتگو ہو چکی۔  
 اس کے ساتھ ہی عریب مڑی اور قصر کے اس کمرے سے نکل گئی تھی۔ حارث  
 بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا مالک مستقر کی طرف گیا میں بھی اس کے پیچھے  
 لشکر گاہ کی طرف جاتا ہوں میرے خیال میں جس کام کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے  
 اسے ہم اپنے طریقے سے نمٹا چکے ہیں اس کے بعد حارث اس کمرے سے نکلے  
 غلدو اور شقید بھی اپنے اپنے کمروں کی طرف چلی گئیں تھیں۔



شقید کو اپنے کمرے میں بیٹھے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کا بیٹا زبیاں  
 کمرے میں داخل ہوا اپنی ماں کے چہرے کا اندازہ لگاتے ہوئے اس کے اپنے چہرے پر  
 اڑایاں اور دیرائیاں سی بکھر گئیں تھیں تاہم آگے بڑھا آہستہ آہستہ اس نشست کی  
 طرف گیا جو اس کی ماں کے سامنے خالی پڑی تھی وہاں بیٹھ گیا پھر غور سے اپنی ماں کی  
 طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

”آپ میرے جس کام کے لیے گئیں تھیں اس کا کیا بنا۔“

شقید نے تھوڑی دیر چپ سادھے رکھی گہری سوچوں میں غرق رہ پھر اپنے  
 اونٹوں پر زبان پھیری اس کے بعد زبیاں کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑی۔

”تو نے جو کام میرے ذمے لگایا تھا وہ کام ہوتا نظر نہیں آتا۔“ میں سمجھتی ہوں تو  
 نے اپنے آپ کو خواہ مخواہ ایک گورکھ دھندے میں پھنسا لیا ہے اوزال کے علاوہ تجھے  
 کئی اور لڑکی اس رقیم شہر میں نظر نہیں آئی۔ جسے تو اپنی زندگی کا ساتھی بنا سکتا اتنا  
 بڑا شہر ہے بے شمار لڑکیاں ہیں تو جس لڑکی کی طرف اشارہ کرتا تو میں اسے ضرور  
 تمہاری زندگی کا ساتھی بنا دیتی لیکن تیری نظیر انتخاب آخر اوزال پر ہی کیوں پڑی یاد  
 رہتا اوزال ایک ایسی منزل ہے جس کے سامنے دھند ہی دھند دھواں ہی دھواں اور  
 موت کے سراب ہی سراب بکھرے پڑے ہیں تم جتنا اس کی طرف بڑھو گے فضا کی  
 گندم اور سبے کنار سراپوں کے اندر بھٹکتے چلے جاؤ گے میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ  
 اوزال کا خیال اپنے دل سے نکال دو اس لیے کہ وہ پہلے سے کسی کو پسند کر چکی ہے  
 تو کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکی ہے کسی سے محبت کرتی ہے کسی پر اپنی  
 ہنس بھڑکھار کر چکی ہے اب بولو تم کیا کہتے ہو۔“

زبیاں کچھ دیر تک کمرے کے اندر بیٹھی قالین کی طرف دیکھتا رہا پھر خفگی کے



زیبال کے چہرے پر دور دور تک افسروگیاں آنکھوں کے اندر گہری مایوسیاں بکھیر  
نہیں گردن اس کی جھک گئی کچھ دیر سوچا پھر اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

”ہاں ہ کیونکر ممکن ہے میں کیسے حبیب بن عثمان کا تیغ زنی میں مقابلہ کر سکتا  
ہوں وہ ایک ماہر اور مشاق تیغ زن ہے میں تو چند لمحے بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر  
سکتا اس طریقے سے تو میں کبھی بھی اوزال کو حاصل نہیں کر سکتا۔“

ثقیلہ نے بھی اس بار فیصلہ کن انداز میں کہنا شروع کیا۔  
”اگر تم حبیب بن عثمان سے تیغ زن کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر چپ ہو جاؤ  
اوزال کو حاصل کرنے کا خیال اپنے دل سے نکال دو اس لئے کہ اوزال حبیب بن  
عثمان کا محافظ اور اپنا پاسبان سمجھتی ہے اس کی ہونا چاہتی ہے اسی کے ساتھ رہنا چاہتی  
ہے تم اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر کسی اور لڑکی کو چناؤ کر لو اوزال کسی بھی  
مورت تمہاری نہیں ہو سکتی۔“

اس کے ساتھ ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی پھر زیبال اٹھا اور چپ چاپ گردن  
ہٹائے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔



عرب کے کمرے میں حویلہ عرب اوزال السار رما اور شبیر سب بیٹھیں باہم  
ٹٹو کر رہی تھیں کہ کمرے کے دروازے پر غلام گردش کے اندر مالک بن حارث  
نور ہوا دروازے کے عین سامنے آ کر وہ رک گیا پھر کمرے میں بیٹھی اوزال کی  
طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اوزال میں تمہارے اور رما کے لیے خصوصیت کے ساتھ باقی لوگوں کے لئے  
نبوت کے ساتھ خبر لے کر آیا ہوں کہ حبیب بن عثمان اور سعید اپنی مہم سے  
ایجاب لوٹ کر آئے ہیں برابر کے ساتھیوں کے ایک بڑے لشکر کا انہوں نے خاتمہ کر  
لیا ہے جس وقت مستقر میں گیا تو میرے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد دونوں اپنے  
لشکر کے ساتھ لشکر گاہ میں داخل ہوئے اتنی دیر میں میرے والد بھی وہاں پہنچ گئے

انداز میں بول پڑا۔

”آخر وہ کسے چاہتی ہے کس کو پسند کرتی ہے اس نے ایک بار زوفہ سے کہا کہ  
کہ یہاں آنے سے پہلے ہی وہ کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کیے ہوئے  
کو پسند کر چکی ہے آخر وہ کون ہے۔“

ثقیلہ نے گھورنے کے انداز میں اپنے بیٹے زیبال کی طرف دیکھا۔

”جسے وہ پسند کر چکی ہے وہ ایسا تیغ زن ہے جو آندھی اور طوفان کا روپ دھار  
سکتا ہے جسے وہ اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر چکی ہے وہ ایسا دراز دست ہے  
جس کے سامنے تم بے بس تنکوں کی طرح بتے چلے جاؤ گے جاننا چاہو گے کہ پسند  
کرتی ہے؟ وہ حبیب بن عثمان کو چاہتی ہے۔“

اوزال اپنی پسند چاہت کا اظہار عرب سے بھی کر چکی ہے عرب جانتی ہے  
اوزال حبیب بن عثمان کو دیوانگی کی حد تک پسند کرتی ہے اور اس کا اظہار عرب نے  
تمہارے باپ سے بھی کر دیا ہے اس لئے تمہارے باپ کا اول فیصلہ تو یہ ہے کہ  
اوزال کو اس کی مرضی کے خلاف زبردستی تمہارے ساتھ نہیں بیاہا جاسکتا ہے اور اگر  
تم اپنی اس بات پر اڑے رہتے ہو کہ تم اوزال ہی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتے  
ہو تو ایک طریقہ ہے۔“

اپنی ماں کی اس گفتگو سے زیبال کی آنکھوں میں امید کی کرنیں ناچ اٹھیں تھیں  
چہرے پر اس رونق بکھیری ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

”ماں وہ کون سا طریقہ ہے جس کے ذریعے میں اوزال کو حاصل کر سکتا ہوں۔“  
ثقیلہ نے تیز لگا ہوں سے اپنے بیٹے زیبال کی طرف دیکھا پھر بول پڑی۔

”تمہارے پاس اوزال کو حاصل کرنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ تمہارا  
حبیب بن عثمان کا تیغ زنی کا مقابلہ کرایا جائے اگر تیغ زنی کے اس مقابلے میں تم  
حبیب بن عثمان کو ہرا دیا تو اوزال کو تمہارے ساتھ بیاہا جاسکتا ہے اس لئے کہ  
حبیب بن عثمان کو اوزال کا محافظ اور پاسبان خیال کیا جاتا ہے اگر تم اسے ہرا دیتے  
تو پھر محافظ اور پاسبانی کے فرائض تم احسن طریقے سے ادا کر سکتے ہو لہذا اوزال  
تمہاری بن سکتی ہے۔“

ابن عثمان میرے بھائی آج قصر میں تمہارے لیے ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا ہے دعوت کے انتظامات میری بہن عریب نے اپنے ہاتھ میں لیے تھے میرے خیال میں سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں اس وقت اوزال اپنے کمرے میں ہو گی وہ بیٹے جینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہو گی جاؤ اس سے مل لو اس کے بعد کھانے کا اہتمام کیا جائے گا۔“

مالک کی یہ گفتگو حارث نے بھی سن لی تھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تب مسکراتے ہوئے حبیب بن عثمان بھی اپنے کمرے کی طرف گیا۔

اس نے دیکھا اوزال پہلے ہی اس کے کمرے میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی حبیب بن عثمان جو نہی کمرے میں داخل ہوا اوزال اٹھ کھڑی ہوئی پھر اپنے چہرے پر مہمی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے اس نے شہد اور مٹھاس برساتی آواز میں حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”براہم کے آدمیوں کے خلاف آپ کی کامیابی پر میں آپ کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔“

حبیب بن عثمان مسکرایا اوزال کے قریب گیا پھر بڑی رازداری میں کہنے لگا۔  
 ”اور میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے مجھے مبارکباد دی ہے۔“  
 حبیب بن عثمان کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے اوزال پھر بڑے پیار سے ہل پڑی۔

”آپ کو پتہ ہے آج قصر میں آپ کے لیے دعوت کا اہتمام کیا گیا ہے۔“  
 حبیب بن عثمان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس وقت کمرے میں عریب، حویلہ اور شہزاد داخل ہوئے تینوں نے حبیب بن عثمان کو اس کی مہم کی کامیابی پر مبارکباد دی پھر لب نے پوچھ لیا۔

”حبیب بھائی سعید کہاں گیا۔“  
 حبیب نے مڑ کر عریب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔  
 سعید تھوڑی دیر تک آتا ہے وہ السار، رما اور ان کے باپ کو لینے معبد کی

مستقر کے اندر ہی باہم بیٹھ کر ہم نے فیصلہ کیا کہ دو دن بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا اور یہ ہیرو دیس پر حملہ آور ہو گا کیونکہ مجھے اور میرے باپ کو حبیب بن عثمان سعید کے آنے کا انتظار تھا اور ان کی واپسی کے بعد ہم ہیرو دیس کے خلاف قدم اٹھانے چاہتے تھے اب جبکہ حبیب بن عثمان اور سعید لوٹ آئے ہیں تو دو دن بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔“

مالک جب خاموش ہوا تو اس نے دیکھا اوزال کے چہرے پر عجیب طرح کی جھنجھ اور سوالیہ سی کیفیت تھی اس کی اس حالت کو بھانپتے ہوئے مالک کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ خود ہی بول پڑا۔

”اوزال میری بہن اب شاید تم یہ پوچھنا پسند کرو گی کہ حبیب بن عثمان کہاں ہے یہاں کیوں نہیں آیا یہی سوال رما کے دل میں بھی گردش کر رہا ہو گا کہ سعید کہاں ہے یہاں اس سے ملنے کیوں نہیں آیا تو تم دونوں کے لیے باری باری میں یہ کول؟ کہ اوزال آج شام کا کھانا حبیب بن عثمان تمہارے ساتھ کھائے گا۔ رما تم السار کے ساتھ گھر جاؤ سعید تمہیں وہاں ملے گا۔ پھر تم سب لوگ اکٹھے یہاں آؤ گے کہ قصر میں آج تم سب کی دعوت ہے۔“

اس خبر پر رما اٹھ کھڑی ہوئی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی بہن السار بھی کھڑی ہو گئی پھر دونوں بہنیں وہاں سے چلی گئیں تھیں ان کے جانے کے بعد عریب اوزال کا مخاطب کیا۔

”اوزال اٹھو آج میں اور تم دونوں مل کے حبیب بن عثمان کی دعوت کریں گے یوں جانو آج ایک بہن کی طرف سے بھائی کی دعوت ہے اس سلسلے میں شہیر بھی ہمارے مدد کرے گی حویلہ بھی ساتھ دے گی چاروں مل کر کام کرتے ہیں شہیر بھی ہمارے ساتھ ہی شام کا کھانا کھائے گی۔“ اوزال، شہیر اور حویلہ نے عریب کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ چاروں اٹھ کر قصر کے مطبخ کی طرف چلی گئیں تھیں۔“

سورج جب غروب ہو گیا اور رقیم کا قصر مشعلوں کی روشنی سے جگمگا اٹھتا تھا میں نبیطوں کا بادشاہ حارث اس کا بیٹا مالک اور حبیب بن عثمان داخل ہوئے قصر تھوڑا سا آگے بڑھنے کے بعد مالک رکا اور حبیب بن عثمان کو اس نے مخاطب کیا۔

طرف گیا ہے۔

پھر عریب کے کہنے پر سب اس کمرے سے نکلے اور قصر کے جس کمرے میں دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا اس طرف ہو لیے تھوڑی ہی دیر بعد سعید بھی الساررغا اور بڑے پوجاری ایرخ کو لے کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس دعوت میں نبطیوں کے وزیر سیلاس کے علاوہ اس کے دونوں بیٹے تیمان اور یوناہ نے بھی شرکت کی تھی۔

دو روز بعد نبطیوں کے بادشاہ حارث نے ایک جرار لشکر کے ساتھ اپنے شہر سے شرق اردن کی طرف کوچ کیا اس کا بیٹا مالک، حبیب بن عثمان اور سعید اس کے ہمراہ تھے۔



عرض فلسطین کا بادشاہ ہیرودیس ایک روز اپنے محل کے ایک کمرے میں اپنی بیٹی ہیرودیہ اور اس کی ماں کے ساتھ بیٹھا محو گفتگو تھا کہ اس کا چوہدار اندر آیا جھک کر اس نے ہیرودیس کو تعظیم دی پھر کہنے لگا۔

مالک ایک قاصد نبطیوں کے شہر رقیم سے آیا ہے۔ میں نے اسے کیدنے کی کوشش کی لیکن وہ بتانے سے گریز کرتا ہے اس کا اصرار ہے کہ جو کچھ کہنا چاہتا ہوں آپ سے کہے گا ساتھ ہی انکشاف کرتا ہے کہ جس راز سے وہ پردہ اٹھانا چاہتا ہوں ایسا راز ہے جس میں آپ کی بہتری اور بھلائی ہے۔

ہیرودیس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کی بیوی ہیرودیہ بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر ہیرودیس نے اپنے چوہدار کو مخاطب کیا۔

”میں نہیں جانتا کہ رقیم سے آنے والا وہ قاصد کیا پیغام لے کر آیا ہے ہو سکتا ہے نبطیوں کے بادشاہ کی طرف سے ہمارے لیے جنگ کی کوئی دھمکی ہو کیونکہ میں اس کی بیٹی عریب کو طلاق دے کر بھیج دیا ہے۔“

چوہدار اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر اس نے ہیرودیس کو مخاطب کیا۔

”مالک ایسی بات نہیں ہے جو قاصد آیا ہے اس کے گفتگو کرنے کا انداز ایسا ہے کہ میں کچھ سمجھا ہوں کہ وہ کوئی بات رقیم کے بادشاہ حارث یا اس کے وزیر کے خلاف کہنا چاہتا ہوں۔ اس قاصد کے علاوہ مشرقی سرحدوں پر جو ہمارے قلعے اور قلعہ ہیں ان میں سے ایک ناظر بھی آیا ہوا ہے وہ بھی آپ سے ملاقات کے سزا مند ہے۔“

ہیرودیس نے پھر اپنے چوہدار کو مخاطب کیا۔

”پہلے رقیم سے آنے والے قاصد کو لاؤ پھر میں اپنے منجر سے بات کروں گا۔“

نوٹ کے حوالے کر دیا جائے تو آپ اس کے صلے میں کتنی رقم ادا کر سکتے

تہمید کے ان الفاظ پر ہیرو دیس اور ہیرو دیہ دونوں ہی چونک پڑے تھے دونوں ہی ایک بڑی رازداری کے ساتھ سرگوشی میں گفتگو کرتے رہے پھر ہیرو دیس نے مخاطب کیا۔

”مر زبیل اوزال کو ہم تک پہنچا دے تو جس قدر وہ رقم مانگے گا ہم اسے ادا کریں گے، پر پہلے یہ بتاؤ کہ زبیل ایسا کیوں کرنا چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی دھوکہ نہ لے کر ہمیں نہ ہارے۔“

تہمید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ کہہ اٹھا۔  
”اس سلسلے میں کوئی دھوکہ یا فریب نہیں ہو رہا اصل اوزال جب وہاں پہنچی تو ہمارے پسند کرنے لگا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اوزال کے ساتھ اس کی شادی ہو جائے اس سلسلے میں اس نے اپنی ماں کے ساتھ بھی رابطہ قائم کیا وہ نبطیوں کے بادشاہ کے ہاتھ سے نکال کر شادی اوزال کے ساتھ کر دی جائے لیکن ایسا ہو نہ سکا اس لیے کہ اوزال حبیب بن عثمان نام کے ایک شخص سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ اسے اس شخص سے ہی وہ نوجوان ہے جو اوزال کو یروشلم سے نکال کر رقیم پہنچانے میں کامیاب ہوا۔“

ب زبیل انتقام پر اتر آیا ہے وہ چاہتا ہے کہ اوزال اس کی نہیں ہو سکتی تو

حبیب بن عثمان سے بھی اس کی شادی نہ ہو اور اسے کسی نہ کسی طریقے سے آپ نہ پہنچا دیا جائے تاکہ اوزال اس کی نہیں ہو سکی تو رقیم شہر میں کسی کی بھی بیوی بن کر رہ سکے۔“

قاصد جب خاموش ہوا تو اس بار ہیرو دیہ نے اسے مخاطب کیا۔  
”کیا تم بتا سکتے ہو کہ اوزال نے ان دنوں رقیم شہر میں کس جگہ قیام کیا ہوا ہے۔“

اوزال کا قیام خاص رقیم شہر کے قصر کے اندر ہے نبطیوں کے بادشاہ حارث نے یہاں پر رکھا ہے لہذا قصر کے اندر ہی اس نے قیام کر رکھا ہے اس کو وہاں

چوہدار باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد ایک شخص قصر کے اس کمرے میں دھک کر اس نے ہیرو دیس کو تعظیم دی ہیرو دیس نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے چوہدار نے بتایا ہے کہ تم نبطیوں کے شہر رقیم سے آئے ہو اور میرے لیے کوئی پیغام رکھتے ہو کو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

آنے والے قاصد نے کچھ کہنے سے پہلے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر زبیل کے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”فلسطین کے عظیم بادشاہ میں آپ کے لیے اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ نبطیوں کے بادشاہ حارث نے نہیں بلکہ اس کے بیٹے زبیل نے آپ کی طرف سے

کیا ہے۔ دراصل میں آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ یروشلم کی ماں جو اصل نام اوزال ہے جسے آپ دمشق کے بادشاہ حداد بن مدار کے حرم میں بھیجا تھا تھے جو یروشلم سے بھاگ گئی تھی میں اس کا پتا دینا چاہتا ہوں۔“

اوزال کا نام سن کر ہیرو دیس ہی نہیں ہیرو دیہ اور اس کی ماں بھی چونک اٹھیں ہیرو دیس کے بولنے سے ہی ہیرو دیہ بول پڑی۔

”کیا تم بتا سکتے ہو کہ اوزال اس وقت کہاں ہے اور وہ یروشلم سے کیسے قاصد نے پھر کہنا شروع کیا۔“

اوزال اس وقت رقیم شہر میں ہے اس کے بعد قاصد نے عریب کے اوزال کے بھاگنے کی ساری تفصیل بتا دی تھی۔

یہ تفصیل سن کر تھوڑی دیر تک ہیرو دیس اور اس کی خوبصورت اور نوجوان ہیرو دیہ حیرت اور پریشانی میں ڈوبے رہے۔ پھر ہیرو دیس نے قاصد کو مخاطب کیا۔

”تم نے اپنی گفتگو کے شروع میں یہ بتایا تھا کہ تمہیں نبطیوں کے بادشاہ نے نہیں بلکہ زبیل نے ہماری طرف روانہ کیا ہے۔ کیا تم اس معاملے کی تفصیل

دے گے کہ زبیل نے تمہیں ہماری طرف کیوں بھیجا ہے۔“

قاصد نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ باری باری اس نے ہیرو دیس اور بیوی ہیرو دیہ کی طرف دیکھا پھر کہنا شروع کیا۔  
”اے عظیم بادشاہ زبیل نے مجھے اس سوال کے ساتھ روانہ کیا ہے۔“

ہیروڈیس نے تالی بجائی۔ تالی کے جواب میں اس کا چوہدار اندر آیا ہاتھ کے اشارے سے ہیروڈیس نے چوہدار کو آنے کے لیے کہا پھر ہیروڈیس نے چوہدار کے کان میں ہنسنے سن کر وہ مسکرایا پھر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد چوہدار لوٹا اس کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک تھیلی تھی۔ اس نے ہیروڈیس کے کہنے پر رقیم کے قاصد کو دی پھر قاصد کو ہیروڈیس نے دیکھ لیا۔

”یہ رقم سنبھالو اور رقیم جا کر زیبال کو پیش کرو میری طرف سے اس کو پہنچا دو کہ اوزال ہمارے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے اسے ہم دمشق بھیجنا چاہتے ہیں اور دمشق پہنچتی ہے تو دمشق کے بادشاہ حداد بن حدار کے ساتھ ہمارے انتہائی برادر تعلقات استوار رہیں گے زیبال سے کہنا کہ یہ رقم پیشگی اسے دی جا رہی ہے جو اوزال ہمارے پاس پہنچ جائے گی تو اس سے کئی گنا زیادہ اور رقم اسے پیش کی جائے گی اب تم یہ رقم سنبھالو میرے چوہدار کے ساتھ جاؤ اگر تم یہاں قیام کرنا چاہو تو چوہدار تمہارے قیام اور طعام کا عمدہ انتظام کرے گا اگر تم کوچ کرنا چاہو تو تمہاری رائے بھی بہترین بندوبست کرے گا اس کے ساتھ ہی قاصد مڑا اس موقع پر چوہدار کو ہیروڈیس نے مخاطب کیا۔“

”اب اپنے مخبر کو بھیجو جو مشرقی سرحدوں کی طرف سے آیا ہے۔“

چوہدار رقیم شہر کی طرف سے آنے والے قاصد کو لے کر باہر نکل گیا تھا پھر دیر بعد ہیروڈیس کا ایک مخبر اس کے سامنے آیا۔

ہیروڈیس کو تعظیم دی جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو ہیروڈیس نے اسے مخاطب کیا۔

”تم ہماری مشرقی سرحدوں سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔“

آنے والا مخبر کچھ پریشان اور بدحواس تھا ہیروڈیس نے جب اس سے سنا تو اس نے کہنا شروع کیا۔

”مالک میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں نبطیوں کا بادشاہ ایک جوار لشکر اپنے مرکزی شہر سے کوچ کر چکا ہے اور ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیز رفتاری سے

سے صرف زیبال ہی نکال سکتا ہے ہیروڈیس کچھ دیر سوچتے ہوئے خاموش رہا۔

نے تالی بجائی۔ تالی کے جواب میں اس کا چوہدار اندر آیا ہاتھ کے اشارے سے ہیروڈیس نے چوہدار کو آنے کے لیے کہا پھر ہیروڈیس نے چوہدار کے کان میں ہنسنے سن کر وہ مسکرایا پھر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد چوہدار لوٹا اس کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک تھیلی تھی۔ اس نے ہیروڈیس کے کہنے پر رقیم کے قاصد کو دی پھر قاصد کو ہیروڈیس نے دیکھ لیا۔

”یہ رقم سنبھالو اور رقیم جا کر زیبال کو پیش کرو میری طرف سے اس کو پہنچا دو کہ اوزال ہمارے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے اسے ہم دمشق بھیجنا چاہتے ہیں اور دمشق پہنچتی ہے تو دمشق کے بادشاہ حداد بن حدار کے ساتھ ہمارے انتہائی برادر تعلقات استوار رہیں گے زیبال سے کہنا کہ یہ رقم پیشگی اسے دی جا رہی ہے جو اوزال ہمارے پاس پہنچ جائے گی تو اس سے کئی گنا زیادہ اور رقم اسے پیش کی جائے گی اب تم یہ رقم سنبھالو میرے چوہدار کے ساتھ جاؤ اگر تم یہاں قیام کرنا چاہو تو چوہدار تمہارے قیام اور طعام کا عمدہ انتظام کرے گا اگر تم کوچ کرنا چاہو تو تمہاری رائے بھی بہترین بندوبست کرے گا اس کے ساتھ ہی قاصد مڑا اس موقع پر چوہدار کو ہیروڈیس نے مخاطب کیا۔“

”اب اپنے مخبر کو بھیجو جو مشرقی سرحدوں کی طرف سے آیا ہے۔“

چوہدار رقیم شہر کی طرف سے آنے والے قاصد کو لے کر باہر نکل گیا تھا پھر دیر بعد ہیروڈیس کا ایک مخبر اس کے سامنے آیا۔

ہیروڈیس کو تعظیم دی جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو ہیروڈیس نے اسے مخاطب کیا۔

”تم ہماری مشرقی سرحدوں سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔“

آنے والا مخبر کچھ پریشان اور بدحواس تھا ہیروڈیس نے جب اس سے سنا تو اس نے کہنا شروع کیا۔

”مالک میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں نبطیوں کا بادشاہ ایک جوار لشکر اپنے مرکزی شہر سے کوچ کر چکا ہے اور ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیز رفتاری سے



ہیروڈیس نے تالی بجائی۔ تالی کے جواب میں اس کا چوہدار اندر آیا ہاتھ کے اشارے سے ہیروڈیس نے چوہدار کو آنے کے لیے کہا پھر ہیروڈیس نے چوہدار کے کان میں ہنسنے سن کر وہ مسکرایا پھر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد چوہدار لوٹا اس کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک تھیلی تھی۔ اس نے ہیروڈیس کے کہنے پر رقیم کے قاصد کو دی پھر قاصد کو ہیروڈیس نے دیکھ لیا۔

”یہ رقم سنبھالو اور رقیم جا کر زیبال کو پیش کرو میری طرف سے اس کو پہنچا دو کہ اوزال ہمارے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے اسے ہم دمشق بھیجنا چاہتے ہیں اور دمشق پہنچتی ہے تو دمشق کے بادشاہ حداد بن حدار کے ساتھ ہمارے انتہائی برادر تعلقات استوار رہیں گے زیبال سے کہنا کہ یہ رقم پیشگی اسے دی جا رہی ہے جو اوزال ہمارے پاس پہنچ جائے گی تو اس سے کئی گنا زیادہ اور رقم اسے پیش کی جائے گی اب تم یہ رقم سنبھالو میرے چوہدار کے ساتھ جاؤ اگر تم یہاں قیام کرنا چاہو تو چوہدار تمہارے قیام اور طعام کا عمدہ انتظام کرے گا اگر تم کوچ کرنا چاہو تو تمہاری رائے بھی بہترین بندوبست کرے گا اس کے ساتھ ہی قاصد مڑا اس موقع پر چوہدار کو ہیروڈیس نے مخاطب کیا۔“

”اب اپنے مخبر کو بھیجو جو مشرقی سرحدوں کی طرف سے آیا ہے۔“

چوہدار رقیم شہر کی طرف سے آنے والے قاصد کو لے کر باہر نکل گیا تھا پھر دیر بعد ہیروڈیس کا ایک مخبر اس کے سامنے آیا۔

ہیروڈیس کو تعظیم دی جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو ہیروڈیس نے اسے مخاطب کیا۔

”تم ہماری مشرقی سرحدوں سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔“

آنے والا مخبر کچھ پریشان اور بدحواس تھا ہیروڈیس نے جب اس سے سنا تو اس نے کہنا شروع کیا۔

”مالک میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں نبطیوں کا بادشاہ ایک جوار لشکر اپنے مرکزی شہر سے کوچ کر چکا ہے اور ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیز رفتاری سے

ہیروڈیس کی طرح ہیروڈیہ بھی اپنے خوبصورت جسم پر جنگی لباس پہنے ہوئے تھے۔ جس وقت ہیروڈیس کے کہنے پر اس کے لشکری پڑاؤ کے خیمے نصب کر رہے تھے گھوڑے کو ہانکتی ہوئی ہیروڈیہ اس جگہ آئی جہاں ہیروڈیس اپنے سالاروں کے صلاح و مشورہ کر رہا تھا ہیروڈیس کے پاس آکر ہیروڈیہ رک گئی اور جو گفتگو ہوئی تھی وہ سنتی رہی۔

ہیروڈیس اپنے سالاروں کو مشورہ دے رہا تھا کہ لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تین حصے براہ راست دشمن سے ٹکرائیں گے اور چوتھا حصہ عقب میں رکھ کرے گا پہلے اپنے پڑاؤ کی حفاظت کرے گا اور اگر جنگ کا پانسہ ان پر بھاری ہو تو جس سمت بھی لشکر میں کمزوری ہوگی اس دشمن پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گی۔

یہ سارے مشورے کرنے کے بعد ہیروڈیس بحر لوط کے کنارے خیمہ زن ہوئے۔ دوسرے روز حارث بھی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور عین ہیروڈس کے اس نے بھی پڑاؤ کر لیا تھا۔

اب دونوں لشکر جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے ایک دوسرے کے آئے۔ خیمہ زن ہو چکے تھے اگلے روز صبح ہی صبح ہیروڈیس اور ہیروڈیہ اپنے پڑاؤ سے اپنے لشکر کے سامنے آئے دونوں بہترین جنگی لباس پہنے ہوئے تھے اس موقع پر ہیروڈیس کو مخاطب کیا۔

”آپ بھی دشمن کے لشکر کا جائزہ لے چکے ہیں میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ دشمن لگتا ہے تعداد میں ہم سے کسی بھی صورت کم نہیں ہے میرا جنگ کا نہیں آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں ہمارے جوان زیادہ جنگجو ہیں یا نبطیوں کا جنگ کا پلہ کس کا بھاری رہے گا۔“

جواب میں ہیروڈیس تھوڑی دیر تک حارث کے لشکر پر نظریں جمائے رہے۔ چہرے پر ہلکی مگر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی پھر اس نے اپنی نئی نوپلی خوبصورت ہیروڈیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”ہیروڈیہ جس زمین پر ہم نے اس وقت پڑاؤ کر رکھا ہے۔“

دو دنوں لشکر نکرائیں گے تو حارث اور اس کا بیٹا دونوں دیکھیں گے کہ نوحہ کرتے ہیں ان کے مقدر میں سسکیاں بھرتی ہواؤں جیسی بد بختیاں اور جوش مارتے سمندر جیسی بد بختیوں کے علاوہ کچھ نہ رہے گا میں اور میرے لشکری ان کی ہر شے کو زہر آلودہ قبر آلودہ بنا کر رکھ دیں گے۔



دوسری طرف نبطیوں کا بادشاہ حارث اپنے بٹے مالک حبیب بن عثمان اور سعید کے ساتھ اپنے دیگر سالاروں کی معیت میں اپنے خیمے سے باہر کھڑا تھا۔ پھر اس نے ب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

عزیزان من! ہیرو دیس کا لشکر ہمارے سامنے صف آراء ہے جہاں تک میں اندازہ لگا رہا ہوں دونوں لشکر عددی قوت کے لحاظ سے قریب قریب ہی۔ ہیں میں ہیرو دیس کی سرشت سے اچھی طرح آگاہ ہوں وہ ضرور یہ اندازے لگا رہا ہوگا کہ وہ ہمیں بڑی شکست دے گا۔ اس وقت وہ اپنی نئی نویلی بیوی ہیرو دیہ کے سحر میں ڈوبا ہوا ہے اور جو وہ مشورہ اسے دے گی اسی پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔

عزیزو! میرا اندازہ ہے کہ جنگ کی ابتدا ہمیں ہی کرنا پڑے گی تھوڑی دیر پہلے ہمارے ناظر یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ ہیرو دیس اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرے گا۔ میں بھی اپنے لشکر کو چار ہی حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

لشکر کا ایک حصہ میرے پاس ہوگا کچھ سالار میری معیت میں ہوں گے دوسرا حصہ میرے بیٹے مالک کی سرکردگی میں تیسرا حصہ حبیب بن عثمان کی سرکردگی میں کام لے گا چوتھا حصہ سعید کے تحت ہوگا میرا حصہ 'قلب' حبیب بن عثمان تمہارا حصہ ہے اور مالک کا حصہ میسرہ ہوگا۔ جو دستے سعید کی کمانداری میں کام کریں گے میں ان کا کام سعید کے ذمے لگاتا ہوں یعنی یہ پڑاؤ کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ لشکر کے جس جھمے میں کمزوری کے آثار نمودار ہوں گے ادھر لپکے گا اور اپنے لشکر کی حفاظت اور قوت کو استوار کرنے کی کوشش کرے گا۔

یہاں تک کہتے کہتے نبطیوں کے بادشاہ حارث کو رک جانا پڑا اس لیے کہ انہوں نے اپنے لشکر میں سے جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے پھل اور سبزیاں بھجوا دیں تھیں حارث کا اندازہ غلط ثابت ہوا تھا کہ ہیرو دیس جنگ کی ابتدا نہیں کرے گا۔

میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اس وقت حارث اور مالک کے لشکر میں بڑا جوش و خروش پایا جاتا لیکن جب وہ ہم سے نکرائیں گے تو وقت انہیں بتائے گا کہ یہ بڑے جذبوں کی محرائیں اور بصارت پر اترتے عکسی ٹوٹی صداؤں اور کرچی بکریاں کی آوازوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ میرے خداوند نے چاہا تو حارث اور اس کے بیٹے مالک سے ہم اس جنگ کی بوند بوند کا حساب لیں گے اور ان کے خیالوں کی تجربہ ایسا مجروح کریں گے کہ آئندہ کبھی بھی انہیں ہمارے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہ ہو گی۔

جب تک ہیرو دیس میں بولتا رہا اس کی رگیں کھینچی رہیں۔ چہرہ تانبا ہو رہا تھا ہاتھ یوں جیسے شعلے بیچ و تاب کھا رہے ہوں جبکہ ہیرو دیہ بڑے اطمینان سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے غور سے اسے سنتی رہی ہیرو دیس جب خاموش ہوا تب ہیرو دیہ نے پڑی۔

”مجھے امید ہے کہ ہم حارث اور اس کے سالاروں کو بدترین شکست دیں گے۔ میرا دل کہتا ہے قیامت اس وقت چمے گی اور حشر تو اس وقت برپا ہوگا جب نبطیوں کا بادشاہ حارث شکست کے بعد ایک قیدی کی حیثیت سے ہم دونوں کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس کی زندگی کی باگ ہم دونوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

میری خوشی کی دوسری ابتدا اس وقت ہوگی جب حارث کا بیٹا زبیل اپنے والد کے مطابق یروشلم کی ساحرہ یعنی اوزال کو ہمارے پاس بھیج دے گا۔ جب وہ خوشبو اور پگھلے ہوئے جذبات کی طرح رقص کرنے والی اوزال میرے سامنے آئے تو میں اسے وقت کی دھول اور فاصلوں کی زنجیروں میں ناپوں گی اور اس کے اچھے حسن اور اس کی آنکھوں کے سحرکاری کو تباہ و برباد کر کے رکھ دوں گی۔

ہیرو دیہ یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہو گئی تھی۔ دونوں۔

بت پڑے تھے۔ فرش زمین خود داریوں کے ارزاں خون سے لہو لہو ہونے لگا تھا۔  
تف آسمان تلے امیدوں کی لاشیں طول ہوس کا شکار ہونے لگیں تھیں۔

بحر لوط کے اطراف کی سرزمینیں جہاں تھوڑی دیر پہلے تک خوابوں کی طرب  
ہوں اور آسودہ فضاؤں جیسی خاموش اور اطمینان تھی وہ اب سلگتے رازوں، نیم خوردہ  
دہار اور یورش افلاس کی غلغلہوں کے نزول کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ روندنے اور  
پہل کر دینے والی موت ہر ایک کو اپنے سامنے رنج و غم کا کھلیاں بنانے لگی تھی دونوں  
طرف کے لشکری جانوروں کی طرح ایک ہیجان انگیزی میں ایک دوسرے پر حملہ آور  
ہو رہے تھے تاکہ اپنے مقابل کو زیر کر کے اپنی فتح مندی کا اعلان کریں۔

کافی دیر تک گھسٹان کا رن پڑتا رہا پھر آہستہ آہستہ حالات ہیروڈیس اور ہیروڈیہ  
کے ارادوں ان کی خواہشوں اور توقعات کے خلاف ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ نبطیوں کا  
ہوش و خروش بڑھتا رہا جبکہ ہیروڈیس کے لشکر کے اندر بے حوصلگی، بد اطمینانی،  
الزقاری کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے اس لیے کہ نبطیوں نے ہیروڈیس کی اگلی  
پہر صفوں کا مکمل صفایا کر دیا تھا اب وہ پچھلی صفوں اور لشکر کے دائیں بائیں پہلوؤں  
کے علاوہ لشکر کے اندرونی حصوں کی طرف گھسٹا شروع ہو گئے تھے۔

پھڑپھڑے ہوئے نبطی جنگجو جب عجیب سے انداز میں نعرہ بلند کرتے ہوئے  
ہیروڈیس کے پہلو پر بھی چھانے لگے اور اس کے قلب لشکر کے اندر بھی انہوں نے  
یک جہوم ایک دوا بھڑا کھڑا کر دیا تب ہیروڈیس کو یقین ہو گیا کہ جلد یا بدیر اس کی  
نشت یقینی ہو چکی ہے تب اس نے اپنے بچے کھچے سپاہ کو بچانے کے لیے اپنے لشکر  
سے اندر پھپائی کے بغل بجاتا شروع کر دیئے تھے۔

یہ بغل بجاتا تھے کہ ہیروڈیس اور ہیروڈیہ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ  
فرست ہوئے حارث مالک اور حبیب بن عثمان نے دور تک بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا  
پھر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کی حفاظت پر ہی مامور رہا دور تک دشمن کا  
تغلب کرنے کے بعد حارث، مالک اور حبیب بن عثمان لوٹے۔

پہلے دن انہوں نے دشمن کے پڑاؤ کا جائزہ لیا دشمن کے پڑاؤ سے انہیں  
غصے کے ذخائر کے علاوہ دیگر ضروریات کا سامان ملا، وہ سارا سامان انہوں

لہذا حارث کے کہنے پر اس کے سارے سالار اور خود حارث بھی اپنے اپنے حصے  
لشکر کے سامنے جا کھڑے ہوئے تھے۔

ہیروڈیس شاید جنگ کی ابتداء اس لیے کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے لشکریوں کا زہر  
بلند رکھنے کے لیے ان کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا وہ ایسی طاقت اور قوت رکھتا ہے  
نبطیوں کے بادشاہ پر حملہ کرنے میں پہل کر کے تباہ و برباد کر دینے کا ارادہ کیے ہوئے  
ہے اس بنا پر جنگ کی ابتداء کرنے کے لیے اس نے طبل اور نفیریاں بجوا دی تھیں۔  
کچھ دیر تک طبل بجتے رہے اس کے بعد ہیروڈیس نے اپنے لشکر کو پیش قدمی  
کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملنا تھا کہ ہیروڈیس کا لشکر کچھ اس طرح آگے بڑھا جیسے وہ  
حیات کے گوشوں ماحول کے تپتے صحرائوں اور حلقہ زندان کے سکوت سے زور  
آنکھوں والے چیتے اچانک کس پر جھپٹنے کے لیے نکل کھڑے ہوں پھر دیکھتے ہی دیکھتے  
ہیروڈیس نے ظلم کے بحر ذخار میں عذاب شکنی طاری کر دینے والے ہوا کے تیز  
جھوکھوں کے خروش اور منزل خونبار کی نشاندہی کر دینے والے آگ اور خون کے  
پیغام کی طرح نبطیوں پر حملہ کر دیا تھا۔

نبطی ہیروڈیس کی توقعات کے بالکل برخلاف ثابت ہوئے۔ ہیروڈیس اور اس کے  
بیوی ہیروڈیہ یہ اندازہ لگائے ہوئے تھے کہ جوئی وہ پوری طاقت اور قوت سے نبطیوں  
پر حملہ آور ہوں گے نبطی ان کے زور اور قوت کو برداشت نہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے  
پر مجبور ہو جائیں گے لیکن ان کی حیرت اور ناامیدوں کی کوئی حد نہ تھی کہ وہ نبطیوں  
کو ایک انچ بھی پیچھے دھکیلنے میں کامیاب نہ ہوئے تھے بلکہ ہیروڈیس اور اس کے  
لشکریوں کا حملہ روکنے کے بعد نبطیوں نے عجیب طرح سے نعرے بلند کرنے شروع  
کیے یہ ان کے اپنے جنگی نعرے تھے اس کے بعد حارث حبیب بن عثمان اور مالک نے  
سرکردگی میں نبطی سینوں میں طوفانی تلاطم۔ ارادوں میں ذلت آمیز پھپائی کھڑی  
دینے والی جنونی کیفیت کے شرار، برق موت اور حیات کا راز کھولتے تقدیر کے بد  
گلولوں اور ستاروں کے قاتلوں پر کند ڈالنے والے شمشیر زنوں، جنگجوؤں اور  
زنوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

رن بری طرح بول اٹھا تھا۔ رزم گاہ چچ چلا اٹھی تھی دونوں لشکا



نے سمیٹا اور چند روز تک انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ اپنی خیمہ گاہ میں ہی قیام کیا۔  
پھر انہوں نے پڑاؤ اٹھانے کے بعد اپنے شہر رقم کا رخ کر لیا تھا۔



مارٹ کا چھوٹا بیٹا زیبال قصر کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے  
بہن قاصد آیا جو چند یوم پہلے ہیروڈیس اور ہیروڈیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور  
انہیں اوزال کے ان کے پاس پہنچانے کی پیشکش کی تھی اور اسے ہیروڈیس نے بھاری  
رقم کی ایک تھیلی بھی دی تھی۔

وہ قاصد جب زیبال کے سامنے آیا تو زیبال اسے دیکھتے ہوئے خوشی میں اپنی جگہ  
پانچ کھڑا ہوا آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا اپنے سامنے بیٹھنے کے لیے کہا جب وہ  
بجلیا تب بڑی بے چینی بڑی بے تابی سے اسے مخاطب کیا۔  
”یہ بتاؤ کہ تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے اور جس کام کے لیے میں نے تم دونوں  
کو بھیجا تھا اس کا کیا کیا۔“

اس قاصد نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی نقدی کی تھیلی زیبال کے سامنے رکھ دی اور  
کہنے لگا۔

”جو معاملہ آپ نے ہمیں دیا تھا وہ معاملہ میں نے ہیروڈیس کے سامنے رکھا اس  
وقت اس کی بیوی ہیروڈیہ اور اس کی ماں بھی اس کے پاس موجود تھیں ہماری پیشکش  
میں ہیروڈیس ہی نہیں ہیروڈیہ اور اس کی ماں نے بھی بے پناہ خوشی اور اطمینان کا اظہار  
کیا۔“

نقدی کی تھیلی جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے یہ مجھے ہیروڈیس نے دی ہے  
اور ساتھ ہی اس نے آپ کے نام یہ پیغام بھی دیا ہے کہ یہ رقم کی ایک طرح سے  
بٹا قسط ہے اور جب اوزال ان کے حوالے کر دی جائے گی تو ہیروڈیس نے یقین دلایا  
ہے کہ اس رقم سے کئی غمنا اور بڑی رقم مہیا کی جائے گی۔“

قاصد کا یہ جواب سن کر زیبال خوش ہو گیا تھا پھر دوبارہ اس نے پوچھا۔

”پر تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے جو تمہارے ساتھ گیا تھا۔“  
قاصد سنجیدہ ہو گیا پھر بولا پڑا:

”اے ہیرو دیس نے اپنے پاس روک لیا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ اوزال جب یہاں پہنچ جائے گی تو اسے رہا کر دیا جائے گا۔“

اس کے بعد کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ زیبال کچھ دیر سوچتا رہا پھر قاصد کان میں سرگوشی کی جسے سن کر وہ بھی مسکرا دیا پھر وہ اٹھ کر اپنی جگہ سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد چار نا آشنا انجانے نوجوان اس کمرے میں داخل ہوئے۔ زیبال کے کہنے پر وہ اس کے سامنے بیٹھ گئے تب زیبال نے انہیں مخاطب کیا۔ ”میرے ساتھیوں جو کام میں تم سے لینا چاہتا ہوں۔ اس کے کرنے کا وقت آ رہا ہے میں نے جو قاصد ہیرو دیس کی طرف بھجوائے تھے ان میں سے ایک لوٹ آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی نقدی کی تھیلی زیبال نے جو اس کے سامنے رکھی ہوئی تھی ان چاروں کی طرف بڑھا دی اور کہنے لگا۔

”یہ نقدی تم لوگوں کا پہلا انعام ہے۔ اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھ لو آپس میں بانٹ لینا اب اوزال کو ہیرو دیس کے پاس پہنچانے کا وقت آ گیا ہے۔ اوزال جب ہیرو دیس کے پاس پہنچ جائے گی تو یہ تھیلی جو میں نے تمہیں دی ہے اس سے کئی گنا زیادہ مزید انعام تمہیں ہیرو دیس کی طرف سے ملے گا۔“

آنے والی شب کو اوزال کو اس کے کمرے سے اٹھاؤ اور رات کی تاریکی ہی میں ہیرو دیس کی طرف کوچ کر جاؤ رات کا تھوڑا حصہ جانے کے بعد قصر کا پچھلا چھوٹا دروازہ کھلا رکھا جائے گا۔ اس میں سے تم داخل ہونا اس میں سے اوزال کو لے کر نکل جانا۔ اوزال پر گرفت کرتے ہی اس کے منہ پر پٹی باندھ دینا اس پر کوئی زیادتی یا جبر مت کرنا اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر وہ میری شریک حیات نہیں بن سکتی تو رقیہ شہر میں وہ کسی کی بھی بیوی بن کر نہ رہ سکے گی۔ اب تم جاؤ آنے والی شب کو اپنے کام کی ابتداء کر دینا۔“

ان چاروں نے تھیلی سنبھال لی۔ زیبال کا شکریہ ادا کیا پھر وہ قصر کے اس کمرے سے چلے گئے تھے۔



اگلے روز جب صبح ہی صبح زیبال سو کر اٹھا تو قصر میں ان چاروں میں سے ایک فوجی ہوا وہ بڑا بدحواس گھبرایا ہوا تھا۔ زیبال کے سامنے جب وہ آیا تو زیبال نے اسے زبردستی سے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”تم رات کو اوزال کو لے کر ہیرو دیس کی طرف نہیں گئے۔“

آنے والے نے ادھر ادھر دیکھا پھر بوکھلاہٹ میں زیبال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”ہم نے بڑی کامیابی کے ساتھ اوزال کو قصر سے نکال لیا تھا لیکن اسے نکال کر ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ کچھ نامعلوم لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے انہوں نے اوزال کو ہم سے چھین لیا پھر اوزال کو اپنے ساتھ لے کر وہ نامعلوم منزل کی طرف چلے گئے۔ وہ کچھ گھوڑ سوار تھے۔ ان کے پاس ایک فالتو گھوڑا بھی تھا جس پر انہوں نے اوزال کو سوار کر دیا لگتا ہے جو تدبیر ہم نے کی تھی اس کی خبر کسی کو ہو گئی تھی۔“

اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر میرا خیال ہے ہیرو دیس کے کچھ آدمی ہماری طاق میں فوجی ہم نے قصر کے اندر سے اوزال کو نکالا وہ ہم پر حملہ آور ہوئے اور اوزال کو اپنے ساتھ لے گئے تاکہ اوزال کی وجہ سے انہیں مزید رقم کی ادائیگی نہ کرنا پڑے۔“

اس خبر سے زیبال بدحواس سا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر تھوڑی دیر کے لیے غم، غصہ اور ناراضگی کے آثار نمودار ہوئے تھے پھر جلد ہی وہ سنجیدہ ہو گیا اور آنے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو کچھ ہوا برا ہوا اب تم جاؤ اور کسی کے سامنے ذکر تک مت کرنا کہ رات کو اوزال کو اس کے کمرے سے اٹھا کر باہر لے جایا گیا تھا اب تم جاؤ تاکہ کوئی شک نہ رہے۔“

”نوجوان قصر سے نکل گیا ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ قصر کے اندر ایک شور مچا۔ عیب اور حیلہ دونوں ہمیں شور کرتی ہوئی قصر کے اس حصے کی طرف آئیں۔ ساتھ ساتھ زیبال تھا ان کی آوازیں سن کر زیبال بھاگتا ہوا باہر آیا اور دونوں بہنوں کو

مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا کیا ہوا۔

اس پر عریب آگے بڑھی اور زبیاں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میرے بھائی بہت برا ہوا رات اوزال کو اس کے کمرے سے اٹھا کر کوئی نہ ہے صبح سویرے اٹھنے کے بعد میں اور حویلہ نے اس کے کمرے کا جائزہ لیا وہ اپنے کمرے میں موجود نہیں تھی۔ ہم نے اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملی لگتا ہے کسی نے اسے اس کے کمرے سے اٹھا لیا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہیں لوگ اسے ہیرودیس کے پاس نہ پہنچا دیں اگر ایسا ہوا تو یاد رکھنا ہیرودیس کی بیوی ہیرودیہ اس سے بدترین انتقام لے گی ہمیں اوزال کی حفاظت کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیے۔“

اپنی بہن کے ان الفاظ سے زبیاں زور زور سے قصر کے محافظوں کو پکارنے لگی کہ جب محافظ زبیاں کے ارد گرد جمع ہو گئے تب زبیاں نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

”جلدی کرو اوزال کہیں نہیں مل رہی قصر کے ارد گرد کے علاوہ شہر کے کوئے پر چھا جاؤ شہر کے سب دروازوں پر بھی پہرہ بٹھا دو کچھ سواروں کو چاروں طرف نکلنے والی شاہراؤں کی طرف دوڑا دو اور جو بھی شکوک شخص ملے اسے پکڑ کر لایا جائے مجھے امید ہے جن لوگوں نے اوزال کو قصر کے اندر سے اٹھایا ہے یا تو وہ ابھی تک رقیم شہر کے اندر ہی موجود ہیں اگر وہ نکل گئے ہیں تو زیادہ دور نہیں گئے تم اگر تیز رفتاری سے کام لو تو انہیں پکڑنے میں کامیاب ہو سکتے ہو۔“

یاد رکھو یہ بہت برا اور خطرناک کھیل ہے۔ میرے باپ اور میرے بھائی مالک کو جنگ سے واپس آکر جب یہ خبر ہوئی کہ اوزال کو قصر کے اندر سے اٹھایا گیا ہے تو اسے میری نااہلی تصور کیا جائے گا اور میں کبھی بھی اپنی اس نااہلی کو تسلیم نہیں کروں گا اور نہ ہی اس حرکت کو برداشت کروں گا لہذا ابھی اور اسی وقت اپنے آدمی بھیجنا اور ہر صورت میں ان لوگوں کو پکڑنے کی کوشش کرو جنہوں نے اوزال کو یہاں سے نکال کر لے جانے کی کوشش کی ہے۔

زبیاں کا یہ حکم سن کر سارے محافظ بھاگتے ہوئے قصر سے باہر نکل گئے تھے اور دوران حارث کی دونوں بیویاں بھی باہر نکل آئیں تھیں وہ بھی بڑے افسوس

ثروت کا اظہار کرنے لگیں تھیں۔

بہر حال وہ پورا دن گزر گیا اوزال کو شہر کے اندر اور شہر کے باہر تلاش کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اوزال کہیں نہ ملی اس طرح کئی دن مزید گزر گئے اوزال کا کہیں نہ ملا۔ قصر کے اندر حویلہ اور عریب سب سے زیادہ فکرمند اور پریشان تھیں شام کے تقریباً چھ بجے خبریں پہنچیں کہ ہیرودیس کو نبطیوں کے بادشاہ حارث کے ہاتھوں زندہ پکڑ لیا گیا ہے اور حارث اپنے فتح مند لشکر کے ساتھ ایک دو روز تک رقیم شہر میں داخل ہونے والا ہے۔

اس فتح کے نتیجے میں قصر کے اندر خوشی اور شادمانی جانی چاہیے تھی لیکن اوزال کے غائب ہو جانے کی وجہ سے قصر کا ہر فرد اداس تھا۔ زبیاں نے بھی اپنے بہن پر غم اور فکر کا خول چڑھا رکھا تھا۔ وہ اندر سے فکر مند ضرور تھا کہ اوزال کو نکال لے جایا گیا ہے۔ کن لوگوں نے اوزال کو چھین لیا۔ نجانے وہ کون لوگ تھے۔ اوزال کو کہاں لے گئے ہیں اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں اس کی اس حرکت کو شہر میں نہ کر دیا جائے۔ بہر حال اسی طرح دن گزرے یہاں تک کہ حارث، حبیب بن عثمان، سعید اور مالک اپنے لشکر کے ساتھ فاتحانہ انداز میں رقیم شہر میں داخل ہوئے۔

رقیم شہر کے لوگوں نے شاندار طریقے سے اپنے فاتح بادشاہ اس کے بیٹے، مالک، حبیب بن عثمان اور سعید کا استقبال کیا۔ گلی کوچوں اور شاہراؤں پر پتلیاں بجھا دی گئی تھیں اور غارتوں اور بالکونیوں کے اندر سے پھولوں اور گلاب کی پتیوں کی بارش پڑ رہی تھی۔ سعید لشکر گاہ ہی میں رہا جبکہ حارث، مالک اور حبیب بن عثمان جب قصر کے اندر داخل ہوئے تو قصر کے کیمینوں نے ان کا شاندار استقبال کیا اور انہیں فتح کا بڑا ہدیہ اس موقع پر کسی کو حارث سے کچھ کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ ہر ایک کو عریب پر جی ہوئی تھی کہ وہی اوزال کا انکشاف حارث پر کرے اس لیے کہ حارث کی چہیتی اور پیاری بیٹی خیال کی جاتی تھی۔

حارث جب قصر کے اندر دینی حصے میں داخل ہوا مالک اور حبیب بن عثمان اس کے ساتھ تھے تب عریب حارث کے قریب آئی اور اسے بڑے پیار سے مخاطب کر کے

کوئی چاہے اٹھا کر لے جایا جاسکتا ہے۔ مالک میرے بیٹے قصر کے محافظوں سے باز پرس کرو آخر اوزال کیسے اس قصر سے نکل گئی۔ کل کو میں اور تم بھی اس سے متنب ہو سکتے ہیں۔ میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ اوزال کو یہاں سے نکالنے کے لیے قصر کا کوئی نہ کوئی فرد ضرور شامل ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم لمبے سفر سے ہو لیکن یہ آرام کرنے کا موقع نہیں ہے۔ حبیب بن عثمان کو اپنے ساتھ لو اور یہ یقین کرو۔ سختی کے ساتھ یہ جاننے کی کوشش کرو اوزال کو کیسے محل سے باہر لایا گیا یا میرے جانے میں کس کی سازش شامل ہے اور یہ کہ محافظ کیا کرتے ہیں۔ محافظوں سے بڑی سختی کے ساتھ باز پرس کرنا تاکہ آئندہ کے لیے کوئی ایسا نہ پیش آئے۔“

اس کے ساتھ ہی حارث محل کے اندر چلا گیا تھا۔ مالک اور حبیب بن عثمان دیر تک مایوس اور افسردہ سے اپنی جگہ پر کھڑے رہے پھر مالک نے عریب کو بلایا۔

”عریب میری بہن تم اپنے کمرے میں جاؤ عریب وہاں سے ہٹ گئی وہ پریشان اور بدتمی مالک نے گم سم کھڑے حبیب بن عثمان کا ہاتھ تھاما اور اس سے کہنے لگا۔“

”حبیب بن عثمان چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔“

مالک مالک رک گیا اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”تم تھوڑی دیر میں آتا ہوں اس کے ساتھ ہی مالک مڑا قصر کی اس سمت گیا جس سمت اس کا بھائی تھا۔ پھر جلد ہی لوٹ آیا دوبارہ اس حبیب بن عثمان کا ہاتھ پکڑا اور اسے اس کے ساتھ لے گیا۔“

دراصل نشستوں پر بیٹھ گئے کچھ دیر مالک بن حارث سوچتا رہا اس کے بعد اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”حبیب بن عثمان میرے بھائی اوزال کے سلسلے میں تم کس پر شک کر سکتے ہو۔“

حبیب بن عثمان نے کوئی جواب نہ دیا خاموش رہتے ہوئے اس نے نفی میں ہاتھ دئی تھی مالک بن حارث مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی وقت حارث کا چوہدار

”اے میرے باپ! جہاں ہم نے آپ کو آپ کی شاندار فتح پر مبارکباد پیش کیا وہاں ہمارے پاس آپ کو سنانے کے لیے ایک انتہائی بری خبر بھی ہے جس نے ہمارا انتہا درجہ کا فکرمند کردیا ہے وہ خبر ایسی ہے کہ میں ہمت اور جرات نہیں پا رہا۔ اپنے بھائی حبیب بن عثمان کی آنکھوں سے آنکھیں ملاؤں۔“

اے میرے باپ مجھے بے حد دکھ اور کرب کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ محل کے اندر سے اوزال کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔“

عریب کے اس انکشاف پر نبیطوں کے بادشاہ حارث کی حالت مجروح و محال نصیب اور درماندہ و فروماندہ مسافر جیسی ہو گئی تھی۔ قریب کھڑے حبیب بن عثمان کی حالت بھی سرکش آندھیوں اور بے روک طوفانوں میں گھرے ہوئے مسافر سے مختلف نہ تھی۔ مالک کے چہرے پر بھی بڑی عجیب و غریب اور جھین پیدا کر دینے والی کیفیت تھی۔ اس موقع پر نبیطوں کا بادشاہ حارث اپنے سارے جاہ و جلال اور شہانہ وقار کو بھول بیٹھا اپنی داڑھی میں اس نے ہاتھ پھیرا اور پھر انتہائی غصے اور غضبناکی میں بول پڑا وہ کون بد بخت ہے جس نے اپنی گھٹاؤنی آرزو اور اپنے خونی جذبے کی تکمیل کے لیے یہ کام کیا ہے اور ہماری زندگی میں درد اور کرب کا باب کھولنے کی کوشش کی ہے۔ اوزال کو ہم نے عریب اور حویلہ سے مختلف نہیں جانا میں یہی سمجھنے لگا تھا کہ میری دو نہیں اب تین بیٹیاں ہیں۔ وہ کون بد بخت ہے جس نے ہماری محبت کو نفرت کا لبادہ اوڑھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ کون غیر ذمہ دار انسان ہے جس نے یہ حرکت کی ہے ایسا کرنے کے لیے اس نے یقیناً قضا کے نقاروں پر ضرب لگاتے ہوئے اپنی موت کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔“

حارث کچھ دیر رکا پھر دوبارہ کہتا چلا گیا۔

”یہ ایسی خبر ہے جس نے میرے پاؤں تلے سے زمین ہلا کر رکھ دی ہے۔ اوزال رقم شر کے تاریک افق پر امیدوں کی آخری چمک سمجھ کر یہاں آئی تھی کیا ہم سمجھ لیں کہ ہم اپنی بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکے۔“

حارث پھر رکا اس کے بعد وہ غضب اور زہر بھری آواز میں پھر بول پڑا۔

”میں اب یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ ہمارا قصر بھی محفوظ نہیں ہے۔ یہاں سے“

اس کمرے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی مالک نے اسے مخاطب کیا۔ ”بھاگ کر چلو  
کے کوتوال زوجدان کو بلا کر لاؤ خود بھی اس کے ساتھ میرے پاس آؤ۔“

ان الفاظ کے ساتھ چوہدار تقریباً بھاگتا ہوا چلا گیا تھا کمرے میں بالکل غائب  
رہی یہاں تک کہ شر کا کوتوال زوجدان اور چوہدار دوبارہ اس کمرے میں داخل ہوئے  
ہاتھ کے اشارے سے مالک نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا جب وہ دونوں بیٹھ گئے تو  
مالک نے انہیں مخاطب کیا۔

”زوجدان تم اس شر کے ناظم اور کوتوال ہو میں اور میرے محترم باپ اور میرے  
بن عثمان کے علاوہ اس کا بھائی سعید چاروں شر سے باہر تھے ہیرو دیس کے ساتھ جگہ  
میں مصروف تھے ہماری غیر موجودگی میں شر کے نظم و نسق کی ذمہ داری تم پر آتی ہے  
ہماری غیر موجودگی میں محل سے کوئی اوزال کو اٹھا کر لے گیا ہے کیا تمہیں اس بات  
خبر ہے۔“

اس خبر سے زوجدان کا رنگ فکر مندی اور پریشانی میں پیلا ہو کر رہ گیا تھا گردن  
اس کی ندامت میں جھک گئی تھی پھر دھیمی سی آواز سے کہنے لگا۔

”افسوس مجھے اس حادثے کا کوئی علم نہیں ہے یاد رکھیے اگر یہ حادثہ وقوع پزیر  
ہو چکا ہے تو اوزال کو یہاں سے نکالنے میں اس محل کے افراد شامل ہو سکتے ہیں وہ  
کوئی باہر کا آدمی اتنی بڑی جرات اور جسارت نہیں کر سکتا۔“  
مالک کچھ دیر سوچتا رہا پھر زوجدان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”زوجدان تم ٹھیک کہتے ہو اٹھو اور قصر کے محافظوں سے چھان بین کرو  
میرے پاس مت لاؤ پہلے ان سے تفتیش کرو اگر تمہیں اس حادثے کی نشاندہی ملے  
پھر میرے پاس لاؤ۔“

زوجدان اٹھ کھڑا ہوا مالک نے چوہدار کو بھی اس کے ساتھ جانے کے لئے کہا  
اس پر وہ دونوں باہر نکل گئے حبیب بن عثمان اور مالک وہیں بیٹھ کر اس کی دستبرد  
انتظار کرنے لگے تھے۔

حبیب بن عثمان اور مالک کو کافی دیر انتظار کرنا پڑا یہاں تک کہ اس کمرے  
زوجدان داخل ہوا اس کے چہرے پر کسی قدر اطمینان تھا مالک کی طرف دیکھتے ہوئے

”آپ کمرے سے اٹھ کر ذرا غلام گردش میں آئیں میں نے اس حادثے میں  
بڑے سارے لوگوں کو گرفتار کر لیا ہے اس وقت وہ ایک قطار میں غلام گردش میں  
ہوئے ہیں آپ ذرا باہر آئیں میں ان کا آپ سے تعارف کرواتا ہوں مجھے ذرا شر  
کا مطلب بھی کی طرف جانا پڑا وہاں سے بھی مجھے کچھ لوگوں کو گرفتار کرنا تھا انہیں  
پکڑ کر لایا ہوں آپ ذرا میرے ساتھ آئیں۔“

زوجدان کی اس کارگزاری پر مالک اور حبیب بن عثمان کسی قدر مطمئن دکھائی  
دے رہے تھے پھر زوجدان کے کہنے پر وہ کمرے سے نکل کر غلام گردش میں آئے  
کچھ لوگ لمبی قطار میں کھڑے تھے ان کے سامنے چوہدار تھا بالکل مستعد اور تیار  
دام گردش میں آکر زوجدان نے کہنا شروع کیا۔

”چھوٹے مالک یہ جو چار مسلح جوان دائیں جانب کھڑے ہیں یہ قصر کے پشتی  
دوازے کے نگہبان ہیں۔ انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ رات کے وقت انہیں حکم ملا  
تھا کہ قصر کا پشتی دروازہ کھلا رکھنا ہے اس حکم کے مطابق انہوں نے دروازے کو کھلا  
رکھا۔“

اس سے آگے جو تین جوان کھڑے ہیں انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ  
ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ اوزال کو یہاں سے نکال کر ہیرو دیس کے پاس پہنچانا

تفر میں جو نو جوان کھڑا ہے یہ ایک انتہائی گھناؤنے فعل کا مرتکب ہوا ہے اسے  
میرے شخص نے ہیرو دیس کے پاس بھجوا دیا جو اس محل کا ایک فرد ہے اس نے جا  
نورو دیس سے سودا طے کیا کہ اگر اوزال کو اس کے پاس پہنچا دیا جائے تو کتنی رقم  
شمارے جواب میں ہیرو دیس نے ان کی خوب پذیرائی کی ایک بھاری رقم کی تحلیلی اس  
قصر کو دی اور ساتھ یہ وعدہ بھی کیا کہ جب اوزال اس کے پاس پہنچا دی جائے گی تو  
اسے مالا مال کر دیا جائے گا۔“

ان سارے انکشافات پر مالک کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں تانا ہوا کر رہ گیا تھا کچھ  
دیر انتظار کرتے ہوئے پھر قصر کے پشتی محافظوں کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے

لگا۔

میں میرے باپ کو معلوم ہو گئی تو یاد رکھنا وہ تمہاری چڑی ادھیڑ کر رکھ دے گا۔ تم نے کوتاہ ہو اور تمہاری موجودگی میں شہر میں لوگ دندناتے رہے اور تمہیں خبر نہ ہوئی انہوں نے قصر کے اندر سے اوزال کو نکالا تم بے خبر رہے اوزال کو کسی نے ان سے چھین لیا پھر بھی تم بے خبر رہے تم کیسے کوتاہ ہو۔

زوجدان کی گردن جھکی رہی کچھ نہ بولا آخر مالک نے پھر اسے مخاطب کیا۔  
”ان سب کو حبیب بن عثمان کے کمرے میں بٹھاؤ۔“

زوجدان ان سب کو ہانکتا ہوا کمرے میں لے گیا اس بار مالک نے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا۔

ابن عثمان تم تھوڑی دیر یہیں رکو میں ابھی آتا ہوں اس کے ساتھ مالک قصر کے اٹھنے کی طرف گیا جہاں اس کا باپ اور اس کی دونوں ماؤں کا قیام تھا کچھ ہی دیر بعد وہ لوٹا اور کوتاہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”زوجدان ان سب کو میرے باپ کی خدمت میں پیش کرو ان سب کا فیصلہ وہی ہے گا میں اس سارے حادثے کی تفصیل اپنے باپ سے کہہ کر آیا ہوں وہ اس سخت غضبناکی کی حالت میں ہے انہیں لے چلو۔“

زوجدان کے حکم پر وہ سب اس کے آگے آگے چل دیئے۔ چوہدر بھی ساتھ تھا۔ ابن عثمان اور مالک بھی ان کے ساتھ ہو لیے یہاں تک کہ وہ قصر کے ایک کھلے دروازے میں داخل ہوئے اس کمرے میں پہلے سے نبطیوں کا بادشاہ حارث اور اس کی بیٹی عریب اور دوسری بیٹی خولید بیٹھی ہوئی تھی سارے مجرموں کو حارث کے سامنے کھڑا کر دیا گیا تب قصر کے کمرے میں حارث کی گونجدار آواز بلند ہوئی۔ ”زیبال میرے پاس لاؤ۔“

نہدار باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد زیبال اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے لیے نشست مختص ہوا کرتی تھی جب اس نے اس نشست کی طرف بڑھنا چاہا تو ہاتھ اشارے سے حارث نے اسے روکا پھر غضبناک آواز میں اسے مخاطب کیا یہ جو ان مجرموں کے ساتھ کھڑے ہیں مجرم ہیں ان پر ایک الزام ہے وہ الزام تم پر بھی عائد کیا جاتا ہے تم کی حیثیت سے تم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو حارث تمہیں اس

”تمہیں کس نے حکم دیا تھا کہ قصر کا پشتی دروازہ کھلا رکھنا ہے چاروں نے دوسرے کی طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک آگے بڑھا اور دھیمی سی آواز میں مالک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔“

”یہ حکم ہمیں آپ کے بھائی زیبال نے دیا تھا۔“

مالک غصے کی حالت میں تھوڑی دیر تک سر کو ہلاتا رہا بے پناہ خفگی کا اظہار کرتا رہا پھر اگلے تینوں کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تمہیں کس نے حکم دیا تھا کہ اوزال کو ہیروڈیس کے پاس پہنچاؤ۔“ ان تینوں نے بھی زیبال ہی کا نام لیا۔

مالک قاصد کے سامنے جا کر رک گیا اور کہنے لگا تمہیں ہیروڈیس کے پاس زیبال نے بھجویا تھا اس نے اثبات میں گردن ہلا دی بعد میں پوچھا جو رقم وہاں سے لی تھی وہ کدھر گئی۔

”وہ میں نے آپ کے بھائی زیبال کو دی تھی زیبال نے یہ رقم ان تینوں کے حوالے کر دی جنہوں نے اوزال کو یہاں سے نکال کر زیبال کے پاس پہنچا تھا۔“

مالک پھر پلٹا اور انہیں مخاطب کیا جنہوں نے اوزال کو اٹھایا تھا۔

تم نے محل سے نکال کر اوزال کو کہاں پہنچایا۔

وہ تینوں تھوڑی دیر تک خوف اور دہشت سے کانپتے رہے پھر ایک بول پڑا۔  
”اوزال کو یہاں سے ہیروڈیس کے پاس پہنچانے کی ذمہ داری ہمیں آپ کے بھائی زیبال نے سونپی تھی اس نے ایک معقول رقم ہمیں اس کام کے صلے میں دی تھی عہد کیا تھا لیکن ہماری بد قسمتی کہ جب ہم نے اوزال کو قصر سے نکال لیا ابھی ہم سے چند قدم ہی دور گئے تھے کہ کچھ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے ان حملہ آوروں کے پاس ایک خالی گھوڑا بھی تھا انہوں نے اوزال کو ہم سے چھین لیا خالی گھوڑا انہوں نے اوزال کو بٹھایا اور نجانے وہ اوزال کو کہاں لے گئے۔“

مالک اپنی جگہ کھڑا کچھ دیر سوچتا رہا پھر زوجدان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔  
”زوجدان تم کیسے شہر کے کوتاہ اور ناظم ہو اگر اس حادثے کو کوئی نہ

”سن میرے بدترین بیٹے! تو جانتا ہے اوزال کہ میں نے اپنی بیٹی بنایا تھا میں نے  
کے سامنے یہ بھی کہا تھا کہ میری دو نہیں اب تین بیٹیاں ہیں تیسری بیٹی اوزال  
تم نے ہیروڈیس کے ساتھ معاملہ طے کر کے اپنی بہن کا سودا کیا ہے۔“

”اگر تم اتنے ہی گھٹیا اتنے ہی بے غیرت ہو گئے تھے تو اپنی بہن کے ساتھ ساتھ  
بہنوں کا بھی سودا کروایا ہوتا۔“ حارث دم لینے کے لیے رکا اس کے بعد اسی انداز  
میں کہتا چلا گیا۔

”زیبال میں مالک اور حبیب بن عثمان، ہیروڈیس کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے  
ہماری غیر موجودگی میں تمہیں چاہیے تھا کہ شرکی حفاظت اور اس کے امن و امان کا  
خیال رکھتے لیکن تم نے بددیانتی اور خیانت سے کام لیا تم نے نہ صرف یہ کہ میری بیٹی  
کو مصیبت میں مبتلا کیا بلکہ تم نے بغاوت کا بھی اظہار کیا اس لئے کہ جو معاملہ تم نے  
ہیروڈیس کے ساتھ طے کرنے کی کوشش کی وہ بغاوت کے زمرے میں آتا ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے حارث کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ایک مسلح جوان اندر آیا  
اور حارث کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آقا محل میں حبیب بن عثمان کا ماموں زاد بھائی علی داخل ہوا ہے اس کے ساتھ  
اوزال بھی ہے۔“

اس انکشاف پر حبیب بن عثمان، مالک، حارث اور محل میں بیٹھے ہوئے لوگ  
سب خوشی میں چمک اٹھے تھے۔ عرب اور خویہ کے چروں پر گہری مسکراہٹ تھی  
حارث بول پڑا۔

”علی اور اوزال دونوں کو اندر لاؤ۔“

وہ محافظ باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد محل کے اس کمرے میں علی اور اوزال داخل  
ہوئے اوزال کے اندر داخل ہونے پر سب نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اس لئے کہ  
حارث خود کھڑا ہو گیا تھا اس نے آگے بڑھ کر شفقت آمیز ہاتھ اوزال کے سر پر رکھا  
بہت انداز میں علی سے ساتھ مصافحہ کیا دونوں کو نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا اوزال  
اپ ایک طرف گئی حبیب بن عثمان کے قریب جا بیٹھی اگلی نشست پر علی بیٹھ گیا  
حارث نے مخاطب کیا۔

نشست پر بیٹھنے کی اجازت نہیں جو تمہارے لئے قصر کے اندر مختص ہے۔

اپنے باپ کے ان الفاظ سے زیبال کے پاؤں تلے سے زمین نکل کر رہ گئی  
چہرہ پیلا ہو گیا تھا اس کی ماں شقید کی بھی حالت اس سے مختلف نہ تھی۔

زیبال جب مجرموں کی طرح اپنے باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تب حارث نے  
اسے مخاطب کیا۔

زیبال تم پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ تمہارے کہنے پر ان جوانوں نے جو اس  
وقت تمہارے پہلو میں کھڑے ہیں اوزال کو قصر کے پشتی دروازے سے نکل کر

تمہارے حکم پر ہیروڈیس کے پاس پہنچنا چاہا لیکن کچھ قوتیں ان پر حملہ آور ہوئیں اور  
اوزال کو ان سے چھین کر لے گئیں اوزال اس وقت کہاں ہے کسی کو کوئی خبر نہیں۔

تم پر دوسرا الزام یہ ہے کہ تم نے دو قاصد ہمارے بدترین دشمن ہیروڈیس کی  
طرف روانہ کیے اور اسے پیشکش کی کہ اگر اوزال اس کے حوالے کی جائے تو کئی

رقم ملے گی اس کے جواب میں ہیروڈیس خوش ہوا اور قاصد کے ہاتھ تمہاری طرف  
نقدی کی ایک تھیلی روانہ کی اور ساتھ یہ بھی وعدہ کیا اگر اوزال اس کے پاس پہنچے

تو مالا مال کر دیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حارث رکا شقید کی حالت بدترین ہو رہی تھی وہ ہلکا  
خفگی۔ غصے میں اپنے بیٹے زیبال کی طرف دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ قصر میں حارث کی

آواز پھر گونجی گئی۔

”زیبال تم پر جو الزامات عائد کیے گئے ہیں ان کی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟“  
زیبال کی گردن جھک گئی کچھ بھی نہ کہا۔ حارث نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”کچھ بولنا چاہتے ہو تو بول سکتے ہو تمہیں اس کی اجازت ہے مگر جھوٹ مت بولنا“  
اس لئے کہ قصر کے محافظ اور وہ لوگ جنہوں نے اوزال کی اٹھایا وہ قاصد جو

ہیروڈیس کی طرف روانہ کیا اس وقت سب یہاں موجود ہیں اور سب تمہارے  
گواہی دینے کے لیے تیار ہیں لہذا جو کچھ کہنا سوچ سمجھ کر کہنا۔“

زیبال کچھ بھی نہ کہہ سکا چپ رہا اس پر اور زیادہ غضبناکی میں حارث نے  
شروع کیا۔

”میری بیٹی مجھے یہ خبر تو ہو گئی ہے کہ تمہیں ایک سازش کے تحت محل سے ہٹا دیا گیا پھر یہ بتاؤ کہ اس کے بعد تم پر کیا ہوتی۔“

اوزال کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھی پھر حادث کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔

”جن لوگوں نے مجھے قصر کے اندر سے نکالا وہ قصر سے ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ کچھ مسلح جوان ان پر حملہ آور ہو گئے ان کے پاس ایک خالی گھوڑا بھی تھا انہوں نے مجھے اس گھوڑے پر بٹھایا شہر سے باہر لے گئے انہوں نے سیدھا حبیب بن عثمان کے نخلستان کا رخ کیا اور مجھے ان کے ہاں پہنچا دیا جب تک جنگ ہوتی رہی میں نے وہیں قیام کیا اب مجھے خبر ملی کہ آپ اور حبیب بن عثمان لوٹ آئیں ہیں تو میں بھی علی کے ساتھ آگئی ہوں جن لوگوں نے مجھے رقیق شہر سے حبیب بن عثمان کے نخلستان میں پہنچایا یہ وہی لوگ تھے جو اس سے پہلے کئی مواقع پر میرے اور حبیب بن عثمان کے کام آچکے ہیں وہ لوگ کون ہیں میں نہیں جانتی بہر حال انہوں نے بڑی حفاظت بڑی عزت و احترام کے ساتھ مجھے حبیب بن عثمان کے نخلستان تک پہنچایا۔“

حادث اب کسی قدر مطمئن دکھائی دے رہا تھا کچھ دیر تک وہ سوچتا رہا اس کے بعد اس نے شہر کے کوئوال ذوجدان کی طرف دیکھا۔

”ذوجدان یہ جو حادثہ پیش آیا ہے یہ بہت بڑا حادثہ ہے یہ جو سازش ہوئی ہے کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے اس سارے حادثے کا محور اور مرکز میرا بیٹا زبیل ہے زبیل کو زندان میں لے جاؤ اس وقت تک زندان میں رہے گا جب تک میں جاہل گا ہر روز صبح اور شام اس کی پیٹھ پر دو دو کوڑے مارے جائیں تاکہ اسے احساس ہو کہ اسے شہر کا محافظ بن کر رہنا چاہیے تھا۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی احساس ہو کہ اس نے اپنی بہن کو بیچنے کا ایک گھناؤنا فعل کیا تھا جس کی یہ سزا ہے۔

جہاں تک قاصد کا تعلق ہے جسے اس نے ہیرودیس کے پاس بھجوایا اسے بھی زندان میں ڈال دو اس لئے کہ اگر زبیل نے قاصد کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا تو قاصد کو چاہیے تھا کہ ہیرودیس کے بجائے میرے پاس آتا اور مجھے اصل حالات سے آگاہ کرتا لہذا یہ بھی سزا کا حق دار ہے۔

جن لوگوں نے قصر کے اندر سے اوزال کو نکالا انہیں زندان میں ڈالو صبح شام پانچ پانچ کوڑے مارو یہ اس کے حق دار ہیں باقی رہے قصر کے محافظ ان کو بھی ایسے تھا کہ جب زبیل نے انہیں کہا کہ رات کے وقت قصر کا دروازہ کھلا رکھا جائے گا میں یہاں نہیں تھا تو اس کی اطلاع ذوجدان تمہیں کرتے اس لئے کہ ہماری غیر ہودگی میں شہر کے امن و امان کے تم ذمہ دار تھے چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا لہذا ان کو بھی زندان میں ڈالو اور ان کو بھی کوڑوں کی سزا دو اب ان سب کو لے جاؤ۔“

حادث کے حکم پر ذوجدان حرکت میں آیا زبیل اور اس کے سارے ساتھیوں کو قصر سے زندان کی طرف لے گیا تھا اس کے جانے کے بعد حادث نے علی کی طرف بھاڑ کرنا شروع کیا۔

”علی میرے بیٹے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم بروقت اوزال کو یہاں لے کر آئے اگر تم اسے یہاں نہ لاتے تو ہم اس کے لئے بڑے فکر مند اور پریشان رہتے ہوں تم نے ہماری پریشانیوں کا خاتمہ کیا ہے اوزال میری بیٹی جو کچھ ہوا میں اس کے لئے تم سے معذرت خواہ ہوں مجھے سب سے زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ یہ حرکت میرے اپنے بیٹے نے کی بہر حال جو کچھ ہوا میری بیٹی اسی کو بھول جاؤ فراموش کر دو اب تمہاری حفاظت کے خاطر خواہ انتظام کیے جائیں ایسے انتظامات کہ تمہاری عزت و احترام کسی نے میلی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو اس کی آنکھیں نکال دی جائیں گی میری شہنشاہی جانتا ہو تم تھکی ہاری آئی ہو اب تم حبیب بن عثمان کے ساتھ جاؤ اور آرام کرو۔“

حبیب بن عثمان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اوزال بھی اٹھ کھڑی ہوئی کمرے سے نکلے علی بھی ان کے ساتھ تھا اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے حبیب نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”اوزال تم کیسی ہو؟“

اوزال نے مسکراتے ہوئے حبیب کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔ ”میں بالکل ٹھیک ہوں خدا کا شکر ہے کہ میں بچ گئی ہوں ورنہ زبیل نے مجھے ہیرودیس کے پاس پہنچانے کا حکم دیا ہوتا۔“



حبيب نے اس بار علی کی طرف دیکھا۔ ”علی میرے بھائی ماں، ماموں دوسرے لوگ کیسے ہیں۔“ علی نے سب کی خیریت کی اطلاع کی پھر علی نے حبيب مخاطب کیا۔

”بھائی میں رکوں گا نہیں ابھی اسی وقت واپس جاؤں گا اس لئے کہ ماں اور چھوٹی بڑی بے چینی سے میری آمد کا انتظار کریں گی۔“

حبيب بن عثمان نے اس موقع پر اوزال کی طرف دیکھا۔

اوزال تم اپنے کمرے کی طرف جاؤ میں علی کو لے کر مستقر کی طرف جاتا ہوں وہاں یہ سعید سے بھی مل لے گا پھر گھر چلا جائے گا۔ اوزال نے حبيب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا وہ اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ علی کو لے کر حبيب مستقر کی طرف گیا وہاں وہ اپنے بھائی سعید سے ملا کچھ دیر تیوں اکٹھے رہے اس کے بعد علی وہاں سے نخلستان کی طرف چلا گیا تھا۔



حارث کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ہیرودیس اور اس کی خوبصورت بیوی ہیرودیس نے اپنے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد ایک چھوٹے شہر میں قیام کر لیا۔ شاید حارث کے ہاتھوں شکست ہونے کے بعد وہ شکست خوردہ حکمران کی حیثیت سے ان علاقوں کی مملکت کے لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے اسی بنا پر انہوں نے ہیرودیس کے لئے اپنے مرکزی شہر سے دور قیام کر لیا تھا۔

اسی دوران جنوب مغربی فلسطین کے رومن گورنر پلاطس اور شمال مشرقی فلسطین کے رومن گورنر ڈیکا پولس کو بھی حارث کے ہاتھوں ہیرودیس کی شکست کی خبریں پہنچیں۔ پہلے پلاطس اور ڈیکا پولس نے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے آپس میں رابطہ قائم کیا اور ایک مقررہ تاریخ پر دونوں ہیرودیس کے مرکزی شہر پہنچ گئے۔

اس وقت تک ہیرودیس ابھی واپس اپنے دارالحکومت نہیں آیا تھا لہذا پلاطس اور ڈیکا پولس بڑی بے چینی سے اس کے دارالحکومت میں قیام کر کے اس کا انتظار کرنے لگے تھے۔

ہیرودیس اور ہیرودیس جب اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ اپنے دارالحکومت پہنچے تو ان کا استقبال نہیں کیا بلکہ یہودی ہیرودیس پر یہ آوازیں کسنے لگے تھے کہ ہیرودیس نے اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا ہے لہذا حارث کے ہاتھوں سے شکست ہوئی ہے یہ خداوند قدوس کی طرف سے اس پر ایک بدترین عذاب ہے۔



اپنے لشکر کو مستقر میں بھیجنے کے بعد ہیرودیس اور ہیرودیس جب اپنے قصر میں

کہ دیا وہ لرزاں سایوں اور سلگتے صحرا کی بنجر جلتی لو کی طرح میرے لشکر کے وسطی حصے کی طرف گھٹتے چلے گئے اور ان کے سامنے میرے لشکریوں کی حالت زرد پتوں۔ اس خاموشیوں کی تلخ یادوں سے بھی بدتر ہو کر رہ گئی تھی۔ جنگ کچھ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکی میں سمجھتا ہوں میرے لشکر میں سکت نہیں کہ حارث کے لشکر کا مقابلہ کر سکیں سب سے زیادہ میں اس کے جرنیل حبیب بن عثمان کے حملہ آور ہونے سے ہٹا ہوا ہوں اس نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جس سمت بھی رخ کیا اس سمت میرے لشکریوں کی حالت وہ ساحل کے دھتکارے ملاح دھکی ہوئی ریزہ ریزہ روئی اور ہاش پاش ہو جانے والے پیالے کی طرح کرتا رہا میری شکست کا سب سے بڑا سبب وہی ہے۔“

ہیروڈیس جب خاموش ہوا تو پلاطس بول پڑا۔

”ہیروڈیس اس شکست کے بڑے بڑے اثرات نمودار ہوں گے اس شکست سے جہاں نبطیوں کے بادشاہ حارث کے حوست داولے بلند اور جوان ہوں گے وہاں فلسطین کے اندر قوتوں کے حوصلے پست اور مضعل ہو کر رہ جائیں گے اور جب آپ کی اس شکست کی خبر قیصر روم کو پہنچے گی تو یاد رکھنا وہ ہم سب سے اس شکست کی باز پرس کرے گا۔“

”لہذا ان سارے عوامل سے بچنے کے لئے آپ کی شکست کا انتقام حارث سے لینا انتہائی ضروری ہے جب تک اسے بدترین شکست نہیں دی جاتی اس وقت تک ان علاقوں کے اندر رومنوں کی ساکھ بحال نہیں ہوگی۔“

”ہیروڈیس آپ کی آمد سے پہلے میں اور ڈیکاپولس نے ایک لائحہ عمل طے کیا ہے وہ میں آپ سے کہتا ہوں اگر آپ اس سے متفق ہوں تو میرے خیال میں ہم بڑی سہولت کے ساتھ نبطیوں کے بادشاہ حارث کو آئندہ جنگ میں شکست دے کر آپ کی فہمت کا انتقام لے سکتے ہیں۔“

ہیروڈیس ہارے ہوئے جواری کی طرح کچھ دیر تک پلاطس کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنے سے لہجے میں بول پڑا۔

”پلاطس تم نے ڈیکاپولس کے ساتھ مل کر جو بھی طے کیا ہے مجھے منظور ہے میں

داخل ہوئے تو اسی وقت انہیں پلاطس اور ڈیکاپولس کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ ہیروڈیس نے فوراً ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کر دیا لہذا ڈیکاپولس اور پلاطس دونوں ہیروڈیس کے کمرہ خاص میں آئے اس وقت ہیروڈیس اور ہیروڈیس دونوں ہیروڈیس بیوی بیٹھے ہوئے تھے اپنی جگہ سے اٹھ کر ہیروڈیس نے ڈیکاپولس اور پلاطس کا ہاتھ استقبال کیا اور انہیں اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔

سب سے پہلے ڈیکاپولس اور پلاطس نے ہیروڈیس سے حارث کے ہاتھوں کے پر بڑی ہمدردی کا اظہار کیا پھر پلاطس نے ہیروڈیس کو مخاطب کیا۔

”ہیروڈیس آپ کے خیال میں نبطیوں کے ہاتھوں آپ کی شکست کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں جس وقت آپ اپنے لشکر کے ساتھ نکلے تھے۔ ناظروں نے مجھے اس کی اطلاع کر دی تھی۔ ڈیکاپولس کو بھی اطلاع ہو چکی تھی اور ہم دونوں تو یہ امید لگائے ہوئے تھے کہ آپ حارث کو بدترین شکست دیں گے اور حارث کے مرکزی شہر ریم تک اس کا تعاقب کرتے چلے جائیں گے لیکن یہاں تو معاملہ الٹ ہو گیا حارث نے آپ کو شکست دی اور دور تک آپ کا تعاقب کیا آپ کی سمجھتے ہیں کہ اس کے لشکر کی تعداد آپ کے لشکر سے زیادہ تھی۔“

ہیروڈیس مایوس سا دکھائی دے رہا تھا کچھ دیر سر کو جھکائے ہوئے سوچتا رہا اس کے چہرے پر تفکرات اور فکر مندی کی لہریں نمایاں ہو گئیں تھی پر وہ بول پڑا۔

”حارث کے لشکر کی تعداد تو مجھ سے زیادہ نہ تھی کسی قدر کم ہی ہوگی لیکن حیرت ہے اس نے مجھے بدترین شکست دی لیکن اس کے اور میرے لشکریوں کے جگہ کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے میرے لشکری دفاع تک محدود رہے جبکہ اس نے لشکری ہار جیت اختیار کرنے کے بعد کچھ اس طرح آگے بڑھتے ہوئے حملہ آور ہونے رہے جیسے روز ازل کے متلاشی اور ابدی قربان گاہوں کے چوپان اپنی فوج مندی اعلان کرنے کے لئے اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہیں۔ حارث کے سپاہی میرے لشکر صفوں پر اس طرح چھاتے رہے جیسے سمندر کے نیلے خلاء سے اچانک خشکیں نکل کر مقدر کے تمکبان بن کر زمانے کی کدو رتوں کی صورت میں ہر چیز پر چھانے ہوئے۔ لمحوں کے اندر انہوں نے میرے لشکریوں کے سابقوں اور لاحقوں کو ادھار

ہیروڈیس نے پلاٹس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پلاٹس جب خاموش ہوا تو نے کنا شروع کیا۔

پلاٹس میں تمہاری اور ڈیکاپولس کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ اس تاریخ کو ہمیں حملہ آور ہونا چاہیے یہ تم دونوں ہی طے کرو لیکن مجھے کچھ دن میں اپنے لشکر کو نئے سرے سے استوار کر سکوں اس موقع پر میں تم پر ایک دن بھی کرنا چاہتا ہوں۔“

پلاٹس تم جانتے ہو جن دنوں شام کا بادشاہ حداد بن حدار دمشق میں آیا تھا اس نے اسے ایک لڑکی نے رقص کیا تھا تم جانتے ہو یروشلم میں اس لڑکی کو یروشلم کی لڑکیوں کے ساتھ لے کر آیا جاتا تھا ایسا اس کے حسن اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے کیا جاتا تھا۔“

”تمہیں یہ بھی یاد ہو گا کہ حداد بن حدار نے اس لڑکی کو اپنے لیے پسند کر لیا تھا لیکن کما تھا اس لڑکی کو اس کے حرم میں داخل کیا جائے اس لڑکی کا نام اوزال تھا۔ وہ لڑکی غائب ہو گئی اب پتا چلا ہے کہ وہ لڑکی نبطیوں کے مرکزی شہر رقیم پہنچ گئی۔ نبطیوں کا ایک قاصد بھی میرے پاس ٹھہرا ہوا ہے اس کے ایک ساتھی نے وعدہ کیا تھا کہ بھاری رقم کے عوض اوزال کو یہاں پہنچائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی ہیروڈیس نے تال بجائی جس کے جواب میں اس کا چوہدار اندر آیا دیکھتے ہی ہیروڈیس نے اسے مخاطب کیا۔

”رقیم شہر کا جو قاصد ہمارے ہاں ٹھہرا ہوا تھا اسے یہاں بلا کر لاؤ۔“

چوہدار نے عجیب سے انداز میں ہیروڈیس کو تعظیم دی پھر وہ لڑکی سی آواز میں آئی۔

”مالک آپ جانتے ہیں اس قاصد نے شاہی مہمان خانے میں قیام کیا ہوا تھا اس نے لڑکی لے کر آئے، جانے اور شہر میں گھومنے پر کوئی پابندی نہ تھی وہ یہاں سے بھاگ گیا۔ میں نے اسے بڑا تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا۔“

ہیروڈیس کے چہرے پر غصے اور خفگی کے آثار نمودار ہوئے ہیروڈیہ کے چہرے پر غصے کی لہریں بکھر گئیں تھیں پھر پلاٹس کی طرف دیکھتے ہوئے ہیروڈیس کہنے لگا۔

جانتا ہوں تم دونوں نے مل کر جو فیصلہ کیا ہو گا اسی میں میری بہتری ہو گی کو تم کیا کرنا چاہتے ہو۔“

پلاٹس نے ایک نگاہ ڈیکاپولس پر ڈالی اس کے بعد وہ ہیروڈیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہیروڈیس آج تمہارے ساتھ معاملہ طے کرنے کے بعد میں اور ڈیکاپولس یہاں سے اپنے اپنے علاقوں کی طرف کوچ کر جائیں گے آپ سے گفتگو کرنے کے بعد ایک تاریخ مقرر کی جائے گی اس تاریخ کو میں اپنے علاقوں سے ایک لشکر لے کر نکلوں گا جو رومنوں پر مشتمل ہو گا رومنوں کے ہی ایک لشکر کے ساتھ ڈیکاپولس اپنے علاقوں سے نکلے گا اسی تاریخ کو آپ بھی لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر سے نکلتا اور نبطیوں کے علاقوں کی طرف بڑھنا۔“

اب صورت حال یہ ہو گی کہ شمال کی طرف سے ڈیکاپولس ایک منجھے ہوئے تربیت یافتہ اور جرار لشکر کے ساتھ نبطیوں کے علاقوں کی طرف بڑھے گا مغرب کی طرف سے آپ کوچ کرنا جنوب کی طرف سے میں ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ نبطیوں کے علاقوں کا رخ کروں گا اس طرح نبطیوں کے لیے ہم تین محاذ کھولیں گے۔

”ہیروڈیس اس سے پہلے اگر حادثہ نے آپ کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے آپ کو بڑی آسانی کے ساتھ شکست دے دی تو آئندہ جنگ میں وہ ایسا نہیں کر سکے گا ایک محاذ پر لڑنا اس کے لیے آسان تھا جب بیک وقت تین محاذ مختلف سمتوں پر کھلیں گے تو یاد رکھنا اسے اپنے مرکزی شہر رقیم کا دفاع کرنا مشکل ہو جائے گا مجھے امید ہے کہ اگر ہم ایک مقررہ وقت اور ان کو اپنے اپنے لشکریوں کے ساتھ نکلیں اور طے شدہ تجویز کے مطابق نبطیوں کے علاقوں کی طرف بڑھیں تو نبطیوں کو نہ صرف یہ کہ ان کے مرکزی شہر میں محصور کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں بلکہ ہم ہمت اور صبر سے کام لیں تو نبطیوں کے مرکزی شہر پر قبضہ بھی کر سکتے ہیں اس طرح نبطیوں کا ہر مکمل طور پر خاتمہ کر سکتے ہیں ان کے خاتمے کے بعد ان علاقوں میں کوئی ایسی قوت نہ رہے گی جو رومنوں کے سامنے سر اٹھا کر چل سکے۔“

لگا۔

ہیروڈیس اگلے ماہ کی سات تاریخ کو جب مغرب کی طرف تم، جنوب کی طرف  
میں شمال کی طرف سے ڈیکا پولس نبطیوں کے علاقوں کی طرف بڑھیں گے تو یاد  
تاریخ کے اوراق اور وقت کے موڑ پر ایک نیا حادثہ جنم لے گا پہلے حادثہ نے  
اپنی قوت کو مجتمع کرتے ہوئے تمہیں بحیرہ لوط کے کنارے شکست دے دی لیکن آئندہ  
یہاں نہیں کرے گا۔

اس لئے کہ ہم تینوں کے مقابلے میں اسے بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں  
تقسیم کرنا پڑے گا جب وہ اپنی قوت کو تین حصوں میں بانٹے گا تو یاد رکھنا ہم تینوں کے  
خالفے میں اس کے لشکر کی استطاعت کمزور ہو کر رہ جائے گی اور میرے خیال میں  
جب وہ ایسا کرے گا تو ہمارے ہاتھوں اسے شکست اٹھانے میں دیر نہیں لگے گی۔“  
پلاطس کی اس گفتگو سے ہیروڈیس اور ہیرودیہ دونوں ہی کس قدر خوش ہو گئے  
تھے تھوڑے سے وقفے کے بعد پلاطس پھر بول پڑا۔

”ہیروڈیس اس جبکہ تمہارے ساتھ آئندہ جنگ کا لائحہ عمل طے ہو چکا ہے تو  
میں اور ڈیکا پولس آج ہی اپنے اپنے علاقوں کی طرف کوچ کر جائیں گے اس لئے کہ  
ہم گزشتہ کئی دنوں سے تمہارے دار الحکومت میں تمہارا انتظار کر رہے تھے اب معاملہ  
طے ہو گیا ہے تو ہمارا یہاں قیام کرنا بے سود ہے ہمیں اپنے علاقوں میں جانا چاہیے  
اور جس لشکر کو لے کر ہم نے ایک ماہ بعد نکلنا ہے اس کی تربیت کا عمدہ کام سرانجام  
دینا چاہیے۔“

پلاطس جب خاموش ہوا تو ہیروڈیس نے کہنا شروع کیا۔ ”پلاطس میں تمہاری  
تجزیہ سے اتفاق کرتا ہوں میں اور میرا بیٹا اگرچہ ابھی آج سے اپنے لشکر کی نئے سرے  
سے تربیت کا کام شروع کرتے ہیں ساتھ ہی نئے لشکر بھی بھرتی کرتے ہیں اور اپنے لشکر  
کا تعداد اتنی ہی کر لیں گے جس قدر ہم نبطیوں کے بادشاہ حارث کے مقابلے پر لے  
گئے تھے۔“

پلاطس اور ڈیکا دونوں نے ہیروڈیس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر انہوں نے  
پلاطس سے اجازت لی اسی روز وہ اپنے اپنے علاقے کی طرف چلے گئے تھے۔



”لگتا ہے رفیم شر کے ان قاصدوں نے ہی میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے  
اب نبطیوں سے انتقام ضرور لیا جائے گا پلاطس اب تم کو تم کون سی تاریخ  
مقرر کرتے ہو۔“

پلاطس کچھ کہنے لگا تھا کہ رک گیا اس لئے کہ عین اسی وقت ہیروڈیس  
بیوی سے اس کا بیٹا اگرپا اندر داخل ہوا۔ اگرپا کو دیکھتے ہوئے پلاطس، ہیروڈیس  
مخاطب کر کے کہنے لگا ”ہیروڈیس تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے بیٹے اگرپا  
صرف یہ کہ ہمارا بہترین خیر مقدم کیا بلکہ ہمارے ساتھ ایک مثالی اور عمدہ سلوک  
تمہارے بیٹے میں ایک اچھا اور کامیاب حکمران بننے کی ساری صفات موجود ہیں  
ہوا یہ آگیا سارا معاملہ اس کی موجودگی میں طے ہونا چاہیے مجھے تو اس کا انتظار  
نہ جانے یہ کہاں چلا گیا۔“ اس پر ہیروڈیس کہنے لگا۔

”مجھے فخر ہے کہ میرے بیٹے نے شر سے باہر نکل کر میرا استقبال کیا اس نے  
میری شکست پر میری حوصلہ افزائی کی یہ لشکر کو لے کر مستقر کی طرف چلا گیا تھا  
وہیں سے آرہا ہے۔“

اگرپا اپنے باپ ہیروڈیس کے پاس جب بیٹھ گیا تب پلاطس بول پڑا۔  
”اگرپا تمہاری موجودگی میں تمہارے باپ کے ساتھ وہی گفتگو کی ہے جو اس نے  
پہلے میں تمہارے ساتھ کر چکا ہوں پہلے یہ بتاؤ کہ آج چاند کی کیا تاریخ ہے۔“  
اگرپا کہنے لگا آج چاند کی سات تاریخ ہے۔

پلاطس نے کچھ سوچا پھر وہ ہیروڈیس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر بول پڑا۔  
”ہیروڈیس چاند کی اگلی سات تاریخ کو ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے  
تاریخ کو سورج طلوع ہونے سے کافی پہلے تم اپنے لشکر کے ساتھ اپنے دار الحکومت  
نکلنا۔ میں اور ڈیکا پولس بھی ایسا ہی کریں گے۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ تم اپنے بیٹے  
کو بھی لشکر میں شامل رکھو لیکن اب میں اس ارادے کو ملتوی کرتا ہوں اس لئے  
تین محاذ کھلنے کے بعد اگرپا کی ضرورت نہیں ہے اگرپا کو پہلے کی طرح دار الحکومت  
چھوڑ کر جانا تاکہ تمہاری غیر موجودگی میں یہ سلطنت کے احوال کی نگرانی کر سکے۔“

اوزال پہلے میرا ارادہ تھا کہ چند دن کے لیے گھر جاؤں گا اور تمہیں بھی اپنے لیے لے کر جاؤں گا۔ اس لیے کہ علی جب یہاں آیا تھا، اس نے میری ماں کا یہ پیغام پہنچا تھا کہ مجھے چند دن کے لیے گھر آنا چاہیے۔ ماں کا یہ بھی تقاضا تھا کہ اوزال کو بھی ساتھ لے کر آنا۔ اب میں گھر نہیں جاسکتا، اس لیے کہ ہمیں دن رات ایک جگہ نہ صرف یہ کہ اپنے لشکر کی تربیت کرنی ہے بلکہ نئے لشکر بھرتی کر کے انہیں فوجی تربیت دینا ہے۔

گزشتہ حادثے نے مجھے تمہاری طرف سے چوکنا کر دیا ہے۔ اب میں تمہیں تنہا دریا کیلے چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ میں تمہیں اپنے نخلستان میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تم وہی اسی قصر کے اندر لیکن میں تمہاری حفاظت کا خوب انتظام کروں گا۔

ابھی لشکر کے یہاں سے نکلنے کے لیے ایک ماہ باقی ہے۔ اس دوران میں کتے کو مارے ساتھ خوب مانوس کر جاؤں گا۔ تم جانتی ہو کہ وہ میرا سدھایا ہوا کتا ہے۔ میں نے اپنے ساتھ نہیں لے کر جاؤں گا، بیس چھوڑ جاؤں گا۔ کتا تمہارے ساتھ باہر نام گردش میں رہے گا۔ کسی آنے جانے والے کو نقصان نہیں پہنچائے گا، تاہم جو نیت سے تمہاری طرف آئے گا یا جس کی طرف تم اسے شکارو گی، اس کا نشانہ بن کر رکھ دے گا۔ میری غیر موجودگی میں وہ بہترین انداز میں تمہاری حفاظت کرے گا۔

پہلے تمہیں قصر کے عقبی دروازے سے نکال لیا گیا تھا، اب کوئی ایسا بھی نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ قصر کی حفاظت کے لیے از سر نو انتظام کیے گئے ہیں۔ اب کسی کی فوج نہیں کہ قصر میں داخل ہو کر پہلے جیسا واقعہ دہرا سکے اور پھر میرا کتا یہاں ہوگا۔ نقصان کے علاوہ وہ بھی بہترین انداز میں تمہاری حفاظت کا کام سرانجام دے سکے گا۔

جب تک حبیب بن عثمان بولتا رہا، اوزال خاموشی سے سنتی رہی۔ جب وہ چپ رہا، اوزال بول پڑی۔

”میں آپ کی اس تجویز سے مکمل اتفاق کرتی ہوں، پر اس کے لیے میری ایک

ایک روز اوزال اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ کمرے کے دروازے حبیب بن عثمان نمودار ہوا اور کمرے میں بیٹھی اوزال کو مخاطب کر کے مسکراتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ”کیا میں اندر آسکتا ہوں۔“

اوزال اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کچھ دیر وہ احتجاجی انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتی رہی، پھر آگے بڑھی۔ دروازے کے قریب آئی، ہاتھ آگے بڑھانے ہوئے اس نے حبیب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کمرے میں کھینچتے ہوئے کہنے لگی۔ ”یہ آپ نے آج سے نیا طریقہ کیا اپنا لیا ہے؟ دروازے پر کھڑے ہو کر اجنبیل کی طرح اجازت کیوں لے رہے ہیں؟ آپ تو ایسا کر رہے ہیں، گویا میرے ساتھ پہلے کوئی شناسائی ہی نہیں ہے، نہ آپ مجھے جانتے ہیں۔“

اس پر حبیب بن عثمان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ اوزال بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی، پھر اوزال کو حبیب بن عثمان نے مخاطب کیا۔ ”اوزال میں تمہارے ساتھ ایک انتہائی اہم معاملہ طے کرنے آیا ہوں۔ بات

دراصل یہ ہے کہ ہیروڈیس ہم سے اپنی شکست کا انتقام لینے پر تلا ہوا ہے۔ جو اطلال ہمارے مخبر لے کر آئے ہیں، اس کے مطابق ہیروڈیس اگلے ماہ کی سات تاریخ کو حرکت میں آئے گا۔ جنوب مغربی فلسطین کا رومن گورنر پلاطس اور شمال مشرقی فلسطین کا رومن ڈیکاپولس بھی ہیروڈیس کا ساتھ دیں گے۔

یہ تینوں قوتیں تین مختلف لشکر لے کر اپنے اپنے علاقوں سے نکلیں گی اور ہمارے لیے تین محاذ کھولیں گی۔ مغرب کی طرف سے ہیروڈیس، جنوب کی طرف سے پلاطس، شمال کی طرف سے ڈیکاپولس ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑھے گا اور ہم نے ان سب کی راہ روکنی ہے۔

ایک اور محترم حارث بھی وہاں گئے ہوئے تھے۔ اگر پہلے سے کوئی معاملہ ہوتا تو ان کے اندر ہی آپ سے گفتگو کر لی جاتی۔ میرے خیال میں اچانک کوئی حادثہ یا زلزلہ ہوا ہے جس کی بنا پر آپ کو طلب کیا گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔ دیکھتے ہیں کیا معاملہ ہے۔“

حبیب بن عثمان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بڑے شوق اور بڑے انہماک سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کتنا شروع کیا۔

”اوزال تم ہمیں رہو۔ میں جلد لوٹ کر تمہارے پاس آؤں گا۔ دیکھتا ہوں کیا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی اوزال کے جواب کا انتظار کیے بغیر حبیب بن عثمان کے ساتھ ہو لیا تھا۔

حبیب بن عثمان چوہدار کے ساتھ محل کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ اس کمرے پہلے سے نبیوں کا بادشاہ حارث اور اس کا بیٹا مالک حارث کی دونوں بیویاں نبلی کا اعلیٰ وزیر سیلاس اور رقیم شہر کا کوتوال اور ناظم ذوجدان بیٹھے ہوئے تھے۔

حبیب بن عثمان جب چوہدار کے ساتھ اندر داخل ہوا تو ہاتھ کے اشارے سے بائیں جانب ایک خالی نشست پر حارث نے بیٹھنے کے لیے کہا۔ جس پر حبیب بن عثمان نے آگے بڑھا، چپ چاپ نشست پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ پھر خصوصیت کے ساتھ حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے حارث نے کنا کہا۔

”صیب میرے بیٹے! تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ ابھی ابھی ہم سب مستقر کی طرف منتقل ہوئے ہیں اور اچانک کیا معاملہ ہو گیا کہ تمہیں فی الفور یہاں طلب کر لیا گیا ہے۔ معاملے کے لیے تمہیں طلب کیا گیا ہے، وہ واقعی بہت اہم ہے۔ زندان میں بیٹھے زبیل کو خبر ہو گئی ہے کہ عنقریب ہیرودیس، پیلامس اور ڈیکاپولس ہم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور ان کے حملوں کا دفاع کرنے کے لیے ہم زور و شور سے فوجیں جمع کر رہے ہیں۔ اس نے مجھ سے ملاقات کرنے کا پیغام بھیجا ہے اور ساتھ ساتھ یہ کہ وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہے اور یہ کہ آنے والی جنگوں میں وہ اپنے آپ کے کندھے سے کندھا ملا کر اپنی سرزمینوں کا دفاع کرنا چاہتا ہے۔“

حبیب بن عثمان نے تیز نگاہوں سے اوزال کی طرف دیکھا، پھر پوچھا۔  
”تمہاری کیا شرط ہے؟“

اوزال نے کچھ سوچا، اپنے سرخ گلابی ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اس کے بعد شروع کیا۔

”شرط یہ ہے کہ جب تک آپ لشکر کو لے کر یہاں سے نکلتے نہیں، اس تک ہر روز آپ یہاں میرے پاس آیا کریں گے اور رات بھی یہاں اپنے کمرے میں سویا کریں گے۔ اگر آپ کو میری یہ شرط منظور ہے تو پھر آپ کی غیر موجودگی میں ہمارے اندر رہ لوں گی۔ اگر نہیں تو پھر میں دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کر چاہوں گی۔ اول یہ کہ میں لشکر میں آپ کے ساتھ شامل ہوں گی۔ دوسرا یہ کہ جنگ جانے سے پہلے آپ مجھے اپنے نخلستان چھوڑ کر آئیں گے۔“

حبیب بن عثمان کھل کر مسکرا دیا، پھر کہنے لگا۔  
”یہ تو کوئی خاص شرط ہی نہیں ہے۔ میں نے پہلے ہی رات اپنے کمرے میں گزارنے کا عزم کیا ہوا ہے۔ اس لیے کہ جب رات کو میں یہاں ہوں گا تو کتا میرے ساتھ ہوگا اور اس دوران وہ اس ماحول سے مانوس ہو جائے گا اور میری غیر موجودگی میں تمہاری حفاظت بھی خوب کرے گا۔ مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے اب تم کو کیا کہتی ہو؟“

جواب میں اوزال کچھ کنا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ قصر کا چوہدار باہر ظاہر گردش میں نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی حبیب بن عثمان اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور کنا گیا، کوئی غیر معمولی واقعہ ہے۔ چوہدار دروازے کے قریب آیا اور حبیب بن عثمان مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ کو فی الفور آقا نے طلب کیا ہے۔“  
حبیب بن عثمان چوہدار کو مخاطب کر کے کچھ کنا ہی چاہتا تھا کہ اوزال نے اسے پہلے ہی حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”لگتا ہے قصر کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے جو اس قدر جلدی سرعت کے ساتھ آپ کو طلب کیا گیا ہے۔ ابھی تو آپ نے“

اے میرے باپ! خاندان میں چھوٹے موٹے حادثات اور واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں لیکن وطن اور اپنی سرزمین کی حفاظت سب پر مقدم اور اعلیٰ ہے۔ اب جبکہ دشمن تین محاذوں پر ہم سے ٹانک جھانک کرنے والا ہے، میری آپ سے گزارش ہے مجھے زندان سے نکال کر دشمن کے خلاف کچھ کرنے کا موقع دیں۔ مجھے اس لشکر میں شامل کریں جو میرے بھائی مالک کی سرکردگی میں ہو۔ میں اپنے بھائی مالک کے ساتھ سے کندھا ملا کر دشمن سے اپنی سرزمینوں کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے یہ موقع فراہم کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جنگ کے دوران میں زنبال آپ کا بیٹا آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔

اس گفتگو سے تھوڑی دیر تک حادث کے چہرے پر مسکراہٹ کھلتی رہی۔ ایک بار سب کی طرف اس نے باری باری دیکھا، آخر میں اس کی نگاہیں حبیب بن عثمان پر جم گئیں۔ پھر حبیب بن عثمان کو اس نے مخاطب کیا۔

”ابن عثمان میرے بیٹے میں اس معاملے کا فیصلہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ ایسا کرنے کے لیے میرے پاس دو وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ تم میری سلطنت کے سپہ سالار ہو، جو معاملہ پیش ہوا ہے، اس کا تعلق تمہارے شعبے سے ہے۔ دوسرے اوزال نہیں پسند کرتی ہے اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عہد کیے ہوئے ہے۔ اوزال کے معاملے میں زنبال نے خیانت کرنے کی کوشش کی تھی، لہذا یہ معاملہ بھی تمہاری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ میرے بیٹے زنبال کے سلسلے میں تم جو بھی فیصلہ کرو گے، وہ ہمارے لیے آخری اور قابل قبول ہوگا، اب تم کو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

حادث کے ان الفاظ سے حبیب بن عثمان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ اس موقع پر زنبال اور اس کی ماں رحم طلب انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حبیب بن عثمان نے ایک نگاہ باری باری ان دونوں ماں بیٹے پر ڈالی، حادث کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”نبیوں کے عظیم تاجدار! اگر آپ نے اس معاملہ کا فیصلہ مجھ پر ہی چھوڑا ہے تو مجھے، میں زنبال کو معاف کرتا ہوں۔ اوزال کو یہ اپنی بہن کہہ چکا ہے، اس نسبت سے میرا بھائی ہے۔ میں یہ بھی فیصلہ کرتا ہوں کہ اسے جنگ میں حصہ لینے کا موقع

میرے بیٹے میں نے زنبال کو زندان سے بلا بھیجا ہے۔ تھوڑی دیر تک پہنچتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں، اس گفتگو کے دوران تمہارا مقصد انتہائی اہم ہے۔ اس لیے کہ تم میرے لشکریوں کے سالار اعلیٰ ہو۔ زنبال اسے گفتگو کرتے ہیں کہ کس طرح وہ اپنے رویے کو بدلتا ہے۔“ حادث مزید کہتا چاہتا تھا کہ خاموش رہا، اس لیے کہ عین اس موقع پر دو محافظوں کے ساتھ زنبال کمرے میں داخل ہوا۔ کسی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا، نہ اس نے مصافحہ کیا بلکہ چپ چاپ ہاتھ کے اشارے سے حادث نے ایک نشست کی خواہش کا اشارہ کیا جس پر زنبال بیٹھ گیا۔ پھر حادث نے اسے مخاطب کیا۔

”تم نے زندان سے پیغام بھیجا تھا کہ تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو۔ میں سارے ذمہ دار لوگوں کو جمع کر لیا ہے، تم کو کیا کہنا چاہتے ہو؟“ زنبال کی گونج تھوڑی دیر تک جھکی رہی۔ وہ بڑا شرمندہ سا دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”اے میرے باپ اوزال کے معاملے میں زندان کی طرف بھیجنے سے پہلے نے ایک جملہ کہا تھا۔ اس جملے نے میری کایا پلٹ کر رکھ دی ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ کی تین بیٹیاں ہیں۔ عرب، حویلہ اور اوزال۔ آپ نے مزید کہا تھا کہ اوزال کے ساتھ ایسا معاملہ تھا کہ تم نے اپنی بہن کو بیچنے کی کوشش کی ہے۔ بہن کو بیچنے ماں کا بھی سودا کر ڈالتے۔ اے میرے باپ آپ کا یہ جملہ زندان میں میرے لیے اور نیروں کا کام دیتا رہا۔ میرے دل میں جھین، میرے ضمیر کو مجروح کرتا رہا۔ بار یہ سوچتا تھا کہ کوئی ایسا موقع نکلے کہ میں اپنے اس بد رویے کی عافی کر سکوں۔ اب ایسا موقع نکل رہا ہے، دشمن پر ہم حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آج سے میری دو نہیں، تین بہنیں ہیں۔ عرب، حویلہ اور اوزال۔ مجھ سے ماضی میں جو غلطی ہوئی، اس کے لیے میں نہ صرف آپ سے اپنے بڑے بھائی مالک اور حبیب بن عثمان سے بھی معذرت خواہ ہوں۔ اوزال بہن کی حیثیت سے حبیب بن عثمان کی ہے اور اسی کی بن کر رہے گی۔ اوزال کی طاقت اوزال کو حبیب بن عثمان سے نہیں چھین سکتی۔

ملنا چاہیے اور اسے اس لشکر میں شامل کیا جانا چاہیے جو مالک کی کمانداری میں رہ کرے۔“

حبیب بن عثمان کا یہ فیصلہ سن کر سب کے چہروں پر گہری خوشگوار مسکراہٹ مگنی تھی، پھر حارث بول پڑا۔

”ابن عثمان میرے بیٹے تم نے میرا جی خوش کر دیا ہے۔ تم نے ایسا فیصلہ کیا جس سے میرے اہل خانہ کا اتفاق اور اتحاد مستحکم اور مضبوط ہوگا۔“

اس کے بعد حارث نے زبہال کی طرف دیکھا۔

”زبہال میرے بیٹے تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ تم واپس زندان میں نہیں جاؤ گے۔ معمول کے مطابق قصر میں پہلے کی طرح زندگی بسر کرو گے۔“

حارث کچھ دیر خاموش رہا، پھر وہ دوبارہ بول پڑا۔

”ابن عثمان میرے بیٹے ایک معاملہ تو طے ہوا۔ اب ایک دوسرا معاملہ ہے جس میں یوں جانو تم سے مشورہ لیا جائے گا اور تمہارا ہی مشورہ قابل قبول ہوگا۔“

”بیٹے تم جانتے ہو کہ دشمن ہمارے لیے تین محاذ کھول رہا ہے۔ مغرب کی طرف سے ہیرودیس ہوگا۔ شمال کی طرف سے ڈیکا پولس، جنوب کی طرف سے پیلاطس۔ پہلا یہ بتاؤ کہ ہمیں اپنے لشکر کی ترتیب اور تقسیم کیا کرنی چاہیے۔ اس کے بعد جو معاملہ ہے، وہ میں پیش کرتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان نے کچھ سوچا، پھر کہنا شروع کیا۔

”جہاں تک میرا خیال ہے ہمیں بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ جو لشکر پہلے میری کمانداری میں کام کر چکا ہے، اسے میرے ساتھ ہی رہنے دیا جائے۔ اس لیے کہ وہ اب میرے ہاتھوں تربیت یافتہ ہے۔ ہیرودیس کو آپ میرے حوالے کر دیں، اس سے میں خوب نمٹوں گا۔ جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پیلاطس کا مقابلہ کریں۔ اپنی مشاورت کے لیے لشکر میں آپ کے سالار رکھنا چاہتے ہیں، یہ فیصلہ آپ فرما کر کریں گے۔“

جہاں تک ڈیکا پولس کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں، مالک اور زبہال دونوں

ڈیکا پولس سے خوب نمٹیں گے۔ اگر ہم ایک بار تینوں محاذوں پر دشمن کو پسپا کرنے اور جیت دینے میں کامیاب ہو جائیں تو یاد رکھیے گا، ان علاقوں میں ہماری دھاک بیٹھ جائے گی اور ہمسایہ مملکتیں یونہی منہ اٹھائے ہم پر حملہ آور ہونے کو شش نہیں کریں گی۔“

حارث اس وقت تک مسکراتا رہا، جب تک حبیب بن عثمان بولتا رہا۔ اس کے خاموش ہو جانے پر اس نے کہنا شروع کیا۔

”میرے بیٹے میں تمہاری اس تقسیم کو قبول کرتا ہوں۔ لشکر کی ترتیب یہی رہے گی، اب دوسرا معاملہ جو میں لانا چاہتا ہوں، وہ کچھ اس طرح ہے تمہارے ساتھ تو تمہارا بھائی سعید ہوگا، وہ تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ مالک کے ساتھ زبہال اس کا نائب ہوگا۔ میں اپنے ساتھ دو جوانوں کو اعلیٰ سالاروں کی حیثیت سے رکھنا چاہتا ہوں۔“

ابن عثمان تمہیں یاد ہوگا، جب تم زندان میں تھے تو زندان میں تمہارا جھگڑا دو جوانوں سے ہوا تھا۔ ایک کا نام قلیس اور دوسرے کا نام شاطر تھا۔ ان دونوں نے بھی زندان سے پیغام بھجوایا ہے کہ اب جبکہ ہماری سرزمین کو دشمن کی طرف سے غرہ ہے تو وہ جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں، لہذا ان دونوں کو رہا کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جنگ کے دوران وہ دونوں میرے نائب سالاروں کی حیثیت سے کام کریں۔ اس سلسلے میں اگر تمہیں کوئی اعتراض ہو تو بولو؟“

حارث کے خاموش ہوتے ہی حبیب بن عثمان فوراً بول پڑا۔

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بہر حال آپ کے تحت کچھ سالار ہونے چاہئیں۔ اگر آپ نے اپنے لیے قلیس اور شاطر کا فیصلہ کیا ہے تو یہ ایک عمدہ فیصلہ ہے۔ میرے خیال میں وہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے۔“

حبیب بن عثمان کچھ دیر کے لیے رکا، سوچا۔ پھر اس نے دوبارہ حارث کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

”میں نے بھی اپنے طور پر ایک فیصلہ کیا ہے اور مجھے امید ہے میں اپنے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ ہیرودیس نے



اشارے سے حبیب بن عثمان نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ ایک اور زبیل دونوں سامنے والی نشست پر بیٹھ گئے۔ پھر زبیل نے اوزال کو مخاطب کیا۔

”اوزال میری بہن! آج کے بعد میری دو نہیں تین بہنیں ہیں۔ دو پہلے تھیں اب اور حیلہ، اب تیسری تم ہو۔ جو کچھ مجھ سے تمہارے خلاف ہوا، میری بہن سے فراموش کر دو۔ اس کے لیے میں تمہ دل سے معذرت خواہ ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گی۔“

اس پر اوزال فوراً بول پڑی۔

”زبیل اگر تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تو میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔“ اوزال کے ان الفاظ پر حبیب بن عثمان ہی نہیں مالک اور زبیل کے چروں پر گراہٹ کھیل گئی تھی۔ پھر زبیل اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”عثمان میرے بھائی اب میرا ذہن اور ضمیر ہلکا ہو چکا ہے۔ اب آپ دیکھیں گے کہ میں کیسی کارگزاری کا مظاہرہ کرتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی زبیل اور مالک اٹھ کر پلے گئے تھے۔ حبیب بن عثمان اور اوزال اکٹھے بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔



ہیروڈیس سے شادی کر رکھی ہے۔ وہ اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کی قاتل ہے۔ اسی نے فرمائش، اسی کے کہنے پر اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر ہیروڈیس نے طرہ میں سجا کر ہیروڈیہ کو پیش کیا تھا۔ میرا دل، میرا ضمیر کہتا ہے کہ یہ دونوں ہی مجرم ہیں۔ دونوں کو ان کی اس کارستانی کی سزا ملنی چاہیے۔ میں نے اپنے دل میں تیرے کر رکھا ہے کہ میرے اللہ، میرے مالک، میرے خدا نے مجھے موقع دیا تو اس قتل کا انتقام ہیروڈیس اور ہیروڈیہ دونوں سے لوں گا۔ میں نے اپنے ذہن، اپنے دل میں ایک طریقہ کار ٹھان رکھا ہے اور مجھے امید ہے اس پر عمل کرتے ہوئے میں ان دونوں سے انتقام ضرور لوں گا۔“

حارث تھوڑی دیر تک بڑے تو مصیفی انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔ ”میرے بیٹے یہ ایک عمدہ فیصلہ ہے لیکن ان دونوں پر اگر ہاتھ ڈالنا تو بڑے محفوظ طریقے سے۔ اپنی ترکیب، اپنی تدبیر کو بڑا مستحکم کرنے کے بعد ان پر ہاتھ ڈالنا۔ ویسے وہ دونوں اس قابل ہیں کہ قتل کیے جائیں۔ بہر حال جن فیصلوں کے لیے میرے بیٹے میں نے تمہیں بلایا تھا، وہ سارے اب طے ہو چکے ہیں، اب تم سب جا کر آرام کرو۔“

اس پر سب سے پہلے زبیل اپنی جگہ سے اٹھا اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن عثمان میرے بھائی اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہارے ساتھ اوزال کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ میں اس سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان دروازے کی طرف بڑھا اور کہنے لگا۔ ”آؤ میرے ساتھ، میں اوزال ہی کی طرف جا رہا ہوں۔“ حبیب بن عثمان جب دروازے کے قریب گیا تو مالک بھی اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس طرح مالک اور زبیل دونوں حبیب بن عثمان کے ساتھ ہو لیے تھے۔

تینوں جب اس کمرے میں آئے جہاں اوزال بیٹھی بڑی بے چینی سے حبیب بن عثمان کا انتظار کر رہی تھی تو حبیب بن عثمان کے ساتھ مالک اور زبیل دونوں کو دیکھتے ہوئے وہ چونکی تھی۔ اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی تھی۔ تینوں کمرے میں داخل ہوئے۔ ہاتھ

بڑے روز صبح ہی صبح اس نے اپنے لشکر میں جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے پیتل کے بڑے ٹبل بجوا دیئے تھے۔

حبیب بن عثمان اور سعید بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے۔ صفیں درست کرنے کے بعد حبیب بن عثمان اپنے لشکر کے آگے آیا۔ کچھ دیر تک وہ اپنے ٹوڑے کی موٹی محرابی گردن کو تھپتھپاتا رہا۔ پھر بڑی عاجزی اور انکساری سے آسمان کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد قبلہ رخ ہو کے وہ بڑی عاجزی سے گڑگڑاتے ہوئے اپنے خداوند قدوس کے حضور دعا مانگ رہا تھا۔

”اے میرے اللہ پاک! تو ہی طاقتور اور دانا خالق ہے۔ تو ہی قسموں کا تعین کرنے والا ہے۔ میرے اللہ تو ہی بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ تو نے ہی نیوا اور بابل کے گدازات کے اندر کائنات کی قدیم اور رنگین داستانیں دفن کر دیں۔

میرے مالک! جب عالم بالا میں آسمان کا نام نہ تھا، جب تقدیریں متعین نہ ہوئی تھیں۔ تب تو نے ہی اپنی قوت سے آسمان ظاہر کیا۔

اے بادشاہوں کے بادشاہ تیرے حکم سے چاند گھٹتا بڑھتا ہے۔ بادلوں کو نیچے کرنے سے تو ہی روکتا ہے۔ تو ہی پانی اور پودوں کو باقی رکھتا ہے۔ تو ہی اپنی ہنرمندی اور مائی سے روٹیاں اور تاریکیاں پیدا کرتا ہے۔

میرے خالق، میرے آقا تو نے ہی خواب اور بیداری کو پیدا کیا ہے۔ تیری ہی بخشی سے صبح و شام وجود پاتے ہیں۔ تو ہی اپنی قدرت سے ظلمت کی گمراہیوں سے روشن کروں کی بساط کھڑی کرتا ہے۔

میرے اللہ میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں۔ میرے اللہ تو دیکھتا ہے، ان میدانوں کے اندر دشمن موت اور بدی کی طاقتوں سے سجا بیوگی کا نشان اور سوگ کا عصا بنے ہوئے سامنے پیتل کے بڑے بڑے ٹبل بجوا رہا ہے تاکہ میرے ساتھ جنگ کی ابتدا نہ ہو۔ میرے اللہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ مجھے توفیق دے کہ میں وقت کے گمرے نذر میں اس دشمن کی خواہشوں کی آوارگی کو کٹھن کھٹور راستوں پر روح کی زندگی، ان کی آگہی کی حلاوت کو بے درماں درد اور ان کے سخن کی تاثیر کو ظلم کی آس کی جھپٹ سے آشنا کرتا چلا جاؤں۔ میرے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیری ہی

مخالف قوتیں تین مختلف سمتوں سے نبطیوں کا نام و نشان مٹانے کے لیے بڑھی تھیں۔ سامنے کی طرف سے ہیروڈیس نے کچھ اس طرح پیش قدمی کی تھی جیسے آہوں سے بھری ہوائیں، خوش دل پرندوں کی چکار کو روندتی، ہنسنے، چنبیلی اور جوی کے پھولوں اور درختوں کے زرد پتوں کو اپنی ہوکتی سانسوں سے نیست و نابود کرتی ہوئی آگے بڑھی ہوں۔

دائیں جانب سے ڈیکاپولس اوہام کی زنجیریں پھلتے اندھے انسانی قانون اور تمدن کی گمراہیوں کو مزید پستیوں میں دھکیلنے کفر اور الحاد کی طرح پیش قدمی کر رہا تھا۔ بائیں جانب سے پیلامس زخموں کے شہستان، دکھ کے سمندر اور کرب کی صدیاں کھڑی کرتے مصائب کے ہجوم کی طرح فاصلوں کو ناپتا ہوا نبطیوں کی سرزمین کی طرف بڑھ رہا تھا۔



دوسری جانب خود حارث پیلامس کی طرف بڑھا۔ حبیب بن عثمان ہیروڈیس کی طرف جبکہ مالک اور زبیل دونوں بھائی ڈیکاپولس کا رخ کر رہے تھے۔

سب سے پہلے حبیب بن عثمان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہیروڈیس کے سامنے آیا۔ ہیروڈیس کو شاید حبیب بن عثمان کے لشکر کی پیش قدمی کا علم ہو چکا تھا، لہذا جزلہ کے ذرا مشرق میں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد حبیب بن عثمان نے بھی اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا۔

کچھ دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے۔ اس دوران ہیروڈیس ڈیکاپولس اور پیلامس کے ساتھ تیز رفتار مخبروں کے ذریعے گمراہ تعلق اور رابطہ تھا۔

حمایت سے دشمن کی ہوس کی آنچ کو زرد خزاں کا شکار کرنے میں کامیاب رہا۔ میرے اللہ میری تم سے التجا، میری تم سے گزارش ہے کہ دشمن کے سامنے میری اداس صبح، میری غمگین شاموں کو دھڑکتے دل کی خوشیوں میں تبدیل کر دے۔ میرے مالک مجھے استطاعت دے کہ میں تیری حمایت، تیری نصرت کے سارے اس دشمن پر تند بگولوں کی طرح حملہ آور ہو کر اس پر ایسی محرومیت طاری کروں کہ یہ چاندنی کو تپش، آگ کو ریت، فرض کو سزا اور جبر کو جنگ پکارتا ہوا میرے سامنے سے بھاگ کھڑا ہو۔ میرے اللہ میں تیرا عاجز بندہ امتحان کی اس گھڑی میں تجھ سے ہی اپنے لیے مدد اور نصرت کی التماس کرتا ہوں۔ میرے اللہ میں جانتا ہوں تو اپنے ماننے والوں کو مایوس نہیں کرتا۔ میں جانتا ہوں کہ تو دلوں کے بھید کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ میرے مالک دشمن کے دلوں کی خباثت کے سامنے میری مدد فرماتا۔

دعا ختم کرنے کے بعد اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے حبیب بن عثمان نے اپنی گردن سیدھی کر لی تھی۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسا تبسم کھیل گیا تھا جیسے اپنے رب کے حضور بڑی عاجزی کے ساتھ دعا مانگنے کے بعد اس نے اپنا فرض پورا کرتے ہوئے اپنے لیے فتح مندی کے سارے ہی در کھولنے کی اجازت حاصل کر لی ہو۔

تھوڑی ہی دیر بعد ہیرو دیس نے اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ پھر وہ حبیب بن عثمان اور سعید کے لشکر پر صدیوں پرانے کھنڈرات سے اچانک اٹھتے سیل آتش و طوفان، کثرت آلام کھری کرتے برہنہ اور برہم آگ کے شعلوں اور زمینوں کو فصلوں سے محروم کرتے خنجر لحوں کی یورش کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

حبیب بن عثمان اور سعید نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ ہیرو دیس کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ وہ بھی جواباً کچھ اس طرح حملہ آور ہوئے جس طرح موت کے گمبے سمندر سے اچانک کرب کی ژالہ باری نمودار ہو کر حملہ آور ہو گئی ہو یا زندگی کی بالکونیوں اور زیست کے دریا پر سکون کو برہم کرتی ستم کی تیرہ گری اور آلام کی گراں باری نے کسی کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا ہو۔ بس ایسے ہی انداز میں حبیب بن عثمان اور سعید، ہیرو دیس کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

حبیب بن عثمان اور سعید کے دو طرفہ حملے ایسے زوردار، ایسے خونی اور طاقتور تھے کہ ان حملوں کے باعث میدان جنگ کے اندر بے نام خواہشوں کی سرگوشیاں اور لڑائی کے بے ثباتی کے قصے دم توڑنے لگے تھے۔ زندگی کے سپاٹ میدانوں میں تقویم کے اساسی خدوخال تبدیل ہونے لگے تھے۔ زمین کا خشک چہرہ اور وقت کی ہاتھیں بڑی تیزی کے ساتھ ہزیمت کی کمر جانی انجانی بیچارگی اور حواس کی بے بسی میں غرق ہونا شروع ہو گئے تھے۔

ہیرو دیس اور اس کے لشکر کی زیادہ دیر تک حبیب بن عثمان اور سعید کے تیز پس کا سامنا نہ کر سکے۔ ہیرو دیس کی بد قسمتی کہ اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ حبیب بن عثمان اور سعید نے دور تک اس کا تعاقب کیا اور ایک طرح سے اس کے لشکر کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ ہیرو دیس بڑی مشکل سے اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر اپنی سرزمینوں میں داخل ہوا اور ایک محفوظ جگہ پر ٹھہر کر لیا تھا۔

ہیرو دیس نے شاید ایسا اس لیے کیا تھا کہ پلاٹس اور ڈیکاپولس کی طرف سے اسے فوج کا انتظار تھا۔ شاید وہ یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ رومنوں کے وہ دونوں جرنیل جن کو شکست دیں گے اور جب نبلی شکست کھا کر پسا ہوں گے تو ایک بار پھر ہیرو دیس اپنی سرزمینوں سے نکل کر نبطیوں کے علاقوں میں داخل ہوگا اور اپنی شکست کو ترمیم تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا۔

لیکن ہیرو دیس کے ساتھ پلاٹس اور ڈیکاپولس کی بھی بد قسمتی کہ جس طرح حبیب بن عثمان اور سعید نے ہیرو دیس کو بدترین شکست دی تھی، اسی طرح حادثہ اور اس سے بھاری بھی سیلاب سے بھرے ہوئے دریاؤں اور بر فباری کی قیامت خیزی کی طرح ہیرو دیس کی رنگت کو تانبا کر دینے والے طوفانوں کی طرح پیلاٹس پر حملہ آور ہوا۔ پیلاٹس زیادہ دیر تک میدان جنگ میں ٹھہر نہ سکا۔ جس طرح ہیرو دیس کو شکست ہوئی تھی، اسی طرح حادثہ کے ہاتھوں پیلاٹس کو شکست ہوئی اور بھاگ کھڑا ہوا۔

مصر شمال میں بھی ایسا ہی قصہ دہرایا گیا۔ مالک اور زبیل دونوں بھائی بڑی

ہوئے تھاکہ آپ نے یقیناً نبیوں کے لشکر کو شکست دی ہوگی اور میں  
 کہے ہوئے تھاکہ آپ کے ساتھ مل کر نبیوں کی سرزمینوں کے اندر کامیاب  
 کروں گا لیکن جلد ہی میری ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ جب طلایہ  
 نے مجھے اطلاع دی کہ جس طرح مجھے اور ڈیکاپولس کو شکست ہوئی ہے، اسی  
 طرح کو بھی نبیوں کے مقابلے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔“

اس موقع پر ہیرودیس کی جواں سال اور خوبصورت بیوی ہیرودیہ پیلاطس کو مخاطب  
 کرتے ہوئے کہنا ہی چاہتی تھی کہ ہیرودیس خود ہی بول پڑا۔

”پیلاطس میں اپنی شکست اور ناکامی پر خود بھی بڑا حیران اور پریشان ہوں۔  
 میں اور ڈیکاپولس میں تم پر انکشاف کروں کہ نبیوں کے جس جرنیل سے میرا پالا  
 اور ایک عجیب و غریب انسان تھا۔ اپنے حملوں میں وہ کڑے قوسوں کی فرقتیں،  
 کے دیار اور آفت جاں کے رخ کھڑے کرتے ہوئے اپنے مخالف پر عصاب کے  
 باری کر دینے والا تھا۔ بڑی تیزی کے ساتھ وہ میرے لشکر پر نوحہ کرتے وقت  
 بھلے بھرتے طوفانوں اور ہر شے کو چاٹتی سردمہری کی خوفناک ہواؤں کی طرح حملہ  
 کر دیتا۔ میں نے کئی بار اس کے حملوں کو روکتے ہوئے اس کے سامنے جتنا چاہا  
 اور بڑی تیزی کے ساتھ بادو باران کی کندہ کاری کی، طرح ہم پر ضربیں لگاتا رہا اور  
 مجھے باہمی پیدا کرنے کے لیے اس نے زیادہ وقت نہیں لیا بلکہ لمحوں کے اندر اس  
 کے لشکر کی حالت پر بریدہ خریں فاختاؤں، جھلے چناروں، پریشان پھولوں اور پتے  
 کی ٹٹکی جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں آج تک ایسا آسیب  
 اور ریگ و صرصر کے طوفانوں جیسا جرنیل نہیں دیکھا۔ یہ انہی بے باک اور  
 نڈر نوجوانوں میں سے ہے جو میرے خیال میں امیدوں کی بالکونیوں پر کھڑے ہو  
 کر سکوں کو بھی کھرا کر دیتے ہیں۔“

ہیرودیس جب خاموش ہوا تو پیلاطس بول پڑا۔

”محترم ہیرودیس میں نے بھی نبیوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ غلط لگایا تھا۔  
 میں تھا کہ نبی زیادہ دیر تک ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے۔ اس لیے کہ ہم  
 کی پوری طاقت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ میں تو یہ امید لگائے بیٹھا

جائفشانی کے ساتھ ڈیکاپولس کے سامنے آئے۔ ڈیکاپولس کا خیال تھا کہ نبیوں کے  
 کیونکہ تین حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے، لہذا وہ بڑی آسانی سے سامنے آئے اور  
 نبیوں کے لشکر کو شکست دے گا، لہذا شروع میں اس نے بڑے بڑھ پڑھ کر  
 تھے لیکن انجام آخر اس کے خلاف ہوا۔ اس لیے کہ جنگ جب شروع ہوئی تو  
 اور زنبال اپنے لشکریوں کے ساتھ ڈیکاپولس پر کچھ اس طرح وارد ہوئے تھے  
 خزاں کے بخت دریدہ طوفانوں اور مقدر کے اضطراب مسلسل نے مرگ اور زہر  
 کے خونی تماشے کھڑے کر کے قدم راستوں اور پرانے تعصبوں کی زنجیریں کو  
 رکھ دی ہوں۔

ڈیکاپولس کو بھی ہیرودیس اور پیلاطس سے کہیں بڑھ کر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔  
 اب صورتحال یہ سامنے آئی کہ شکست اٹھانے کے بعد پیلاطس یروشلیم میں  
 بھاگا، نہ ہی ڈیکاپولس اپنے شہروں کی طرف گیا بلکہ انہوں نے اپنے مخبروں سے  
 معلوم لیا کہ ان کی طرح ہیرودیس کو بھی شکست ہوئی، لہذا وہ اپنی سرزمینوں میں  
 کر کے ان دونوں کے ساتھ دشمن کے ٹکراؤ کے نتائج کا منتظر ہے۔ شکست اٹھانے کے  
 بعد پیلاطس اور ڈیکاپولس بھی ہیرودیس کی طرف بڑھے تھے۔

ہیرودیس نے اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ بحرلوط کے قریب اس جگہ پڑاؤ  
 رکھا تھا جہاں دریائے اردن بحرلوط میں گرتا ہے۔ یہیں قیام کے دوران ایک روز  
 کے مخبروں نے اسے نبیوں کے ہاتھوں پیلاطس اور ڈیکاپولس کی شکست اور اس کی  
 طرف آنے کی اطلاع دی تھی۔

ہیرودیس کے پڑاؤ سے دور پیلاطس اور ڈیکاپولس ایک دوسرے سے ملے،  
 صلاح مشورہ کیا۔ پھر دونوں اپنے متحدہ لشکر کو لے کر ہیرودیس کی طرف بڑھے۔  
 ہیرودیس کو جب ان کے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے بڑی گرم جوشی سے دونوں  
 استقبال کیا۔ پھر ڈیکاپولس اور پیلاطس کو وہ اپنے خیمے میں لے گیا تھا۔

خیمے میں اس وقت ہیرودیس کی بیوی ہیرودیہ بھی موجود تھی۔ خیمے میں کچھ دیر  
 خاموشی رہی، پھر گفتگو کا آغاز پیلاطس نے کیا۔  
 ”محترم ہیرودیس مجھے جب نبیوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو میں

تھا کہ درمیان سے آپ، بائیں جانب سے میں، دائیں جانب سے ڈیکاپولس بڑی تیز رفتاری کے ساتھ نبلیوں کی سرزمین میں داخل ہوں گے۔ پھر ان کے مرکزی شہر قلم کو تین اطراف سے گھیر کر اس پر بغیر کسی کڑی مزاحمت کے قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن جب مجھے شکست کا سامنا کرنا پڑا تو نبلیوں کی طاقت اور قوت کو دیکھتے ہوئے میری حیرت کی کوئی حد نہ تھی۔

ہیروڈیس مجھے اب ایک اور خدشہ کھائے جا رہا ہے۔ ہم تینوں کی شکست کی خبر جلد یا بدیر قصر روم کے پاس پہنچے گی۔ ہماری یہ شکست ہماری یہ ناکامی اور نامرادی قلم اس کے لیے ناقابل برداشت ہوگی۔ میرا اندازہ ہے، اس کے لیے وہ ہمیں سخت قسم کی سرزنش کرے گا۔ بہر حال جو کچھ ہوا، اسے تو ہمیں برداشت کرنا ہے لیکن نبلیوں کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ ہم نے نبلیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ایک غلطی کی ہے۔

گو یہ میرا مشورہ تھا اور میں نے ہی دیا تھا کہ ہم تین مختلف سمتوں سے حملہ آور ہوں اور ان کے مرکزی شہر کی طرف بڑھیں لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہماری غلطی تھی، ہم تینوں کو اکٹھا رہنا چاہیے تھا اور اپنی پوری طاقت اور قوت کو مجتمع کرتے ہوئے نبلیوں پر ضرب لگانی چاہیے تھی۔ اگر ہم ایسا کرتے تو شاید ہم نامرادی اور شکست نہ دیکھتے جس کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں اپنے لشکر کا کافی حصہ گنوا چکا ہوں۔ اسی طرح ڈیکاپولس کے لشکر کا بھی کافی نقصان ہوا ہے۔ جہاں تک مخبروں نے مجھے اطلاع دی ہے، آپ کے سامنے حارث کا سب سے کڑا اور جرات مند جرنیل حبیب بن عثمان تھا۔ میرا مقابلہ خود نبلیوں کے بادشاہ حارث سے تھا اور ان کے ساتھ اس کے دو نو آزمودہ جرنیل تھے جبکہ ڈیکاپولس کا مقابلہ حارث کے دونوں بیٹے مالک اور زبیل کر رہے تھے۔ حیرت ہے کہ تینوں محاذوں پر ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

پیلاطس تھوڑی دیر کے لیے رکا، کچھ سوچا۔ اس کے بعد مستنگوں کا سلسلہ چلتا رکھتے ہوئے پھر وہ کہہ رہا تھا۔

”ہیروڈیس میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب ہم تینوں کی شکست کی خبر دینگے

شاہ کے پاس پہنچے گی تو وہ فوراً حکم دے گا کہ ہر صورت میں نبلیوں کے ہاتھوں شکست کا انتقام لیا جائے، لہذا میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں یہاں زیادہ دن تک قیام کرنا چاہیے۔ واپس اپنی اپنی سرزمینوں کی طرف جانا چاہیے۔ لشکروں کا جو بیہوش ہوا، اس کا ازالہ کرنا چاہیے۔ نئے عسکری بھرتی کر کے ان کی بہترین جنگی تربیت کا کام کرنا چاہیے تاکہ رومنوں کا شہنشاہ جب دوبارہ ہمیں نبلیوں سے ٹکرائے تو اس کا حکم ملنے تک ہم بہترین لشکر تیار کر چکے ہیں جس کے ذریعے قیصر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہم نبلیوں کو شکست دے سکیں۔“

ہیروڈیس اس کی جوان خوبصورت بیوی ہیروڈیہ اور ڈیکاپولس نے پیلاطس کی اس سے مکمل اتفاق کیا۔ کچھ دیر تک سب تو صیغی انداز میں پیلاطس کی طرف دیکھتے رہے۔ ہیروڈیس اور اس کی بیوی ہیروڈیہ آپس میں مشورہ کرتے رہے۔ اس دوران یہ کے چہرے پر بڑی خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ دونوں علاج مشورہ ختم کیا، اس کے بعد پیلاطس اور ڈیکاپولس کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

ہیروڈیہ نے میرے سامنے ایک بہت اچھی تجویز پیش کی ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کریں تو میرے خیال میں ہم یقیناً نبلیوں کے بادشاہ حارث کو بدترین شکست دے کر ان کے مرکزی شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔“

ہیروڈیہ نے جو تجویز پیش کی ہے، وہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ بادشاہ حداد بن حداد اوزال کی خوبصورتی، اس کے حسن، اس کی جمالی کشش، اس کے رقص اور اس کے گانے سے بڑا متاثر ہے۔ اوزال یعنی یروڈیہ کی ساحہ سے اس کے بڑے کا بڑا متمنی تھا لیکن حداد بن حداد کی بد قسمتی کہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کی ساحہ یروڈیہ سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئی اور نبلیوں کے شہر جا

جہاں تک حالات اور واقعات ہمارے سامنے آئے ہیں، ان کے مطابق یروڈیہ کی شادی کسی سے کسی سے شادی نہیں کی۔ ہیروڈیہ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اس کے بڑے کا بڑا متمنی تھا لیکن حداد بن حداد کی بد قسمتی کہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کی ساحہ یروڈیہ سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئی اور نبلیوں کے شہر جا

دوسری جانب ہیرو دیس، پیلا مس اور ڈیکا پولس کی شکست کے بعد حارث، حبیب بن مالک بن حارث اپنے اپنے لشکر کے ساتھ بالکل بحر ظلمات کے سامنے اپنی مدد میں ایک جگہ جمع ہوئے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں قریب ہی حبیب بن عثمان نے ہیرو دیس کو بدترین شکست دی تھی۔ ہیرو دیس کے لشکر سے حبیب بن عثمان کو کافی فائدہ پہنچا تھا۔ دوسری جانب حارث اور مالک بن حارث بھی پیلا مس اور ڈیکا پولس کو شکست دیتے ہوئے بہت سا مال اور ہتھیار حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ جو کچھ ان تینوں لشکریوں سے حاصل ہوا، انہیں ایک جگہ ڈھیر کیا۔ پھر جب حارث نے فوج نصب ہو چکا، تب اس نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کیا۔ ان کی طلبی پر سب اس کے خیمے میں جمع ہوئے۔ تھوڑی دیر تک حارث بڑے تو صیفی لہجے میں سب کو دیکھتا رہا، پھر خیمے میں اس کی آواز گونج گئی۔

”میرے عزیزو! سب سے پہلے تو میں تم لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ہم نے بیک وقت دشمن کے تین لشکروں کو بدترین شکست دی اور انہیں شکست دینے کے بعد بے ہاتھ بے پناہ مال غنیمت بھی لگا۔

اب جس مقصد کے لیے میں نے تم لوگوں کو طلب کیا ہے، اس کی طرف آنا۔ کوئی شک نہیں کہ ہم نے ہیرو دیس، پیلا مس اور ڈیکا پولس کو بدترین شکست دی ہے۔ اگر یہ شکست اکیلے ہیرو دیس کو ہوتی پھر شاید کسی بڑے خطرے کی امید نہ تھی۔ اس جنگ میں پیلا مس اور ڈیکا پولس کو بھی شکست ہوئی ہے۔ دونوں رومنوں کے لشکر ہیں، لہذا جلد ہی رومنوں کا شہنشاہ ضرور ہمارے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش کرے گا۔

لہذا یہاں سے واپس جانے کے بعد ہمیں اپنی جنگی تیاریوں میں پہلے سے زیادہ توجہ کا مظاہرہ کرنا ہوگا تاکہ آنے والے دنوں میں اگر رومن ہمارے لیے کوئی فائدہ نہ دے سکیں۔ اس لیے تم سب کو شش کریں تو اس میں سے بھی ہم سرخرو ہو کر نکلیں۔

اس بات جو میں کہنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ میں نے پہلی بار زندان کے دو قیدیوں کو اس شاطر کو جنگ میں آزمایا ہے۔ یہ دونوں بہترین جرنیل اور انتہائی کامیاب سپاہیوں کے رہے ہیں، لہذا میں ان دونوں کو باقاعدہ دو اعلیٰ سالاروں کی

چاہیے کہ یروٹلم کی ساحہ جسے وہ دل و جان سے چاہتا ہے، اس وقت حارث کے رقیب میں موجود ہے اور ابھی تک وہ کسی کی بیوی نہیں بنی۔ اگر وہ اوزال کو حاصل کر لے، اسے اپنے حرم میں داخل کرنے کا خواہش مند ہے تو پھر نبیوں کے فائدہ ہماری مدد کرے۔ مجھے امید ہے کہ اگر یہ اطلاع ہم اس تک پہنچائیں تو خداوند ہر طرح ایک لشکر لے کر نہ نکلا تو ایک لشکر ضرور ہماری مدد کے لیے روانہ کرے گا۔ ہمارے فوجی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگا اور ہم نبیوں پر غالب آنے میں کامیاب رہیں گے۔

یہ تو وہ تجویز ہے جو میری بیوی ہیرو دیہ نے پیش کی ہے، اب میں ایک اور بھی پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں کچھ خاص قسم کے مخبر اور ناظر مقرر کرنے چاہئیں۔ نبیوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں۔ ان کی طاقت، ان کی قوت پر نظر رکھیں۔ ہمیں پل پل کی خبر دیں تاکہ ہم بھی اس کے مطابق اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عزم لائیں۔

جہاں تک رومنوں کے شہنشاہ کا تعلق ہے تو وہ یقیناً ہماری اس شکست پر ہلکا ہوگا، ناپسندیدگی کا اظہار کرے گا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں، وہ غضبناک بھی ہوگا۔ ساتھ ہی میں یہ بھی امید لگائے بیٹھا ہوں کہ جب اسے خبر ہوگی کہ ہمیں نبیوں کے مقابلے میں شکست ہوئی ہے تو میرا اندازہ ہے کہ وہ نبیوں کو شکست دینے کے کسی نہ کسی طریقے سے ہماری مدد ضرور کرے گا۔ یا تو کوئی لشکر بھیجے گا یا کوئی طریقہ کار کرے گا جس سے کام لیتے ہوئے ہم نبیوں کو شکست دے سکیں۔ تمہاری یہ تجویز میرے دل کو بھائی ہے۔ ہمیں زیادہ دن یہاں قیام نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے اپنے شہروں میں پہنچ جانا چاہیے اور اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچانے کے لیے تاکہ اگر اچانک رومنوں کے شہنشاہ کی طرف سے کوئی پیغام ملے تو ہم اس کے مطابق حرکت میں آسکیں۔“

تینوں اس امر پر متفق ہوئے۔ دو روز تک مزید وہاں قیام کرتے ہوئے انہوں نے اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ تھکے ہارے لشکریوں کو سستانے کا موقع دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی اپنی منزل کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

حیثیت سے لشکر میں شامل کرتا ہوں۔

میرے عزیزو! اس جنگ میں حبیب بن عثمان اور سعید نے جس طاقت، قوت اور جانثاری کا مظاہرہ کیا ہے، وہ تم سب کے سامنے ہے۔ ان دونوں نے ہیرو دلیس کو اپنی شکست دی ہے کہ اس کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اس خوشی میں میں حبیب بن عثمان کو اپنے لشکریوں کا سالار اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ اب لشکر کی ساری نقل و حرکت اس کے صلاح مشورے اور اس کی اجازت کے بعد کی جائے گی۔

جہاں تک ہم سے شکست کھانے والے دشمنوں کا تعلق ہے تو وہ فی الحال ہمارے لیے کوئی خطرہ کھڑا نہیں کر سکتے۔ چند ماہ تک وہ اپنی شکست کے زخم چاٹتے رہیں گے، لہذا ہمیں سرحدوں پر بیٹھ کر ان کی نگرانی کرنے یا فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج کی رات سب لوگ اکٹھے یہاں قیام کریں گے، اگلے روز صبح ہی صبح رقبہ کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ اب تم اپنے اپنے لشکروں کی طرف جاؤ۔ لشکریوں میں زخمی ہیں، ان کی دیکھ بھال کا کام سرانجام دو۔ اس طرح لشکری کچھ سستا بھی لیں گے، ساتھ ہی لشکریوں کے کھانے کا بھی انتظام کرو۔ حبیب اور مالک میں تم دونوں بھائی کو لشکریوں کی دیکھ بھال اور ان کی خوراک کا ذمہ دار بنانا ہوں۔ اب تم لوگ اٹو اور اپنے اپنے لشکروں کی طرف جاؤ۔“

حارث کے کہنے پر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ چھوٹے سالار باہر نکلے۔ باغ کے اشارے سے حبیب بن عثمان نے مالک اس کے چھوٹے بھائی زبیل اور اپنے ماموں زاد سعید کو رکنے کا اشارہ کیا۔ جب سب لوگ نکل گئے تب حبیب بن عثمان دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا اور حارث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس موضوع کا تعلق نہ لشکر سے ہے نہ ہونے والی جنگ سے نہ آئندہ رونما ہونے والی جنگوں سے ہے۔ یوں جانئے میں اپنے ایک گھریلو مسئلے سے متعلق آپ سے نہ صرف یہ کہ مشورہ کرنا چاہتا ہوں بلکہ آپ کی سفارش بھی چاہتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو پر حارث چونکے اور کسی قدر فکرمندی کے بعد میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ مالک، زبیل اور سعید بھی دوبارہ اپنی جگہوں پر

نچے۔ ہمار حارث کی آواز سنائی دی۔

”حبیب تم کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہے ہو۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری حیثیت میرے لیے بڑی اہم ہے۔ کو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں کوئی گھریلو دشواری ہے تو اس کا بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کرو۔ اگر وہ میرے بس میں ہے تو میں اسے ضرور حل کرنے کی کوشش کروں گا۔“

اس موقع پر لمحہ بھر کے لیے حبیب نے اپنے ماموں زاد سعید کی طرف دیکھا، پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ جانتے ہیں جب حملہ آوروں نے میرے نخلستان پر حملہ کیا، میرے باپ کو مار دیا اور میری ماں کو اندھا کر دیا۔ تب میں نے قسم کھائی تھی کہ اس وقت تک میں نہیں کروں گا جب تک اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لوں گا۔ میرے دشمنوں کو ڈاکو برا بھلا سرفروست ہے اور اس کے معاونین دندناتے پھرتے ہیں۔ جب تک میں اسے انتقام نہیں لے لیتا، شادی نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ میں نے ایسا کرنے کی ہمت نہیں کی ہے۔“

پھر اس انتقام میں میری ماں کی خوشنودی بھی پنہاں ہے۔ جب میں یہ کام سرانجام دے گا تب بعد شادی کروں گا تو میری ماں بے حد خوش ہوگی، لہذا میں اپنی ماں کی خوشی کے لیے ہر چیز قربان کر سکتا ہوں۔

پھر سب سے بڑی بات جو میرے لیے تکلیف دہ ہے، وہ یہ ہے کہ جس وقت میں میری قسم کھائی تھی، میرے ماموں زاد علی اور سعید بھی قسم کھانے لگے تھے لیکن میں انہیں ایسا کرنے سے روک دیا تھا، تاہم میرے گھر والوں نے ان دونوں کی شادی کر دی۔ اس وقت تک ملتوی کر دیا ہے۔ جب تک میں اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لے لیتا اور یہ معاملہ میری مرضی، میری منشا کے خلاف ہے۔

اب میں آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد پورا لشکر میرے ساتھ کے راستے جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے بھائی مالک کو بھی ہے کہ سعید کو بھی۔ ایرخ کی چھوٹی بیٹی رعما کو پسند کرتا ہے، وہ بھی اسے چاہتی ہے۔ ایرخ کے دونوں بھائی کی پسند پر بے حد خوش ہے اور اپنی بیٹی رعما کی شادی سعید سے کرنا

چاہتا ہے۔ میرے اہل خانہ بھی اس شادی پر رضامند ہیں، لہذا میری خواہش ہے کہ جب ہم لشکر لے کر لوٹیں تو کم از کم ایک دن کے لیے لشکر میرے نخلستان میں رہے اور وہاں سعید اور رما اور میرے دوسرے ماموں زاد علی اور میری خالہ کی شادی کا اہتمام کیا جائے۔ اگر میں نے اکیلا ایسا کرنے کی کوشش کی تو میرے اہل خانہ مجھے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر آپ وہاں قیام کرتے ہیں اور ایسا کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں تو مجھے امید ہے، آپ کی خواہش کا احترام کیا جائے گا۔

جب تک حبیب بولتا رہا، قریب بیٹھا ہوا اس کا ماموں زاد بھائی سعید اسے پر نگاہوں سے گھورتا رہا۔ اپنی گفتگو کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد حبیب بن عثمان نے سہو کی طرف دیکھا، پھر دھیسے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

”سعید میرے بھائی! تم اس سلسلے میں کوئی اعتراض کھڑا کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں تمہارا بھائی ہوں، تم سے عمر میں بڑا ہوں۔ تم دونوں بھائیوں کی شادی یوں جانو میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے اور مجھے امید ہے کہ تم میری اس خواہش کو ٹھکراؤ گے نہیں۔“

جب تک حبیب بن عثمان گفتگو کرتا رہا۔ حارث، مالک اور زبیاں تینوں مکرانہ رہے۔ جب وہ خاموش ہوا تو حارث بول پڑا۔

”حبیب میرے بیٹے تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سارے معاملات تمہاری خواہش، تمہاری رضامندی کے مطابق حل کیے جائیں گے۔ اس معاملے میں سعید کوئی اعتراض کھڑا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ تم بالکل بے فکر ہو جاؤ، کل ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ پورا لشکر تمہارے نخلستان کے راستے ہو کر جائے گا۔ وہاں تمہاری خواہش کے مطابق سعید، رما اور تمہارے دوسرے ماموں زاد علی اور تمہاری خالہ کی بیٹی عبیدہ کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔

میں تمہیں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ تمہاری ہر خواہش، تمہاری ہر آرزو کا احترام کیا جائے گا۔

حبیب بن عثمان میرے بیٹے تم میرے ایسے سالار ہو جس پر میں بدترین حالت میں بھی مکمل اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ہوں۔ تمہاری خواہشوں کی تکمیل یوں جانو

بہن کی سب سے بڑی خواہش ہوگی۔“

حارث تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ باری باری اس نے حبیب بن عثمان، سعید اور اپنے دونوں بیٹوں مالک اور زبیاں کا جائزہ لیا، پھر مالک کو اس نے مسکراتے ہوئے چلب کیا۔

”مالک میرے بیٹے! میں ہیرو دس، ڈیکا پولس اور پیلاٹس کے خلاف اپنی اس فتح کی فوجی کو دچند کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خیمے سے نکلنے کے بعد چند دستے لشکر سے علیحدہ کر کے رقیم شرکی طرف روانہ کرو، وہ مسلح دستے اپنے ساتھ، میری دونوں بیویوں، اربخ اس کی دونوں بیٹیوں السار اور رما کے علاوہ ہمارے وزیر سیلاس، اس کی بیٹی شیر، دونوں بیٹوں تیمان اور یوناہ اور میری دونوں بیٹیوں عربیب اور حویلہ کے علاوہ اوزال کو بھی رقیم شر سے حبیب بن عثمان کے نخلستان میں لے کر آئیں۔

میں چاہتا ہوں جہاں علی اور عبیدہ، سعید اور رما کی شادی ہو۔ وہاں میری بیٹی زب کی تیمان سے، چھوٹی بیٹی حویلہ کی، یوناہ سے اور میرے بیٹے مالک کی شادی شیر سے ہو۔ جب اتنی شادیاں اکٹھی ہوں گی تو پھر اندازہ لگا لو مجھے کس قدر خوشی، کسی ذرا اطمینان ہوگا۔ اس کے علاوہ میں ایک اور شادی کا بھی اہتمام کرنا چاہتا ہوں۔ پر اس میں مجھے اپنے چھوٹے بیٹے زبیاں کی رضامندی کی بھی ضرورت ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حارث تھوڑی دیر کے لیے رکا، سوچا۔ اس کے بعد زبیاں کو اس نے مخاطب کیا۔

”زبیاں میرے بیٹے میں تیرا باپ ہوں۔ کبھی میں تیرا برا نہیں سوچوں گا۔ میں نے تمہیں لیے ایک بڑی اچھی لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔ خوبصورت ہے۔ دراز قد ہے۔ رقیم شرکی کی رہنے والی ہے۔ اب تم سوچتے ہو گے کہ وہ لڑکی کون ہے؟ میں تم پر اتنا کام بھی ظاہر کر دوں۔ اسے میں نے رقیم سے بلایا بھی ہے۔ وہ رما کی بڑی بہن السار ہے۔ میں تمہیں السار سے بیاہنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم کوئی اعتراض نہ کرنا کہو گے۔“

جواب میں زبیاں نے کچھ بھی نہ کہا تھا۔ بس فرمانبرداری میں اپنی گردن کو خم کر ڈالتی۔ اس کی اس حرکت پر حارث ہی نہیں، مالک اور حبیب بن عثمان بھی خوش ہو



گئے تھے۔ پھر سب کو حارث نے مخاطب کیا۔

”میں جو کہنا چاہتا تھا، کہہ چکا۔ اب تم سب لوگ اٹھو۔ اپنے اپنے لشکر کی طرف جاؤ، لشکریوں کے اکرام اور طعام کا بندوبست کرو۔ کل صبح ہی صبح لشکر یہاں سے کوئی کرے گا۔“

حارث کے ان الفاظ کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان، مالک بن حارث، سعید بن زبالب حارث کے خیمے سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔



سورج مشرق سے طلوع ہو رہا تھا۔ بھولی بھالی صحرا کی خواہشیں دل کے زمزم میں بہنے کے چھینٹوں کی طرح جاگ اٹھی تھیں۔ کھجوروں کے سرسبز بیٹھے پھلوں والے تختوں کے وہی برسوں پہلے کے عشق کے طور اور حسن کے انداز تھے۔ صحرائی بچوں کو ناپتے ہوئے پرندے مختلف آوازیں نکالتے ہوئے کچھ اس طرح محو پرواز نہ چبے نجد کی تنہائیوں میں اچانک قیس کی آواز گونج اٹھی ہو۔ آشنا نظروں کے لیے بے تاب آنکھیں جاگ اٹھی تھیں۔ خاموشی میں کھلی ہوئی یادوں کی تلخیاں سمٹنے لگی تھیں۔ بینائی کے محذب عدسوں سے سورج کی ست رنگی روشنیوں کی قوسیں جسموں کے منشور سے گزر کر روئے گیتی کے چمن زاروں کو بارونق کرنے لگیں تھیں۔ ظلم کی کفری چادر سمٹنے لگی تھی۔ روشنی کے تند بلاخیز سمندر نے مردہ خوابوں کے عجائب حُروں کو ایک طرح سے آباد کرنا شروع کر دیا تھا۔

علی، اس کا باپ حسام بن ضرار، علی کی ماں اور حبیب بن عثمان کی ممانی، اس کے علاوہ عبیدہ اور عبیدہ کی ماں عدیمہ اور حبیب بن عثمان کی ماں یوباب ایک کمرے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ حویلی کے صدر دروازے پر کسی نے زوردار دستک دی۔

علی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں دیکھتا ہوں، کون ہے۔“

اس کے ساتھ ہی علی اس کمرے سے باہر نکلا۔ صدر دروازے پر آیا۔ دروازے کے زنجیر اس نے کھولی۔ دروازہ جب کھلا تو دنگ رہ گیا۔ دروازے پر اس وقت عریب، ناسار، اوزال، حویلہ، غلدو، شقید، شمیر، بنطی سلطنت کا وزیر سیلاس، اس کے نائبین، بنطیوں کا بڑا پجاری ایرخ اپنے گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے۔

غلی کے چرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کچھ کننا ہی چاہتا تھا کہ اس کا باپ حسام ضرور بول پڑا۔

”معزز محترم پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی، ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ آپ جو کرتے ہیں تو اس میں بھی ضرور ہماری بہتری ہوگی۔“

اس پر سیلاس مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

”دراصل ہم ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں سب یہاں آئے ہیں۔ میرے پاس آج دوپہر سے پہلے پہلے ہمارا لشکر بھی یہاں پہنچ جائے گا۔ لشکر میں ہمارے شاہِ حارث کے علاوہ حبیب بن عثمان، سعید، مالک اور زبیر بھی شامل ہوں گے۔ یہاں قیام کرے گا۔ اس قیام کے دوران ایک نہیں کئی شادیوں کا اہتمام کیا جائے گا۔ مثلاً علی اور عبیدہ کی شادی، عرب اور میرے بیٹے حمان کی شادی، حویلہ اور بے دوسرے بیٹے یوناہ کی شادی، ایرخ کی بڑی بیٹی السار اور محترم حارث کے بڑے بیٹے زبیر کی شادی، سعید اور رما کی شادی، محترم حارث کے بڑے بیٹے مالک کی شادی اور میری بیٹی شمیر کی شادی۔ اس قدر شادیوں کا اہتمام میرے خیال میں کافی کیا جائے گا۔ جس طرح ہمیں اطلاع دی گئی ہے، لشکر آج یہاں پہنچے گا۔ ان شادیوں کا اہتمام کیا جائے گا۔ رات لشکر یہیں بسر کرے گا۔ اگلے روز یہاں رات کی طرف کوچ کیا جائے گا۔“

اس انکشاف پر علی افسردہ اور ملول ہو گیا تھا۔ کچھ دیر سوچتا رہا، پھر اس نے بائیں کی طرف دیکھتے ہوئے کننا شروع کیا۔

”محترم سیلاس جو کچھ آپ نے کہا ہے، یہ ہماری امیدوں کے بالکل خلاف ہے۔ اس درمیان تو یہ طے پایا تھا کہ ابھی میری اور سعید کی شادی کا اہتمام نہیں کیا جائے گا۔ آپ جانتے ہیں ہمارے بھائی حبیب بن عثمان نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس شادی میں نہیں کرے گا۔ جب تک اپنے ان دشمنوں سے انتقام نہیں لے لیتا تو اس کے باپ کو قتل کیا۔ ماں کو اندھا کر دیا۔ یہ بھی طے پایا تھا کہ جب حبیب بن عثمان شادی نہیں کرتا، اس وقت تک میں اور سعید بھی شادی نہیں کریں گے۔ پھر اتنی جلدی یہ اہتمام کیوں کیا جا رہا ہے؟“

انہیں دیکھتے ہوئے علی کے چرے پر گہری مسکراہٹ کھیل گئی۔ بلند آواز میں اس نے ان سب کو خوش آمدید کہا۔ پھر ایک طرف ہٹا، پھر ان سب کو اندر آنے کے لیے کہا۔ سب باری باری اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ گھوڑوں کی لگائیں تھامے وہ چوبیس میں داخل ہوئے۔ اتنی دیر تک کمرے میں بیٹھے حسام بن ضرار اور عبیدہ بھی لنگ آئے تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے عدیمہ بھی اپنی بہن اور حبیب بن عثمان کی ماں یوباب کو تھامے کمرے سے نکلی تھی۔

سب نے گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دیں اور آگے بڑھ کر سب سے ملے۔ اس موقع پر حبیب کی ماں یوباب نے اپنی بہن اور عبیدہ کی ماں عدیمہ کو مخاطب کیا۔

”عدیمہ یہ کون لوگ آئے ہیں؟ لگتا ہے ہماری حویلی میں بہت سے گھوڑ سوار آئے ہیں۔ کیا میرا بیٹا حبیب بن عثمان آیا ہے اور اس کے ساتھ سعید بھی ہے؟“

عدیمہ کے چرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے ہلکی سی آواز میں اپنی بہن یوباب کو مخاطب کیا۔

”نہیں میری بہن ایسا نہیں ہے بلکہ ہماری حویلی میں بڑے معزز مہمان آئے ہیں۔ نبیطوں کے بادشاہ حارث کی بیویاں، بڑی بیٹی عرب، چھوٹی بیٹی حویلہ اور بڑے پجاری ایرخ کی بیٹی رما کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہیں جنہیں میں نہیں پہچانتی۔“

اس موقع پر علی بول پڑا۔

”جو اور لوگ ہیں، ان کا تعارف میں کرواتا ہوں۔ ایک السار ہے جو محترم ایرخ کی بڑی بیٹی ہے۔ نبیطی سلطنت کے وزیر سیلاس ہیں۔ ان کے دو بیٹے حمان اور یوناہ ہیں۔“ یوباب نے بلند آواز میں سب کو خوش آمدید کہا۔ علی اور عبیدہ نے گھوڑوں کو ایک طرف باندھ دیا۔ پھر سب اسی کمرے میں بیٹھ گئے جس کمرے سے علی اور اس کے اہل خانہ نکلے تھے۔

جب سب لوگ نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز سیلاس نے کیا۔ اس نے علی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”علی میرے بیٹے تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہم لوگ اکٹھے اس سمت کیسے آ گئے ہیں جبکہ لشکر ابھی تک حماز جنگ پر ہے۔“

جیب تڑپ کر آگے بڑھا۔ اپنی اندھی ماں کو سہارا دیا۔ اس کے پیچھے پیچھے  
 بال بھی بھاگی۔ اس نے حبیب کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے ہٹا لیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے  
 لگی۔  
 ”یہ کام آپ کا نہیں، میرا ہے۔“ پھر اس نے خود ہی یوباب کو سہارا دیا۔ آگے  
 بڑھی، جب یوباب قریب آئی تب حبیب بن عثمان بول پڑا۔ حارث کو مخاطب کیا۔  
 ”میرے دیگر اہل خانہ سے تو آپ کا تعارف ہو چکا ہے۔ یہ جو خاتون آرہی ہیں،  
 میری ماں ہیں۔ ان کے ساتھ میری خالہ اور عبیدہ کی ماں عدیہ ہے۔“

لحہ بھر کے لیے بڑے غور سے حارث نے حبیب بن عثمان کی ماں کو اپنی طرف  
 دیکھا۔ پھر احتراماً چند قدم وہ آگے بڑھا۔ اس کے آگے بڑھنے پر اوزال رک گئی۔  
 یوباب اور عدیہ بھی کھڑی ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر حارث بول پڑا۔

”اے حبیب بن عثمان کی ماں، میں تیری عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ تو خوش  
 نصیب ہے کہ تو نے حبیب بن عثمان جیسے بیٹے کو جنم دیا۔ تیرے شوہر کے دشمنوں نے  
 دو دروات تمہارے ساتھ کی، میرا دل کہتا ہے کہ عنقریب اس کا انتقام لیا جائے گا۔  
 اس میں شک نہیں کہ ان ظالموں نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔ تمہیں معذور بنا دیا ہے  
 لیکن وہ بچ کر نہیں جائیں گے۔ ایک نہ ایک روز انہیں پکڑا جائے گا اور تمہارے  
 ذمہوں میں لا کر انتقام لیا جائے گا۔ اس روز میں بڑی دھوم دھام سے اور بڑی شان و  
 شوکت کے ساتھ حبیب بن عثمان اور اوزال کی شادی کا اہتمام کروں گا۔“

پھر حارث نے اپنے پہلو میں کھڑے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا۔  
 ”حبیب میرے بیٹے اپنی ماں اور اپنے دیگر اہل خانہ کی اپنے خیمے میں منتقل کرو۔  
 اب تک میں یہاں ہوں، سب لوگ خیموں کے اس شہر ہی میں رہیں گے۔ حبیب  
 میرے بیٹے اپنی ماں کو خیمے میں چھوڑنے کے بعد میرے پاس آؤ۔ اس کے بعد میں  
 ان موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں۔“

حبیب بن عثمان اپنی ماں کو ساتھ لے گیا۔ اوزال بھی اس کے ساتھ تھی۔ دیگر  
 اہل خانہ بھی حبیب بن عثمان کے ساتھ ہو لیے تھے۔ ان میں حارث کی بیٹی  
 نب اور دوسری بیٹی حویلہ کے علاوہ عبیدہ، شہیر، رعنا اور السار بھی شامل تھیں۔ ان

سیلاس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

”یہ سارا اہتمام حبیب بن عثمان ہی کے کہنے پر کیا جا رہا ہے۔ دشمن کو شکسٹ  
 دینے کے بعد اس نے حارث سے التماس کی تھی کہ ان شادیوں کا اہتمام کیا جائے۔  
 لہذا ہمارے بادشاہ نے اسے قبول کیا۔ اب لشکر یہاں قیام کرے گا اور ان ساری  
 شادیوں کا اہتمام کیا جائے گا۔ میرے خیال میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ جو  
 لوگ لشکرگاہ سے شہر میں آئے تھے، انہوں نے واضح کیا تھا کہ سعید کو بھی اس شادی پر  
 آمادہ کر لیا گیا ہے۔“

علی اور اس کا باپ حسام بن ضرار اور گھر کے سارے افراد اس گفتگو سے مطمئن  
 ہو گئے تھے۔ پھر حسام بن ضرار نے علی کی طرف دیکھا۔  
 ”علی تم لوگ اٹھو اور مہمانوں کے کھانے کا اہتمام کرو۔“ اس پر سیلاس کا بڑا بڑا  
 تیان بول پڑا۔

”کسی کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صبح کا کھانا پیٹ بھر کر کھا کے ہم شہر  
 سے چلے تھے۔ اب کھانے کا اہتمام لشکر کی یہاں آمد کے بعد ہی کیا جائے گا۔ لہذا  
 سب اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور شادی کے موضوع پر ہی گفتگو کرنے لگے تھے۔

دو پہر گزر جانے کے بعد نبیطوں کا بادشاہ حارث حبیب بن عثمان، مالک، زبیل  
 اور دوسرے سالار بھی لشکر کو لے کر حبیب بن عثمان کے نخلستان پہنچے۔ حبیب بن  
 عثمان کی حویلی سے سب نے نکل کر بہترین انداز میں استقبال کیا۔ پھر حارث کے حکم پر  
 دیکھتے ہی دیکھتے نخلستان کے مغرب میں خیموں کا ایک خوبصورت شہر آباد کر دیا گیا تھا۔  
 جس وقت خیمے نصب کیے جا رہے تھے اور حارث، مالک، زبیل اور دوسرے سالار  
 استقبال کرنے والوں کے ساتھ محو گفتگو تھے، اس موقع پر اوزال دبے پاؤں حبیب بن  
 عثمان کے پاس آئی، اس کے پہلو سے پہلو ملا کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اپنا منہ اس کے کان  
 کے قریب لے جاتے ہوئے مسکراتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

”اس فتح پر میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ خاموش  
 ہو گیا، اس لیے کہ اس کی خالہ عدیہ، اس کی اندھی ماں یوباب آرہی تھیں۔

سب کو خیمے میں بٹھانے کے بعد حبیب بن عثمان اس جگہ آیا جہاں حارث اپنے سالاروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ حبیب بن عثمان کے آنے کے بعد حارث بول پڑا۔  
”میرے عزیزو! پہلے تو سب مل کے لشکر کے کھانے کا بہترین اہتمام کرو۔“  
موقع پر خصوصیت کے ساتھ حارث نے اپنے بیٹے مالک کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

”مالک میرے بیٹے جب تک ہمارے لشکر کا یہاں قیام ہے اور ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، حبیب بن عثمان اور اس کے اہل خانہ کو ہماری طرف سے بہترین تواضع و اہتمام ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ تم ذرا حبیب کے خیمے میں جاؤ اور میری بیٹی عریب کو بلا کر لاؤ۔“

اس پر مالک کے بجائے اس کا چھوٹا بھائی زیبال بھاگا بھاگا گیا، تھوڑی ہی دیر بعد عریب کو وہ ساتھ لایا۔ عریب جب حارث کے سامنے آئی، تب حارث نے اسے مخاطب کیا۔

”میری بیٹی میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تم میری بڑی بیٹی ہو۔ سب سے زیادہ قابل اعتماد ہو۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سب کو یہ اطلاع کر دو کہ آج رات ساری شادیوں کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس میں تمہاری شادی بھی شامل ہے۔ اب تم جاؤ اور ساری لڑکیوں کو شادی کے لیے تیار کرو۔“

عریب نے جواب میں کچھ نہ کہا، فوراً وہاں سے ہٹ کر چلی گئی تھی۔ حارث نے پھر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا۔

”میرے بیٹے میں اپنے خیمے کی طرف جا رہا ہوں۔ تم سب سے پہلے لشکریوں کے آرام اور ان کے کھانے کا جائزہ لو۔ اس کے بعد کسی دوسرے کام کی ابتداء کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی حارث اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔



حبیب بن عثمان اپنے حصے کے زخمی ہونے والے لشکریوں کی تیمارداری کر رہا تھا، اس کے ساتھ تھا کہ ایک سمت سے عریب اور اس کی چھوٹی بہن حویلہ تقریباً پانچ بیسی آئیں۔ انہیں اپنی طرف آتے دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان اور سعید ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ قریب آکر دونوں بہنیں رکیں، پھر عریب نے کسی قدر ہتے ہوئے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”ابن عثمان! میرے بھائی میں ایک نازک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے آئی۔ اگر آپ نے برا ماننا ہے تو میں ابتدا ہی نہیں کروں گی۔ اگر آپ بات مانیں تو آپ کا مجھ پر بڑا احسان اور بڑی مہربانی ہوگی۔“

عریب کے ان الفاظ پر حبیب بن عثمان کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی، کہنے لگا۔  
”اب تمہید نہ باندھیں جو کچھ کہنا ہے میری بہن کھل کر کہو۔ پہلے میں نے اسی کی بات کا برا مانا ہے۔ کو کیا کہنا چاہتی ہو؟“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ سے عریب کی کچھ ہمت بندھی۔ ذومعنی انداز میں پابلو میں کھڑی اپنی بہن حویلہ کی طرف دیکھا، پھر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”ابن عثمان میرے بھائی! آپ کے ادھر آنے کے بعد ہم سب نے مل کے ایک طے کیا ہے لیکن اس معاملے کو عملی صورت دینے سے پہلے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے اپنے باپ سے بھی بات کی ہے۔ اپنے بھائی سے اور زیبال سے بھی بات کر چکی ہوں۔ ان سب کا کہنا ہے کہ آخری اجازت یہ بن عثمان ہی کی طرف سے ملے گی۔ مجھے امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔“

حبیب بن عثمان نے تیز نگاہوں سے عریب کی طرف دیکھا، پھر بول اٹھا۔  
”میری بہن کو، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

عرب کچھ ہچکچائی، ہمت بڑھانے کے لیے ایک بار پھر اپنے پہلو میں کھنکھائی۔  
ہن کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد بول اٹھی۔

”میرے بھائی! آپ جانتے ہیں جو شب آرہی ہے، اس شب کو ہماری شادیوں کا اہتمام کیا جائے گا۔ سب کی خواہش تھی کہ شادیوں کے اس موقع پر اوزال رقص کرے۔ سب نے مل کر مجھ سے رابطہ کیا کہ میں اوزال سے کہوں کہ وہ خوشی کے اس موقع پر اپنے رقص کا مظاہرہ کرے۔ اس لیے کہ لوگوں میں یہی مشورہ ہے کہ جہاں اوزال جیسی کوئی خوبصورت نہیں، وہاں اس جیسا کوئی رقص بھی نہیں کر سکتا۔ سب لوگ بے چین ہیں کہ ایک بار اوزال کا رقص دیکھیں۔ اس سلسلے میں میں نے جب اوزال سے بات کی تو اس کا کہنا تھا کہ جب تک حبیب بن عثمان اس کی اجازت نہیں دیں گے، وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتی۔

میرے بھائی اوزال نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ جب سے وہ یروشلم سے نکل کر رقیم میں آئی ہے۔ کیا کبھی اس نے کسی موقع پر گانے کے علاوہ رقص کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایسا وہ اس وقت ہی کرے گی جب تمہاری طرف سے اسے اجازت ملے گی۔ اس سلسلے میں میں نے اپنے باپ سے بھی بات کی، بھائیوں سے بھی مشورہ کیا۔ ان سب کا کہنا یہی ہے کہ اوزال اگر رقص کرے تو ٹھیک ہے لیکن اس کے لیے پہلے حبیب بن عثمان کی اجازت لینا انتہا درجہ کا ضروری ہے۔

جب میں آپ سے اجازت لینے کے لیے خیمے سے نکلی تب اوزال نے مجھ پر بھی واضح کیا تھا کہ جب تک آپ خود اوزال سے رقص کرنے کے لیے نہ کہیں گے اس وقت تک وہ رقص نہیں کرے گی۔“

جب تک عرب بولتی رہی، عرب کے پہلو میں کھڑا حبیب کا ماموں زاد سعید ان کی طرف بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوئی تب حبیب بن عثمان بول پڑا۔  
”اگر آپ لوگوں کی یہ خواہش ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اوزال اگر رقص کرتی ہے تو اس میں کوئی خرج نہیں کیونکہ یہ شادی کا موقع ہے۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر عرب اور حویلہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ عرب فوراً آگے بڑھی اور حبیب کا دایاں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور

دایاں۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے حویلہ بھی آگے بڑھی اور اس نے حبیب بن عثمان کا ہاتھ لے کر چوم لیا۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان ہنس دیا اور کہنے لگا۔  
”یہ تم دونوں بہنیں کیا حرکت کر رہی ہو؟ تم دونوں میرے ہاتھوں کو ایسے چوم رہی ہو جیسے میں نے کوئی بہت بڑا معرکہ سرانجام دے دیا ہو۔“

اس بار عرب کے بجائے حویلہ نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔  
”میرے بھائی جس وقت میں اور عرب خیمے سے نکلی تھیں، ہمیں ڈر تھا کہ آپ اوزال کو رقص کرنے کی اجازت نہیں دیں گے لیکن آپ کے الفاظ نے ہمارے دل میں شہادت کو دور کر دیا ہے۔ اس بنا پر پر ہم اس قدر خوشی کا اظہار کر رہی ہیں۔ باپ ہمارے ساتھ چلیں اور خود جا کر اوزال سے کہیں کہ آنے والی شب کو اوزال کے موقع پر اسے رقص کرنے کی اجازت ہے۔“

حبیب بن عثمان نے سعید کو وہیں رہنے اور انتظامات کا جائزہ لینے کے لیے کہا، خود عرب اور حویلہ کے ساتھ ہو لیا تھا۔  
عرب اور حویلہ کے ساتھ حبیب بن عثمان اپنے خیمے کے قریب آیا تو رک گیا، اس کے بعد اس نے عرب کی طرف دیکھا۔

عرب خیمے کے اندر سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں اوزال اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا۔ تم جاؤ، اوزال کو باہر بلا کر لاؤ۔“

حویلہ وہیں کھڑی رہی۔ عرب خیمے کے اندر گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلی، ابھی اس کے ساتھ تھی۔ حبیب بن عثمان کو وہاں دیکھتے ہوئے اوزال کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر چکی تھی۔ بڑی تیزی سے وہ حبیب بن عثمان کے قریب آئی اور اسے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔ حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔  
”تم لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ تمہیں بہت رقص کرنا آیا ہوا ہے۔“ یہ الفاظ ادا نہ ہوئے حبیب بن عثمان کے چہرے پر ایک شرارتی سی مسکراہٹ تھی۔

ان الفاظ پر اوزال چونکی۔ سوالیہ سے انداز میں اس نے باری باری عرب اور حویلہ کی طرف دیکھا۔ اس پر عرب نے تیز نگاہوں سے حبیب بن عثمان کا جائزہ لیا اور

ہامیا۔ شادیوں کا یہ سارا انتظام ایک بہت بڑے شامیانے کے اندر کیا گیا تھا۔ اسی کے اندر سارے مہمان بیٹھے تھے۔ جب شادیوں کی رسم ادا کی جا چکی، تب اوزال کو رقص کے لیے بلایا گیا۔

اوزال اس وقت رقص کا زرق برق لباس پہنے ہوئے تھی۔ شادیوں کی رسومات کے دوران وہ حبیب بن عثمان کے پہلو میں بیٹھ کر شادیوں کی رسومات سے لطف اندوز ہوتی رہی۔ جب اسے رقص کے لیے بلایا گیا تب وہ حبیب بن عثمان کے پاس سے غائب ہوئی اور سارے مہمانوں کے درمیان میں جو شہہ نشین بنی ہوئی تھی، اس پر آن کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر اس کے شکستہ پھولوں اور ادھ کھلی کلیوں سے ہونٹوں پر ہلکا سا لہجہ تھا۔ گلابوں کے گلابوں میں ایک شرابٹ تھی۔ بالکل یوں جیسے چاند کی چاندنی میں لٹیں سکراتا ہوا مگلاب اچانک لوگوں کے سامنے آن کھڑا ہو۔

ایک سوالیہ سی نگاہ اس نے اپنے قریب ہی بیٹھے حبیب بن عثمان پر ڈالی۔ حبیب بن عثمان شاید اس کی اس نگاہ کا مطلب سمجھ گیا تھا، ہلکے سے انداز میں اس نے اثبات میں اپنا سر ہلا دیا جس پر اوزال اپنے کسے ہوئے بدن الزہباب کو حرکت میں لائی۔ آہستہ آہستہ اس نے رقص کی ابتداء کی۔ بالکل یوں جیسے ویران و لقا و دق صحرا میں

آہستہ آہستہ اوزال کے رقص میں تیزی آنا شروع ہو گئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے راتوں کی حسین تہائیوں، چاند کی سیمیں نرم ضیاء کے اندر آتھیں پنہاں ہونے دینے لگی ہو۔ چاروں سمت جھلملاتی مشعلوں کی روشنی میں اوزال کا بدن لٹکتا تھا۔ پھر اس نے اپنے رقص کو اس طرح عروج پر پہنچا دیا کہ دیکھنے والوں کو لگا اس کا رقص گویا موسیقی کے ہیجان خیز الحان، گرم تند لاوے اور تیز آگ کے جھکڑوں میں چیخنے بھاگتے ہوئے لمحوں کی صورت اختیار کر گیا ہو۔

رقص جاری تھا۔ لگتا تھا کائنات مسکراتے ہوئے اوزال کی آنکھوں میں سما گئی ہو۔ اس کی جستجو کرتے لمحے کتاب زندگی کے اوراق سے حسین نقوش تلاش کرنے کے لیے اس کی اداؤں کے اندر جھلملانے لگے ہوں۔ اس کے چہرے کی شفق میں

”حبیب میرے بھائی کیا آپ اوزال کو یہی بات کہنے میرے ساتھ آئے تھے؟“ اوزال حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ اس نے حبیب بن عثمان نے ایک تہققہ لگایا اور کہنے لگا۔

”اوزال تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ تو میں نے یونہی جملہ امور کے طور پر کہہ دیا تھا۔ بہر حال تمہیں رقص کرنے کی اجازت ہے۔“ اس نے عریب بول پڑی۔

”شادیوں کے لیے ایک بڑے شامیانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس شامیانے کے اندر صرف رقیق شہر سے آئے ہوئے مہمان اور میرے بھائی ابن عثمان کے نکلنے والے کچھ سرکردہ لوگ اور ان کے عزیز و اقارب شامل ہوں گے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا، بس انہی کے سامنے اوزال میری بہن تمہیں رقص کرنا ہوگا۔“

عریب جب خاموش ہوئی تب حبیب بن عثمان نے اوزال کو مخاطب کیا۔ ”اوزال یہاں آنے کے بعد مجھے تم سے اپنے کتے کے احوال پوچھنے کا خیال ہی رہا، وہ اس وقت کہاں ہے۔“ اوزال مسکرائی اور کہنے لگی۔

”میں اس کو اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔ وہ اس وقت آپ کی حویلی کے اندر ہے۔ آپ کے گھر کے سارے افراد سے وہ خوب شناسا ہے۔ آپ کے ماموں نے اسے ایک جگہ باندھ دیا تھا، لہذا وہ اس وقت بھی آپ کی حویلی ہی میں ہے۔“

اوزال کے ان الفاظ سے حبیب بن عثمان مطمئن ہو گیا تھا، پھر اس نے عریب کی طرف دیکھا۔

”عریب میری بہن میرا کام اب ختم ہوا۔ میں اپنے لشکر میں جاتا ہوں۔ تم ہو کہ میں زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا اور ابھی مجھے لشکر کے کھانے کا بھی انتظام ہے۔“

عریب نے حبیب بن عثمان کا شکریہ ادا کیا۔ حبیب بن عثمان وہاں سے ہٹ کر عریب، حویلی، اوزال تینوں خیمے کے اندر چلی گئی تھیں۔

سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد مالک بن حارث اور شہیر، عریب، تہان، حویلیہ اور یوناہ، السار اور زبیل، رعا اور سعید، علی اور عبیدہ کی شادی

پراسرار قوتوں کے اندر کف اثراتی موجوں کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ جو لوگ وہاں بیٹھے رقص دیکھ رہے تھے، اوزال کے بدن کے خوش کن زاویوں اور برق کی طرف اس کے رقص نے انہیں دھکتی آگ میں سگا کر رکھ دیا تھا اور رقص کرتے ہوئے وہ یوں محسوس کر رہے تھے جیسے کسی نادیدہ قوت نے انہیں تلخ لمحوں سے نکال کر نفوس کے ساز پر سوز پر سوار کر دیا ہو۔

کچھ دیر مزید رقص جاری رہا۔ اس کے بعد اوزال نے رقص کرنا بند کر دیا۔ رقص کے لیے بنی ہوئی شہہ نشین سے وہ نیچے اتری، پھر لجاتی شرماتی دوبارہ حبیب بن عثمان کے پہلو میں آکر بیٹھ گئی تھی اور سوالیہ سے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھ لگی تھی۔ اس موقع پر دھیسے سے لہجے میں حبیب بن عثمان نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

”میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس قدر طوفانی رقص کر سکتی ہو۔ بہر حال تم نے کمال کر دیا ہے۔“

اوزال نے اس موقع پر بڑے پیارے انداز میں اپنا ہاتھ حبیب بن عثمان کے ہاتھ پر رکھ دیا اور کہنے لگی۔ ”میرا تو سب کچھ آپ ہی کا ہے۔“ جواب میں حبیب بن عثمان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خاموش رہا، اس لیے کہ حارث اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

”ابن عثمان! اگر اس موقع پر تمہاری اور اوزال کی بھی شادی ہوتی تو میری خوشیوں کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔ ہائے بد قسمتی کہ مجبوریوں کی وجہ سے تمہیں اور اوزال کو رشتہ ازدواج میں نہ ڈالا جاسکا۔ یہ شادی شدہ جوڑے اپنے اپنے خیموں میں رہ سکتے ہیں۔ حبیب میرے بیٹے تم اوزال کو لے کر میرے خیال میں اپنی حویلی میں چے جاؤ۔“ اس پر سب لوگ اٹھے اور اس شامیانے سے نکل گئے تھے۔ اپنے لشکر کے ساتھ نبطیوں کے بادشاہ حارث نے دو روز حبیب بن عثمان کے نخلستان میں قیام کیا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہ رقیہ شمر کی طرف چلا گیا تھا۔



ہیروڈیس اور اس کی بیوی ہیروڈیہ دونوں اپنے کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہیروڈیس کا چوہدار اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک ایک قاصد مصر کے رومن حاکم گالس کی طرف سے آیا ہے اور آپ کی مدت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ اس کے پاس کوئی انتہائی اہم پیغام ہے جو وہ آپ تک پہنچانا چاہتا ہے۔“

اپنے چوہدار کے ان الفاظ پر ہیروڈیس ہی نہیں ہیروڈیہ بھی چونکی تھی۔ پھر ہیروڈیہ نے ہیروڈیس کو مخاطب کیا۔

”گلتا ہے نبطیوں کے بادشاہ حارث کے ہاتھوں ہماری شکست کی خبر روم میں رومنوں کے شہنشاہ کے پاس پہنچ چکی ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ رومنوں کے شہنشاہ نے اس سلسلے میں اپنے مصر کے حاکم گالس کو کچھ کہا ہوگا اور گالس نے اس سلسلے میں اپنا فائدہ ہماری طرف روانہ کیا ہے۔“

ہیروڈیہ کی اس گفتگو پر ہیروڈیس نے اثبات میں اپنی گردن ہلائی، پھر اپنے چوہدار کو مخاطب کیا۔

”میں اور ہیروڈیہ قصر کے بڑے کمرے کی طرف جا رہے ہیں۔ اپنی سلطنت کے مالداروں اور عمائدین کو وہاں آنے کے لیے کہو۔ میں وہیں سب کی موجودگی میں قاصد سے ملنا پسند کروں گا۔“

چوہدار باہر نکل گیا تھا۔ ہیروڈیس اور ہیروڈیہ تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، پھر اٹھے۔ قصر کے بڑے کمرے میں آئے۔ اس وقت سلطنت کے اراکین وہاں جمع تھے۔ ان کی آمد پر سب کھڑے ہو گئے۔ جب وہ دونوں اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب ہیروڈیس نے اپنے چوہدار کو حکم دیا کہ مصر کے رومن حاکم

گالس کی طرف سے جو قاصد آیا ہے، اسے پیش کیا جائے۔

نابود کر دیا جائے۔

آپ جانتے ہیں مصر کے حاکم کا سپہ سالار اسٹرابو جنگ کا ایسا وسیع تجربہ رکھتا ہے کہ آج تک اس کی سالاری میں رومنوں نے جتنی بھی جنگیں کیں، ان سب جنگوں میں اسٹرابو کو شاندار فتوحات حاصل ہوئیں۔ کسی ایک جنگ میں بھی اسٹرابو کو شکست کا تجربہ نہیں کرنا پڑا۔ رومن یہ امید لگائے ہوئے ہیں کہ گالس اور اسٹرابو کے ہاتھوں بطون کی سلطنت اسی طرح تباہ و برباد ہو جائے گی جس طرح اس سے پہلے قوم شمود بت و نابود کر دی گئی۔

مالک میرے پاس یہی پیغام ہے، اب آپ حکم دیں کہ مجھے کیا کرنا ہے؟“  
یہ پیغام سن کر ہیرودیس کو کچھ تسلی ہوئی۔ پہلے وہ یہ خیال کر رہا تھا کہ رومنوں کا شہنشاہ یا مصر کا حاکم گالس اس سے شکست کی باز پرس کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اب جبکہ اسے خبر ہوئی کہ رومنوں کا شہنشاہ اور گالس دونوں ہی اس کی مدد کے لیے آ رہے ہیں، تب وہ سنبھلا اور گالس کی طرف سے آنے والے قاصد کو اس نے مخاطب کیا۔

”تم ایک دو روز یہاں قیام کرو۔ اس کے بعد واپس جاؤ۔ گالس اور اسٹرابو دونوں کو میری طرف سے مطمئن کرو کہ جیسا انہوں نے کہا، ویسا ہی ہوگا۔ میں نبطیوں کے بادشاہ حارث کے خلاف حرکت میں آنے کے لیے زیادہ دن نہیں لوں گا۔ اس سلسلے میں، میں شام کے حاکم حداد بن حدار سے بھی رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ غنقریب میں اپنی تیاریوں کی اطلاع گالس کو کدوں گا۔ اس کے بعد نبطیوں کے خلاف حرکت میں آیا جائے گا، اب تم جا سکتے ہو۔“

زمین کی طرف جھکتے ہوئے قاصد نے ایک بار پھر ہیرودیس کو تعظیم دی۔ اس کے بعد قاصد وہاں سے نکل گیا تھا۔

قاصد کے جانے کے بعد ہیرودیس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اراکین سلطنت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”عزیزو! جس وقت یہ قاصد آیا تھا، میں فکرمند تھا کہ نبطیوں کے ہاتھوں ہماری شکست پر رومنوں کے شہنشاہ نے ہماری باز پرس کی ہوگی لیکن ایسا نہیں۔ اب جبکہ

چوہدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھ ایک شخص کو لے کر آیا۔ اسے ہیرودیس کے سامنے لاکھڑا کیا۔ اس شخص نے خوب جھک کر ہیرودیس کو تعظیم دی، پھر وہ بول پڑا۔

”یروشلیم کے عظیم بادشاہ! مجھے مصر کے حاکم گالس نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔“

وہ قاصد یہیں تک کہہ پایا تھا کہ ہیرودیس نے اسے مخاطب کیا۔

”کیا تم بتاؤ گے تمہارے پاس کس کا پیغام ہے۔ گالس یا رومنوں کے شہنشاہ کا؟“

قاصد کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ کہہ اٹھا۔

”مالک آپ، پلاطس اور ڈیکاپولس کی نبطیوں کے بادشاہ حارث کے ہاتھوں شکست کی خبر روم میں رومنوں کے شہنشاہ کے پاس پہنچ چکی ہے۔ اس سلسلے میں رومنوں کے شہنشاہ نے تیز رفتار قاصد گالس کی طرف روانہ کیا۔ کچھ صلاح مشورہ ہوا، اس کے بعد مجھے آپ کی طرف روانہ کیا گیا ہے۔

رومن شہنشاہ کے حکم کے مطابق گالس نے جو پیغام آپ کی طرف بھیجا ہے، یہ کہ آپ اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیں۔ کچھ قاصد پلاطس اور ڈیکاپولس کی طرف گئے ہیں۔ ان کے نام بھی یہ پیغام بھیجا گیا ہے کہ وہ اپنے لشکر آپ کی طرف روانہ کریں تاکہ آپ کے پاس ایک بڑا لشکر ہو۔ جب یہ تیاریاں مکمل ہو جائیں تب آپ اس کی اطلاع مصر کے حاکم گالس کو دیں گے۔ گالس اپنے لشکر کے ساتھ مصر سے نکلے گا۔ اس کا سالار اعلیٰ اسٹرابو جو ایک انتہائی خونخوار جنگجو ہے، اس کے ہمراہ ہوگا۔ دونوں لشکر کو لے کر مصر سے نکلیں گے اور بحر لوط کا رخ کریں گے۔ بحر لوط کے کنارے وہ آپ سے آن ملیں گے۔ اس طرح آپ، گالس اور اسٹرابو مل کر نبطیوں کے بادشاہ حارث سے ٹکرائیں گے۔ گالس کا پیغام ہے کہ نبطیوں کے بادشاہ حارث نے آپ کو شکست دے کر انتہائی احمقانہ قدم اٹھایا ہے۔ اب اس کا ان سرزمینوں میں قائم رہنا رومنوں کے لیے خطرناک ہے، لہذا رومنوں کے شہنشاہ کی طرف سے صاف اور واضح احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں کہ نبطی سلطنت کو بیت



قاصد جو ایک لمبی عبا پہنے ہوئے تھا، جھکا۔ اس کی عبا کے نیچے والے سرے زمین کو چھو گئے تھے۔ پھر اس نے اپنی کمر کا خم سیدھا کیا اور حداد بن حدار کو مخاطب کیا۔  
 ”دمشق کے عظیم بادشاہ آپ تک تو یہ خبر پہنچ چکی ہوگی کہ نبطیوں کے بادشاہ مارٹ کے ہاتھوں ہیروڈیس، پلاطس اور ڈیکاپولس تینوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس شکست کی خبریں رومنوں کے شہنشاہ تک پہنچی ہیں، لہذا اس نے اپنے مصری حاکم گالس کو حکم دیا ہے کہ ہیروڈیس کے ساتھ مل کر نبطیوں سے جنگ کی ابتداء کی جائے اور نبطیوں کو نیست و نابود کیا جائے۔“

اب ہیروڈیس جنگی تیاریوں میں مصروف ہے۔ جب اس کی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی، تب وہ اپنی تیاریوں کی اطلاع مصر کے حاکم گالس کو کرے گا۔ اس کے بعد گالس اور اس کا خونخوار جرنیل اسٹرابو دونوں لشکر لے کر نکلیں گے اور ہیروڈیس سے مل کر نبطیوں پر حملہ آور ہوں گے۔

دمشق کے عظیم حاکم نے کچھ عرصہ پہلے یروشلیم شہر میں اپنے کے لیے ایک لڑکی کو پسند کیا تھا۔ وہ لڑکی جہاں شہر کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی تھی، وہاں گمان کی حدوں کو پار کرتی ہوئی عمدہ رقاصہ بھی تھی۔ آپ نے اسے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہا تھا لیکن وہ لڑکی یروشلیم سے بھاگ گئی تھی۔

وہ لڑکی یروشلیم سے بھاگ کر نبطیوں کے شہر رقیم میں گئی۔ اس وقت وہ رقیم شہر میں موجود ہے۔ ہمارے بادشاہ ہیروڈیس نے آپ کے نام یہ پیغام بھیجا ہے کہ مصر کے حاکم گالس کے ساتھ مل کے وہ جو نبطیوں کے خلاف جنگ کرنا چاہتے ہیں، اس جنگ میں آپ بھی شریک ہوں۔ اس طرح تینوں قوتیں مل کر نبطیوں کی سلطنت کو تباہ و برباد کر سکتی ہیں اور اس کے تین بڑے فوائد ہوں گے۔ پہلا فائدہ یہ کہ تینوں کو نبطیوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔

”سرا فائدہ یہ ہوگا کہ نبطیوں کے وسیع علاقے تینوں قوتوں میں بانٹ دیئے جائیں گے۔“

تیسرا فائدہ صرف آپ کے لیے مختص ہے اور وہ یہ کہ جنگ کے دوران اوزال کو نائل کر کے آپ کے حوالے کر دیا جائے گا اور آپ اسے اپنے حرم میں داخل کر

رومنوں کے شہنشاہ نے اپنے مصری حاکم گالس کو حکم دے دیا ہے کہ وہ نبطیوں کے خلاف ہماری مدد کرے تو یہ ہمارے لیے ایک اطمینان کا باعث ہے۔ میں تم پر یہ بھی واضح کروں کہ میں آج ہی تیز رفتار قاصد شام کے حاکم حداد بن حدار کی طرف روانہ کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے بھی اس جنگ میں ملوث کروں تاکہ نبطیوں کے خلاف ہماری فتح یقینی ہو جائے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ اجلاس ہیروڈیس نے برخاست کر دیا۔ جب اراکینِ سلطنت چلے گئے تب ہیروڈیس اپنی جگہ سے اٹھا، ہیروڈیہ بھی کھڑی ہو گئی۔ اپنی خواہگاہ کی طرف جاتے ہوئے ہیروڈیس نے ہیروڈیہ کو مخاطب کیا۔

”میرے ذہن میں ایک اور بات بھی آئی ہے۔ میں جو قاصد دمشق کے حاکم حداد بن حدار کی طرف روانہ کروں گا، اس کے ذریعے حداد بن حدار پر یہ بھی واضح کروں گا کہ اوزال نام کی لڑکی جسے لوگ یروشلیم کی ساحرہ کہتے ہیں اور جس کے حسن، جس کی خوبصورتی اور جس کے رقص سے وہ متاثر تھا اور جسے وہ اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا، وہ لڑکی اس وقت نبطیوں کے مرکزی شہر رقیم میں ہے۔ میں حداد بن حدار کو یہ بھی ترغیب دوں گا کہ اگر وہ یروشلیم کی ساحرہ کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہمارے ساتھ مل کر نبطیوں کے خلاف لشکر کشی کرے۔ مجھے امید ہے میری اس ترغیب پر حداد بن حدار ایسا کرنے پر رضامند ہو جائے گا۔“

ہیروڈیہ نے ہیروڈیس کی اس تجویز کو پسند کیا۔ پھر دونوں مسکراتے ہوئے اپنی خواہگاہ کی طرف چلے گئے۔



دمشق شہر میں صابی مذہب سے تعلق رکھنے والا ارض شام کا حاکم حداد بن حدار ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے ایک قاصد کو پیش کیا گیا۔ قاصد جب حداد بن حدار کے سامنے آیا تو حداد بن حدار نے اسے مخاطب کیا۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ تم ہمارے بھائی ہیروڈیس کی طرف سے آئے ہو۔ کوئی تمہارے کنا چاہتے ہو؟“

ہیرودیس کو شکست ہوتی ہے تب میں اکیلا نبطیوں کے بادشاہ کے خلاف حرکت میں آؤں گا اور اس سے جنگ کروں گا اور پھر دنیا دیکھے گی کہ میں کیسے نبطیوں کو تباہ و برباد کرتا ہوں۔ اس طرح اس جنگ کی ساری کارگزاری اور فتح مندی میرے حصے میں آئے گی اور نبطیوں کا سارا علاقہ میرے قبضے میں آئے گا۔ ان کے سارے شہروں پر میری حکومت ہوگی، بس یہی وہ بات ہے جو میں چاہتا ہوں۔“

حداد بن حدار کی اس گفتگو پر ہیرودیس کی طرف سے آنے والا قاصد بڑا متعجب ہوا۔ حیرت سے وہ حداد بن حدار کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ حداد بن حدار تھوڑی دیر ٹکراتا رہا، پھر قاصد کو اس نے مخاطب کیا۔

”گلتا ہے میری گفتگو نے تمہیں پریشان اور حیرت زدہ کر دیا ہے۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہیرودیس میرا دوست ہے لیکن میں اپنی فتح مندی میں کسی کو حصہ دار نہیں بنانا چاہتا۔ میں اگر نبطیوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا تو اکیلا ہی آؤں گا اور دنیا دیکھے گی کہ میں کیسے نبطیوں کو شکست دیتا ہوں۔“

تم یہاں قیام کرنا چاہتے ہو تو تمہارے قیام کا عہدہ انتظام کیا جائے گا۔ تم واپس جانا چاہو تو تمہاری واپسی کا بھی عہدہ انتظام کیا جائے گا۔ واپس جا کر اپنے بادشاہ اور میرے دوست ہیرودیس سے کہنا، میں اس جنگ میں اپنی قوت استعمال نہیں کروں گا۔ پہلے وہ، گالس اور اسٹرابو کے ساتھ نبطیوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ اگر انہیں فتح ہوتی ہے تو ان کی خوش قسمتی ہے۔ میں جنگ کے بغیر ہی یروشلم کی ساحرہ کو حاصل کرنا چاہوں گا۔ اگر یروشلم کی ساحرہ کو میرا کمانہ مانتے ہوئے میرے حوالہ نہ کیا تو پھر نبطی اپنی موت اپنی شکست کو دعوت دیں گے۔ ان کی شکست کا ذمہ دار میں اکیلا ہی بننا چاہتا ہوں۔“

حداد بن حدار کی اس گفتگو سے اس کے اراکین سلطنت بھی خوش اور مطمئن تھے، پھر حداد بن حدار نے قاصد کو مخاطب کیا۔

”جو پیغام تم لے کر آئے تھے، اس کا جواب میں نے تمہیں دے دیا ہے۔ اب تم نکلتے ہو۔“

حداد بن حدار کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا چوہدار اس کمرے کے وسطی

سکیں گے۔“

قاصد تھوڑی دیر کے لیے رکا، پھر دوبارہ بول اٹھا۔

”بس میرے پاس یہی پیغام ہے جو میں اپنے بادشاہ ہیرودیس کی طرف سے لے رہا ہوں۔“

قاصد خاموش ہو گیا۔ حداد بن حدار تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر قہر میں اس کی آواز گونج گئی۔

”سنو قاصد جو پیغام تم اپنے بادشاہ ہیرودیس کی طرف سے لے کر آئے ہو، یہ بہت اچھا اور پرکشش ہے لیکن میں اسے فی الحال نامنظور کرتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ کہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔“

یہ خبر تو مجھ تک پہنچ چکی ہے کہ نبطیوں کے بادشاہ حارث کے ہاتھوں ہیرودیس، پیلاطس اور ڈیکاپولس کو بدترین شکست ہو چکی ہے۔ اب چونکہ نبطیوں سے انتقام لینے کے لیے مصر کا حاکم گالس اور اس کا خونخوار سپہ سالار اسٹرابو بھی حرکت میں آئے والے ہیں، لہذا میں ان قوتوں کے ساتھ اتحاد نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اگر میں ان کے ساتھ لڑوں اور میری وجہ سے نبطیوں کو شکست ہو تو یہ فتح ہیرودیس، گالس اور اسٹرابو کے کھاتے میں چلی جائے گی، میں ایسا نہیں چاہتا۔

پہلے گالس، ہیرودیس اور اسٹرابو نبطیوں سے ٹکرائیں گے۔ اگر وہ فتح مند رہے تو ان کی خوش قسمتی اور وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تاہم میں کل کسی بھی وقت اپنا تیز رفتار قاصد نبطیوں کے بادشاہ حارث کی طرف روانہ کروں گا اور اس سے مطالبہ کروں گا کہ اوزال یعنی یروشلم کی ساحرہ کو میرے قاصد کے ساتھ عزت اور احترام کے ساتھ باخفاقت دمشق کی طرف روانہ کر دیا جائے تاکہ میں اسے اپنے حرم میں داخل کر سکوں۔

اگر میری قوت سے خوفزدہ ہو کے نبطیوں کے بادشاہ حارث نے یروشلم کی ساحرہ کو میری طرف روانہ کر دیا، تب میں خاموش ہو جاؤں گا اور گالس، اسٹرابو اور ہیرودیس کے ٹکراؤ کے نتیجے کا انتظار کروں گا۔

اگر آنے والی جنگ میں پھر نبطیوں کے بادشاہ حارث کے ہاتھوں گالس، اسٹرابو

جھے میں آیا اور قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اگلے روز ایک قاصد دمشق سے  
نبطیوں کے مرکزی شہر رقیم کا رخ کر رہے تھے۔



ایک روز حبیب بن عثمان، مالک بن حارث، زبیل بن حارث اور سعید پہ گری  
کے لیے مختص میدان کے کنارے لشکر میں نئے شامل کیے جانے والے لشکریوں کی  
ترتیب کا جائزہ لے رہے تھے کہ حارث کے قصر کا نقیب بڑی تیزی سے ان کے پاس  
آیا اور مالک اور حبیب بن عثمان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ سب کو فی الفور آقا نے قصر میں طلب کیا ہے۔ دو اہم معاملات ہیں جن پر  
آپ سے گفتگو کی جائے گی۔ کچھ خبریں ہمارے ناظر لائے ہیں اور ایک قاصد دمشق کی  
طرف سے آیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ سب کو بلایا ہے۔“

نقیب کے اس انکشاف پر سب نے ذومعنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف  
دیکھا، پھر سب اس کے ساتھ ہو لیے تھے۔

جب وہ سب قصر میں داخل ہوئے تو قصر میں پہلے سے اراکین سلطنت بیٹے  
ہوئے تھے۔ جب وہ سب بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب حارث نے گفتگو کا آغاز  
کیا اور کہنا شروع کیا۔

”عزیزو میں تمہارے ساتھ دو موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات وہ جو  
ہمارے ناظر اور مخبر لے کر آئے ہیں۔ ہمارے ناظروں کا کہنا ہے کہ ہمارے ہاتھوں  
ہیروڈیس، پلاطس، ڈیکاپولس کی شکست کی خبر رومنوں کے شہنشاہ تک پہنچ گئی ہے۔ ان  
نے اس سلسلے میں اپنے مصری حاکم گالس کو ہدایات جاری کی ہیں۔ گالس نے قاصد  
کے ذریعے ہیروڈیس سے رابطہ قائم کیا اور دونوں کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ  
ہیروڈیس اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دے۔ جب وہ تیاریاں مکمل کرے تو اس کی  
اطلاع گالس کو کرے۔ اس کے بعد گالس اپنے سپہ سالار اسٹرابو کے ساتھ ایک لشکر  
لے کر مصر سے نکلے گا اور ہیروڈیس سے آن ملے گا اور دونوں ہم سے ٹکرانے کی  
کوشش کریں گے۔“

دوسری خبر کچھ اس طرح ہے کہ ہیروڈیس نے دمشق کے بادشاہ حداد بن حدار کو  
نے والی متوقع جنگ میں شامل کرنے کی کوشش کی لیکن حداد بن حدار نے ایسا  
کے منع کر دیا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ نبطیوں کے خلاف اکیلا ہی جنگ کرے گا  
نبطیوں کے خلاف جو فتح حاصل ہو، اس کا وہ اکیلا ہی حقدار ہو۔ تاہم اس نے  
قاصد ہماری طرف بھجوا دیا ہے۔ میرے داروغہ نے قاصد کے ساتھ تفصیل سے  
تہہ کی ہے۔ ابھی تک اسے میرے سامنے نہیں لایا گیا، تاہم داروغہ نے اس سے جو  
کچھ سمجھ کر ہے، اس کے مطابق وہ اپنے بادشاہ حداد بن حدار کا یہ پیغام لے کر آیا  
ہے کہ حداد بن حدار کو ہیروڈیس نے یہ اطلاع دے دی ہے کہ اوزال یروٹلم سے  
آگ کر یہاں پہنچ چکی ہے، لہذا حداد بن حدار نے قاصد بھیجا ہے۔ قاصد اس کا یہ  
ہم لے کر آیا ہے کہ ہم اوزال کو باحفاظت حداد بن حدار کے حرم میں داخل کرنے  
کے لیے دمشق روانہ کر دیں۔“

حارث یہاں تک کہتے کہتے رک گیا اور خاموش رہتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھے  
بے لوگوں کی طرف سوالیہ سے انداز میں دیکھنے لگا تھا۔ جس قدر لوگ سامنے بیٹھے  
تھے، وہ کچھ دیر تک باہم مشورہ کرتے رہے۔ پھر وہ شاید کسی بات پر متفق ہو گئے۔ اس  
کے بعد حبیب بن عثمان نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے حارث کو مخاطب کیا۔

”یہاں بیٹھا ہوا ہر شخص جانتا ہے کہ ہیروڈیس، پلاطس اور ڈیکاپولس کو جو  
دے ہاتھوں شکست ہوئی ہے تو اس کا رد عمل یہی ہونا تھا جو سامنے آرہا ہے اور ہم  
کے لیے تیار ہیں۔ جہاں تک مصر سے ہیروڈیس کی مدد کے لیے لشکر آنے کا تعلق  
ہے تو ایسا کر کے وہ ہمیں خوفزدہ نہیں کر سکتے۔ اگر مصر کا رومن حاکم گالس اور اس کا  
نظائر سپہ سالار اسٹرابو دونوں کوئی لشکر لے کر ہیروڈیس کی مدد کو نکلتے ہیں تو ان سے  
میں خود نمیش گے۔ اگر وہ دونوں بڑے خونخوار ہیں تو ان دونوں کی خونخواری ہمیں  
خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ ان ساری قوتوں سے نبٹنے کے لیے میرے ذہن میں جو تجویز ہے،  
ناکام ذکر میں نے اپنے ان ساتھیوں سے کیا ہے اور یہ سب لوگ میری تجویز سے  
متفق ہیں۔ پہلے وہ تجویز میں آپ سے کہتا ہوں، اس کے بعد دمشق کے حاکم حداد بن  
حدار کو جواب دینے کے لیے جس بات پر ہم متفق ہوئے ہیں، اس کا بھی میں آپ

سے ذکر کرتا ہوں۔  
 ان کے مطابق ہیروڈیس پہلے جنگ کے لیے اپنے لشکر کو تیار کرے گا اور اس تیاری میں اسے کچھ وقت لگے گا۔ جب وہ اپنے لشکر کو تیار کرے گا تو لشکر کے ساتھ بحر لوط کی طرف آئے گا اور ساتھ ہی مصر کے حاکم گالس کو اطلاع کر دے گا۔ اس کی طرف سے قاصد جانے کے بعد گالس اپنے سالار اسرابو کے ساتھ لشکر لے کر نکلتے گا اور بحر لوط کے کنارے ہیروڈیس سے ملے گا تاکہ دونوں قوتیں مل کر ہمارے خلاف جنگ کریں۔

اب ہمارا پہلا کام یہ ہو گا کہ ہم آج سے اپنے نقیب، اپنے ناظم، مخبر اور طلائیہ کو پھیلا دیں جو صحرائے سینا سے مصر تک پھیل جائیں اور گالس اور اس کے سپہ سالار اسرابو کی نقل و حرکت سے ہمیں پوری طرح آگاہ کرتے رہیں۔

گالس اور اسرابو جب اپنے لشکر لے کر ہیروڈیس کی مدد کے لیے نکلیں تب ہمارے ناظم بروقت ہمیں ان کے کوچ کی اطلاع دیں۔ یہ اطلاع ملنے ہی میں ایک لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر رقیم سے نکلوں گا۔ صحرائے سینا کی بھول حلیوں کے اندر مصری لشکر کی راہ روکنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ صحرائے سینا کے تمام نیلوں کے اندر میں مصر کے رومن لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

اگر میں گالس اور اسرابو کو مار بھگاؤں تب میں بڑی تیزی سے واپسی کا رخ کروں گا۔ آپ مالک اور دوسرے سالار اتنی دیر تک لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ ہیروڈیس کے سامنے جا خیمہ زن ہوں۔ ظاہر ہے جب تک ہیروڈیس کے پاس گالس اور اسرابو نہ پہنچیں گے، وہ اس وقت تک آپ کے ساتھ جنگ کی ابتدا نہیں کرے گا۔ گالس اور اسرابو کو شکست دینے کے بعد میں مڑوں گا اور اپنے آگے نہ رفتار قاصد آپ کی طرف بھجاؤں گا۔ ان قاصدوں کے پہنچنے ہی آپ ہیروڈیس سے ٹکرا جائیں۔ جس وقت یہ ٹکراؤ اپنے عروج پر آئے گا، میں ایک طرف سے ہیروڈیس پر حملہ آور ہوں گا اور اس کی شکست کو یقینی بنانے کی کوشش کروں گا۔ اس لمحے مجھے امید ہے کہ ہم گالس، اسرابو اور ہیروڈیس تینوں قوتوں سے بیک وقت نمٹ سکتے ہیں اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھیں گا دشمنوں کے خلاف

بے عمدہ اور اعلیٰ پائے کی فتح ہوگی۔ اس کے بعد دشمن کو ہمارے سامنے آنے کے لیے کچھ وقت لگے گا۔

یہاں پر ایک احتیاط اختیار کرنا پڑے گی۔ گالس اور اسرابو جب اپنے لشکر کو لے کر اپنے لشکر سے نکلیں گے تو یاد رکھیں، وہ بھی اپنے آگے آگے طلائیہ گر اور مخبر جانے کی کوشش کریں گے۔ ان کے مخبروں کو اس بات کا علم نہیں ہونا چاہیے کہ اپنے پورے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصے کو لے کر آپ بحر لوط کی طرف گئے ہیں، دوسرا میری سرکردگی میں صحرائے سینا کا رخ کر چکا ہے۔ میں آپ کی روانگی سے ایک دن پہلے ہی اپنے مستقر سے نکل جاؤں گا۔ عام راستوں کے بجائے میں شاہراہوں سے ہٹ کر گننام راستوں پر سفر کرتے ہوئے صحرائے سینا کی بھول حلیوں میں داخل ہوں گا اور جو شاہراہ مصر سے نکل کر شام کی طرف جاتی ہے، ان کے اطراف میں گھات لگاؤں گا۔ اس طرح میں کوشش کروں گا کہ گالس اور اسرابو کے طلائیہ گروں کو میری نقل و حرکت کے متعلق خبر نہ ہو۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو میں اپنے مقصد میں سو فیصد کامیاب رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ اس طرح ہم دشمن کی ضرب لگائیں گے کہ وہ کچھ عرصہ تک اپنی شکست کے زخم چاٹتا رہے گا اور فی نور ہمارے سامنے آنے کی جرات نہیں کرے گا۔

اب رہی بات حداد بن حدار کی تو اس کی بھی بڑی عسکری قوت ہے۔ یہ ہمارے تمام ہمتی ہیں کہ وہ فوراً ہیروڈیس کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ جنگ پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ یہ بات بھی ہمارے حق میں جاتی ہے کہ ہیروڈیس کے ساتھ جنگ کرنے کے بجائے اس نے ہم سے اوزال کو طلب کیا ہے۔ آپ حداد بن حدار کے قاصد کو یہاں سے بلا لیں۔ اس سے گفتگو کریں۔ جب وہ اوزال کا مطالبہ کرتا ہے تو آپ اس کے مطالبے کو ٹھنڈے دل سے سنیں۔ جب تک وہ بولتا رہے، اپنے چہرے پر خوشگوار کراہٹ رکھیں، کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہ ہونے دیں۔ جب وہ اپنا مدعا کہہ کر واپس آئے تو آپ بڑے ٹھنڈے طریقے سے اسے مخاطب کر کے کہیں۔

میں پتا نہیں کہ اوزال نام کی لڑکی یروشلم سے بھاگ کر رقیم شہر میں پناہ لے گئی ہے۔ اس پر یہ بھی واضح کیا جائے کہ وہ چند دن یہاں قیام کر سکتا ہے تو رقیم شہر

میں رکے۔ ہم اوزال کو تلاش کر کے اس کے حوالے کرنے کی کوشش کریں گے۔  
وہ وقت ضائع کیے بغیر دمشق کی طرف جانا چاہے تب اسے تحائف سے لاد دیا جائے۔  
کچھ تحائف حداد بن حداد اور اس کے روماء کے لیے روانہ کیے جائیں۔ اس طرح  
یہ قاصد ہمارا معاملہ بہتر انداز میں حداد بن حداد کے سامنے پیش کرے گا۔

دوسری جانب جب حداد بن حداد کو ہماری طرف سے تحائف ملیں گے تو ہمارے  
معاملے پر وہ ہمدردی سے غور کرے گا۔ تحائف ملنے پر وہ سمجھے گا کہ ہم اس کے  
سامنے جھک رہے ہیں، اس سے جنگ کرنے پر آمادہ نہیں۔ ہمارے اس سلوک سے  
اپنی برتری سمجھے گا اور خوش ہو جائے گا۔ ہم اسے واضح کریں گے کہ جس قدر  
ہوا، ہم اوزال کو اس کی طرف روانہ کر دیں گے۔ یہ پیغام ملنے کے بعد یقیناً حداد بن  
حداد انتظار کرے گا۔ اتنی دیر تک ہم ہیروڈیس، گالس اور اسٹرابو سے نمٹ لیں گے۔  
ان کی کمر توڑنے کے بعد ہم کھل کر حداد بن حداد کے سامنے آئیں گے بلکہ ہم  
سمجھتا ہوں کہ ہم لشکر لے کر دمشق کا رخ کریں گے اور حداد بن حداد پر حملہ آور  
ہونے میں پھل کریں گے تاکہ رومن اگر اس کے بعد مزید ہم سے جنگ کرنا چاہیں  
حداد بن حداد اس قابل نہ رہے کہ ہمارے خلاف رومنوں کی مدد کر سکے۔ جب ہم  
حداد بن حداد کی کمر توڑ دیں گے تو پھر ہمارے سامنے اکیلے رومن ہوں گے۔ ان سے  
نمٹ لینا ہمارے لیے کوئی مشکل نہ ہوگا۔

جب تک حبیب بن عثمان بولتا رہا، نبطیوں کا بادشاہ حارث اس کی طرف دیکھا  
رہا، مسکراتا رہا۔ حبیب بن عثمان خاموش ہوا، تب حارث بول پڑا۔  
”حارث میرے بیٹے جو تجاویز تم سب نے مل کر طے کی ہیں، میں ان سے متفق  
ہوں۔ ان پر عمل کرتے ہوئے ہم یقیناً اپنے سارے دشمنوں سے اپنی جان بچائیں  
ہیں۔ جو کچھ تم نے طے کیا ہے، اس کے مطابق ہی عمل کیا جائے گا۔“ پھر حارث نے  
اپنے چوہدار کو حکم دیا کہ حداد بن حداد کے قاصد کو اندر لائے۔

تھوڑی دیر بعد چوہدار دمشق کے قاصد کو اندر لایا۔ حارث نے اسے غصے  
بجٹی۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے اس سے اٹھ کر مصافحہ کیا۔ حارث کی اس حرکت  
قاصد دنگ رہ گیا تھا اور اپنی ذات پر ایک طرح سے فخر محسوس کرنے لگا تھا۔  
”چوہداروں!۔“  
”نہیں، آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ اب جو جواب آپ دیں گے، وہی میں اپنے  
چوہداروں کو دے دوں گا۔“

جب تک قاصد بولتا رہا، دھیمے دھیمے انداز میں حارث مسکراتا رہا۔ اس کے  
سائے پر وہ بول پڑا۔  
”تم نے کہا ہے اپنی جگہ درست ہے۔ پر ہمارے لیے سب سے بڑی

بجفاقت دمشق پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔“  
حارث شاید دمشق کے اس قاصد سے ایسے ہی جواب کی توقع رکھتا تھا، بے پناہ  
کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔  
”مگر ایسی بات ہے تو تم صرف ایک روز یہاں قیام کرو تاکہ ہم وہ تحائف تیار کر  
جو تمہارے اور تمہارے بادشاہ حداد بن حدار کے لیے ہیں۔ اب تم میرے  
ار کے ساتھ جاؤ اور آج کی شب ہمارے یہاں قیام کرو۔“ پھر حارث نے اپنے  
ار کو قاصد کو ساتھ لے جانے کے لیے کہا۔ اس پر قاصد اٹھ کھڑا ہوا۔ چوہدار  
بڑھا اور قاصد کو ساتھ لے گیا تھا۔

قاصد کے جانے کے بعد حارث کچھ دیر تک اپنے سالاروں اور دیگر اراکین  
نات کے ساتھ مشورہ کرتا رہا۔ پھر اس نے وہ محفل برخواست کر دی تھی۔  
دوسرے روز قاصد کو بہترین تحائف پیش کیے گئے۔ جو تحائف اس کو پیش کیے  
وہ بہت قیمتی اور متاثر کر دینے والے تھے اور جو تحائف حداد بن حدار کی طرف  
نہ کیے گئے تھے، وہ بھی پیش بہا تھے۔ اس طرح قاصد مطمئن ہو کر رقیم سے روانہ  
ہوئے۔ دمشق پہنچ کر اس قاصد نے حارث کی بہترین وکالت کی۔ اس لیے کہ جو  
نات اسے ملے تھے، وہ تحائف اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اپنے قاصد کی  
گفتگو سے دمشق کا بادشاہ حداد بن حدار بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ یہی خیال کر رہا  
تھا کہ حارث نے جو اس کی طرف تحائف بھجوائے ہیں تو ایک طرح سے نبطیوں کا  
نات اس کے سامنے جھک گیا ہے اور پھر حداد بن حدار کو یہ بھی امید ہو گئی تھی کہ  
نات اوزال ملے گی، حارث اسے مسلح دستوں کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ کر دے  
نات حارث کی طرف سے مطمئن ہو کر حداد بن حدار بڑی بے چینی سے اوزال کی  
انتظار کرنے لگا تھا۔ نبطی بھی یہی چاہتے تھے۔



الجھن اور تکلیف کی بات یہ ہے کہ ہم اس لڑکی کو جانتے تک نہیں ہیں۔ اگر وہ لڑکی  
ہماری نگاہ میں ہوتی، اگر ہم اسے جانتے تو ہم ابھی اور اسی وقت چند مسلح دستے تیار  
کرتے اور اس لڑکی کو تمہارے ساتھ دمشق روانہ کر دیتے۔ اب چونکہ ہم پر ایسی  
انکشاف ہوا ہے کہ اس لڑکی نے یروثلم سے بھاگ کر ہمارے مرکزی شہر میں پناہ  
رکھی ہے تو ہمیں اس لڑکی کو تلاش کرنا ہوگا۔ جو نبی وہ ہمیں مل جاتی ہے، دمشق  
طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ اگر میرے مہمان تم کچھ دن رکو تو ہم اس لڑکی کو تلاش  
کریں گے تاکہ تم اسے اپنے ساتھ لے جا سکو۔“

حارث کی اس گفتگو کے جواب میں قاصد کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔ ”میں  
اتنے دن کیسے یہاں رک سکتا ہوں؟“

حارث فوراً بول پڑا۔ شاید یہ ساری گفتگو اس کی امیدوں کے مطابق ہو رہی تھی،  
لہذا اس قاصد کی بات کاٹنے ہوئے اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

”اگر تم نہیں رک سکتے تو کوئی بات نہیں، تم لوٹ جاؤ۔ تمہارے جانے کے بعد  
پوری تدبیر سے ہم اوزال نام کی اس لڑکی کو تلاش کریں گے۔ جو نبی وہ ہمیں مل  
جاتی ہے، ہم چند مسلح دستوں کے ساتھ اسے دمشق کی طرف روانہ کر دیں گے۔ بہ  
ہمارا حداد بن حدار کے ساتھ پختہ وعدہ ہے۔ جانے سے پہلے ہم تمہیں کچھ تحائف  
بھی دیں گے۔ ان میں سے کچھ تحائف تمہاری ذات کے لیے ہوں گے اور کچھ اپنے  
بادشاہ حداد بن حدار کو پیش کرنا۔“

حارث کے اس انکشاف پر قاصد پھولا نہیں سا رہا تھا۔ وہ امید تک نہیں کر سکا  
تھا کہ اسے اس قدر عاجزی سے جواب دیا جائے گا۔ وہ اس بات کی بھی امید نہیں کر  
رہا تھا کہ اسے تحائف سے نوازا جائے گا، لہذا عجیب سے نشے میں وہ حارث کی طرف  
دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

”نبطیوں کے بادشاہ جو کچھ آپ نے کہا ہے، وہ بہتر اور درست ہے۔ میں  
معذرت خواہ ہوں کہ میں یہاں رکوں گا نہیں، میں واپس دمشق چلا جاتا ہوں اور اپنے  
بادشاہ حداد بن حدار کو یقین دلاؤں گا کہ نبطیوں کے حاکم کو اوزال کا نہیں پناہ  
مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے شہر میں اوزال کو تلاش کرے گا اور وہ نبطیوں کے

اور دشت سینا میں داخل ہو گیا تھا۔

صحرا میں داخل ہونے کے بعد گنام اور بے نام ٹیلوں کے اندر وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اس کے ناظر اس کی رہنمائی کر رہے تھے۔ نبطی مخبر اور طلائیہ گر بھی ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھے ہوئے تھے اور جب صحرائے سینا اور اس کے پاس کام کرنے والے طلائیہ گروں نے اطلاع کر دی کہ گالس اور اسٹرابو دونوں صحرائے سینا میں داخل ہو گئے ہیں۔ تب حبیب بن عثمان نے آگے بڑھنا بند کر دیا۔

ایک محفوظ جگہ اس نے اپنے لشکر کو روک دیا اور جو شاہراہ ارض مصر سے شام کی طرف جاتی تھی۔ اس کے کنارے ریت کے ٹیلوں کے پیچھے اس نے اپنے لشکر کو پناہ لے لی۔ لشکر جب وہاں رک گیا تب حبیب بن عثمان نے اپنے پہلو میں کھڑے سعید کو بلایا۔

سعید میرے بھائی گالس اور اسٹرابو کے ساتھ ہمیں کسی طریقے سے نمٹنا ہو گا جس سے ہمارے مخبر اور طلائیہ گر اطلاع دے چکے ہیں جو لشکر گالس اور اسٹرابو کے ساتھ ہیں۔ اس کی تعداد ہمارے لشکر سے زیادہ ہے۔ میں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے

لاؤں۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا، دوسرے کی تم کمان داری کرو گے۔ جس جگہ ہم کھڑے ہیں، تم اپنے لشکر کے ساتھ یہیں گھات میں رہنا ہمارے مخبر اور مخبر تمہیں دشمن کے آنے کی اطلاع دیتے رہیں گے۔ جب دشمن ہمارے سامنے آئے تو تم اپنی گھات سے نکل کر ان کی راہ روک کر کھڑے ہونا۔ تمہارے مخبر جو دشمن کی نقل و حرکت سے آگاہ کر رہے ہیں، اس کے مطابق آدمی اپنے قریب اسٹرابو اور گالس یہاں سے گزریں گے جب تم ان کی راہ روک گے تو ان پر حملہ آور ہونے کے لیے ہچکچائیں گے نہیں۔

اس لیے کہ رات چاندنی ہوگی، چاندنی رات میں وہ اندازہ لگا لیں گے کہ تمہارے قوتی تعداد ان کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے، لہذا وہ تم پر جھپٹیں گے اور تم راستے کا پتہ جان کر ہٹانے کی کوشش کریں گے لیکن جو نبی تمہیں ہٹانے کی تلقین کریں گے۔ میں اپنے کام کی ابتدا کروں گا۔

میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر تھوڑا سا آگے جا کر شاہراہ کے بائیں جانب

اپنی جنگی تیاریوں کو مکمل کرنے میں ہیرودیس نے کچھ زیادہ وقت نہ لیا۔ وہ زیادہ دیر بھی نہ کرنا چاہتا تھا، اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو رومن لشکر شاہ اس پر برہم اور ناراض ہوگا، لہذا دن رات محنت اور کوشش کر کے اس نے ایک جزار لشکر اکٹھا کر لیا اور اس کی بہترین تربیت کا بھی کام سرانجام دیا۔ لشکر کے ساتھ کوچ کرنے سے پہلے اس نے اپنی تیاریوں کی اطلاع مصر کے رومن حاکم گالس کو کر دی۔ ساتھ ہی وہ لشکر لے کر بحر لوط کی طرف نکلا۔ ادھر ہیرودیس کا پیغام ملے مصر کا رومن حاکم گالس بھی اپنے لشکر کو لے کر اپنے خونخوار سپہ سالار اسٹرابو کے ساتھ نکلا اور بحر لوط کا رخ کیا۔

نبطیوں کے جاسوس مصر کی حدود کے اندر تک پھیلے ہوئے تھے۔ جو نبی گالس اور اسٹرابو نے کوچ کرنا چاہا، انہوں نے فوراً اس کی اطلاع رقیم میں کر دی جس پر حارث حرکت میں آیا۔ لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو لے کر وہ بحر لوط کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے دونوں بیٹے مالک اور زبیل اس کے ساتھ تھے۔ سلطنت کا کاروبار سنبھالنے کے لیے سیلاس کو پیچھے چھوڑا گیا جبکہ لشکر کا آدھا حصہ حبیب بن عثمان کی سرکردگی میں دیا گیا۔ اس کا ماموں زاد سعید اس کے ساتھ تھا۔ اس لشکر کو لے کر حارث کی روانگی سے ایک دن پہلے رات کے وقت حبیب بن عثمان رقیم شہر سے کوچ کر گیا تھا۔

حبیب بن عثمان بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف بڑھا۔ ایلہ کی بندرگاہ کی طرف جانے کے لیے اس نے گنام راستوں پر سفر کرنا شروع کیا۔ پہلے وہ سیدا بحر قزحہ کی طرف گیا جو شاہراہ بحر قزحہ کے ساتھ ساتھ یمن سے فلسطین کی طرف جاتی تھی۔ ان سے ہٹ کر وہ آگے بڑھتا رہا، پھر ایلہ کی بندرگاہ سے دور رہتے ہوئے وہ بائیں جانب

گھات لگاؤں گا۔ جب تم دشمن کی راہ روکو گے اور دشمن تم سے ٹکرائے گا تو میں اپنی گھات سے نکل کر پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے کی کوشش کروں گا۔ اس طرح دشمن پر دہشت طاری ہو جائے گی اور وہ یہ خیال کرے گا کہ ان کے مقابلے میں صرف وہی لشکر نہیں۔ جس نے ان کی راہ روکی ہے بلکہ یہاں گھات میں اور بھی لشکر ہیں۔ اس طرح ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور رات کی تنہائیوں میں انہیں شکست دے کر مصر کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔

سعد نے اپنے بھائی حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پہلے دونوں بھائیوں نے لشکر کو برابر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کے بعد وہ ایک ٹیلے کے پاس بیٹھ کر باہم صلاح مشورہ کرتے رہے۔ پھر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سعد تو دین گھات لگا کر بیٹھ گیا جبکہ حبیب بن عثمان اپنے حصے کے لشکر کو لے کر تھوڑا آگے بڑھا اور پھر شام کی طرف جانے والی شاہراہ کے بائیں ہاتھ اس نے بھی رست کے بلند ٹیلوں کے پیچھے گھات لگا لی تھی۔ نبطی طلابہ گر دونوں کو دشمن کی نقل و حرکت اور پیش قدمی سے مطلع کر رہے تھے۔



مصر کا حاکم گالس اور اس کا خونخوار سپہ سالار اسٹرابو دونوں اپنے لشکر کے ساتھ نئی تیزی سے اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو مصر سے شام کی طرف جاتی تھی کہ ہانک وہ رک گئے۔ اس لیے کہ دفعتاً "سعد اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنی گھات سے نکلا اور ان کی راہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ لمحہ بھر کے لیے سنسان رات میں گالس اسٹرابو کے چروں پر بے چین شراروں کے خدج جیسی ناامیدیاں بکھر گئی تھیں۔ پھر نبطی وہ کمر کے غلاف اور سحر کی کرنوں کی طرح پرسکون ہو گئے تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے دیکھا جس لشکر نے ان کی راہ روکی تھی، وہ تعداد میں ان سے بہت زیادہ کم

گالس اور اسٹرابو نے لمحہ بھر کے لیے آپس میں مشورہ کیا۔ اس کے بعد وہ سعد کے لشکر پر بے شرم سعاتوں میں تمناؤں کی طویل اندھی مسافتوں اور خوابوں کو لہو لہان کر دینے والی آندھیوں اور زلزلوں کی یورش کی طرح حملہ آور ہو



لکڑیوں نے محسوس کیا کہ جیسے ان کی پشت کی طرف سے ہواؤں کی آہ زاری،  
بر کے نالہ ماتم کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا ہو یا یہ کہ سروں کے برفانی جنگل میں  
ان کی طرح کڑوے، مرگ و قضا کے عناصر نے ایک نہ ختم ہونے والا صداؤں کا  
کھڑا کر دیا ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے گالس اور اسٹرابو کی پشت پر حبیب بن عثمان پالے اور سروی کے  
پیروں سے لیس جاڑے کی شدید ہیجان انگیزیوں، تاریکی کے دل میں پیوست ہونے  
کی روشنی کی شعاعوں اور رنج و غم کے کھلیان کھڑے کر دینے والی اندھی اور بھوکی  
پشت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

حبیب بن عثمان کے اس حملے نے جنگ کا نقشہ بڑی تیزی سے بدل دیا تھا۔  
بڑی دیر پہلے گالس اور اسٹرابو اپنی فتح کی امیدیں لیے بیٹھے تھے، اب انہیں اپنی جان  
کے لالے پڑ گئے تھے۔ زندگی کی رقت بڑی تیزی سے تلخ حقائق کا سامنا کر رہی تھی۔  
بارڈل کے سایوں اور تیروں کی سنسنائوں میں ہر کوئی زندہ رہنے کی جدوجہد کرنے لگا

چاروں سمت ہمت، زنی اور خویزوی سختی اور بھارگی رقص کرنے لگی تھی۔ اور  
ہویمان، نظردر، نظرویرانیاں اپنا رنگ جمائے کھی تھیں۔ بڑی تیزی کے ساتھ  
گالس، اسٹرابو اور اس کے لشکریوں میں رگ و پے کے خوف اور سراع کرتی چلی

پھر دیکھتے ہی دیکھتے رات کی تاریکی میں ایک طرف سے سعید اپنے لشکر کے ساتھ  
اپنی جانب سے حبیب بن عثمان اپنے حصے کے عسکریوں کے ساتھ دشمن پر غالب  
نہ لگا تھا۔ یہاں تک کہ صحرائے سینا میں گالس اور اسٹرابو کو بدترین شکست ہوئی

اور دوائیں جانب بھاگ کھڑے ہوئے۔  
حبیب بن عثمان اور سعید دونوں نے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اپنے سامنے بھاگتے  
نہ لگا تھا۔ اس طرح تعاقب کیا جس طرح بھیڑیے گور خر کا، شاہین فاختاؤں کا شکار  
کے لیے تعاقب کرتے ہیں۔ اسٹرابو اور گالس اپنے بچے کھجے لشکریوں کے  
اندر اندھے اونٹ کی طرح بھاگ رہے تھے جبکہ حبیب بن عثمان اور

گئے تھے۔

سعید نے اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ کچھ دیر تک دشمن کے حملوں کو روکا۔  
وہ بھی حملوں کو آواز کی زندگی دینے، سکتے تڑپتے الفاظ اور لہو کی لکیریں بچھنے  
داستانوں کی طرح حرکت میں آیا۔ دفاع سے نکل کر وہ بھی جارحیت پر اتر آیا تو  
صحرائے سینا کے اندر دشمن کو بخ دین سے اکھاڑ پھینکنے والے موت کے سہارے  
سیلابی ریلے اور فضاؤں کو اداس رتوں کو مضمل کر دینے والے صحرا کے سراہوں کی  
طرح حملہ آور ہونے لگا تھا۔

خون آشام تلواریں زرے زرے کو لہو لہو کرنے لگی تھیں۔ گھوڑوں کے  
ریت کے گراؤز کھڑے کرنے لگے تھے۔ صحرا کی وسعتوں کے اندر جگر دوز چچیں بند  
ہونے لگی تھیں۔

گالس اور اسٹرابو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ رات کی تاریکی میں جس لشکر نے ان  
کی راہ روکی ہے، وہ زیادہ دیر ان کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا، اس لیے کہ وہ تعداد میں  
بہت زیادہ کم تھا۔ پر وہ نہیں جانتے تھے کہ قریب ہی کچھ درویش خصلت مجاہدوں  
کے متلاشی اور تیز عقابی نگاہوں کی طرح ان پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے  
تھے کہ آندھیوں اور طوفانوں سے لڑنے والے کچھ اور مجاہد بھی انا البرق کہنے کے لیے  
بے چین ہیں جو لحوں کے اندر مسکراہٹوں کو آنسوؤں کے سیلاب میں بدل دینے کی کوشش

فن جانتے ہیں اور مایوسی کے اندھیرے، ناامیدی کی گھٹائیں بن کر اپنے مد مقابل  
آتش فشانی دہانے کے سامنے کھڑا کر دینے کا فن جانتے ہیں۔

گالس اور اسٹرابو، سعید اور اس کے لشکریوں پر آخری ضرب لگانے کی کوشش  
میں تھے کہ دنگ رہ گئے۔ اس لیے کہ اچانک ان کی پشت کی طرف سے حبیب بن  
عثمان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نکلا۔ مصر سے شام کی طرف جانے والی قدیم کاروان  
شاہراہ پر آنے کے بعد حبیب بن عثمان نے اپنی پوری طاقت اور آواز کی پوری قوت  
کے ساتھ اپنے خداوند قدوس کی کبریت کے نعرے بلند کیے۔ حبیب بن عثمان کی طرف  
سے خداوند قدوس کی کبرائی کے نعرے بلند ہوتا ہی تھے کہ اس کے لشکری بھی  
سی خوفناک آوازوں میں اپنے جنگی نعرے بلند کرنے لگے تھے۔ گالس، اسٹرابو اور

ہا میں سے ایک ہو جو امیدوں کی بالکونیوں میں کھڑے ہو کر موت کی چاپ ' درد  
بڑوں کو محبت کے آنگنوں میں ' اندیشوں کی ریت پیا سے سراہوں کو کاسہ خوشبو  
کراں سمندر میں تبدیل کرتے چلے جاتے ہیں۔

بن عثمان میرے بیٹے میں تیری لطافت اور سطوت بھرے ان کے پیغام جیسی  
ہندی ' اخلاص اور استقامت جیسی تیری شجاعت کو سلام کرتا ہوں۔ تو نے اپنی  
لے لیے وہ کام سرانجام دیا ہے جو ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔"

حارث کے ان الفاظ کو سب نے بڑی خاموشی اور اطمینان بھرے انداز میں سنا۔  
حارث نے اپنے سالاروں اور اپنے دونوں بیٹوں کو جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیا  
بغیر کیا گیا کہ اگلے روز صبح سویرے دشمن سے ٹکرایا جائے گا۔

دوسرے روز عبیدہ کے بادشاہ حارث نے اپنے لشکر میں طبل بجوا دیے تھے۔  
دو جانب ہیروڈیس بھی جنگ کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے حارث جبر  
ب رنگ دھول ' چراغوں کو گل کرتی طوفانی ہواؤں اور فسیلوں کو گرا دینے والی  
الناک ظلمت کی طرح ہیروڈیس کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ ہیروڈیس بھی اسی  
انداز میں عبیدہ پر ٹوٹ پڑا تھا۔ یوں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے موت کے  
لے خونخوار جلاد رقص کرنے لگے تھے۔ چاروں طرف وحشی تماشے اٹھ کھڑے  
تھے۔

لشکر ہیروڈیس اور اس کے لشکری ذہنی طور پر اس جنگ کے لیے تیار نہ تھے۔  
لے کہ انہیں مصر کے حاکم گالس اور اس کے خونخوار سپہ سالار اسٹرابو کا انتظار  
"یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ اس بار گالس اور اسٹرابو کی مدد سے عبیدہ کو بدترین  
شدید کے لیکن جب قبل از وقت حارث نے جنگ کی ابتدا کر دی تو ناچار انہوں  
نی جنگ مقابلے کی ٹھانی۔ تاہم وہ مطمئن تھے کہ ہو سکتا ہے کہ جنگ کے دوران  
حاکم اپنے لشکر کے ساتھ آئے لیکن ان کی بد قسمتی کہ وہ یہ نہ جانتے تھے کہ  
صحرائے سینا کے اندر حبیب بن عثمان ' گالس اور اسٹرابو کے لشکر کو بدترین  
نہ چکا ہے۔

لشکر اپنی پوری آب و تاب سے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے کہ حبیب

سعید خونی عقابوں کے غول ' گولوں کے اڑتے بادلوں ' فنا کی اندھی پکار اور زہر کو  
شدید ناامیدوں کی طرح ان کے پیچھے لگ گئے تھے۔

صحرائے سینا میں دور تک یہ تعاقب جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسٹرابو اور گالس  
اپنے چند بچے کھچے ساتھیوں کو لے کر ٹیلوں کی اوٹ میں ہوتے ہوئے اپنی جانب  
بچا کر مصر کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

سورج ابھی مشرق سے طلوع ہی ہو رہا تھا کہ حارث اور اس کے بیٹے مالک اور  
زبیل کو اطلاع دی گئی کہ حبیب بن عثمان کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے اور فی  
الفور ملنا چاہتا ہے۔

وقت ضائع کیے بغیر حارث نے حبیب بن عثمان کی طرف سے آنے والے قاصد  
کو طلب کیا۔ جب قاصد حارث کے سامنے آیا تو اس وقت حارث کے پاس اس کے  
دونوں بیٹے مالک اور زبیل بیٹھے ہوئے تھے۔ قاصد کو دیکھتے ہی حارث نے پوچھ لیا۔

"میرے عزیز! بتا تو میرے بیٹے ابن عثمان کی طرف سے کیا پیغام لے کر آیا ہے؟"  
حارث کے اس سوال پر لمحہ بھر کے لیے قاصد کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار  
ہوئی ' پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

"مالک میں ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ رات کے وقت صحرائے سینا کی  
وسعتوں کے اندر حبیب بن عثمان اور اس کے ماموں زاد سعید نے گالس اور اسٹرابو  
دونوں کو بدترین شکست دی ہے۔ گالس اور اسٹرابو کے لشکر کا ایک بڑا حصہ نہ دھج کر  
دیا ہے جبکہ گالس اور اسٹرابو بڑی تیزی سے رات کے وقت صحرائی ٹیلوں کی اوٹ میں  
ہوتے ہوئے مصر کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ ان کے لشکر کو مکمل طور پر فنا کر دیا گیا  
ہے۔"

اس خبر سے حارث ' مالک اور زبیل ایسے خوش ہوئے کہ کچھ دیر تک وہ ایک  
دوسرے سے کچھ نہ کہہ سکے۔ بس ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتے  
رہے۔ پھر حارث کی آواز سب کو سنائی دی ' وہ کہہ رہا تھا۔

"ابن عثمان میرے بیٹے تم یقیناً ان جوانوں میں سے ہو جو بلوغت کے موڑ  
کھڑے ہو کر زندگی کے اوراق میں فوزمندی کے الفاظ تلاش کر لیتے ہیں۔ تم ان

بن عثمان بھی اپنے لشکر کے ساتھ آن پہنچا۔ بے تاب امتگوں کے جنون اور دھڑلے پھیلنے ظلمت کے غبار کی طرح وہ ہیرودیس کے لشکر کے پہلو کی طرف آیا۔ پھر زبردستی اندھا کر دینے والی آویزش و پیکار، آمریت کی رعوت کا جنازہ نکالتے طوفانی حواریں اور دہر کی پنائیوں میں تاریخ کا سرمایہ بن کر اتر جانے والے خونی حادثوں کی طرں حبیب بن عثمان ہیرودیس کے لشکر کے بائیں پہلو پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

ہیرودیس اور اس کے سالار پہلے ہی بڑی مشکل سے حارث اور اس کے لشکر کا سامنا کر رہے تھے، اب جو ان کے پہلو پر جنگی نعرے بلند کرتے ہوئے حبیب بن عثمان حملہ آور ہوا تو ہیرودیس ہی نہیں، اس کے لشکریوں کے دل بھی خوف سے بھر گئے تھے۔ حبیب بن عثمان کے حملہ آور ہونے سے عبیرہ کے حوصلے بھی مزید بلند ہوئے۔ پہلے کی نسبت اور زیادہ موت کے پیغام بن کر دشمن کو وہ موت کی گہری نیند سلانے لگے تھے۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد عبیرہ کے سامنے ہیرودیس اور اس کے لشکریوں کی حالت بے ہوشی اور بے ہوشی اور درماندہ مسافروں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر وہ لمحہ بھی آیا جب عبیرہ کے ہاتھوں ہیرودیس اور اس کے لشکریوں کو بدترین شکست ہوئی۔ ہیرودیس اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا۔

فلسطین کے شہروں میں جب ہیرودیس کی شکست کی خبر پہنچی تو چاروں طرف سے ایک ماتم سا بچھ گیا تھا۔ لوگوں پر عبیرہ کا خوف و ہراس طاری ہو گیا تھا۔ ہیرودیس بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر اپنے مرکزی شہر پہنچا تھا۔ واپس پہنچ کر اسے خبر ہوئی کہ عبیرہ کے ایک لشکر نے صحرائے سینا کے اندر گالس اور اسٹرابو کے لشکر کا کام تمام کر دیا تھا اور وہ دونوں بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر مصر کی طرف بھاگے تھے، اب ہیرودیس کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اکیلا یا رومنوں کو اپنے ساتھ ملانے کے باوجود عبیرہ کو شکست سے دوچار نہیں کر سکتا۔

دوسری جانب حارث نے چند روز تک میدان جنگ کے اندر قیام کیا۔ وہ دل غنیمت جو حبیب بن عثمان اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اور جو ہیرودیس کے پڑاؤ سے تھا، وہ سب کچھ سمیٹنے کے بعد حارث واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا گیا تھا۔



حسین اور خوبصورت اوزال اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی نجانے کن سوچوں میں غرق تھی کہ اچانک وہ چونک پڑی، اس لیے کہ اس نے دیکھا اس کے کمرے کی طرف بن عثمان آ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں کندھوں پر دو بڑی بڑی چرمی خوجہیں ڈال رکھی تھیں۔

حبیب بن عثمان کو دیکھتے ہی اوزال خوشی اور مسرت میں جھوم اٹھی تھی۔ بڑی بڑی کے ساتھ وہ اپنی جگہ سے اٹھی، کمرے سے باہر آئی۔ اتنی دیر تک حبیب بن عثمان بھی دروازے کے قریب آ گیا تھا۔ اپنے چروں پر بڑا گہرا اور دلربا تبسم بکھیرتے ہوئے اس نے شہد اور قد برساتی آواز میں حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”میں آپ کو قصر میں داخل ہونے پر مبارکباد دیتی ہوں۔ ساتھ ہی صحرائے سینا میں رومنوں اور بحر لوط کے کنارے ہیرودیس کو شکست دینے پر بھی میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔“

حبیب بن عثمان مسکراتا رہا۔ اوزال برابر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتا تھا۔ تھوڑی دیر وہاں رکنے کے بعد حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”کیا تم مجھے اپنے کمرے کے دروازے پر ہی روکے رکھو گی، اندر جانے کے لیے نہیں کو گی؟“

اوزال جو ابھی تک حبیب بن عثمان کو دیکھنے میں محو تھی، چونک سی پڑی۔ ایک عجیبے بھئی اور کہنے لگی۔ ”کمرے میں آنے کے لیے آپ کو کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔“ پھر اوزال نے حبیب بن عثمان کا ہاتھ تھام لیا۔ اپنے ساتھ اسے کمرے میں لے گئی۔ دونوں نشستوں پر بیٹھ گئے۔ حبیب بن عثمان نے اپنے کندھوں پر اپنی خوجہیں ڈال رکھی تھیں، وہ اس نے اتاریں۔ دونوں خوجہیں اس نے

اوزال کے سامنے رکھ دیں اور اسے مخاطب کیا۔

”اوزال ان دونوں خرمینوں میں تمہارا سامان ہے۔ انہیں خالی کر دو۔ اس کے بعد انہیں گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھنا ہے۔“

اوزال نے اس موقع پر تیز اور جواب طلب نگاہوں سے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا۔ حبیب بن عثمان نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ تب وہ دونوں خرمینوں کے منہ کھولتے ہوئے جائزہ لینے لگی تھی۔

ایک خرمین میں اس کے لیے انتہائی قیمتی کپڑے تھے۔ دوسری خرمین میں تازہ پنیر، کھجوریں، خشک کیا ہوا گوشت، خشک پھل اور نقدی کی کچھ تھیلیاں تھیں۔

کچھ دیر تک ان ساری چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے اوزال مسکراتی رہی، پھر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

”یہ سب کچھ آپ کہاں سے لے کر آئے؟“

حبیب بن عثمان نے ایک ققمہ لگایا اور کہنے لگا۔

”لانا کہاں سے ہے، کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں کہیں سے چوری کر کے لایا ہوں؟“

اس پر اوزال نے ایک ققمہ لگایا اور کہنے لگی۔ ”میں نے یہ تو نہیں کہا۔ یہ جو

اتنی ساری نقدی میرے حوالے کر رہے ہیں، یہ کس خوشی میں ہے؟“ اس پر حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”دونوں جنگلوں میں جو کچھ ہمیں ملا، یہ نقدی میرے حصے میں آئی ہے۔ یہ نقدی

اب تمہاری تحویل میں رہے گی۔ جہاں چاہے خرچ کرو۔“

اوزال نے پھر حبیب بن عثمان کی طرف گھورنے کے انداز میں دیکھا تھا۔

”یہ کیا معاملہ ہوا۔ اس نقدی کی حقدار میں نہیں ہوں۔ آپ کی ماں ابھی زندہ

ہے۔ ابھی تو آپ کی میرے ساتھ شادی بھی نہیں ہوئی۔ اگر شادی ہو چکی ہوتی تب

بھی آپ کی ماں نقدی کی مجھ سے زیادہ حقدار ہے۔ ہاں اگر مجھے ضرورت ہوئی تو آپ

سے یا آپ کی ماں سے مانگ لیا کروں گی۔“

حبیب بن عثمان نے خوش کن انداز میں اوزال کی طرف دیکھا۔ پھر لبوں پر ہلکا سا

تبسم بکھیرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”مجھے اتنی گہری نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میدان جنگ سے لوٹنے کے ہمارا لشکر ہمارے نقلستان کے پاس سے ہی گزرا ہے۔ میں نقدی کا ایک بڑا حصہ اس کے حوالے کر کے آیا ہوں۔ نقدی کی ایک تھیلی میں نے علی اور عبیدہ کو بھی ہے۔ یہ جو نقدی میں نے تمہیں دی ہے، یہ تمہارے حصے کی ہے۔ اس میں کوئی ہزار یا حصے دار نہیں ہے۔ جہاں تک خشک پھل، خشک گوشت، پنیر اور کھجوروں کا تعلق ہے تو یہ عبیدہ اور ماں نے تمہارے لیے بھیجے ہیں۔ یہ جو کپڑے ہیں، یہ بھی اور عبیدہ سستی رہی ہیں۔ اب کو تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو سے اوزال خوش ہو گئی تھی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ لی ہوئی۔ اپنے کمرے کے کونے میں گئی۔ لکڑی کا صندوق کھولا۔ اس میں سے کچھ ہانکے اور لا کر حبیب بن عثمان کی گود میں رکھ دیئے۔

”یہ دیکھیں، یہ دو لباس میں نے آپ کے لیے بنائے ہیں۔ مجھے امید ہے آپ کو پسند آئیں گے۔“

حبیب بن عثمان نے دونوں لباسوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر گود میں ہی انہیں لے ہوئے کہنے لگا۔

”اوزال یہ کپڑے تم نے ہی کر دیئے ہیں تو میں انہیں کیسے ناپسند کر سکتا ہوں۔

میں پسند میری پسند ہے۔“ جواب میں اوزال کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک دم اسے

دش ہو جانا پڑا، اس لیے کہ عین اسی وقت کمرے میں سعید اور رعنا، مالک اور

ایزابیل اور السار، عرب، تھان، حویلہ اور یوناہ داخل ہوئے تھے۔

انہیں دیکھتے ہی اوزال اور حبیب بن عثمان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اندر

آئے بعد عرب ان دونوں کے کچھ زیادہ قریب ہوئی۔ کچھ دیر تک ان کے چروں

پر ہاتھ پڑی۔

”میں نے دونوں ایک دوسرے کو تحائف پیش کر رہے ہو۔“ پھر وہ سامنے پڑی

جائزہ لیتی رہی۔ جو لباس حبیب بن عثمان کی گود میں پڑے تھے، انہیں اٹھایا

اور انہیں انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”دونوں لباس تو اوزال نے میرے بھائی کے لیے بنائے ہیں۔ یہ میں نے پہلے

بھی دیکھ رکھے ہیں۔“ پھر جو چیزیں حبیب بن عثمان لایا تھا، عریب نے ان سب کا جائزہ لیا۔ کمرے میں داخل ہونے والے سارے لوگوں کو وہ چیزیں دکھائیں۔ پھر کہنے لگی۔

”حبیب میرے بھائی لگتا ہے یہ آپ میری بہن اوزال کے لیے لے کر آئے ہیں۔ سعید نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کے گھر والوں نے اوزال کے لیے کچھ سامان بھیجے ہیں۔ بہر حال یہ بہت اچھا ہے۔ اب معاملہ کچھ یوں ہے کہ پہلے تو ہم سب آپ کو دونوں جنگوں کی فتح مندی پر مبارکباد دینے آئے ہیں۔“ عریب کے بعد السار، ربیعہ، حویلہ اور شیر نے بھی حبیب بن عثمان کو مبارکباد دی، پھر سب وہاں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز مالک نے کیا۔

”حبیب میرے بھائی ہم سب ایک طے شدہ لائحہ عمل کے تحت یہاں آئے ہیں۔ پہلے تو سب مل کر آپ کے ساتھ کھانا کھائیں گے، اس کے بعد ہم سب نے منفقہ طور پر آپ سے ایک بات کہنی ہے۔“

حبیب بن عثمان عجیب سے انداز میں اوزال کی طرف دیکھنے لگا، پھر اس کی نگاہیں مالک پر جم گئیں۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مالک بول پڑا۔

”حبیب میرے بھائی تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھانے کے لیے میں کہہ کر آیا ہوں۔ کھانا ابھی آتا ہے۔ کھانا کھائیں گے، اس کے بعد جو کچھ کہنا چاہتا ہوں، کہوں گا۔“

مالک کہتے کہتے چپ ہو گیا، اس لیے کہ محل کے کچھ خدام کھانا لے کر آئے تھے۔ سب نے خاموشی کے ساتھ کھانا کھایا۔ جب کھانے کے برتن اٹھائے جا چکے تب مالک نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”حبیب میرے بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ برابر سے انتقام لینے سے قبل اوزال سے شادی کر لیں۔ یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ قصر میں داخل ہونے کے بعد میرے باپ نے جو سب سے پہلے بات کہی، وہ یہی ہے کہ جو میں نے آپ سے کہہ دی ہے۔ اس کے علاوہ جس قدر لوگ میرے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے ہیں، ان سب کا بھی یہی ارادہ ہے۔“

حبیب بن عثمان نے سب کا جائزہ لیا۔ اس نے دیکھا، اس کا ماموں زاد بھائی

”ابن عثمان! میرے محترم! آپ کو آقا نے طلب کیا ہے۔“

جہاں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان دونوں کی شکست کی خبر جب رومنوں کے شہنشاہ کے پاس پہنچی تو یاد رکھنا وہ ہمیں زیر کرنے کے لیے ہیروڈیس اور گالس کی مدد کے لیے ایک بہت بڑا لشکر روانہ کرے گا لیکن ایسا ہونے میں وقت لگے گا۔

میں جانتا ہوں کہ جب تک رومن بڑی قوت کے ساتھ حرکت میں نہیں آتے، اس وقت تک ہم اپنے بدترین دشمن حداد بن حداد کو اپنے سامنے زیر کر لیں۔ اس لیے کہ اگر مستقبل میں رومنوں کے ساتھ ہماری لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو کم از کم دمشق کی طرف سے ہم محفوظ ہو جائیں گے۔

دمشق پر حملہ آور ہونے سے ہمیں دو فوائد حاصل ہوں گے۔

حارث کہتے کہتے رکا، دم لیا۔ ایک نگاہ اس نے اپنے سامنے بیٹھے لوگوں پر ڈالی، بڑی توجہ، بڑے انہماک سے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔  
”میں تمہاری آمد سے پہلے ان سب لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ حداد بن حداد پر حملہ آور ہونے سے ہمیں دو فوائد حاصل ہوں گے۔ پہلا یہ کہ آنے والی جنگوں میں رومنوں سے ٹکرانے کے لیے ہم دمشق کی طرف سے محفوظ ہو جائیں گے۔ حداد بن حداد کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔

”دم لے کہ اس طرح ہم تمہاری قسم پوری کرنے کے نزدیک پہنچ جائیں گے۔ اس لیے کہ براہ اور اس کے ساتھی حداد بن حداد کی سرحدوں پر ہی آباد ہیں۔ اگر حداد بن حداد کے ساتھ ہماری جنگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو یاد رکھنا براہ اور اس کے ساتھی ضرور ان جنگوں میں حداد بن حداد کا ساتھ دیں گے۔ دمشق کے حاکم کے ساتھ ہمیں امید ہے کہ ہم براہ اور اس کے ساتھیوں کو بھی کچل کر رکھ دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ان جنگوں میں ہم براہ اور اس کے ساتھیوں کو زندہ یا مردہ حاصل کرنے کا کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو پھر حداد بن حداد کو شکست دینے کے بعد تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے گی اور جب تمہاری قسم پوری ہو جائے گی تو تمہاری خواہش بھی پوری ہو جائے گی کہ تمہاری اور اوزال کی شادی کر دی جائے۔

حبیب بن عثمان نے غور سے چوہدار کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے سے ہر پڑھنے کی کوشش کی، پھر ہاتھ کے اشارے سے اسے کہنے لگا۔ ”چلو میرے ساتھ۔“

چوہدار آگے آگے ہو لیا۔ دونوں قصر کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کمرے میں پہلے سے حارث کے علاوہ اس کا بیٹا مالک اور زیبال حبیب بن عثمان کا ماموں، سعید اور حارث کے ساتھ کام کرنے والے دو نئے جرنیل قلیس اور شاطر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک جانب سلطنت کا وزیر سیلاس اور اس کے ساتھ رقیم شہر کا کو تو ال زوجان بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

حبیب بن عثمان جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو ہاتھ کے اشارے سے حارث نے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب گفتگو کا آغاز حارث نے کیا۔

”حبیب میرے بیٹے تمہاری آمد سے پہلے یہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کے ساتھ میں نے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کی ہے۔ یوں جانو ہم نے ایک مہم پر نکلنے کا فیصلہ کیا ہے لیکن اس مہم پر اس وقت تک نہیں نکلا جاسکتا جب تک تمہاری رضامندی شامل نہ ہو۔ اس لیے کہ اب تم عبیدہ کے سارے لشکریوں کے سالار اعلیٰ ہو۔

میرے بیٹے گزشتہ جنگ سے لوٹنے کے بعد میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ جس طرح دوسرے بچوں کی شادی ہوئی ہے، تمہاری اور اوزال کی بھی شادی کر دی جائے۔ یوں جانو اس خواہش کی تکمیل میرے دل کا اطمینان، میرے ضمیر کی طمانیت تھی لیکن تمہارا اور اوزال کا متفقہ فیصلہ دیکھتے ہوئے میں نے بھی تمہاری قسم نہ توڑنے کا عہد کر لیا تھا۔

میرے بیٹے تم جانتے ہو، دمشق کا حاکم حداد بن حداد ہمارے بدترین دشمنوں میں سرفہرست ہے۔ جس وقت مصر کا حاکم گالس اور ہیروڈیس ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے پر توں رہے تھے، اس نے ہم سے ہماری بیٹی اوزال کا مطالبہ کیا تھا لیکن اس وقت حالات کا تقاضا تھا کہ ہم خاموش رہیں، جھک جائیں۔ سو ہم بھٹکے۔ اس کے قاصد کو تحائف دے کر ہم نے ٹال دیا۔

اب معاملہ اور ہے۔ گالس اور ہیروڈیس دونوں کو ہم اپنے سامنے سرگوں کر چکے

حبیب بن عثمان خاموش ہو گیا۔ حادثہ کچھ دیر تک اسے تو مینی انداز میں دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”بیٹا! جو کچھ تم نے کہا ہے، اس پر عمل کیا جائے گا۔ اب میں تمہیں ایک ذخیرہ بھی دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ

جب زندان سے نکال کر پہلی بار تمہیں میرے سامنے پیش کیا گیا تھا تو تم نے اپنے مذہب کے متعلق تفصیل سے بتایا تھا اور تم نے کہا تھا کہ تم دین ابراہیمی کے پیروکار ہو اور عرب کے صحراؤں کے اندر ایک آخری نبی کی آمد کے منتظر ہو۔ اس مسئلے میں تم نے کچھ الہامی کتابوں سے اس نبی کی آمد کی بشارتیں بھی سنائی تھیں۔ میں نے اس وقت اپنے وزیر سیلاس کو حکم دیا تھا کہ جو جو بشارتیں تم نے سنائی ہیں، ان کے اقتباسات سے مجھے آگاہ کیا جائے۔

سیلاس نے بڑی محنت اور مشقت سے کام لیتے ہوئے وہ اقتباسات میرے سامنے پیش کیے۔ میں تمہیں جو خوشخبری سنانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ سیلاس بھی تمہاری طرح دین ابراہیمی کا پیروکار ہو چکا ہے اور آنے والے رسول کا منتظر ہے جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ میں وہ اقتباسات پڑھ چکا ہوں۔ ان سے خاصا متاثر ہوں۔ یقیناً دین ابراہیمی نیا دین ہے۔ میں اسے مانتا ہوں، اسے تسلیم کرتا ہوں بلکہ یوں جانو اس پر ایمان لانا آتا ہے۔ کاش جس نبی کا تمہیں انتظار ہے، وہ ہمارے جیتے جی آئیں تو ہم اپنی نگاہیں ان کے لیے فرش راہ کر دیں۔

حبیب میرے بیٹے تم جانتے ہو میری قوم قدیم دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کرنے والی تھی۔ میں انہیں اس پرانی روش سے ہٹا نہیں سکتا۔ اگر میں ہٹاؤں گا تو میری قوم مجھے خلاف بغاوت کر دے گی۔ اس بنا پر میں اس قوم کو اس کے حال پر چھوڑتا ہوں۔ قوموں کو بدلنے کے لیے کسی ہادی اور رہنما کی ضرورت ہے اور یہ فرض میں سمجھتا ہوں کہ خدا کر سکتا۔

ایک اور معاملہ ہے جس پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ایک ہفتہ اپنی تیاریوں پر صرف کیا جائے۔ اس کے بعد لشکر کے ساتھ حصار پر حملہ آور ہونے کے لیے کوچ کیا جائے۔

اس کے ساتھ ہمیں ہر حال میں ٹھکانا ہے۔ اس لیے اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اسے والے وقت میں کسی بھی لمحہ یہ حصار بھی ہمارے لیے خطرات کا طوفان بن کر کھڑا ہو سکتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ ایسی نازک صورتحال اختیار کرے۔“

حادثہ رکا، کچھ سوچا۔ پھر دوبارہ قصر کے اس کمرے میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔

”حبیب بن عثمان میرے بیٹے میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ دیا ہے۔ اب مجھے تمہارے رد عمل کا انتظار ہے۔ کہو اب تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

کمرے میں بیٹھے سب لوگ خاموش تھے۔ حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک مکرانہ رہا، پھر حادثہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”میرے محترم آپ نے جو کچھ کہا، یہ میرے دل کی آواز ہے۔ یہ بات میں آپ سے بہت پہلے کہنا چاہتا تھا کہ دمشق پر حملہ آور ہونا چاہیے لیکن میں خاموش رہا۔ اس لیے کہ میرے دل میں یہ آواز اٹھتی تھی کہ شاید آپ یہ نہ سوچیں کہ براہ راست انتقام لینے کے لیے میں سلطنت کے امور کو خطرات میں ڈال رہا ہوں۔ اب جبکہ فوراً آپ نے اس کی پسل کردی ہے تو میں آپ کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے جس طرح ہم نے ماضی میں ہیرودیس کو کسی بار اپنے سامنے نہ کیا، پیلطس اور ڈیکاپولس کو بدترین شکست دی اور مصر کے حاکم گالس اور اس کے خونخوار سپہ سالار اسٹرابو کو اپنے سامنے سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح ایک روز حداد بن حصار کو بھی اپنے سامنے زیر کر لیں گے بلکہ میری ایک خواہش ہے۔

اور وہ یہ کہ جب حداد بن حصار کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہو اور ہم اسے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کا تعاقب کر کے اسے چھوڑ نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کے مرکزی شہر کا رخ کرنا چاہیے اور دمشق پر قبضہ کر لینا چاہیے تاکہ آنے والے دنوں میں دمشق کی طرف سے ہمارے لیے خطرے کا کوئی طوفان نہ اٹھے۔ اگر ہم دمشق پر قبضہ کر لیتے ہیں تو یاد رکھئے گا رومنوں پر ایک طرح سے ہمارا رعب طاری ہو جائے گا اور رومن جو انطاکیہ میں اپنی قوت جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ اس سے بھی باز رہیں گے اور انطاکیہ کو بڑا مرکز بنانے کی کوشش نہیں کریں گے۔“

بیٹی اوزال کی حفاظت کی ذمہ داری پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ہیروڈیس کو پتا ہے کہ اوزال یہاں ہے۔ وہ اوزال کو یہاں سے اٹھا کر حداد بن حداد کو پیش کرے اسے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حداد بن حداد کو بھی خبر ہو چکی ہو کہ اوزال نے ہمارے قصر میں قیام کر رکھا ہے اور وہ اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

تم سب لوگوں کو بلانے سے پہلے اس موضوع پر میں نے اوزال کی حفاظت کے خصوصی انتظامات کر دیئے ہیں۔ چند مسلح دستے اس کی حفاظت پر مقرر کیے ہیں۔ وہ مسلح دستے کو تو ال زوجدان کی نگرانی میں کام کریں گے۔ میرے خیال میں اب تم سب لوگ اٹھو، آج ہی سے جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دو۔

حارث کے ان الفاظ کے ساتھ ہی سب لوگ اٹھ کر نکل گئے تھے۔



حبیب بن عثمان قصر کے اس کمرے سے نکل کر سیدھا اوزال کے کمرے میں آیا۔ اوزال شاید اس کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ جونہی وہ اس کے کمرے میں آیا، اوزال نے پوچھ لیا۔

”قصر میں آپ کو کس سلسلے میں بلایا گیا تھا؟“

حبیب بن عثمان پہلے ایک نشست پر بیٹھا۔ اوزال کو اپنے سامنے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اوزال جب بیٹھ گئی تو حبیب نے کمنا شروع کیا۔

”چند روز تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ ہم دمشق کے حکمران حداد بن حداد پر حملہ آور ہوں گے۔ ساتھ ہی میں برابا اور اس کے ساتھیوں سے بھی نیپنے کی کوشش کروں گا۔ ایسا کرنے کے بعد ہی میں اور تم ازدواجی زندگی کی ابتداء کر سکتے ہیں۔ ایک ہفتے تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر لمحہ بھر کے لیے دنیا بھر کی ویرانیاں اور اداسیاں اوزال کے چہرے پر رقص کر گئی تھیں۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ اٹھی۔

”کیا ایسا ممکن نہیں، جس وقت آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں، اسے ایک دن پہلے مجھے اپنے نخلستان میں چھوڑ آئیں؟“

حبیب بن عثمان چونک سا پڑا، کہنے لگا۔

”نہیں اوزال، ایسا ممکن نہیں۔ ان دنوں تمہاری حفاظت پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہیروڈیس کو پتا ہے کہ تم نے یہاں قیام کر رکھا ہے۔ اس کے آدمی نہیں یہاں سے اٹھا کر حداد بن حداد کو پیش کر سکتے ہیں۔ حداد بن حداد کے آدمی ہی نہیں دمشق لے جاسکتے ہیں، لہذا تمہاری حفاظت کے خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں۔“

سنو اوزال ہمارے بادشاہ حارث نے تمہاری حفاظت کے لیے چند مسلح دستے مختص کیے ہیں۔ یہ دستے کو تو ال زوجدان کی نگرانی میں کام کریں گے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ میری غیر موجودگی میں قصر سے باہر نہ نکلنا۔ اگر کوئی ضرورت پڑ بھی جائے، اپنا چوڑھانپ کر نکلنا اور جو مسلح دستے تمہاری حفاظت کے لیے مقرر کیے جائیں گے، ان کے ساتھ نکلنا۔ اپنی نقل و حرکت کی اطلاع زوجدان کو دینا، وہ تمہاری حفاظت کا بہترین انتظام کرے گا۔ میرے بعد تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس لیے کہ ہیروڈیس کی کمرہم پہلے ہی توڑ چکے ہیں۔ وہ بڑی سازش کرنے کی کوشش نہیں کرے گا، میرے خیال میں نہ ہی وہ اس قابل ہے۔

جہاں تک دمشق کے حاکم حداد بن حداد کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ساتھ جنگ میں لے جائے گا اور اسے ہوش ہی نہ رہیں گے کہ تمہارے متعلق سوچ سکے۔ میرا دل یہ ہے کہ آنے والی جنگ میں ہم حداد بن حداد کو شکست دے کر اس کے مرکزی شہر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ آنے والے دنوں میں یہ ہمارے لیے کسی خطرے کا باعث نہ بنے۔

اوزال تم نخلستان میں جا کر قیام نہیں کرو گی، یہی قصر میں رہو گی۔ یہاں تمہاری خدمت کا عمدہ انتظام کیا گیا ہے۔ اب آرام کرو، میں جاتا ہوں۔ مجھے مستقر کی طرف اپنے لشکریوں کے کوچ کے انتظامات کرنے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان اوزال کے کمرے سے نکل گیا تھا۔ ٹھیک ایک ہفتے بعد عبیدہ کے بادشاہ حارث



نے ایک لشکر کے ساتھ دمشق کے حکمران حداد بن حدار پر حملہ آور ہونے کے لیے  
رقیم سے کوچ کر لیا تھا۔



دمشق کا بادشاہ حداد بن حدار ایک روز اپنے عمائدین سلطنت اور عسکری  
بلاوروں کے ساتھ اپنے کمرہ انصاف میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے اپنے چوہدار کو طلب  
کیا۔ چوہدار جب حداد بن حدار کے سامنے آیا تو اسے مخاطب کرتے ہوئے حداد بن  
حدار کہنے لگا۔

”اس قاصد کو بلا کر لاؤ جو ہمارے کہنے پر عبیرہ کے مرکزی شہر رقیم گیا تھا اور  
عبیرہ کے بادشاہ حارث سے اس نے یروشلم کی ساحرہ اوزال کا مطالبہ کیا تھا جسے عبیرہ  
کے بادشاہ حارث نے قیمتی تحائف دے کر واپس کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ وہ رقیم شہر  
میں اوزال کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا۔

تم جانتے ہو، اس واقعہ کو کئی دن گزر گئے ہیں۔ ابھی تک اوزال کے ملنے یا نہ  
ملنے کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ اس قاصد کو بلاؤ، اسے ایک بار پھر رقیم کی طرف  
 روانہ کیا جائے گا اور عبیرہ کے بادشاہ حارث کو تاکید کی جائے گی کہ مزید وقت ضائع  
بغیر اوزال کو ہماری طرف بھیجا جائے ورنہ جو حالات رونما ہوں گے، اس کی ذمہ  
داری حارث پر ہی ہوگی۔ اسے یہ بھی دھمکی دی جائے کہ اگر اوزال کو ہمارے حوالے  
نہ کیا تو پھر نبطی جنگ کے لیے تیار رہیں۔“

حداد بن حدار جب خاموش ہوا تو اپنے آپ کو خم کرتے ہوئے داروغہ بول اٹھا۔  
”آقا ہمارے دو سرحدی مخبر آئے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ  
سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ دونوں کے پاس مختلف قسم کی خبریں ہیں۔ میں انہیں لے کر  
آپ کی خدمت میں حاضر ہونے ہی لگا تھا کہ آپ نے مجھے بلا لیا۔ کیا ایسا ممکن نہیں  
تھا کہ جس قاصد کو ہم نے رقیم کی طرف بھیجا تھا، اس کو یہاں بلانے سے پہلے آپ  
معدول کی طرف سے آنے والے اپنے مخبروں سے مل لیں؟“

حداد بن حدار نے کچھ سوچا، پھر اپنے داروغہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
”تم ٹھیک کہتے ہو، اس قاصد کو بلانے سے پہلے ان مخبروں کو لاؤ جو ہمارے لیے  
خبریں لے کر آئے ہیں۔“

حداد بن حدار کا یہ حکم پا کر داروغہ باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد داروغہ اپنے دو مخبروں کو لے کر آیا۔ وہ حداد بن حدار کے  
سامنے کھڑے ہوئے، اسے تعظیم دی۔ اس موقع پر حداد بن حدار نے ان دونوں کو  
مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرا چوہدار تم دونوں کے آنے کی اطلاع دے چکا ہے اور جس مقصد کے لیے  
تم آئے ہو، اس سے بھی آگاہ کر چکا ہے۔ کو تمہارے پاس کیا خبریں ہیں؟“

اس پر دونوں مخبروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ان میں سے ایک نے  
پہل کی اور حداد بن حدار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”آقا میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بار پھر عبیدہ کے  
ہاتھوں ہیروڈیس کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ گو رومن شہنشاہ کے کہنے پر  
اس کے مصری حاکم گالس اور اس کے خونخوار جرنیل اسٹرابو نے ایک بڑے لشکر کے  
ساتھ ہیروڈیس کی مدد کے لیے مصر سے کوچ کیا تھا لیکن حیرت کی بات ہے کہ عبیدہ  
کے جاسوس ان کی ہر نقل و حرکت سے آگاہ کرتے رہے۔“

عبیدہ کے بادشاہ نے اپنے ایک جرنیل کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا جس  
نے صحرائے سینا کے اندر گالس اور اسٹرابو دونوں کو بدترین شکست دی۔ دونوں کے  
لشکر کی اکثریت کو تہ تیغ کر دیا۔ اسٹرابو اور گالس بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر مصر  
کی طرف بھاگے۔ اس کے بعد عبیدہ کے بادشاہ نے بحیرہ لوط کے کنارے ہیروڈیس کو  
ایک بار پھر بدترین شکست دی اور اپنے لشکر کا بے پناہ نقصان کرائے کے بعد ہیروڈیس  
پھر اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ بس میرے پاس یہی خبر  
ہے جو میں آپ سے کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔“

یہ خبر سن کر حداد بن حدار تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر حاضرین کو مخاطب  
کر کے کہنے لگا۔

”میں پہلے ہی جانتا تھا کہ عبیدہ کے بادشاہ حارث کو ہمارے علاوہ کوئی بھی زیر  
ہیں کر سکتا۔ مجھے یہ بھی امید تھی کہ حارث ہیروڈیس اور گالس کے متحدہ لشکر کو بھی  
زین شکست دے گا۔ میں نے اسی لیے قاصد کو بلایا ہے۔ اسے رقیم کی طرف روانہ  
پنا جائے اور جس لڑکی کا ہم نے مطالبہ کیا ہے، وہ ہمارے حوالے نہ کی گئی تو پھر دنیا  
کی کوئی بھی طاقت ہمارے اور عبیدہ کے درمیان جنگ کو روک نہ سکے گی۔“

حداد بن حدار رکا، کچھ سوچا۔ اس کے بعد دوسرے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے  
لگا۔

”تم کو، تم ہمارے لیے کیا خبر لے کر آئے ہو؟“

وہ قاصد بھی پہلے دست بستہ ہوا، پھر کہنا شروع کیا۔

”آقا جو خبر میرے ساتھی نے کہی ہے، میں اس سے بھی بدترین خبر لے کر آیا  
ہوں اور وہ یہ ہے کہ عبیدہ کا بادشاہ ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک جرار لشکر کے  
ساتھ اپنے مرکزی شہر رقیم سے کوچ کر چکا ہے۔ بس میرے پاس یہی خبر ہے جو میں  
کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اگر ہم نے اس کی راہ روکنے میں سرعت سے کام نہ لیا  
توہ ہماری حدود میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا وہ کھیل کھیلے گا جس کی راہ نہ روکی  
جاسکے گی۔“

یہ خبر سن کر حداد بن حدار چونکا۔ ایک طرح سے وہ اپنی نشست پر اچھل پڑا تھا۔  
بہرہاڑتے ہوئے کہہ اٹھا۔

”عبیدہ کے معمولی بادشاہ حارث کی یہ مجال کہ وہ ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے  
ایک جرار لشکر کے ساتھ اپنے شہر سے کوچ کرے۔ ہم تو پہلے ہی اس پر حملہ آور  
ہونے کے لیے پر تول رہے تھے۔ لگتا ہے، وہ اوزال کو ہمارے حوالے نہیں کرنا چاہتا۔  
اس نے جو قاصد کے ہاتھ قیمتی تحائف پیش کیے تھے، وہ اس بنا پر پیش کیے تھے تاکہ  
”گالس اور ہیروڈیس کی جنگ کو ٹال سکے۔ اب جبکہ وہ ایسا کر چکا ہے تو میرے خیال  
میں ہم سے ٹکرانے کا عزم کیے ہوئے ہے۔ اگر وہ ایسا چاہتا ہے تو ہم ایک ہی جنگ  
میں اسے پاش پاش کر کے رکھ دیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی حداد بن حدار اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے سالار اعلیٰ کی

طرف دیکھتے ہوئے پہلے سے زیادہ گرجتی ہوئی آواز میں اس نے مخاطب کیا۔

”ابھی اور اسی وقت اپنے لشکریوں کو کوچ کا حکم دو۔ میں بھی جنگی لباس پہن کر آتا ہوں۔ اپنے لشکر کی کمان داری میں خود کروں گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ حارث کیے ہمارے سامنے جنگ میں ٹھہرنے کی جرات کرتا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی حداد بن حداد اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس روز شام کے وقت حداد بن حداد اور اس کے سالاروں نے اپنے لشکر کے ساتھ دمشق سے کوچ کیا تھا تاکہ حارث کی راہ روک سکیں۔



عبیدہ کا بادشاہ حارث اپنے لشکر کے ساتھ رقیم سے نکلا۔ اس نے پہلے جبل سعیر رخ کیا۔ اس کو مستانی سلسلے میں ہوتے ہوئے آگے بڑھ کر موآب کی سطح مرتفع سے زرنے کے بعد وہ شام کے کو مستانی سلسلے بلعاد کے قریب پہنچا تھا کہ اس کے سامنے ام کا بادشاہ حداد بن حداد اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو چکا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے دے حارث نے بھی اس کے سامنے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی نبطی لشکر بڑی تیزی سے اپنا پڑاؤ کرنے لگا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے یروہ نے کو مستانی سلسلے کے دامن میں خیموں کا ایک شہر آباد کر دیا تھا۔

شام کا بادشاہ حداد بن حداد اپنی طاقت اور قوت کے گھمنڈ میں تھا۔ دو روز تک لانے اس بنا پر جنگ نہ کی کہ نبطی سستالیں اور بعد میں یہ نہ کہیں کہ وہ تھکے رہے آئے تھے، لہذا ان کو حداد بن حداد کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

”دوسرے روز جس وقت حداد بن حداد اپنے خیمہ گاہ میں گھومتے پھرتے ہوئے اپنے لشکریوں کے احوال کا جائزہ لے رہا تھا تو اس کا چوہدار اس کے قریب آیا اور مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آقا برابا اور اس کے دونوں بڑے سردار سمولا اور زابو آپ کی خدمت میں فریادنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ایک بڑا لشکر لے کر آئے ہیں جو ان کے ساتھیوں کی مدد کے لیے۔ وہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“

اپنا خیمہ گاہ میں بڑھتے ہوئے حداد بن حداد رک گیا۔ اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اپنے چوہدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”برابا، سمولا اور زابو تم لوہیں بلا لاؤ، وہ ہمارے محسن ہیں اور ماضی میں انہوں نے ہمارے لیے کارہائے بزرگ انجام دیئے ہیں۔“

دو روز بعد شام کے بادشاہ حداد بن حدار نے اپنے لشکر میں صبح سویرے جنگ کے بل بجوائے تھے جو عبیدہ کے لیے اشارہ تھا کہ اب حداد بن حدار ان کے خلاف جنگ کی ابتداء کرنے لگا ہے۔ دوسری جانب حارث کے کہنے پر اس کے لشکر میں بھی بے ہلے اور دھنیں بج اٹھی تھیں اور لشکری بڑی تیزی سے اپنی صفیں استوار کرنے لگے تھے۔

حارث نے اپنے لشکر کو چار بڑے حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا، قلیس اور شاطر دونوں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ دوسرا حصہ حبیب بن عثمان کی کمان داری میں تھا، پہلے کی طرح اس کا ماموں زاد سعید اس کی نایاب کر رہا تھا۔ تیسرا حصہ مالک بن حارث کی سرکردگی میں تھا۔ اس کا چھوٹا بھائی زبیل اس کے نائب کی حیثیت سے لشکر میں شامل تھا۔ چوتھا حصہ سلطنت کے وزیر بلاس کی سرکردگی میں تھا اور اس کے ساتھ چند چھوٹے سالار کر دیئے گئے اور لشکر کے اس حصے کو بڑے لشکر کے پیچھے پڑاؤ کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا۔

جب لشکر کی صفیں استوار ہو چکیں تو سامنے کھڑے ہو کر عبیدہ کے بادشاہ حارث نے اپنے لشکر پر نگاہ ڈالی۔ قلب لشکر میں وہ خود تھا۔ منہ پر حبیب بن عثمان اور اس کا بھائی سعید۔ میسرہ پر مالک اور زبیل دونوں بھائی تھے۔ لشکر کا جائزہ لینے کے بعد سارے سالاروں کو حارث نے اپنے پاس بلایا۔ جب وہ اس کے پاس جمع ہوئے، تب اس نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیز دوست! سب سے پہلے میں تمہیں ایک اچھی خبر سناتا ہوں۔ جس بات لشکر اپنی صفیں استوار کر رہا تھا، میرے دو مخبر آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ براہا اور اس کے دونوں دست راست سمولا اور زابو بھی اپنے سارے ساتھیوں کے ایک جو ایک خاصے بڑے لشکر کی صورت میں ہیں، حداد بن حدار سے آن ملے۔ مجھے امید ہے کہ خداوند قدوس کا نام لیتے ہوئے جب ہم اپنے دشمن پر وارد ہوں گے تو حداد بن حدار کے ساتھ ساتھ براہا، سمولا اور زابو کو بھی اپنے سامنے بساط ناطح پھینکتے چلے جائیں گے۔“

حارث کچھ دیر رکا، سوچا پھر اس نے عثمان بن حبیب کو مخاطب کر کے کہنا شروع

چوہدار مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ انتہائی بھیانک چروں والے شخص آئے۔ ان میں سے ایک براہا تھا جو اس دور کا مانا ہوا ذکیت تھا۔ قد خوب لمبا تھا، چہرہ بھاری، مونچھیں بڑی، چہرے پر زخموں کے داغ۔ یہی وہ شخص تھا جسے اللہ کے نبی صلی علیہ السلام کے ساتھ سزا ہوئی تھی لیکن یہودیوں کے کہنے پر براہا کو چھوڑ دیا گیا تھا اور صبح علیہ السلام کو سزا دے دی گئی۔

براہا کے ساتھ اس کے دو دست راست تھے۔ وہ بھی اس کی طرح کدھ بکرا اور اپنے چہرے سے خوفناک انسان لگتے تھے۔ وہ دونوں سمولا اور زابو تھے۔ تینوں جب حداد بن حدار کے سامنے آئے، حداد بن حدار نے آگے بڑھ کر تینوں سے بڑے پر جوش انداز میں مصافحہ کیا۔ وہ کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ براہا بول پڑا۔

”مجھے پتا چلا کہ عبیدہ کا بادشاہ حارث آپ سے ٹکرانا چاہتا ہے، لہذا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کی مدد کے لیے پہنچ گیا ہوں۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو آپ کے لشکر کے دائیں جانب خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا ہے اور میرے لشکری بڑی تیزی سے اپنے خیمے نصب کر رہے ہیں۔“

حداد بن حدار کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔  
”براہا اس کی ضرورت تو نہ تھی، اس لیے کہ میں نے تمہیں کیا ہوا تھا کہ میں ابلا ہی عبیدہ کے بادشاہ حارث کو بدترین شکست دوں گا اور اس کے مرکزی شہر قیم تک اس کا تعاقب کروں گا لیکن اب چونکہ تم آگئے ہو، لہذا میں اب تمہارا، سمولا اور زابو تینوں کا شکر گزار ہوں۔ میں جانتا ہوں ماضی میں تم نے مالی لحاظ سے میری بڑی مدد کی ہے، مختلف سلطنتوں کے خزانوں کو تم نے لوٹا اور اس سے میری مدد کی۔ اب جبکہ عبیدہ کے خلاف ہماری جنگ ہونے والی ہے تو ان کی شکست کے بعد جو مال غنیمت ہمیں ملے گا، اس کا ایک بڑا حصہ تمہارے حوالے کیا جائے گا تاکہ تم مزید اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر سکو۔“

براہا، سمولا اور زابو تینوں حداد بن حدار کی اس گفتگو سے خوش ہو گئے تھے۔ پھر وہ حداد بن حدار اور اس کے سالاروں کے ساتھ لشکریوں کے احوال کا جائزہ لینے لگے۔

کیا۔

”ابن عثمان میرے بیٹے اس موقع پر میں تمہاری مشاورت کو سارے مشوروں پر ترجیح دوں گا۔ جنگ سے پہلے تم کچھ کہنا چاہو تو کہو۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ کہنے لگا۔ ”آپ دشمن کے لشکر کو دیکھ چکے ہیں۔ میں بھی اس کا جائزہ لے چکا ہوں۔ تعداد میں حداد بن حدار کے لشکر کی تعداد ہم سے زیادہ ہے۔ میرے ذہن میں دشمن سے نمٹنے کے لیے ایک تجویز ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں اگر آپ اسے قابل قبول سمجھیں تو اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔“

حارث نے بڑے پیار سے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا اور کہا۔

”کہو میرے بیٹے، تمہاری تجویز ہی تو ہماری فتح مندی کا باعث بن سکتی ہے۔“

حبیب بن عثمان نے پھر حارث پر ایک گہری نگاہ ڈالی اور کہنا شروع کیا۔

”میرے ذہن میں یہ تجویز ہے کہ جس وقت دونوں لشکر آپس میں ٹکرائیں اور

گھمسان کی جنگ شروع ہو جائے، تب میں اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹ جاؤں۔ یہ

پسپائی آہستہ آہستہ اختیار کی جائے گی۔ دشمن پر یہی ظاہر کیا جائے گا کہ ہم اس کا دباؤ

برداشت نہیں کر سکے، اس لیے پیچھے ہٹنا پڑا ہے۔ جب میں اپنے حصے کے لشکر کے

ساتھ پیچھے ہٹوں گا تو ظاہر ہے دشمن کے لشکر کا وہ حصہ جو مجھ سے ٹکرا رہا ہوگا، مجھ پر

چڑھ دوڑے گا، پیش قدمی کرے گا۔ میرے پسپائی کو مزید تیز کرنے کی کوشش کرے

گا۔ جب میں کافی پیچھے ہٹ جاؤں تب میں اپنے خداوند قدوس کی کبریائی کا نعرہ بلند

کروں گا۔ میرے وہ لشکری جو میرے ساتھ کام کرتے ہیں، میرے ان نعروں سے خوب

آشنا ہیں اور جواب میں انہوں نے بھی ایسے نعرے بلند کرنا سیکھ لیا ہے۔

جب میں اپنے خداوند قدوس کو پکاروں گا تو آپ کے لیے یہ اشارہ ہوگا کہ آپ

نے بھی ایک کام کی ابتدا کرنا ہے۔

آپ اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ اپنے سامنے دشمن کے ساتھ ٹکرائے

رہیں لیکن آپ کے لشکر کی جو بائیں صفیں ہوں گی، ان کو آپ حکم دیجئے گا کہ وہ

صفیں دشمن کے لشکر کے اس پہلو پر ٹوٹ پڑیں جو مجھے پسپا ہوتے دیکھ کر آگے بڑھیں

اس موقع پر میں بھی اپنے حصے کے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دوں گا۔ ایک حصہ کو لے کر میں دشمن پر سامنے سے ضرب لگاؤں گا۔ دوسرا حصہ میرے بھائی سعید بن مسعود کے ساتھ ہوگا۔ یہ پہلے اس جانب ہٹے گا، پھر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ آگے بڑھنے والے دشمن پر پہلو سے ضرب لگائے گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ لشکر کے اس حصے کو ہم پوری طرح کچل کر رکھ دیں گے۔ جب ایسا ہو جائے تو دشمن کے گردن بدلی اور پسپائی شروع ہوگی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر مجھے امید ہے کہ ہم حدار بن حدار کے لیے شکست، بدبختی اور ذلت کے دروازے کھولنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

حارث تھوڑی دیر تک تو مصیفی سے انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتا رہا،

کہنے لگا۔

”ابن عثمان میرے بیٹے تمہاری پیش کردہ تجویز آخری ہے، اسی پر عمل کیا جائے

۔ تم اپنے لشکریوں کو بھی اس کے متعلق آگاہ کر دینا۔ میں بھی اپنے لشکریوں کو

ابلاغ جاری کر دوں گا کہ اس تجویز پر عمل کیا جانا چاہیے۔ میرے خیال میں اب تم

اپنے لشکریوں کے آگے چلے جاؤ۔“ اس کے ساتھ ہی سارے سالار وہاں سے

نکل گئے تھے۔

”دوسری جانب حدار بن حدار کے لشکر میں ابھی تک طبل اور بڑی بڑی دفیں بجتی

رہی تھیں۔ اس موقع پر خود حدار بن حدار، دنیا کا مانا ہوا ڈاکو براہا اور اس کے

ساتھ ساتھی سولہ اور زابو اور حدار بن حدار کے بہت سے سالار اپنے لشکر کے

ساتھ ایک جگہ کھڑے تھے۔

کچھ سوچتے ہوئے حدار بن حدار نے اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنا

شروع کیا۔

”میرے جانثاروں! میں لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر چکا ہوں۔ تین حصے براہ

ت دشمن کے ساتھ ٹکرائیں گے۔ ان میں سے ایک حصہ میرے پاس، دوسرا

سالار اعلیٰ کے پاس اور تیسرا نائب سالار کے پاس ہوگا۔ میں اپنے لشکر کے وسط

”کو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اگر کوئی اچھی تجویز تمہارے پاس ہے تو اس پر ضرور کیا جائے گا۔ اگر ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور عبیدہ کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے تو یہ بھی عبیدہ کی شکست اور ہماری فتح مندی کی ایک نشانی ہوگی۔“

برابا نے اس موقع پر ایک نگاہ اپنے پہلو میں کھڑے اپنے دست راز زابو پر ڈالی، حداد بن حدار کی جانب دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں چاہتا ہوں کہ جنگ کی ابتدا پہلے زابو کو انفرادی مقابلے کے لیے میدان میں آتا رہے۔ زابو ایک ایسا تیغ زن ہے کہ دنیا کا کوئی بھی تیغ زن اس کا تیغ میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ زابو میدان میں اتر کر پہلے اپنا تعارف کروائے گا، پھر زادی مقابلے کے لیے لڑے گا۔“

میرے دست راست کی حیثیت سے زابو دور دراز کی سرزمینوں میں مشہور ہے۔ یہ مقابلے کے لیے لڑے گا تو زابو کا نام ہی خوف و ہراس طاری کر دینے کے لیے کافی ہے۔ زابو کی لڑائی پر دو طرح کا رد عمل سامنے آسکتا ہے۔

اول یہ کہ کوئی اس کے مقابلے میں نہیں آئے گا۔ اگر حارث کے لشکر سے کوئی زابو کا مقابلہ کرنے کے لیے نہیں نکلتا، تب بھی یہ بات ہمارے حق میں جائے گی۔ ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں گے۔ حارث کے لشکر پر ایک طرح کی حوصلہ شکنی اور کمزوری چھا جائے گی۔

اگر زابو کے مقابلے میں حارث کا کوئی تیغ زن نکلتا ہے تو ظاہر ہے زابو کے مقابلے میں کوئی عام تیغ زن تو نہیں آئے گا یا تو حارث کا کوئی جرنیل آئے گا یا منجھا ہوا کوئی ٹیغ زن آئے گا۔ انفرادی مقابلے کے دوران اگر زابو اس کی گردن کاٹ دیتا ہے تو یہ حوصلے ہمارے ہی لشکریوں کے بلند ہوں گے اور حارث کے لشکر میں بددلی چھا جائے گی۔ بس میں تو یہی آپ سے کہنا چاہتا تھا۔“

برابا کے یہ الفاظ سن کر حداد بن حدار کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی جس سے ظاہر تھا کہ اس نے برابا کی تجویز کو پسند کیا ہے۔ پھر حداد بن حدار نے کہنا شروع کیا۔

”برابا یہ ایک بہت اچھی تجویز ہے۔ زابو کا نام واقعی دور تک کی سرزمینوں میں

میں رہوں گا۔ اس موقع پر برابا تم میرے ساتھ رہو گے۔ اس لیے کہ جنگ کے دوران مجھے تمہاری مشاورت کی ضرورت ہوگی۔“

جو لشکر تمہارے ساتھیوں پر مشتمل ہے، اس کی کمان داری تمہارے دست راست سمولا اور زابو کریں گے۔ اب سمولا اور زابو کے ذمے میں ایک بہت اہم کام لگا رہا ہوں۔

میرے لشکر کے تینوں حصے تو براہ راست دشمن سے ٹکرائیں گے جو لشکر سمولا اور زابو کے پاس ہوگا، یہ جنگ میں حصہ نہیں لے گا بلکہ پیچھے رہے گا۔ پھر دشمن کی نگاہوں سے اوجھل رہتے ہوئے پہلو کی پہاڑیوں کی اوٹ میں سمولا اور زابو اپنے حصے کے لشکر کو لے کر آگے بڑھیں گے اور دشمن کی پشت پر جا کر دشمن کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ میرے منبر مجھے یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ حارث نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے لیے چھوڑا ہے۔

سمولا اور زابو کا کام یہ ہوگا، سب سے پہلے یہ پڑاؤ پر حملہ آور ہوں۔ پڑاؤ کی حفاظت کے لیے حارث کا جو لشکر ہے، اسے تہ تیغ کر دیں اور پڑاؤ کو آگ لگا دیں۔ حارث کے لشکر جب اپنے پڑاؤ کو آگ لگی دیکھیں گے تو یاد رکھنا آگے بڑھنے کے بجائے وہ پشت کی طرف بھاگیں گے اور ان کا بھاگنا ہمارے لیے سودمند ہوگا۔ اس طرح وہ خود ہی ہمارے لیے ہماری کامیابی اور فتح مندی کا دروازہ کھولیں گے۔“

برابا، سمولا، زابو اور حداد بن حدار کے باقی سارے سالاروں نے بھی اس تجویز کو پسند کیا اور یہ طے پایا کہ اس تجویز پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔

پھر حداد بن حدار کے خاموش ہونے پر برابا نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”آپ نے جو تجویز پیش کی ہے، اسے ہم نے پسند کیا ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس موقع پر میرے ذہن میں بھی ایک تجویز ہے۔ میرے خیال میں اس کے عمل کیا جائے تو ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں گے۔ عبیدہ کے اندر بدحواسی اور حوصلہ شکنی پیدا ہو جائے گی۔“

چونکہ کے انداز میں حداد بن حدار نے برابا کی طرف دیکھا، پھر مدھ لیا۔

شاسا ہے۔ اب تم لوگ اپنے اپنے حصے کے لشکروں کی طرف چلے جاؤ۔ برابا تم میرے ساتھ رہو گے۔ تمہارے لشکر کی کمان داری سولا کرے گا، زاہو بھی بیس رہے۔ جب تم لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ جاتے ہو، تب زاہو اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائے گا، میدان میں اترے گا اور انفرادی مقابلے کے لیے لٹکارے گا۔“

حداد بن حدار کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے سالار اور سولا وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ برابا اور زاہو دونوں ہی حداد بن حدار کے سامنے کھڑے رہے۔ پھر برابا نے زاہو کو مخصوص اشارہ کیا جس پر اس نے اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے کو ایڑ لگائی، پھر گھوڑے کو اس نے آگے بڑھایا۔ میدان کے وسط میں جا کر اس نے اپنے گھوڑے کی بائیں ایک جھٹکے کے ساتھ کھینچیں جس پر گھوڑا بری طرح پیٹا ہوا، ہنٹایا۔ اپنی اگلے ٹانگیں بلند کرتے ہوئے فضا میں الف ہوا۔ جونہی اس نے اپنی دونوں ٹانگیں زمین پر جمائیں، زاہو نے اپنی تلوار ایک جھٹکے سے بے نیام کی۔ ڈھال سنبھالی، پھر اپنی تلوار بلند کی اور پوری طاقت سے عبیرہ کے لشکر کی طرف منہ کر کے اس نے کہنا شروع کیا۔

”نبطیو! میں دنیا کے مانے ہوئے ذکیت برابا کا دست راست زاہو ہوں۔ تم لوگ یقیناً میری تیغ زنی، میرے نام سے شاسا ہو گئے۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنے لشکر سے نکلے اور میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرے۔“

زاہو کے ان الفاظ پر حارث اور حبیب بن عثمان ہی نہیں سعید، مالک اور نبال کے چہرے غصے میں سرخ ہو گئے تھے۔ زاہو کے نام سے وہ سب شاسا تھے۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار اپنے ماموں زاد سعید سے رازدارانہ مشورہ کیا۔ تب اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑے کو بھگاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں حارث کھڑا ہوا تھا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے میرے محترم محسن! لگتا ہے خداوند قدوس اس جنگ میں بھی میری رہنمائی پر آمادہ ہے۔ قدرت آپ سے آپ میری کامیابی کا دروازہ کھول رہی ہے۔ میرے باپ کو قتل کرنے والے، میری ماں کو بینائی سے محروم کرنے والے تین بڑے اشخاص تیرے

مقابلے کے لیے میدان میں اترتا ہے۔ میرے لیے یہ ایک سنہری موقع ہے کہ میں اس سے ٹکراؤں اور اس سے اپنا انتقام لوں، لہذا میں میدان میں اترتا ہوں۔“

حارث کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ حبیب بن عثمان کی پیٹ تھپتھپائی، پھر کہنے لگا۔

”میں تمہیں دنیا جہان کے اس آقا اور مالک کے سپرد کرتا ہوں جو ہر چیز کا خالق ہے۔ جاؤ مجھے یقین ہے تم فتح مند لوٹو گے۔ اس موقع پر میں تمہیں مشورہ بھی دیتا ہوں۔ تمہارا کتا جو سدھایا ہوا ہے، تمہارا وفادار اور جانثار ہے۔ اس وقت پڑاؤ میں موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں تم تھوڑی دیر رکو۔ تمہارے کتے کو منگوا دیتا ہے۔ کتا بھی تمہارے ساتھ میدان میں اترے۔ میں چاہتا ہوں کہ زاہو کے مقابلے میں تمہارا کتا تمہاری مدد کرے۔ تم جانتے ہو زاہو خوف اور دہشت کی غالی سمجھا جاتا ہے۔ میں ایسا احتیاط کے تحت کرنا چاہتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

”نہیں میرے محترم۔ میں ایسا کرنا پسند نہیں کروں گا۔ میرا کتا پڑاؤ ہی میں رہے گا۔ زاہو کے مقابلے میں میں اکیلا جاؤں گا۔ کتے کو اپنے ساتھ زاہو کے خلاف استعمال میں کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے گھوڑے کو حبیب بن عثمان نے ایڑ لگائی اور گئے بڑھ گیا تھا۔

جس وقت حبیب بن عثمان میدان میں اترتا، شام کا بادشاہ حداد بن حدار اور اس کا پاس کھڑا برابا اس کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر برابا کی طرف سے حداد بن حدار نے کہنا شروع کیا۔

”برابا یہاں آنے کے بعد میں دو چیزوں سے متاثر ہوا ہوں۔ پہلی یہ کہ عبیرہ کے لشکر کی شان و شوکت نے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ عبیرہ کے لشکر کا لشکر ہوگا لیکن نبطیوں کے لشکر اور ان کی آرائش کو دیکھتے ہوئے میں متاثر ہوا ہوں اور اب جو دوسری بات مجھے متاثر کر رہی ہے، وہ یہ کہ زاہو کے مقابلے کے لیے ایک نبطی جوان نکل کھڑا ہوا ہے۔“

رکھا ہے۔ باقی تین حصے آپ سے ٹکرائیں گے جو حصہ علیحدہ رکھا ہے اس کی کمانڈری سمولا اور زاہو کریں گے۔ زاہو کے متعلق ان کا خیال ہے وہ انفرادی مقابلہ جیتنے کے بعد واپس جائے گا جبکہ برابر کو حداد بن حداد نے اپنے قلب لشکر میں صلاح مشورے کے لئے ساتھ رکھا ہے۔“

”لشکر کا چوتھا حصہ جو برابر کے ساتھیوں پر مشتمل ہے جو سمولا اور زاہو کی کمانڈری میں ہوگا وہ عین اس وقت جب جنگ اپنے عروج پر ہوگی اپنے کام کی ابتداء کرے گا۔ یہ لشکر کوستان سعیر کے اونچے نیچے ٹیلوں کی اوٹ میں سے ہوتا ہوا آپ کے لشکر کی پشت کی طرف آئے گا اور آپ کے پڑاؤ پر جو حفاظتی لشکر ہے اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کرے گا اور آپ کے پڑاؤ کو آگ لگا دے گا تاکہ آپ کے لشکر کی توجہ پشت کی طرف ہو اور آپ کی شکست کو یقینی بنایا جاسکے۔“

جب تک یوسف بولتا رہا حادثہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ خاموش ہوا تو وہ کہنے لگا۔

”یوسف میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے ایک انتہائی خبر بروقت مجھ تک پہنچائی۔ اب تو جاؤ کیا تم پیدل آئے ہو اس پر یوسف کہنے لگا۔“

”نہیں میں اپنے گھوڑے کو آپ کے لشکر کی پشت پر کھڑا کر کے آیا ہوں۔ میں آپ کے لشکر میں سے ہوتا ہوا واپس جاتا ہوں۔ مجھے دراصل برابر نے یہ دیکھنے کیلئے بھجوا دیا تھا کہ میں جائزہ لوں کہ آپ کے پڑاؤ کی حفاظت کیلئے کس قدر لشکر ہے۔ اب میں واپس اس کے پاس جاؤں گا اور جس لشکر کے ساتھ سمولا اور زاہو نے آپ کے لشکر پر حملہ آور ہونا ہے اس لشکر کی تعداد سے کم تعداد آپ کے لشکر کی بتاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی یوسف مڑا اور لشکر میں ہوتا ہوا پیچھے چلا گیا۔“



اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا حبیب بن عثمان دونوں لشکروں کے درمیان پڑنے والے میدان کے وسطی حصے میں آیا۔ بالکل اس جگہ جہاں زاہو اس سے مقابلہ کرنے کے لئے منتظر تھا۔

برابا میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ کسی نبطی میں دم خم نہیں ہوگا کہ زاہو کے مقابلے کے لئے بلکہ زاہو کا نام سنتے ہی ان پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ تم دیکھتے ہو ایک جوان بڑے بے باکی سے اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدان کی طرف آرہا ہے۔“

حداد بن حداد جب خاموش ہوا تب برابر نے کہنا شروع کیا۔

”آپ کی طرح میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ نبطیوں میں سے کوئی بھی زاہو کے مقابلے کے لئے نہیں نکلے گا لیکن اگر یہ جوان مقابلے کے لئے نکل ہی آیا ہے تو یوں جانیں یہ اس کی بد قسمتی ہے آج کا دن اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا اور اس کے مقدر میں آنے والی شب تک زندہ رہنا نہیں لکھا ہوگا۔“

دمشق کے عظیم بادشاہ ذرا مقابلے کی ابتداء ہونے دیں، پھر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھئے گا کہ مقابلے کے دوران زاہو کیسے اپنی تیغ زنی کا رنگ بھاتا ہے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ آنے والا نبطی جوان چند لمحوں میں بھی زاہو کے آگے نہیں ٹھہر سکے گا اور زاہو اس کا سر قلم کر کے رکھ دے گا۔“



برابا کی اس گفتگو کا حداد بن حداد نے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموش رہ کر وہ میدان کے وسطی حصے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

عین اسی وقت برابر کا باغی ساتھی یوسف جو حبیب بن عثمان کیلئے کام کر رہا تھا نبطیوں کے لشکر کی پشت کی طرف آیا۔ اپنے گھوڑے کو اس نے وہاں روکا پھر منوں میں سے ہوتا وہ حادثہ کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں یوسف ہوں۔ آپ یقیناً مجھے جانتے ہیں۔“

حادثہ نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ اس پر یوسف اس کے گھوڑے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ ”بظاہر برابر مجھے اپنا جانثار اور وفادار خیال کرتا ہے لیکن اب نہیں ہے، میں نے آپ لوگوں کیلئے کام کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ میں جو خبر آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں وہ بڑی اہم ہے۔“

”حداد بن حداد نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ علیحدہ



بادشاہ حارث کو میرے مقابلے پر بھیجنے کیلئے ایک بدو ہی ملا تھا۔ کیا تمہارے لشکر میں تم سے بدو کے علاوہ کسی اور کو ہمت نہیں پڑی کہ میرے مقابل آئے۔“

حبیب بن عثمان نے زاہو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

”زاہو لگتا ہے تو بدوؤں سے بیزار ہے یا رقیم شہر کے نواحی بدوؤں سے پہلے ہی نرا ہالا پڑ چکا ہے۔“

زاہو نے اپنے سر کو جھٹک دیا۔

”میرا کسی بدو سے پالا نہیں پڑا تم پہلے بدو ہو جو میرے ہاتھوں قتل ہو گے۔“

حبیب بن عثمان نے کہا جانے والے انداز میں زاہو کی طرف دیکھا پھر گھولتے ہوئے لہجے میں بول پڑا۔

”زاہو تم بکتے ہو جھوٹ بولتے ہو کیا تم اس بات سے انکار کرتے ہو کہ براہا سولہ اور تمہارے کہنے پر تمہارے کچھ ساتھی رقیم شہر کے ایک نواحی نخلستان پر حملہ آور ہوئے۔ وہاں کے ایک شخص عثمان کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو آنکھوں سے محروم کر دیا۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو سے لمحہ بھر کیلئے زاہو چونکا تھا پھر کھا جانے والے انداز میں اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”پر تیرا اس قتل سے کیا تعلق۔“

حبیب بن عثمان کھولتے ہوئے لہجے میں بول پڑا۔

”جس شخص کو تم نے قتل کیا وہ میرا باپ تھا اور جس خاتون کو تم نے اندھا کیا وہ میری ماں ہے۔ میرا پورا نام حبیب بن عثمان ہے۔ میں اپنے خداوند قدوس کا اہتمام ہر گز شکر گزار اور ممنون ہوں کہ مقابلے کے اس میدان میں تو انفرادی جنگ کیلئے نالہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں میں تجھ سے اپنے باپ، اپنی ماں کی بصارت کی محرومی انتقام اس میدان میں لوں گا اور تجھے تیرے ہارتے ہوئے مقدر لیکر واپس نہ جانے دینگے۔“

زاہو لمحہ بھر کیلئے سوچوں میں کھو گیا پھر اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”کن بدو تو میری پہچان کرتے ہوئے بھول رہا ہے۔ میں براہا کا ساتھی ہوں۔ ہم

حبیب بن عثمان نے زاہو کے قریب جا کے اپنے گھوڑے کو روکا تب زاہو نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے مقابلے میں آنے والے نبطی جوان موت کے اس میدان میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی زاہو اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے جنگ کرنے کا لطف نہیں آتا نہ ہی بہتر انداز میں اپنے تیغ زنی کے جوہر دکھانے کا لطف آتا ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرو گے کہ اپنے گھوڑے سے اتر کر میرا مقابلہ کرو۔“

حبیب بن عثمان اپنے گھوڑے سے نیچے اترا پھر تھوڑا سا زاہو کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگا۔

”زاہو جس طرح تو پسند کرے گا مقابلہ اسی طرح ہو گا۔“

زاہو نے ایک قہقہہ لگایا اور طنزیہ سے انداز میں بول پڑا۔

”بڑے فرماں بردار قسم کے تیغ زن لگتے ہو۔“

حبیب بن عثمان نے اپنے سامنے اپنی تلوار لہرائی، غور سے زاہو کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”زاہو میں واقعی ہی بڑا فرمانبردار انسان ہوں لیکن میری تلوار جب تمہارے خلاف حرکت میں آئے گی تو بڑی نافرمانی کا مظاہرہ کرے گی۔“

”زاہو بڑا مطمئن تھا۔ بڑے پرسکون انداز میں پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔“

”کچھ اپنے متعلق بھی کہو تمہارا کیا نام ہے۔ لشکر میں تمہاری کیا حیثیت ہے کون

ہو؟“

حبیب بن عثمان چند قدم مزید زاہو کی طرف بڑھا اور بول اٹھا۔

”نام میرا حبیب بن عثمان ہے۔ رقیم شہر کے نواح ایک نخلستان کا رہنے والا ہوں۔“

”کون تمہارے

زاہو نے پھر قہقہہ لگایا اور پہلے سے زیادہ طنزیہ آواز میں کہنے لگا۔

ن کی ضبط نا آشنا طبیعت حبیب بن عثمان کے یہ الفاظ برداشت نہ کر سکی۔ لہذا اپنے رہنے اس نے اپنی تلوار کو لہرایا پھر وہ بد مستیوں کی بیجان انگیزیوں، وقت کے گھرے بندر کے اندر سے اچانک اٹھ کھڑے ہونے والے مصائب کے ہجوم کی طرح حبیب بن عثمان پر حملہ آور ہوتے ہوئے ٹوٹ پڑا تھا۔

پر برابا کا وہ ساتھی زابو یہ نہ جانتا تھا کہ اس کے سامنے کوئی معمولی بدو، کوئی عام تیغ زن نہیں۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے مقابلے کیلئے اس کے سامنے ایک حرف نہیں مجاہد، زندگی کے موسموں سے شناسا، صحرائی نشیں، جسم و جان کا قرب بن جانے والا بدو، افلاک کی خواہشوں پر کمند پھینکنے والا تیغ زن اور اپنے مد مقابل سے مداوائے الم زخموں کے مرہم اور درد کا درمان تک چھین لینے والا ایک نایاب اور بے مثل جنگجو ہے۔

تھوڑی دیر حملہ آور ہونے کے بعد زابو کو مایوسی ہوئی اس لئے کہ بڑی آسانی کے ساتھ حبیب بن عثمان نے اس کے حملوں کو روک دیا تھا۔ اس کے بعد حبیب بن عثمان نے بھی جارحیت اختیار کی اور وہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے اسی طرح حملہ آور ہوا تھا جیسے شیطانوں کی انہی پیکار کے خلاف طوفانوں کی بہت رکھنے والا نیکی کا کوئی رہبان حرکت میں آگیا ہو۔ جیسے محرومیت کی رازداں مشیت کا کوئی امین روحوں کو ملگ دینے والے عمل کی ابتداء کرتے ہوئے المناکیوں کا پیکر بن گیا ہو۔ حبیب بن عثمان کچھ اس تیزی سے اس برق رفتاری سے زابو پر حملہ آور ہوا تھا جیسے وحشت نے اندھیروں کے اندر ہوائیں جچ چلا اٹھیں ہوں اور خونی بگولوں نے نہ رکھنے نہ نہنے والا رقص شروع کر دیا ہو۔

”کچھ دیر تک دونوں جم کر ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔ اس مقابلے کے دوران زابو نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اپنے مد مقابل کو وہ کسی بھی صورت زیر نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا اس کا مد مقابل اس سے بھی زیادہ خوفناک اور خطرناک وار کر رہا تھا۔“ ایک موقع پر جب دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں تو حبیب بن عثمان کے چہرے کا نشانہ لیتے ہوئے اپنی ڈھال اس کے چہرے پر اٹھائی پر حبیب بن عثمان مستعد تھا۔ اس کی ڈھال کو اپنی ڈھال پر روک لیا۔

لوگ تو خواہشوں کو دہوں، بہاروں کو فداؤں، وصل کو ہجر، محبت کو نفرت میں تبدیل کر دینے والے لوگ ہیں۔ متاب شعاعوں کی تاریک فضاؤں، شجر کو بے سایہ اور سحر کو بے اعتبار کرنا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

تو ابھی نادان نا تجربہ کار لگتا ہے۔ کیوں اپنے آپ کو وقت کی ان خونی آہٹوں کے اندر دکھ کے راستوں کا مسافر بناتے ہو۔ سن ابن عثمان ہم پھولوں کی خوشبو چھیننے والے لوگ ہیں۔ سوالوں کی سی اس بخ بست خاموشی میں اپنے آپ کو میرے ہاتھوں ہزیمت کی دھند کا شکار مت کرو۔ کیوں مقابلے کے اس میدان میں اپنی زندگی کے سحر کو موت کی تھکاوٹ کے دشت میں ڈالتے ہو۔ ابھی وقت ہے اپنی ہار تسلیم کر لو کہ جاؤ ورنہ جب میری تلوار اٹھ گئی تو تم جذبات کی حدت اور اپنے لہجے کی زہاوت سے محروم ہو جاؤ گے۔“

حبیب بن عثمان نے کاٹ کھانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر اس کی کھولتی ہوئی آواز بلند ہوئی۔

”زابو تیرے اور برابا جیسے باؤلے غلیظ کتے اپنی زندگی میں میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ اگر میں نے تیری رگوں میں مچلتے لو کو شراروں میں تبدیل نہ کر دیا، تیرے بے خواب ساعتوں کے شمار کو گریہ شبیہ اور قصہ الم میں نہ بدل دیا تو ابن عثمان مت کہنا۔ سن چروں کی مقدس حیا چھیننے والے شیطان! سروں کو بے ردا کرنے والے بے حیت مجرم یہ موت کا میدان ہے اور موت کے اس میدان کے اندر میں تیری عداوتوں کی ساری گھاتوں، تیری ساری بے لباس خواہشوں کو لو لو کرتا چلا جاؤں گا۔ ان گنت جرائم بے پناہ مظالم کے مجرم! یوں جانا اب تو وقت کے کٹہرے میں آن کھڑا ہوا ہے اور فطرت کا محتسب بن کر میں تیرا بہترین انصاف کروں گا۔ سن جب میری تلوار تیرے خلاف حرکت میں آئے گی تو میری تلوار یہ نہیں دیکھے گی کہ تو برابا کا ساتھی ہے۔ ظالم میں تو تیرے چہرے پر موت کی آنکھیں چپکا دوں گا۔ تیری نبض کی جنبش کو روک کر تیرے اوہام کی زنجیریں کاٹوں گا اور تجھے روح، تیری جان کو موت کے گرد غبار اور قضا کے شور بے پناہ میں غرق کر کے رکھ دوں گا۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو سے زابو بدرکار گھوڑے کی طرح بھڑک اٹھا تھا۔

یہ رہا تھا کہ تو برابر کا ساتھی ہے اور تو تیغ زنی میں اپنی کوئی مثال نہیں رکھتا۔ میں میدان میں تیری مثال دیکھ کیسے نکالتا ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان نے اپنی تلوار بلند کر کے گمراہی اور زاہد کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ میدان میں ایک بٹاک چبچب بلند ہوئی۔ زاہد لاش کی صورت میں اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔



شام کا حکمران حداد بن حدار ابھی تک برابر کے ساتھ اپنے لشکر کے سامنے کھڑا تھا۔ جب زاہد موت سے ہمنما ہو کر گھوڑے سے نیچے گر گیا تب اپنے پہلو میں کھڑے برابر کو مخاطب کرتے ہوئے حداد بن حدار کہنے لگا۔

”برابرا تم کہتے تھے اس زاہد کے مقابلے کا کوئی تیغ زن ہی نہیں ہے۔ تم نے یہ ہی کہا تھا کہ اول تو نبطیوں کے لشکر سے اس کا مقابلہ کرنے کیلئے کوئی نکلے گا ہی نہیں اور اگر نکلے گا تو چند لمحوں سے زیادہ نہیں ٹھہر سکے گا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ نبطیوں کی طرف سے جو سورما نکلا ہے اس کے سامنے تو زاہد چند لمحوں سے نہیں نکال سکا۔“

حداد بن حدار کی اس گفتگو سے برابر خجل اور شرمندہ سا اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ پھر اس نے حداد بن حدار کو مخاطب کیا۔

”مجھ نہیں آئی کہ نبطیوں کی طرف سے مقابلے کیلئے نکلنے والا جوان کون ہے۔“

”یہ نزدیک ہوتا تو میں اس کا چہرہ پہچان سکتا اور آنے والے دنوں میں اس کا انتقام لے سکتا۔“

برابر کے ان الفاظ پر حداد بن حدار تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا کچھ سوچتا رہا اس کے بعد برابر کو اس نے پھر مخاطب کیا۔

”برابرا یہ نبطی جوان بھی خوب نکلا ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے یہ ستم کے کوزہ گر حسد کے لالہ اور اندھیروں کے شیطانوں کی طرح لمحوں کے اندر زاہد پر چھا گیا۔ تھوڑی دیر کے مقابلے کے بعد ہی زاہد کی حالت اس کے سامنے جنون کے صحرا میں حواس کی بے ہوشی اور چھٹی اور سلگتی سستی تھکی زندگی جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ نبطیوں کا یہ جوان

پھر دونوں زور آزمائی کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے زاہد کو مخاطب کیا۔

”زاہد اپنا پورا زور لگا لو پھر دیکھتے ہیں کس کی طاقت و قوت کے پیچھے دھکیل ہے۔“

زاہد نے اپنا زور صرف کیا پر حبیب بن عثمان کو پیچھے نہ دھکیل سکا۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے اپنے خداوند قدس کی تکبیر کا ایک نعرہ بلند کیا پھر ایسا ایک زوردار جھٹکا اس نے زاہد کو دیا کہ زاہد لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

بس اس کی اس لڑکھڑاہٹ سے حبیب بن عثمان نے فائدہ اٹھایا، آگے بڑھ کر دو تین وار اس طاقت و قوت سے اس نے اپنی ڈھال کے اس کی کینٹی پر مارے کے زاہد لڑکھڑا اٹھا۔ بل کھاتے ہوئے زمین پر گر گیا تھا۔

حبیب بن عثمان آگے بڑھا، اس کی تلوار والے ہاتھ پر اپنے پاؤں کی ایسی سخت ٹھوکر ماری کہ زاہد کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر دور جاگری۔ دوسری ٹھوکر حبیب بن عثمان نے دوسرے ہاتھ پر ماری جس کے نتیجے میں اس کی ڈھال بھی چھوٹ کر دور چلی گئی۔ اس موقع پر زاہد نے بڑی عیاری سے کام لیا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔“

”حبیب بن عثمان بھی سمجھ گیا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہتا ہے۔ ایک جست کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ گھوڑے کو ایزی لگائی اور اس کی گردن تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

”اے رفیق مہربان! تیرا میرا یہ دشمن بھاگ کر اپنے لشکر میں نہ جانے پائے۔“

”گھوڑا بری طرح ہنسیا پھر اس تیزی سے بھاگا کہ زاہد کے گھوڑے کے آگے آتے ہوئے اس کی راہ روک کر ہوا۔ اس موقع پر زاہد کانپ رہا تھا۔ حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔

”شیطان زادے! تیرے جیسا تھوڑا دلا جنگجو میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ کوئی بھی شخص جب انفرادی مقابلے کے لئے آتا ہے تو اپنی ہار کو سامنے دیکھتے ہوئے تیری طرح دم دبا کر لومڑی کی طرح تو نہیں بھگتا تو کیسا ذلیل کم ہمت انسان ہے۔ تو تو

برابا نے حداد بن حدار کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دونوں اپنے لشکر کے سامنے  
جھٹ کر وسطی حصے میں آئے پھر حداد بن حدار نے حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا

دوسری جانب حبیب بن عثمان کچھ دیر انتظار کرتا رہا پھر جب دشمن کے لشکر سے  
بھی مقابلہ کرنے کیلئے نہ نکلا تب اس نے مرنے والے زاہو کے گھوڑے کی باگ  
چال اور اپنے لشکر کی طرف گیا۔ حادث کے سامنے جا کر وہ رک گیا۔ حادث نے اس  
پر حبیب بن عثمان کو مخاطب کرتے ہوئے اسے مبارکباد دی۔ اتنی دیر تک مالک  
بال سعید شاطر قلیس اور دیگر سالار بھی وہاں آج جمع ہوئے تھے۔ وہ بھی حبیب بن  
عثمان کو مبارکباد دینے لگے تھے۔ اس پر جلدی جلدی حادث نے سب کو مخاطب کیا۔  
”حبیب بن عثمان میرے بیٹے جس وقت تم انفرادی مقابلے کیلئے نکلے اس وقت  
تمہارا نام کا برابا کا باغی جوان آیا جو تمہارے لئے کام کرتا ہے۔ اس نے اطلاع دی  
کہ حداد بن حدار کے تین حصے تو براہ راست ہم سے ٹکرائیں گے چوتھا حصہ جو برابا  
نے ساتھیوں پر مشتمل ہوگا اور جس کی کمانڈری سمولا کر رہا ہوگا۔ وہ کوستانی سلسلے کی  
جگہ میں رہتے ہوئے ہماری پشت پر جا کر ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش  
کے گا۔ وہ پڑاؤ کو آگ لگانا چاہے گا تاکہ ہمارے لشکر کا دھیان ادھر ہو جائے اور وہ  
پشت مندی کو یقینی بنا سکیں۔“

یہ ساری گفتگو سن کر حبیب بن عثمان نے کچھ دیر سوچا پھر کہنے لگا۔

”آپ اس کا کوئی فکر نہ کریں جس جانب سے سمولا نے آنا ہے اس سمت میں  
موجود ہیں۔ میں لشکر کا ایک حصہ سعید کیلئے مختص کر دوں گا اور وہ سمولا اور اس  
لشکر کی طرف سے لڑے گا۔ جو منی سمولا ایسا کرنا چاہے گا سعید اس سے ٹکرائے  
جائے گا۔ ساتھ ہی میری یہ بھی تجویز ہے کہ شاطر اور قلیس جو آپ کے ساتھ کام کر رہے  
ہیں انہیں پڑاؤ کی طرف بھجوا دیں۔ پڑاؤ میں موجود ہمارا لشکر جو اس وقت سیلاس کی  
منڈی میں ہے اس کی کمانڈری قلیس اور شاطر سنبھال لیں جب سمولا اپنے لشکر  
ساتھ ادھر آنے کی کوشش کرے تب اس لشکر کو لیکر پڑاؤ کی طرف سے نکلیں اور  
اس کی طرف سے اس پر حملہ آور ہو جائیں۔ اس طرح جب سامنے کی طرف سے

یقیناً ان تیغ زنوں میں سے ایک ہے جو اپنے مد مقابل کے شعور کی سرحدوں  
ہزیمت کی کسر پھیلا دیتے ہیں۔ تیغ زن ایسے جنگجو اپنی مہارت اپنی بصیرت میں کوئی  
کنارا کوئی گہرائی نہیں رکھتے۔

حداد بن حدار کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ میدان کے وسط میں  
حبیب بن عثمان نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا اپنا منہ اس نے حداد بن حدار کے لشکر  
کی طرف کیا۔ پھر فضاؤں میں اس کی شوربا آواز بلند ہوئی تھی۔

”شام کا بادشاہ حداد بن حدار اور دنیا کا بدترین ڈاکو برابا آگاہ ہوں کہ انہوں نے  
زاہو نام کے جس جوان کو انفرادی مقابلے کیلئے نکالا اس کا میں نے کام تمام کر دیا ہے۔  
برابا تم اور تمہارا دوسرا دست راست سمولا اگر میری آواز سن رہے ہوں تو میں تمہیں  
مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم دونوں شیطان کے نہیں انسان کے بچے ہو تو باری  
باری میرے مقابلے میں آؤ پھر میں موت کے اس میدان میں تم پر ثابت کروں کہ اہل  
وفا جب جفا پر اترتے ہیں تو کیسا عتاب بن کر نازل ہوتے ہیں۔ میدان میں اترو تاکہ  
میں تمہارے جسم کی پرتو کھولوں۔ تم کدوں کے لمبو سے اپنے ہاتھ رنگین کرنے والو  
میدان میں اترو تاکہ وقت کے جوش مارتے سمندر میں تم دونوں کی حالت خونی تھے  
کمانیوں، لمبو کھاتیوں اور پرانی کتھاؤں جیسی بنا کر رکھوں۔“

شام کا بادشاہ تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں میدان کے وسط میں اپنے  
گھوڑے پر سوار حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنے پہلو میں کھڑے برابا کو  
اس نے مخاطب کیا۔

برابا یہ کیسا نڈر اور بے وقوف جوان ہے۔ زاہو کا خاتمہ کرنے کے بعد یہ تمہیں  
اور تمہارے دست راست سمولا کو مقابلے کیلئے للکار رہا ہے۔ لگتا ہے مقابلے سے پہلے  
اس کے اور زاہو کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس گفتگو کے دوران زاہو نے شاید  
اس کے سامنے تمہارا اور اپنے ساتھی سمولا کا ذکر کیا ہوگا۔ اس بنا پر یہ خصوصیت کے  
ساتھ تمہیں اور سمولا کو مقابلے کی دعوت دے رہا ہے۔ بہر حال اس کی یہ گفتگو  
ہمارے لشکر کیلئے حوصلہ شکنی کا باعث بنے گی۔ لہذا آؤ اپنے لشکر کے وسط میں  
چلیں اور جنگ کی ابتداء کریں۔

نبطی اب کچھ اس طرح ان کی صفوں میں گھسنے لگے تھے جیسے زہر خون کے اندر ت کرنا چلا جاتا ہے پھر وہ موقع بھی آیا جب نبطیوں نے حداد بن حدار کے لشکر اہلی صفوں کا مکمل صفایا کر دیا اور وہ اپنے جنگی نعرے بلند کرتے ہوئے پچھلی صفوں طرف آگ کے شعلوں کی طرح لپکنے لگے تھے۔ نبطی کچھ اس آسانی سے حداد بن حدار کے قاتل آنے لگے کہ انہیں حبیب بن عثمان کی تجویز پر عمل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

حداد بن حدار نے جب دیکھا کہ اس کی قسمت میں شکست اور ہزیمت کے سوا کچھ نہیں لکھا تب اس نے میدان جنگ سے منہ موڑا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ حارث بن قلیس شاطر اور سیلاس کو حکم دیا کہ وہ اپنے پڑاؤ کو سمیٹنے کے علاوہ حداد بن حدار کے مرکزی شہر دمشق کا رخ کریں جبکہ خود حارث اور حبیب بن عثمان اپنے سارے لشکروں کو لیکر حداد بن حدار کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

راستے میں برابا نے جب یہ محسوس کیا کہ نبطی تعاقب ترک نہیں کرتے اور وہ دمشق تک حداد بن حدار کا پیچھا کریں گے لہذا اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے برابا نے سمولا دونوں اپنے بچے کچے ساتھیوں کو لیکر حداد بن حدار سے علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے مغرب کے کوہستانی سلسلوں کا رخ کر لیا تھا۔

حداد بن حدار اپنے بچے کچھے لشکر کو لیکر نبطیوں کے آگے آگے بھاگتا ہوا اپنا شہر میں داخل ہوا اور محصور ہو گیا۔

اس کے پیچھے پیچھے نبطی اپنے لشکر کے ساتھ دمشق پہنچ گئے۔ دمشق شہر سے باہر انہوں نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

”اگلے روز سیلاس شاطر اور قلیس نے بھی اپنے اور حداد بن حدار کے پڑاؤ کی طرف توجہ دے دی۔ دمشق کے نواح میں حارث کے پاس پہنچ گئے تھے۔ شہر کے باہر انہوں نے کھدائی کر دی اور لشکریوں کو اپنی خیمہ گاہ میں آرام کرنے کا حکم دیدیا گیا تھا۔ شاید حبیب بن عثمان کے کہنے پر ہر صورت میں دمشق پر قبضہ کرنے کا تہیہ کئے گئے تھے۔“

کے دمشق کا محاصرہ جاری رہا۔ حبیب بن عثمان اور مالک کے ساتھ

قلیس اور شاطر اور ایک پہلو سے سعید سمولا اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہو گا تو سمولا کے سامنے بھاگنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں رہے گا۔

حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا۔ پھر سب اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے چلے گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد حداد بن حدار نبطیوں پر دشمنوں کے عمیق زخم لگاتی دھکتی سلگتی آتش اور زندگی کے فیصلوں کی ساری عبارتیں منافی ہیبت ناک اذیت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نبطیوں نے بڑی جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حداد بن حدار کے حملوں کو نہ صرف روک دکھایا بلکہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی اندھیرے کی بھاری تہوں تک میں رقص کر جانے والی آتش شعلوں اور ہر شے کی کوکھ میں خوف اگاتی خوف بھری قوت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ یوں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے جیل سیر کے قریب مرگ و زیت کا خونی تماشا شروع ہو گیا تھا۔ امن کے سارے سندیے اندیشوں کے سیل بے اماں میں بہہ نکلے تھے۔

جنگ جب اپنے عروج پر آئی تو حداد بن حدار اور برابا کے پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق سمولا اپنے حصے کے لشکر کو لیکر نکلا۔ کوہستانی سلسلے کی چھوٹی چھوٹی گھاٹیوں میں ہوتا ہوا جب وہ آگے بڑھتے ہوئے نبطیوں کے پڑاؤ کے قریب گیا تب ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ خبر اس کی ایک ایک نقل و حرکت کی اطلاع سعید اور پڑاؤ کے اندر قلیس اور شاطر کو دے رہے تھے۔

”پھر طوفانی انداز میں قلیس اور شاطر اس لشکر کے ساتھ نکلے جو پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر تھا اور سامنے کی طرف سے انہوں نے سمولا پر حملہ کر دیا۔ لشکر کا وہ حصہ جو حبیب بن عثمان نے سعید کیلئے مختص کیا تھا اس کے ساتھ اس نے بھی اپنا رخ بدلا اور سمولا کے پہلو پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس طرح لہجوں کے اندر اس لشکر کو جو سمولا کے ساتھ تھا کچل کر رکھ دیا گیا۔ سمولا بھاگ کر اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔ کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا پھر صورتحال واضح ہونے لگی۔ نبطی آہستہ آہستہ حداد بن حدار کے لشکر میں گھسنے لگے تھے۔ حداد بن حدار اور برابا برابر اپنے لشکریوں کو ابھار رہے تھے لیکن ان کی ہر کوشش ان کا ہر جتن رائیگاں ہوتا دکھائی دے رہا تھا اس لئے

رائیل کے خلاف جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ 732 ق م میں نملت ملیسرز نے  
شہریوں کا بادشاہ تھا دمشق کی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔  
اس شہر نے عجیب و غریب دور دیکھ رکھے ہیں۔ آٹھویں صدی قبل مسیح میں یہ  
شہریوں کے پاس رہا۔ ساتویں صدی میں بابلیوں کے پاس چھٹی صدی میں ایران کے  
شاہی حکمرانوں کے پاس، چوتھی صدی میں یونانیوں اور پہلی صدی قبل مسیح میں یہ  
یہودیوں کے قبضے میں رہا۔

”چونکہ قبل مسیح میں دمشق رومن سلطنت کا صوبہ بنا۔ اس کے بعد سن 612ء  
میں ایران کے بادشاہ خسرو ثانی نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ 627ء میں ایرانی شہنشاہ کی  
فوجیں دمشق خالی کر دیا گیا اور سن 626ء میں رومنوں کا شہنشاہ ہرقل شام پر قابض  
ہوا۔ 635ء میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبیدہ بن جراحؓ نے دمشق فتح کیا۔

نبطیوں نے بڑے خوفناک انداز میں فصیل سے نیچے اتر کر تعاقب کیا۔ یہاں  
تک کہ لڑتے مرنے انہوں نے شہرپناہ کا دروازہ کھول دیا۔ شہرپناہ کا دروازہ کھلنا تھا کہ  
پورا لشکر دمشق شہر میں داخل ہو گیا۔ ایک بار پھر دمشق شہر کے اندر گھسان کا  
پڑا۔ اس جنگ کے دوران دمشق کا بادشاہ حداد بن حداد مارا گیا اور شہر پر نبطیوں کا  
قبضہ ہو گیا۔

”دمشق شہر پر قبضہ کرنے کے بعد حارث، حبیب بن عثمان اور اپنے بیٹے مالک اور  
زبیر کے ساتھ شہر کے نظم و نسق میں لگ گیا تھا۔“  
دمشق ہمیشہ سے شام کا بڑا شہر رہا ہے۔ یہ شہر سطح سمندر سے تقریباً 132  
میٹر بلند صحرا کی حد پر اور لبنان کے مشرقی سلسلہ کوہ کے مشرقی حصے یعنی جبل قاسیہ

عباسی خلیفہ المتوکل دمشق سے بڑی محبت کرتا تھا۔ اس نے اپنا دار الخلافہ دمشق  
میں تبدیل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف اڑتیس یوم قیام کرنے کے بعد سامرہ شہر  
نارطہ چلا گیا۔ ہجری 254 میں بخارا کے ترک احمد بن طولوں کو خلیفہ نے دمشق  
میں مقرر کیا۔ اس نے خلافت کی کمزوریوں کے مد نظر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ بنو طولوں  
سے زوال کے بعد قرامہ کی روز افزوں سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے خلیفہ وقت نے اپنی

حارث چند روز تک شہر کے گرد و نواح کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر ان دونوں سے مشورہ کر کے  
بعد شہر کی فصیل پر چڑھنے کیلئے بڑے بڑے برج تیار کئے گئے جن کے اوپر ہتھیار  
ڈال کر مٹی سے لپ دیا گیا تاکہ اگر فصیل کے اوپر سے ان پر تیر اندازی کی جائے  
ان پر اثر نہ ہو۔ ان برجوں کی تعمیر کے بعد ان کے اندر مسلح جوان بٹھائے گئے  
برجوں کو کھینچ کر فصیل کے قریب لایا گیا پھر ان برجوں کے ذریعے فصیل پر چڑھنے کی  
کوششیں شروع ہوئیں۔

”حداد بن حداد نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ نبطیوں کو دمشق شہر کی  
فصیل کے قریب نہ آنے دیا جائے لیکن اس کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ آخر کار نبطی  
دمشق شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ کچھ دیر تک فصیل پر ہولناک جنگ  
ہوئی پھر جب لشکر کا بڑا حصہ فصیل پر چڑھ گیا تب دمشق شہر کے محافظ فصیل سے نیچے  
اتر گئے۔“

نبطیوں نے بڑے خوفناک انداز میں فصیل سے نیچے اتر کر تعاقب کیا۔ یہاں  
تک کہ لڑتے مرنے انہوں نے شہرپناہ کا دروازہ کھول دیا۔ شہرپناہ کا دروازہ کھلنا تھا کہ  
پورا لشکر دمشق شہر میں داخل ہو گیا۔ ایک بار پھر دمشق شہر کے اندر گھسان کا  
پڑا۔ اس جنگ کے دوران دمشق کا بادشاہ حداد بن حداد مارا گیا اور شہر پر نبطیوں کا  
قبضہ ہو گیا۔

”دمشق شہر پر قبضہ کرنے کے بعد حارث، حبیب بن عثمان اور اپنے بیٹے مالک اور  
زبیر کے ساتھ شہر کے نظم و نسق میں لگ گیا تھا۔“  
دمشق ہمیشہ سے شام کا بڑا شہر رہا ہے۔ یہ شہر سطح سمندر سے تقریباً 132  
میٹر بلند صحرا کی حد پر اور لبنان کے مشرقی سلسلہ کوہ کے مشرقی حصے یعنی جبل قاسیہ  
کے دامن میں واقع ہے۔

دمشق کے جنوب مشرق میں تل الصالحہ کے مقام پر جو کھدائیاں ہوئیں ان سے  
چار ہزار قبل مسیح تک دمشق کے شہری مرکز ہونے کا انکشاف ہوتا ہے۔  
یہ شہر کبھی حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں فتح ہوا لیکن حضرت سلیمان  
السلام کے عہد میں دمشق کے حکمران نے شمال کے شاہان آشور اور جنوب کے

ندی نالوں کے علاوہ برف کا پگھلتا ہوا پانی بھی اس جھیل میں آکر گرتا ہے۔  
اللہ کے نبی حضرت ذکریا علیہ السلام کا مقبرہ ہے جس پر سیاہ رنگ کا ریشمی کپڑا  
مارہتا ہے اور اس پر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں مقبرے کے قریب ہی اللہ کے نبی  
علیہ السلام کی قبر بھی ہے۔

تدمم مورخین کا کہنا ہے کہ دنیا میں دوشروں کو دنیا کی دلمن کہا گیا ہے۔ ایک  
نئی دوسرا رے شہر اس کے علاوہ مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا میں اگر کسی مقام  
پر کچھ حقیقی خوشی حاصل ہو سکتی ہے تو وہ دنیا میں صرف تین مقامات ہیں۔

”پہلا وادی شمرقد، دوشرا دمشق کا نواحی سرسبز علاقہ غوطہ اور تیسرا بغداد کے نیچے  
ہند یعنی شہر ابلہ۔“



نبطیوں کا بادشاہ حارث کئی روز تک دمشق شہر میں قیام کر کے اس کے نظم و  
نوا کو درست کرتا رہا۔ پھر اپنے اس قیام کے دوران اس نے اپنے وزیر سیلاس کو  
مشق کا حاکم مقرر کیا۔ پھر وہ واپس رقیم کی طرف جانے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ ایک  
روز حارث، حبیب بن عثمان، سعید اپنے بیٹے مالک، زبیل، قیس، شاطر اور دوسرے  
بلاروں کے ساتھ بیضا دمشق کے انتظامات کے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ حارث کے  
نہدار نے یوسف کے آنے کی اطلاع دی۔

یوسف کا نام سن کر حبیب بن عثمان چونکا تھا کیونکہ یوسف برابر کا باغی ساتھی اور  
شاہی دلجمی اور جانثاری کے ساتھ حبیب بن عثمان کیلئے کام کر رہا تھا۔ لہذا حبیب بن  
عثمان یہ توقع رکھتا تھا کہ وہ برابر کے۔ متعلق کوئی خبر لیکر آیا ہوگا۔  
حارث نے چوہدار کو فوراً ”یوسف کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ تب تھوڑی ہی دیر  
نہدار نے یوسف کو سب کے سامنے لا کھڑا کیا۔

یوسف کو دیکھتے ہی حارث نے پوچھ لیا۔

”میرے عزیز کیا تو کوئی اچھی خبر لیکر آیا ہے۔“ یوسف نے ایک گہری نگاہ  
اٹھ کے پہلو میں بیٹھے۔ حبیب بن عثمان پر ڈالی اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

فوجیں دمشق روانہ کیں قرامطیوں کو خلیفہ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور ایک بار  
پھر دمشق خلفاء کے تحت آگیا۔

مختلف آثار چڑاؤ دیکھتا ہوا یہ شہر 549 ہجری میں نورالدین زنگی کے تحت آیا۔  
نورالدین زنگی حلب پر قابض ہو چکا تھا۔ اس نے دمشق میں اقامت اختیار کر لی۔ بنو  
امیہ کے دور کے بعد پہلی بار دمشق پھر ایک وسیع، متحد اور خود مختار اسلامی سلطنت کا  
دارالحکومت بنا۔

نورالدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا الملک صالح اسماعیل تخت نشین ہوا۔ اس  
کے بعد سلطان صلاح الدین اس شہر پر قابض ہوا۔ اسی شہر میں سلطان صلاح الدین  
نے وفات پائی اور یہیں دفن ہوا۔ سلطان صلاح الدین کے بعد جب یہاں کے حکمران  
کمزور ہو گئے تو ہلاکو خان نے دمشق پر قبضہ کر لیا لیکن ہلاکو خان کی بد قسمتی کہ اس کے  
مقابلے میں مصر کا سلطان رکن الدین بیبوس حرکت میں آیا۔ اس نے تاتاریوں کو مار  
بھگایا اور دمشق پر اس نے قبضہ کر لیا۔ زمانہ آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ ترکوں کے  
آل عثمان کا دمشق پر قبضہ ہو گیا۔

پھر دمشق نے وہ وقت بھی دیکھا۔ جب اگست 1860ء میں فرانس کے حکمران  
نپولین کی فوجیں دمشق کے ساحل پر اتر گئیں۔ پھر 1920ء کے ایک معاہدے کی رو  
سے فرانس کو دمشق پر قابض رہنے کی اجازت مل گئی۔ آخر 16 ستمبر 1951ء کو شام  
کی آزادی کا اعلان ہوا اور اگست 1945ء میں شہر کی القوت ملی دمشق میں شام کے  
صدر کی حیثیت سے حکمران بنا۔

اس کے چند مقامات زائرین کے دیکھنے کے قابل ہیں۔ پہلا جبل قاسیون کے پاس  
کف آدم نام کا غار جس کے قریب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قاتیل نے اپنے  
بھائی ہابیل کو قتل کیا۔

دوسرا برزہ کا مقام جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اس مقام  
کو تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سوئم دمشق کے نواح میں غوطہ کا علاقہ  
جہاں دمشق کی طرف آنے والی ساری ندیاں ملتی ہیں اور ایک جھیل کی صورت اختیار  
کرتی ہیں۔ سردی کے موسم میں یہ جھیل پھیل جاتی اور پانی کناروں سے باہر ہو جاتا

آقا میں یقیناً ایک اچھی خبر لیکر آیا ہوں جس وقت جنگ میں دمشق کے بادشاہ حداد بن حدار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگا تو برابر اس کا دست راست سمولا اپنے بچے کھجے لشکر کے ساتھ حداد بن حدار کے لشکر میں شامل تھے لیکن جب آپ نے حداد بن حدار کے لشکر کا لگاتار تعاقب کیا۔ تب برابر اور سمولا نے جان لیا کہ نبطی تعاقب ترک نہیں کرتے اور دمشق تک ایسا ہی کریں گے۔ تب اپنے ساتھیوں کو لیکر برابر اور سمولا حداد بن حدار کا ساتھ چھوڑ گئے اور انہوں نے مغرب کا رخ کیا۔

برابا اور سمولا کی بد قسمتی کہ راستے میں ان کے تقریباً سارے ہی ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ حداد بن حدار کی شکست کے بعد نبطی یقیناً برابر اور اس کے ساتھیوں کا رخ کریں گے اور ان کا خوب قتل عام کریں گے۔ ”اب برابر اور سمولا کے ساتھ چند کنتی کے آدمی ہیں۔ یوں سمجھیں کہ ان کے ساتھ چار پانچ سے زیادہ ان کے جانثار نہیں ہیں جو ان کے محافظ کے طور پر کام کرتے ہیں۔“

حداد بن حدار کے لشکر سے نکلنے کے بعد برابر اور سمولا اپنے ان چند محافظوں کے ساتھ لگاتار مغرب کی طرف سفر کرتے رہے۔ میں ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ دراصل میں جانا چاہتا تھا کہ برابر اور سمولا کہاں پناہ لیتے ہیں۔ اب انہوں نے شر کے نواح میں ایک سرائے میں قیام کر لیا ہے۔ میں برابر اور سمولا سے ملا نہیں صرف ان کا تعاقب کیا ہے۔ اس سرائے کو بھی دیکھ کر آیا ہوں جس میں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ اس سرائے میں ایک لمبا عرصہ قیام کریں گے اس لئے کہ برابر اور سمولا کے پاس کافی دولت ہے۔ ان کے گھوڑوں کی خریدیں نقدی اور قیمتی زیورات اور جوہرات سے بھری ہوئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں سے انتقام لینے کا بہترین وقت ہے۔ بس یہی وہ خبر ہے جو کہنے آیا ہوں۔“

یوسف کی اس گفتگو سے جہاں حبیب بن عثمان کے چہرے پر امیدوں بھری چمک پیدا ہو گئی تھی وہاں حارث کے علاوہ دیگر سارے لوگ بھی طمانیت کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے حارث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ”میں جانتا ہوں آپ دمشق سے واپس رقیم جانے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ میرے

خیال میں آپ لشکر کو لیکر رقیم کی طرف کوچ کر جائیں۔ لشکر کا جو حصہ آپ نے یلاس کا نگرانی میں دیا ہے اس سے یلاس یہاں کی بہترین نگرانی کرے گا۔ میں یہاں سے صیدا شہر کی اس سرائے کا رخ کروں گا جس میں برابر اور سمولا نے قیام کیا ہے۔ میں ہر صورت میں ان سے انتقام لوں گا۔ برابر اور سمولا دونوں کو میں زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا اس لئے کہ ان سے انتقام لینے کے بعد ہی میں اپنی بصارت سے محروم ماں کی نگاہوں میں سرخو ہو سکتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان خاموش ہوا ہی تھا کہ سعید بول پڑا۔

”حبیب میرے بھائی میں تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گا۔ اس مہم میں میں تمہارے ساتھ نکلوں گا۔ مجھے امید ہے تم انکار نہیں کرو گے۔ اگر تم اکیلے گئے تو یاد رکھنا میرے خاندان کے سب لوگ مجھے معاف نہیں کریں گے۔“ حبیب بن عثمان اپنے ماموں زاد سعید کی گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ حارث بول پڑا۔

”میرے بچو! یوسف بتا چکا ہے کہ برابر اور سمولا کے ساتھ اس کے چند محافظ بھی ہیں۔ لہذا صرف تم دونوں بھائی ان کے تعاقب میں نہیں جاؤ گے بلکہ اس مہم میں قلیس اور شاطر بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے حارث نے پوچھ لیا۔

”قلیس اور شاطر جو کچھ میں نے کہا ہے تم اس کیلئے تیار ہو؟ کیا تم اس مہم کیلئے بخوشی حبیب بن عثمان اور سعید کے ساتھ نکلنا پسند کرو گے۔“

حارث کے ان الفاظ کے ساتھ ہی قلیس اور شاطر دونوں کی چھاتیاں تن گئی تھیں پھر قلیس بول پڑا۔

”آقا آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں اس مہم میں حبیب بن عثمان اور سعید کا ساتھ دینا یوں جانیں ہمارے لئے بڑی سعادت ہدی ہوگی۔ حبیب بن عثمان جب بھی یہاں سے کوچ کرنا چاہے گا ہم اس کا ساتھ دیں گے اور ہمیں امید ہے کہ برابر اور سمولا کو ان کے ساتھیوں سمیت اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

حبیب بن عثمان نے اس بار براہ راست قلیس اور شاطر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔



”قلیس اور شاطر جو الفاظ تم نے ادا کئے ہیں اس کے لئے میں تم دونوں کا شکر گزار ہوں۔ جنگ کے دوران جو تمہاری کارگزاری تھی اس نے بھی ہمیں بے حد متاثر کیا ہے۔ گو شروع شروع میں زندان کے اندر میرا تمہارا ٹکراؤ ہوا تھا۔ وہ ایک غلط فہمی تھی جسے میں بھول چکا ہوں۔ میرے خیال میں تم بھی اسے فراموش کر چکے ہو گے۔“ اس پر شاطر بول پڑا۔

”حبیب بن عثمان میرے بھائی تمہیں یہ الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ زندان میں تم نے ہمیں پینا تھا وہ ہماری غلطی تھی۔ اس وقت ہم انسان نہیں حیوان تھے۔ اب ہم حیوانیت سے انسانیت کی طرف کوچ کر چکے ہیں۔ ہم دو پر خلوص بھائیوں کی طرح تمہاری ہر مہم میں تمہارا ساتھ دیں گے۔“

حبیب بن عثمان نے پھر شکر گزار انداز میں ان کی طرف دیکھا پھر دوبارہ کہنے لگا۔ ”میرے خیال میں تم دونوں کو میرے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو گزشتہ مہمیں مجھے پیش آئیں اس میں میں نے اندازہ لگا لیا کہ ایک پر اسرار قوت ہر ضرورت کے وقت میری مدد کرتی رہی ہے۔ مجھے امید ہے وہ قوت جو ماضی میں میری مدد کرتی رہی ہے برابا اور سمولا کے خلاف بھی اچانک نمودار ہو کر میری مدد پر آمادہ ہوگی۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر قلیس اور شاطر نے ایک گہری نگاہ باری باری مالک اور حارث پر ڈالی اور پھر قلیس بول پڑا۔

”حبیب بن عثمان میرے بھائی ہر کام امیدوں پر نہیں کیا جاسکتا۔ ہم دونوں تمہارا ساتھ دیں گے۔ تمہیں اور سعید دونوں بھائیوں کو اکیلے برابا اور سمولا کے تعاقب میں نہیں نکلنے دیں گے۔ میں اور شاطر دونوں تمہارے ساتھ ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم چاروں مل کر بڑے احسن طریقے سے اس مہم کو سر کر لیں گے۔“

حبیب بن عثمان قلیس کی اس گفتگو کا جواب دیتا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی حارث بول پڑا۔

”ابن عثمان میرے بیٹے قلیس اور شاطر کی اس پیشکش کو ٹھکراتا نہیں۔ ان دونوں کی کارگزاری جنگ میں بڑی اعلیٰ پائے کی رہی ہے۔ یہ دونوں تمہارے ساتھ

جائیں گے۔ ان کے ساتھ جانے سے مجھے بھی اطمینان رہے گا کہ تم بڑے اچھے طریقے سے اپنی اس مہم کو سر کر لو گے۔ اس مہم کا سر کیا جانا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔ اس لئے کہ اس مہم کے بعد ہی تمہاری اور اوزال کی شادی کا اہتمام کیا جاسکتا ہے اور تم دونوں کی شادی میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے۔“

یوں حبیب بن عثمان نے حارث کے کہنے پر قلیس اور شاطر کی اس پیشکش کو قبول کر لیا تھا۔

دمشق پر نبطیوں کے اس دور حکومت کے دوران موجودہ عیسائیت کا بانی پولوس یعنی سینٹ پال نبطیوں کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ نبطیوں نے اسے زندان میں ڈال دیا۔ آخر پولوس رسی لٹکا کر اس کے سارے زندان سے بھاگ نکلا۔

پولوس موجودہ عیسائیت کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔ درنہ شروع شروع میں جب عیسائیت کا آغاز ہوا تو یونانی اور لاطینی مصنف اس مذہب کے خلاف اپنے پورے ہتھیار سنبھال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس لئے کہ لاطینی اور رومنوں کو اس نئے مذہب کے خدوخال اپنے لئے اجنبی معلوم ہوتے تھے اور وہ اپنے اور نئے مذہب کے درمیان ایک خلاء محسوس کرتے تھے۔

اس خلاء کو اسی پولوس نے پر کیا۔ پولوس شروع میں یہودی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سخت اور بدترین مدخالف تھا۔ ان کے بعد عیسائیت کی طرف راغب ہوا۔

اس پولوس نے لاطینیوں یونانیوں اور عیسائیت کے درمیان پل بندی کا انتظار کیا۔ ایسا اس لئے ہوا کہ پولوس یونانی فلسفہ بھی جانتا تھا اور یونانی زبان سے بھی خوب واقف تھا۔ اس نے مذہب میں فلسفیانہ ترکیبیں اور اصطلاحیں استعمال کیں اور پرانے مذاہب میں سے کچھ نقطے لئے۔ غرض پولوس نے عیسائی مذہب کو یونانیوں اور لاطینیوں کیلئے ایسا پرکشش بنایا کہ ان کے درمیان مصالحت ہو گئی۔

پولوس نے ایک طرح سے مسیحیت پر یونانی رنگ چڑھا دیا۔ وہ یونانیوں اور رومیوں کیلئے خوشگوار بن گیا۔

نبطیوں نے پولوس کے گرفتار ہونے، زندان میں ڈالنے پھر زندان سے بھاگ

جانے کو کوئی زیادہ اہمیت نہ دی۔

بہر حال جب حارث اور حبیب بن عثمان کے درمیان معاملات طے ہو گئے تب حارث اپنے لشکر کو لیکر دمشق سے رقیم کی طرف چلا گیا تھا جبکہ حبیب بن عثمان 'سعید' قلیس اور شناطر اپنی نئی مہم سر کرنے کیلئے صیدا شہر کا رخ کر گئے تھے۔



یوسف جو حبیب بن عثمان کی رہنمائی کرتے ہوئے اس کے ساتھیوں کے آگے اچھل رہا تھا صیدا شہر کے نواح میں ایک سرائے کے قریب رک گیا۔ جب اس نے اپنے گھوڑے کو روکا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان قلیس اور شناطر بھی اپنے گھوڑوں کو روک چکے تھے۔ یوسف کچھ دیر تک اپنے بے دکھائی دینے والی ایک عمارت کو دیکھتا رہا پھر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے بے کئے لگا۔

”میرے عزیز یہ جو سامنے عمارت دکھائی دے رہی ہے یہی وہ سرائے ہے جس کا براہا اور سمولا نے دونوں اپنے چند محافظوں کے ساتھ قیام کر رکھا ہے۔ میرے خیال میں ہمارا اس سرائے میں قیام کرنا مناسب نہیں ہے۔ پہلے پانچوں کسی دوسری سرائے میں قیام کرتے ہیں پھر میں اس سرائے کی طرف آتا ہوں۔ براہا اور اس کے محافظوں کا پتا کرتا ہوں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ براہا اور سمولا کس وقت سرائے سے باہر نکلتے ہیں۔ آخر وہ دن رات سرائے کے اندر تو نہیں رہتے ہوں گے۔ آواز دوڑ کیلئے نکلتے ہوں گے۔ گھومنے پھرنے کیلئے بھی نکلتے ہوں گے۔ میرے خیال میں یہاں وہ اپنے آپ کو کسی خطرے میں نہیں محسوس کر رہے ہوں گے اس لئے براہا شہر کی اس سرائے میں وہ اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتے ہوں گے۔“

حبیب بن عثمان نے یوسف کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر اسے مخاطب کر کے بے کئے لگا۔

”یوسف میرے بھائی تم جانتے ہو ہم سب تو ان سرزمینوں میں اجنبی ہیں تم ان لوگوں سے خوب واقف اور شناسا ہو پہلے ہمیں کسی قریبی سرائے میں لے چلو وہاں آگے جاتے ہیں اس کے بعد تم براہا اور سمولا پر نگاہ رکھنا۔“

یوسف اس کیلئے تیار ہو گیا۔ اس سرائے سے ذرا ہٹ کے وہ آگے بڑھے ایک دوری سرائے میں داخل ہوئے۔ وہاں انہوں نے قیام کر لیا۔ سرما کا موسم چونکہ اپنے عروج پر آ گیا تھا۔ لہذا انہوں نے اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں بند ہوانے کے بعد ان کے دانے چارے کا بندوبست کیا۔ پھر وہ چاروں سرائے کے اس کمرے کی طرف چلے گئے تھے جو ان کے لئے مختص کیا گیا تھا۔

چاروں کمرے میں داخل ہو گئے۔ اندر لگی مسبریوں پر بیٹھ گئے۔ کتا دروازے کے قریب ہو بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر حبیب بن عثمان نے قلیس کی طرف دیکھتے ہوئے کنا شروع کیا۔

”قلیس یہ پہلا موقع ہے کہ میں تمہارے اور تمہارے ساتھی شاطر کے ساتھ کس مہم پر نکلا ہوں۔ میں تم دونوں کا شکر گزار ہوں کہ تم دونوں نے اس مہم میں میرا ساتھ دینے کا عہد کیا۔ میرا خیال ہے کہ براہ اور سولا کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں یوسف کچھ وقت لگائے گا کیا تم پہلے ان سرزمینوں کی طرف آتے رہے ہو کیا تم صیدا شر کے متعلق کچھ جانتے ہو۔“

حبیب بن عثمان کے اس سوال پر قلیس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن عثمان یہ سارا علاقہ میرا اور شاطر دونوں کا دیکھا بھالا ہے۔ صیدا شری نہیں اس سے آگے طرابلس اور صیدا سے پیچھے مکہ شرمیں بھی ہم کئی بار گئے اور یہ سارے شہر ہماری گھومے پھرے ہوئے ہیں۔“

شاطر کے اس جواب پر حبیب بن عثمان خوش ہو گیا تھا۔ دوبارہ اس نے کچھ سوچا اس کے بعد اس نے قلیس کو مخاطب کیا۔

”قلیس کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم اس صیدا شر کے متعلق کچھ تفصیل بتاؤ۔ اس طرح ہمارا وقت بھی اچھا کٹ جائے گا اور جب تک تم تفصیل بتاؤ گے ہو سکتا ہے یوسف بھی براہ اور سولا کے متعلق اطلاعات لیکر لوٹ آئے۔“

قلیس اس کیلئے تیار ہو گیا۔ اس نے اپنا گلہ صاف کیا۔ پھر اس کے بعد وہ حبیب بن عثمان اور سعید دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”عزیز یہ شہر سمندر کے کنارے آباد ہے۔ یہاں کثرت کے ساتھ نمشکو کی کاشت کی جاتی ہے۔ شہر کی بہت بڑی اور مضبوط پتھروں سے بنی فیصل ہے اور اس کے چار دروازے ہیں۔ صیدا شر سے متعلق روایت ہے کہ یہ شہر صیدون بن سکا بن کعان بن نوح علیہ اسلام نے آباد کیا تھا۔ یہاں بے شمار نباتات ہوتی ہیں۔ خاص کر زعفران کی یہاں فراوانی ہوتی ہے۔“

یہاں دوسرے میوہ دار درخت بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ انجیر، کشمش اور روغن زیتون یہاں کی خاص پیداوار ہے۔

”اس شہر کے ارد گرد بہت سے ندی نالے ہیں لیکن شہر کے لوگ وہ پانی پیتے ہیں جو ایک نہر کے ذریعے شہر کے اندر لایا جاتا ہے۔ خرد میں ایک چشمہ بھی ہے۔ جہاں بار میں خاص قسم کی جھینگا مچھلی ہوتی ہے۔ یہ مچھلی انگلی کے برابر لمبی ہوتی ہے لیکن زماہ کے اعضائے مخصوص کے باعث الگ پہچان ہو جاتی ہے۔ انڈے رکھنے کے زمانے میں اسے پکڑتے ہیں اور سکھا رکھتے ہیں۔ پھر اوپر سے کھرچ کر اسے خشک حالت میں کھایا جاتا ہے۔ صیدا شر سے دوسرا اہم شہر صور۔ صرف چھ فرسنگ کے فاصلے پر ہے جبکہ دمشق صیدا شر سے لگ بھگ بائیس فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔“

قلیس جب خاموش ہوا تو سب حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔

”صیدا شر کے متعلق تم نے تفصیل بتائی ہے تو لگے ہاتھوں صور شہر کے متعلق بھی تفصیل بتا دو اس طرح ہمارا وقت اچھا کٹ جائے گا۔ یوسف کے تو ابھی آنے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔“

قلیس اس کیلئے تیار ہو گیا۔ دوبارہ اس نے کنا شروع کیا۔

”عزیزو جہاں تک صور شہر کا تعلق ہے تو یہ بھی ایک بہت بڑا شہر ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا اسلحہ خانہ ہے۔ صور سمندر کے کنارے بلکہ یہ کنا چاہئے کہ سمندر کے اندر کا قلعہ بند شہر ہے کیونکہ اس میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہے اور اس میں ٹی پل اتر کر جاسکتے ہیں۔ ورنہ اس کے ہر طرف سمندر پھیلا ہوا ہے۔“

شہر کے دو حصے ہیں ایک پختہ زمین پر آباد ہے دوسرا یعنی بندرگاہ اس کے آگے تہی فصیل سے گھرا ہوا ہے جس کی بنیاد تہہ آب ہے۔ اسی بندرگاہ میں ہر رات جہاز

”میرے عزیز تو کیا خبر لایا ہے۔“ ساتھ ہی حبیب بن عثمان نے اسے اپنے سامنے کیلئے کہا وہ چاروں بھی بیٹھ گئے۔ یوساف بیٹھا پھر کہنے لگا۔

”ابا اور سمولا دونوں اس سرائے میں نہیں ہیں۔ میں جب اس سرائے میں گیا تو پتا چلا کہ وہ یہاں سے چلے گئے ہیں۔ میں بڑا پریشان ہوا۔ کچھ دیر تک میں نے اندر گھومتے پھرتے جائزہ لیتا رہا کہ شاید مجھ سے کسی نے غلط بیانی کی ہو۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ شاید ان دونوں نے یہیں کہیں قیام کیا ہو اور مجھے نظر آجائیں۔ مجھے دکھائی نہیں دیئے جو اس بات کی علامت ہے کہ وہ اب اس سرائے میں نہیں ہیں۔“

یہ جان کر کہ وہ یہاں سے چلے گئے ہیں۔ میں بڑا افسردہ اور پریشان ہوا۔ میں یہ سمجھا رہا تھا کہ واپس آپ کو کیا جواب دوں گا۔ میں سرائے سے نکل کر چند ہی قدم چلا تھا کہ وہ درپردہ قوتیں جو ہر ضرورت کے وقت آپ کی مدد کرتی ہیں اور میں نے میرے ذریعے آپ کے ساتھ رابطہ قائم رکھا ہے ان کا ایک فرد مجھے مل گیا۔ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھا۔ ان کا چونکہ مخصوص لباس ہے۔ لہذا میں پہچان گیا۔ وہ میرے قریب آیا اور مجھے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

”اگر میں غلطی پر نہیں تو تم حبیب بن عثمان کیلئے ابراہا اور سمولا کی تلاش میں

جب میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ کہنے لگا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور سمولا دونوں تھوڑی دیر پہلے صیدا شہر سے صور کی طرف کوچ کر گئے ہیں۔ میں ان کے جاننے والے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ شاید اپنی آئندہ زندگی وہ صور شہر میں گزاریں گے۔ اس شخص کا یہ بھی کہنا تھا کہ ابراہا اور سمولا ابھی دور نہیں گئے۔

پ لوگ انہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کا تعاقب کریں وہ بڑی سست ردی صور شہر کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ اگر آپ تیزی سے ان لوگوں کا تعاقب کریں تو انہیں پکڑ سکتے ہیں۔ حبیب بن عثمان یہیں تک سننے پایا تھا کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے یوساف کو اشارہ کیا کہ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آتے ہیں اور پھر ایک زنجیر ان کے پار کھینچ دی جاتی ہے تاکہ رات کی تاریکی میں کوئی دشمن اس شہر پر حملہ آور نہ ہو۔

سمندر کے اندر یہ شہر کچھ اس طرح آباد ہے کہ شہر پناہ صرف سو گز تک تو خشک زمین پر ہے۔ باقی حصے کی بنیاد پانی کے اندر سے اٹھائی گئی ہے۔ پتھر تراش کر یہ دیواریں بنائی گئی ہیں اور ان کو سفیدی کے مسالے سے جوڑا گیا ہے کہ پانی ان کے اندر سراع نہ کر سکے۔

اس شہر میں جتنی بھی سرائے ہیں پانچ یا چھ منزلہ ہیں۔ پانی کے بہت سے فوارے بھی ہیں۔ بازار نہایت صاف دولت اور مال کی بڑی فروانی ہے۔ حقیقت میں شام کے سارے ساحلی شہروں میں صور کی ثروت و قوت مشہور ہے۔

اس شہر کے بازاروں میں قالینوں، پردوں، فانوسوں اور سونے چاندی کی قدیلوں کی کثرت ہے۔ خود آبادی بلندی پر واقع ہے۔ اس میں پہاڑوں سے پانی لاتے ہیں اور شہر کے دروازے تک نہر کی صحرائیں بنی ہوئی ہیں جن کے اندر سے شہر میں پانی پہنچتا ہے۔

قدیم روایتوں کا کہنا ہے کہ صور ساحل بحر کا بہت اچھا شہر ہے جس میں جہازوں کے ٹھہرنے کی لنگر گاہ اور چلنے کا مقام بنا ہوا ہے۔ یہ ایک مورچہ بند اور ایک پرانی بستی ہے اور اس کے تین طرف سمندر محیط ہے۔ مضافات میں ایک بڑی آبادی بھی بستی ہے۔ شیشے اور مٹی کی صراحیاں یہاں بہت بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک خاص قسم کا سفید کپڑا بھی یہاں بنتا ہے اور پھر ملک ملک برآمد کیا جاتا ہے جو نہایت باریک اور لاجواب بنا ہوتا ہے۔ قیمت میں بھی گراں ہے لیکن آس پاس کے ملکوں میں ایسا اچھا کپڑا بمشکل ہی بنتا ہوگا۔

قلیس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لئے کہ عین اسی وقت دروازے پر یوساف نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی حبیب بن عثمان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا۔ حبیب کی طرف دیکھتے ہوئے سعید، قلیس اور شاطر بھی اپنی جگہوں پر کھڑے رہے۔ یوساف اندر آیا ابھی وہ بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ حبیب بن عثمان نے اسے کر کے پوچھ لیا۔

”تم فوراً“ نیچے جاؤ اور سب کے لئے کھانا بیس لے آؤ۔ میرے لئے کھانا روٹیاں بھی لے آنا۔ کھانا کھانے کے بعد فوراً“ یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ برابا اور سمولا اپنے ساتھیوں کے ساتھ صور شہر میں داخل نہ ہوئے ہائے راستے ہی میں ہم ان سے ٹکرا جائیں۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر یوسف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ حبیب بن عثمان نے اسے پھر مخاطب کیا۔ ”یوسف رک جاؤ۔ اس طرح وقت ضائع ہوگا۔ ہم بھی تمہارے ساتھ چلے جائیں۔ کھانا وہیں کھالیں گے اس کے بعد سرائے والے کو ادائیگی کرنے کے بعد یہاں رہے تھے۔“

یوسف رک گیا۔ حبیب بن عثمان، سعید، قلیس اور شاطر چاروں اٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ سامنے کی طرف سے حبیب بن عثمان اور سعید نمودار ہوئے۔ اپنا سامان انہوں نے سمیٹ لیا۔ کمرے سے باہر آئے کتا ان کے پیچھے تھا۔ اس موقع پر سعید نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔ ”میرے عزیز بھائی کہیں بیار خانے میں جا کر انہوں نے کھانا کھایا۔ ادائیگی کی اصطبل میں داخل ہوئے۔ اپنے بھوکے یہ قلیس اور شاطر بھی ہمارے ساتھ دھوکہ کر رہے ہوں۔ دیکھو ہم تو گھوڑوں کو تیار کیا پھر وہ سرائے سے نکلے اور اس شاہراہ پر سفر کرنے لگے جو میدا پہنچ گئے ہیں لیکن وہ دونوں نہیں آئے سامنے وہ جو چھوٹا سا مختصر سا قافلہ آ رہا ہے صور کو جاتی تھی۔“

حبیب بن عثمان، سعید، قلیس اور شاطر چاروں صور کی طرف جانے والی شاہراہ پر بھائی مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ کہیں آپ کا زندان کے اندر جو قلیس اور پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ وہ لگ بھگ تین فرسنگ سے آگے لگے ساتھ جھگڑا ہوا تھا اس کا انتقام وہ یہاں نہ لیں اگر ایسا ہوا تو ہم دونوں ہوں گے کہ ایک بار پھر یوسف ان کے پاس آیا اور حبیب بن عثمان کو اطلاع دی کہ اس موقع پر حبیب بن عثمان کے چہرے پر زہریلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ برابا اور سمولا دونوں اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ صرف آدھ فرلانگ کے فاصلے پر اس موقع پر حبیب بن عثمان کے چہرے پر زہریلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ آگے جا رہے ہیں۔“

یوسف کی اس اطلاع پر وہ چاروں خوش ہو گئے تھے۔ اس موقع پر قلیس نے عزیز بھائی اول تو ایسا ممکن ہی نہیں مجھے قلیس اور شاطر سے ایسی امید نہیں حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔ ”ابن عثمان میرے بھائی اگر آپ برا نہ مانتے تو میں آپ کے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔“ حبیب بن عثمان نے اس کی طرف دیکھا۔ ”ہمارے ساتھ دھوکہ دی سے کام لینے کی کوشش کی تو یاد رکھنا وہ قوتیں جو منہ سے کچھ نہ بولا۔ اثبات میں گردن ہلا دی۔ تب قلیس پھر بول پڑا۔ ”بھائی میرے جیسا کہ یوسف بتا چکا ہے کہ برابا، سمولا اور اس کے ساتھی صرف آدھ فرلانگ کے فاصلے پر اس موقع پر حبیب بن عثمان کے چہرے پر زہریلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ آگے جا رہے ہیں۔“

کھڑے ہیں۔ پہاڑوں سے گھری اس وادی کے اندر ہم تمہارے ساتھ اپنا حساب بے باک کریں اور اس وادی کو تمہارے لئے موت کی وادی میں تبدیل کریں۔“  
برابا بد آموز گھوڑے کی طرح بھڑک اٹھا کھٹکے لگا۔

”سن مورکھ انسان تو اپنی بصارت دلیری اور بہادری بھی آزمانے آیا ہے تو کس جگہ ان کو مستانی بیابانوں کے اندر اور وہ بھی برابا جیسے زہریلے اور خونی مزاج رکھنے والے انسان کے سامنے۔“

تو مجھے کوئی بدیشی مسافر لگتا ہے جو میری ذات سے نا آشنا ہے اور اس طرح دھمکی آمیز لہجے میں میرے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ نوجوان قضا کو آواز نہ دو مرگ کی اس رسد گاہ میں جب میرے ساتھی محبوب اور پوشیدہ قوتوں کی طرح لاوا اگلنے والے آتش فشاں کی طرح تمہارے خلاف اٹھیں گے تو اے بد آموز اور کمینہ ذہنیت کے انسان تیری حالت میرے ساتھیوں کے سامنے شام کے سایوں اور تباہ کن طوفانوں میں گھرے نامکمل خاگوں جیسی ہو کر رہ جائے گی۔ میں تمہیں اب بھی مشورہ دوں گا کہ ہمال سے دفع ہو جاو ورنہ تیرا اور تیرے ساتھیوں کا انجام سرکئی لاشوں سے مختلف نہ ہوگا۔“

جب تک برابا بولتا رہا حبیب بن عثمان کی حالت بڑی تیزی سے تبدیل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ زرد آنکھوں والے چیتے کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ اس کی ہراساں آنکھوں میں ایسے سے رقص کرنے لگے تھے جیسے رات کے پچھلے پہر کے کنوارے لمحوں میں بھڑکتے شعلے بچ و تاب کھانے لگے ہوں۔ اس کی رگیں کھینچ نکلیں۔ چہرہ تانبا ہو گیا پھر وہ بھڑکتی ہوئی آواز میں بول اٹھا۔ ”لاریب برابا تو ایسی ہی بے حیثیت زیست کا بدترین اور غلیظ انسان ہے سن بندہ نا آبکار۔“

میں جانتا ہوں تو برابا ہے اور ڈس لینے والے سانپ جیسا زہریلا ہے پر یاد رکھنا کہ میں بھی نخلستانوں کا رہنے والا ہوں اور میرا باپ ساری عمر مجھے تیرے جیسے سانپوں سے کھیلنے کا فن ہی سکھاتا رہا۔ برابا تیغ زنی ہم عربوں کو ورثے میں ملتی ہے۔ موت سے ہم لوگ اس لئے نہیں ڈرتے کہ ہمارا خداوند قدوس پر ایمان ہے اور ہم جانتے ہیں کہ موت کا ایک دن معین ہے۔ جب وہ آتا ہے تو ٹلنے کا نہیں۔ برابا میں ابھی ننھا پچھ

سعید، حبیب بن عثمان کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اچانک ان کے بائیں جانب قلیس اور شاطر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نمودار ہوئے۔ ان کے پیچھے پیچھے یوسف تھا۔ حبیب بن عثمان نے پھر سعید کو مخاطب کیا۔

سعید میرے بھائی تمہارا اندازہ درست نہیں ہے دیکھو وہ دونوں آگے ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ یوسف بھی ہے۔ سعید خاموش رہا۔ قلیس، شاطر اور یوسف تین حبیب بن عثمان اور سعید کے پاس آن رکے اتنی دیر تک سامنے کی طرف سے ہلایا سمولا اور اس کے ساتھی بھی آگے تھے بالکل قریب آکر برابا جو ایک دیوبکر انسان تھا اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ سمولا بھی اپنے گھوڑے کو روک چکا تھا۔ ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے ان کے ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو روک دیا۔ تھوڑی دیر تک برابا اور سمولا بڑے عجب سے انداز میں حبیب بن عثمان، سعید، قلیس، شاطر اور یوسف کی طرف دیکھتا رہا پھر بلند آواز میں انہیں مخاطب کیا۔

”اجنبیو! تم ہمارے سامنے کیوں آن کھڑے ہوئے ہو۔ کیا تم نے ہماری راہ روک دی ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اپنے حق میں بہت برا کیا۔“

حبیب بن عثمان نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی اس کے چہرے پر بڑی زبردستی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے اپنے قریب ہی کھڑے یوسف کو مخاطب کیا۔  
”یوسف ذرا دھیمی سی آواز میں بتاؤ کہ ہم کون لوگ ہیں۔“

یوسف نے ایک بار سامنے دیکھا پھر اپنے گھوڑے کو مزید حبیب بن عثمان قریب لایا۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن عثمان جس شخص نے ہم لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔ یہ برابا ہے اس کے بائیں جانب اس کا ساتھی سمولا ہے۔ باقی چھ محافظ ان کے ساتھ ہیں۔ یوسف کی اس بات سے حبیب بن عثمان خوش ہو گیا تھا۔ ایک بار پھر اس نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی کتے کی طرف دیکھا جو برابر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی دم بٹا رہا تھا۔ پھر حبیب بن عثمان نے برابا کو مخاطب کیا۔

”برابا تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہم نے واقعی تمہاری راہ روک دی ہے۔ تمہارا ایک پرانا حساب ہے جو بے باک ہونے والا ہے میں چاہتا ہوں جس پر

ہوں۔ میرے باپ کو تیرے کہنے پر قتل کیا گیا۔ میری ماں کو اندھا کیا گیا۔ میرے باپ کا نام عثمان بن عبادہ تھا۔ تو یقیناً اس شخص کو جانتا ہے۔“

حبیب بن عثمان کے اس انکشاف پر برابا تھوڑی دیر تک قہقہہ لگاتا رہا۔ بڑا بولناک قہقہہ جس کی آواز کوستانی سلسلے کے اندر گونجتی رہی۔ پھر اس کی آواز سنائی دی۔

”سن بد بخت باب کے ذلیل بیٹے تو اپنے ان چار ساتھیوں کے ساتھ برابا سے انتقام لینے کیلئے قتل کیا ہے۔ تیرے باپ کو قتل کرنا میرے فرائض کی فہرست میں بالکل اوپر تھا۔ سو میں نے تیرے باپ کو قتل کروا دیا۔ تیری ماں کو اندھا کروا دیا یوں جانو میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔“

حبیب بن عثمان نے بھی اس سے زیادہ زہریلے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

”موت کی اس وادی میں جتنی بد بختیاں میں تیری اور سمولا کی جھولی میں ڈالوں گا۔ ان کا تو اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔“ برابا پھر غرا اٹھا۔

”برابا اور سمولا کا نام لینا آسان ہے لیکن ان سے ٹکرانا ناممکن نہیں تو حد درجہ مشکل ضرور ہے۔“

حبیب بن عثمان نے بھی جواب میں قہقہہ لگایا پھر بول اٹھا۔

”برابا یہ تو کونسا تمہارا تیسرا ساتھی زاہو کہاں ہے۔“ زاہو کا نام سن کر برابا بری طرح چونکا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

”تم زاہو کو کیسے جانتے ہو۔“

حبیب بن عثمان نے پھر کہنا شروع کیا۔

”برابا تم شیخیان تو بہت مارتے ہو اس وقت کو یاد کرو جب نبطیوں کے ہاتھوں نہیں اور شام کے بادشاہ حداد بن مدار کو شکست ہوئی اور میدان جنگ سے تو حداد بن مدار کے ساتھ شام کی طرف بھاگا لیکن تو ایسا بے وفا ایسا بے غیرت انسان ہے کہ حداد بن مدار کے ساتھ دمشق کی طرف جانے کے بجائے تو بائیں جانب مڑا اور صیدا شمر کی طرف چلا آیا۔ ظالم کے بچے میدان جنگ میں جس وقت انفرادی مقابلہ ہوا تو ت راست زاہو کے مقابلے میں حبیب بن عثمان ہی آیا تھا اور تو نے

ہی تھا کہ میرے باپ نے میرے ہاتھ میں تلوار تھمائی تب سے میری تربیت ہوتی رہی۔ دیکھ اب میں تیرے سامنے جوانی کی حالت میں ہوں۔ اتنا عرصہ تیغ زنی کرنے کے بعد کیا تو سمجھتا ہے کہ میں یوں ہی تیری راہ روک کر کھڑا ہوا ہوں۔ میں تو تجھے اجل کے طوفانوں کے درمیان کھڑا کر دوں گا۔“

برابا تیرا میرا حساب اسی وادی کے اندر بے باک ہو گا کسی دھوکے کسی فریب میں مت رہنا۔ وہ لمحے آن پہنچے جب میں قضا بن کر تم پر وارد ہوں گا۔ تجھے لمبے کی لگام چڑھاؤں گا۔ برابا تیرے خلاف میرے دل اور ذہن میں جو تباہ کاری ہے میرے سینے میں جو تیرے خلاف طوفان تلاطم برپا ہے وہ تیری اس دھمکی آمیز گفتگو سے قہم تو نہیں جائے گا۔ تو تو میری گم سمندہ خوشیوں کا سراغ ہے۔ تجھ سے انتقام لینا تو میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو کے جواب میں برابا واقعی ڈس لین والے سانپ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ حبیب بن عثمان کے خاموش ہونے پر فوراً بول پڑا۔

”سن بد بخت انسان برابا حیات کے پردے میں بھٹکتی جوش مارتی آبدار موت ہے۔ میں اور میرے ساتھی تو کالی صدیوں کے اندر بگولوں کی طرح سرگرداں بے باک شعلے ہیں۔ اگر تو افلاس کے ہاتھوں جینے سے بیزار ہے تو جا کسی اور کے ہاتھوں مراد اگر تو نہیں نلنے والا تو پھر تیری گردن تو ہم نے کاٹنی ہی ہے۔“

حبیب بن عثمان نے جواب میں قہقہہ لگایا پھر بولا پڑا۔

”سن تیرے جیسے بٹ مار پیٹ کے کتے ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ ٹکرا پھر دیکھ میں تیری غلیظ زندگی کو سلگتی فضا اور تیرے پر ہوس جذبوں کو آگ و خون کے ہجیان میں کیسے جھٹا کرتا ہوں۔“

برابا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”قبل اس کے کہ تیرا میرا حساب بے باک ہو بنا تو کون ہے۔ تو مجھ سے کس قسم کا انتقام لینا چاہتا ہے اپنا تعارف تو کہہ۔“

حبیب بن عثمان بھڑکتی کھولتی ہوئی آواز میں بول پڑا۔

”برابا میرا نام حبیب بن عثمان ہے۔ میں رقیم کے ایک نواحی نخلستان کا رہنے والا

کچھ ہمارے ساتھی ان کا کام تمام کرنے کیلئے تیر کھینچے ہوئے ہیں۔ ہماری طرف سے ایک اشارہ ملتے ہی انہیں چھلٹی کر کے رکھ دیں گے۔

برابا تو کوئی اتنا بڑا شمشیر زن ہے نہ جنگ آزمائے۔ صولت زن نہ تو کوئی پر قوت انسان ہے جو ہمیں اس طرح کی دھمکی دے۔ ہمارا امیر حبیب بن عثمان جو ہمارے ہانے کھڑا ہے موت کی مانند طاقتور اور فطرت کی پراسرار قوتوں جیسا جرات مند ہے۔

برابا! کوستانی سلسلے میں دھری ہوئی وادی ہمارے لئے نہیں تمہارے لئے موت کا میدان بنے گی۔ لکھ رکھو کہ اس وادی کے اندر ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بے حرارت اور بے حلاوت کریں گے۔“

قلیس خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک جب برابا کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تب قلیس دوبارہ بول پڑا۔

”برابا تم نے میری گفتگو کا جواب کیوں نہیں دیا۔ بولتے کیوں نہیں ہو کیا ہماری پشت پر ہمارے ساتھیوں کو دیکھ کر تم بے کراں المناکیوں کے سرسام کا شکار ہو گئے ہو یا ہماری آواز بند ہو گئی ہے۔ جو تم بول نہیں سکتے۔ تھوڑی دیر پہلے تم جنگاؤتی چیتی اندھیوں کی طرح ہمیں مخاطب کر رہے تھے۔ اب ایسے چپ اور خاموش ہو گئے ہو جیسے سرکش لہروں پر سکوت چھا جاتا ہے جیسے فضا کی سانسیں بوجھل ہو جاتی ہیں۔ بولو پہلے جیسا دھمکی آمیز لہجہ ہمارے خلاف استعمال کرو تاکہ ہم تمہارے خلاف اپنے انتقام کی ابتداء کریں۔“

برابا کچھ دیر تک اپنے گھوڑے پر بیٹھا سوچتا رہا پھر اپنے گھوڑے سے نیچے اتر گیا۔ چند قدم آگے بڑھا اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن عثمان کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم اپنے ساتھیوں کو موت کی منڈی میں نہ اعلیٰ۔ تیری میری دشمنی ہے میں اپنے ہتھیار ایک طرف پھینک دیتا ہوں تو بھی نہتا ہو جا دونوں ایک دوسرے سے انفرادی مقابلہ کرتے ہیں تو اپنی قوت آزما میں بھی تمہارے خلاف اپنا زور صرف کرتا ہوں۔ اس مقابلے میں اگر میں نے تجھے ہرا دیا تب تو میرے راستے کی دیوار نہیں بنے گا۔ اپنے ساتھیوں کو ہٹا لے گا۔ میری مرضی میں

دیکھا تھا کہ میں نے کس قدر آسانی کے ساتھ تیرے ساتھی ڈابو کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ حالانکہ تیرے اس بزدل کتے ساتھی نے مجھ سے شکست کھانے کے بعد میدان جنگ سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی لیکن تو نے دیکھا میں نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔ اس کا سر قلم کر کے رہا۔“

برابا کی آواز پھر سنائی دی۔

”تو پھر سن عثمان کے بیٹے اب پتا چلا تو کون ہے اور ہمارے ساتھ کس قسم کا حساب بے باک کرنا چاہتا ہے۔ پر تیری بد قسمتی تو ہمارے ساتھ حساب بے باک نہ کرنے پائے گا بلکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ موت سے ہلکنار ہو جائے گا۔ ذرا اپنے پیچھے نگاہ دوڑا۔“

حبیب بن عثمان، سعید، قلیس، شاطر اور یوسف نے جب پیچھے دیکھا تو ذرا فاصلے پر کچھ مسلح جوان اپنے گھوڑوں پر تیار کھڑے تھے۔ اس موقع پر برابا نے قہقہہ لگایا۔

”عثمان کے بیٹے میں یہ تو نہیں جانتا تھا کہ میرے تعاقب میں تو ہے لیکن میرے ساتھیوں نے بتا دیا تھا کہ کوئی قوت میرے پیچھے لگی ہوئی ہے سو میں محتاط تھا۔ اب دیکھ میری احتیاط نے تمہیں ایک طرح سے موت کے اندھے کنویں میں لاکھڑا کیا ہے۔“

عین اس موقع پر حبیب بن عثمان اور اس کے ساتھیوں کی پشت پر برابا کے جو مسلح جوان نمودار ہوئے تھے ان کے دائیں بائیں ذرا بلندی پر مسلح جوانوں کی دو بڑی بڑی ٹولیاں نمودار ہوئیں۔ ان کی کمر سے ان کی تلاواریں لٹک رہیں تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں جن کے چلے کھنچے ہوئے تھے جن پر تیر چڑھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر اچانک یوسف نے اپنے قریب کھڑے قلیس سے کچھ کہا۔ قلیس نے لمحہ بھر کیلئے پیچھے مڑ کر دیکھا اس کا رنگ غصے اور غضبناکی میں سرخ ہو گیا تھا۔ پھر اس نے برابا کو مخاطب کیا۔

”سن دشمنی کتے! تو کیا سمجھتا تھا کہ ہماری پشت پر اپنے ساتھیوں کو کھڑا کر کے تو ہمیں اپنے سامنے بے بس اور لاچار کر دے گا۔ ذرا اپنے ساتھیوں کے، اس، بائیں



طرح انہیں کھیتوں کی مٹی، کھلیانوں کے تنکے کی طرح اڑتا چلا جاؤں اور ان کے دل  
نہ دھڑکنوں کو بے ربط کرتے ہوئے ان کے نفس کو لرزشوں میں سوتا چلا جاؤں۔  
”میرے اللہ میں آپ کا ایک عاجز اور خاکسار بندہ ہوں۔ ضرورت کے وقت  
بندہ آپ ہی کے سامنے دست طلب دراز کیا ہے۔ اس موقع پر بھی جبکہ دشمن میرے  
سامنے موت بن کر ٹانگ جھانک کرنے والا ہے۔ میں آپ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ  
اس بدترین دشمن کے سامنے مجھے کامیاب اور کامران رکھنا۔“

دعا مانگنے کے بعد حبیب بن عثمان پرسکون ہو گیا تھا۔ پھر وہ اس وقت چونکا جب  
برابا آگے بڑھا تھا۔ حبیب بن عثمان بھی چھاتی تانے ہوئے آگے بڑھا تھا۔ جب وہ برابا  
کے قریب گیا تو چونکا اس نے دیکھا اس کا کتا اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ وہ بڑے  
عجب سے انداز میں برابا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دم ہلا رہا تھا۔ حبیب بن عثمان کے  
چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے کتنے کو اپنی دو اگلیوں کا مخصوص اشارہ کیا  
جس پر کتا ذرا پیچھے ہٹا اور پرسکون ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

قریب آنے کے بعد برابا نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔  
”ابن عثمان مقابلے کی ابتداء تو کرے گا یا مجھے کرنی ہے۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر بڑی پرسکون سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اس لئے کہ  
وہ اپنے خداوند قدوس کے ساتھ عمد کرچکا تھا پھر وہ کہنے لگا۔  
”برابا ابتداء تو ہی کر۔“

برابا آگے بڑھا تھوڑا سا فضا میں اچھلا ایک زور دار مکہ اس نے حبیب بن عثمان  
کے شانے پر مارا تھا۔ حبیب بن عثمان نے اپنا دفاع نہیں کیا بلکہ پرسکون کھڑا رہا۔ جس  
وقت برابا کا مکہ اس کے شانے پر پڑا اس وقت درد کی شدت سے وہ تھوڑا سا جھکا  
نور تھا پھر حبیب بن عثمان نے برابا کو مخاطب کیا۔

”برابا میں ہتھوڑے کی طرح برسنے والے تیرے اس مکے کو فضا میں روک بھی  
سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں تیرا پہلا مکہ کھانا چاہتا تھا تاکہ میں پوری طرح  
تیرے خلاف ہوا کی جھتکا ہو جاؤں۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ کا برابا نے کوئی جواب نہ دیا اس نے پھر اپنا مکہ

جہاں چاہوں چلا جاؤں اور اگر اس انفرادی مقابلے میں تو نے مجھے زیر اور مات کر لیا  
ہے تو پھر تیرے اختیار میں ہے تو جو چاہے میرے اور میرے ساتھیوں کے ساتھ  
سلوک کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر تو جوان مرد ہے تو میرے مقابلے کی اس دعوت  
کو قبول کرے گا۔“

حبیب بن عثمان کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے برابا نے اپنے  
ہتھیاروں کی چرمی بیٹی اتار کر دور پھینک دی تھی۔ حبیب بن عثمان بھی اپنے گھوڑے  
سے نیچے اتار اپنے ہتھیار اتر کر اس نے اپنے گھوڑے کی زین پر رکھ دیئے۔ ایک بار  
اس نے آسمان کی طرف دیکھا پھر اپنے خداوند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا  
تھا۔

”میرے اللہ میرے مالک میں اپنے کرب آشنا دل کی ساری میٹھی تڑپ کے ساتھ  
تیرے سامنے اپنی دعا کے حوف پیش کرتا ہوں۔ میرے مالک شیطان کی طرح سیاہ اور  
تخریب کا پیا سا میرا بدترین دشمن میرے سامنے ہے اور شیطانوں کے سامنے تیرے ہی  
در پر پناہ مل سکتی ہے۔ میرے اللہ میری مدد فرما کہ میں فطرت کے گیتوں کا نوحہ بن کر  
بلوغت کے موڑ پر کھڑے ہو کر، ان خبیث شیطانوں کیلئے اذیتوں کا شمشان بن جاؤں۔  
میرے اللہ گلوں کے نغمے ستاروں کے گیت صرف تیرے دم سے ہیں۔ آدمی رات  
کے آسمان پر تابندہ ستاروں کے گیت صرف تیرے دم سے ہیں۔ آدمی رات کے  
آسمان پر تابندہ ستاروں کی سرگوشیاں اور دنیا کے انتہا و آغاز کی ساری ابدی صداقتیں  
میرے اللہ صرف تیرے حکم کے تحت ہی قائم و دائم ہیں۔ میرے اللہ درندوں کی طرح  
دھاڑتا میرا دشمن میرے سامنے ہے مجھے توفیق دے میں آتش لہروں کی سرسراہٹ کی  
طرح اس کے چہرے کو جھلساتا چلا جاؤں۔“

میرے مالک اس قافلہ ارتقائے انسانی میں صرف آپ کی ذات ہے جس کے  
سامنے دست طلب دراز کیا جاسکتا ہے۔ اللہ پاک آپ ہی بھلکے قافلوں کی راہنمائی  
کرنے والے ہیں۔ میرے مولا میری مدد فرما کہ میں اپنے دشمن کو جانوروں کی طرح  
بانک دوں اور اس کی غلیظ خواہشوں کے شہستانوں میں شعلوں کے رقص کی طرح  
داخل ہو جاؤں۔ میرے مالک میری نصرت فرما کہ میں کسی گرم تند آتش فشاں طوفان کی

حبیب بن عثمان پر اب غصہ پوری طرح سوار تھا۔ ایک طرف سے آگے بڑھا ہانک وہ سمولا پر وارد ہوا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے سمولا کو اس نے نیچے کھینچا پھر اس پر ایسی مکوں کی بارش کی کہ سمولا سنبھل ہی نہ سکا اور وہ اپنے دفاع میں اپنے ہاتھوں کو حرکت میں بھی نہ لاسکا اور حبیب بن عثمان نے اسے مار مار کر ادھ مویا کر دیا۔ پھر اسے فضا میں اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا۔ فضا میں بلند کرتے ہوئے خوب زور کے ساتھ برابر پر پٹخ دیا تھا۔ دونوں چلا اٹھے تھے۔

جس وقت حبیب بن عثمان نے سمولا اور برابر کو اپنے سامنے بے بس کر دیا تھا تب تیس اور یوسف کے درمیان سرگوشی ہوئی جس کے جواب میں یوسف نے پشت پر کھڑے ساتھیوں کو کوئی اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ملنا تھا کہ دو گردہوں میں سے ایک گردہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتا ہوا یوسف کے قریب آگیا۔ دوسرے گردہ نے ایسی تیر اندازی کی کہ حبیب بن عثمان اور اس کے ساتھیوں کی پشت پر جو برابر کے ساتھی نمودار ہوئے تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

ساتھیوں کا دوسرا گردہ جو یوسف کے قریب آکر کھڑا ہوا تھا اور جو سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے اور چروں پر سفید رنگ کے انہوں نے ڈھانے باندھ رکھے تھے۔ قریب آکر انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا پھر وہ سامنے کھڑے برابر اور سمولا کے ساتھیوں پر حملہ آور ہوئے اور لمحوں کے اندر انہیں موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا۔

حبیب بن عثمان نے جب دیکھا کہ سمولا اور برابر مقابلے کیلئے اٹھتے نہیں تو وہ آگے بڑھا سمولا کی جو ہتھیاروں کی چوٹی تھی وہ اس نے اتارتے ہوئے تیس اور شاپر کی طرف پھینک دی۔ پھر اس نے دونوں کو پاؤں کی ٹھوک ماری اور اٹھنے کیلئے کہا۔

برابر اور سمولا دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ کچھ دیر تک بڑی بے بسی سے وہ حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کے سب ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر برابر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”حبیب بن عثمان میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو طوفانوں سا طاقتور اور

حرکت میں لاتے ہوئے جب حبیب بن عثمان کے اسی شانے کو ہدف بنانا چاہتا رہا حبیب بن عثمان نے فضا میں اٹھا ہوا اس کا بازو پکڑا پھر ایسی قوت ایسے زور کا مکہ اس نے برابر کے جڑے کے نچلے حصے پر لگایا تھا کہ برابر کراہتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

جلد ہی برابر سنبھل گیا۔ سیدھا کھڑا ہوا اور دوبارہ حبیب بن عثمان پر ضرب لگانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ اب دونوں طوفانی صورتحال اختیار کر چکے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر مکوں کی بارش شروع کر دی تھی۔ کچھ دیر تک ایسا ہی سنا رہا پھر ایک موقع پر حبیب بن عثمان برابر کے برسنے والے مکے کو اپنے بازو پر روکا پھر دائیں ہاتھ کا زور دار مکہ برابر کے ناک پر اس زور سے مارا کہ برابر بوکھلا سا گیا۔ چکرا گیا۔ سر کو جھٹک کر پیچھے ہٹا جو نہی پیچھے ہٹا حبیب بن عثمان تیزی سے آگے بڑھا پہلے سے بھی زیادہ قوت کے ساتھ مکہ اس نے برابر کی گردن کے پیچھے حصے پر مارا تھا برابر جھک گیا تھا۔“

دوسری جانب حبیب بن عثمان کا کتا وہیں بیٹھا تھا جہاں حبیب بن عثمان نے اسے اشارہ کیا تھا۔ تاہم زمین پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے اپنے دونوں بازو اپنے سامنے پھیلا رکھے تھے۔ دم کو بار بار ہلا رہا تھا۔ ہلکی ہلکی آواز میں غرا رہا تھا۔ شاید حبیب بن عثمان کیلئے یہ کوئی پیغام تھا۔

حبیب بن عثمان نے پھر ہاتھ کے اشارے سے کتے کو اپنا کوئی پیغام دیا جسے سن کر کتے نے تھوڑی دیر کیلئے تیزی سے دم ہلائی پھر وہ پرسکون سا ہو گیا تھا۔

حبیب بن عثمان پھر برابر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

برابر اب پوری طرح حبیب بن عثمان کے سامنے بے بس دکھائی دے رہا تھا۔ جو نہی حبیب بن عثمان اس پر ضرب لگاتا وہ لڑکھڑانے لگتا۔

برابر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان پر پوری طرح وحشت اور بربریت چھا گئی تھی۔ ایک موقع پر اس کا مکہ کھانے کے بعد برابر جب دوہرا ہوا تو اپنے دونوں ہاتھ اس نے فضا میں بلند کئے۔ پھر ایک ساتھ دائیں اور بائیں ہاتھ کے دونوں کے اس نے اس قوت کے ساتھ برابر کی پیٹھ پر مارے کہ برابر بری طرح کراہتا ہوا زمین پر گرا اور لیٹ کر آہ و زاری کرنے لگا تھا۔

بصارت سے محروم کیا۔

پھر حبیب بن عثمان پیچھے ہٹا۔ اچانک اسے کوئی خیال گزرا رکا برابا کے ہتھیار کی بیٹی اس نے اٹھائی۔ اپنے گھوڑے کی طرف گیا۔ وہاں سمولا کے ہتھیاروں کی پٹی پڑی ہوئی تھی۔ دونوں پٹیاں اس نے شاطر کو تھما دیں۔ پھر اس نے ان گنہگار مجاہدوں کی طرف دیکھا جو ہمیشہ ضرورت کے وقت اس کی مدد کو پہنچتے تھے۔ پھر قدرے بلند آواز سے حبیب بن عثمان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”خلوص اور جانثاری کی تاریخ اپنے لوہے لکھنے والے جانثاروں، سرفروشی کی ندلیں روشن کرنے والے مجاہدوں، شعور تب و تاب رکھنے والے دیدہ وروا، زمین کا کر بند پکڑ کر ہلا دینے والے نا آشنا رفیقو! تم ہمیشہ بجلیوں کے گواروں اور دفاع کے ثواب کا قب کی طرح ضرورت کے وقت میری مدد کو پہنچے۔ میرے دل و دماغ ہمیشہ تمہارے ہی متعلق سوچتے رہتے ہیں۔

میرے ذہن میں ہمیشہ یہی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں کہ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو، تمہارا تعلق کن سر زمینوں سے ہے۔ تم کیوں اور کس کے کہنے پر شاہینوں کی طرح میری مدد کے لئے پہنچ جاتے ہو۔

میں تم لوگوں کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ تم لوگوں نے ہمیشہ اذیتوں کے بھنور اور خطرات کے گرداب میں ریگ اور صرصر کے طوفانوں اور امیدوں کے سورج کی طرح میری مدد کی۔ بے قرار تپتے حالات میں ہمیشہ تم میرے سامنے آئے اور لمحوں کے اندر زخموں کی زنجیریں اور بے صلہ زخم لگا دینے والے مجاہدوں کی طرح میری مدد کے آتی جاتی رتوں کی طرح غائب ہو گئے۔

تم کب تک گمنام رہ کر میرے دشمنوں کے خلاف قربانیت کا اظہار اور تشنگی کا نشان بننے رہو گے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ آج تم مجھے بتاؤ تمہارا میرے ساتھ کیا رشتہ، کیا رابطہ ہے۔ تم کون ہو، کہاں سے آتے ہو، کن سر زمینوں سے تمہارا تعلق ہے۔ کس کے کہنے پر میری مدد کرتے ہوئے اپنی جانوں کو خطرات میں ڈالتے ہو، کیوں تم لوگ اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے میری حفاظت کا سامان کرتے

نا قابل تسخیر بگولا سمجھتا تھا لیکن آج پتا چلا کہ تم ہم سے بھی زیادہ تند اور تیز طوفان ثابت ہوئے۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ تو نے ہمارے سارے ساتھیوں کا خاتمہ کرا دیا۔ اب ہمیں زیادہ کیوں ترپانا ہے۔ میں جانتا ہوں تو ہم دونوں سے انتقام لے گا اور ہماری گردنیں کاٹے گا۔ لہذا دیر نہ لگا ہماری گردنیں کاٹ اور اپنے انتقام کی تکمیل کر۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کچھ دیر وہ خاموش رہا۔ بڑے غور سے برابا اور سمولا کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور برابا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”برابا اب مجھ سے مار کھانے کے بعد یکایک تیرے اظہار کا پیمانہ کیوں تبدیل ہو گیا ہے۔ اس مقابلے سے پہلے تو تباہی کی آگ سے کھردرے لہجے اور گریبان شک کرتی طوفانی یلغار کے سے انداز میں گفتگو کرتا تھا۔ اب تھکے مرجھائے لہجے اور مٹھی گھٹی سی آواز میں کیوں گفتگو کرتا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تو، تو زندگی کی تاریک شب میں بے چین شراروں کے خوش کی طرح مجھے دھمکیاں دیتا تھا۔ اب تیری آواز سردی کی طویل رات میں ٹٹماتے چراغوں جیسی کیوں ہو گئی ہے۔ تیرے فکر کی وہ پہلی اڑانیں تیرا وہ کھردرا تھپتا لہجہ کہاں گیا۔ تو نے کیوں اپنے آپ پر بے چارگی طاری کر لی ہے۔ میرے ساتھ وہی پہلے جیسا آتش زنی اور خون ریزی اور مہیب و وحشی انسانوں سا رویہ اختیار کرنا کہ میں ایک بار پھر تجھ پر وارد ہوں اور تجھ پر ثابت کوں کہ میں تیرے ساتھی زابو کا قاتل بیک وقت تم سے اور سمولا سے منٹ سکتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو کا جواب برابا اور سمولا میں سے کسی نے نہ دیا۔ کچھ دیر تک وہ گردنیں جھکائے کھڑے رہے۔ اس کے بعد برابا نے پھر حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا اور ٹوٹتی بکھرتی آواز میں اسے مخاطب کیا۔

”میں جانتا ہوں ہم دونوں تمہارے سامنے اس وقت بے بس ہیں۔ لہذا تو جو چاہے ہمارے ساتھ سلوک کر۔ تجھے اس کا حق پہنچتا ہے۔“

حبیب بن عثمان نے برابا کی بات کاٹ دی۔ برابا میں تمہیں یہاں قتل نہیں کوں گا میں تجھے اسی نخلستان میں لیکر جاؤں گا جہاں میرے باپ کو تو نے قتل اور میری ماں

ہنے ساتھ لے جائیں۔ یوسف کو بھی ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ ان سارے ٹوڑوں کو یوسف رقیم شہر میں پہنچا دے گا۔ یہ گھوڑے لشکر میں کام آئیں گے۔ میں چاہتا ہوں آپ برابر اور سولا دونوں کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ ان کو لیکر آپ رقیم نہیں اپنے نخلستان کا رخ کریں گے۔“

کننے والا رک گیا۔ حبیب بن عثمان نے تھوڑی دیر تک شکر گزار انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”تم گھوڑوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس طرح ہمارے لئے آسانی ہو جائے گی۔ ان گھوڑوں کو سنبھالنا ہم چاروں کیلئے مشکل ہو جائے گا۔ صرف برابر اور سولا کے گھوڑے رہنے دو انہی پر بٹھا کر ہم انہیں ساتھ لیکر جائیں گے۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ نوجوان جو اس سے مخاطب ہوا تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا جس پر مرنے والوں کے سارے گھوڑوں کو انہوں نے ہانک لیا۔ سولا اور برابر کا گھوڑا وہیں رہنے دیا گیا پھر وہ وہاں سے بڑے پشت کی جانب وہاں گئے جہاں ان کے دوسرے ساتھی کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے بعد برابر کے ساتھی وہاں مڑے تھے ان سب کے گھوڑوں کو بھی انہوں نے ہانکا تھا۔ اس کے بعد وہ کوستانی سلسلے کے اندر حبیب اور اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔

ان سب کے جانے کے بعد حبیب بن عثمان برابر اور سولا جو اپنی جگہ بے بس اور مجبور کھڑے تھے ان کی طرف مڑا۔ انہیں مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ برابر نے اسے مخاطب کر لیا۔

”ابن عثمان میں جانتا ہوں تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ہم سے اپنا انتقام لے لے گا۔ پر اس انتقام کو لینے میں تم دیر کیوں کرتے ہو۔ اپنی تلوار بے نیام کرو اور ہماری گردنیں کاٹ کر ہمیں انتظار کی اذیت سے آزاد کرو۔“

حبیب بن عثمان نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا پھر برابر کو مخاطب کیا۔

”برابر! میں سمجھتا تھا تم بڑے صابر اور دلیر شخص ہو گے لیکن تم تو مجھے لومڑی کی طرح بزدل دکھائی دے رہے ہو۔ زندگی بھر تم لوگوں کا قتل عام کرتے رہے، لوٹ مار سے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اب جبکہ وقت تمہارے کارناموں کو تم ہی دہرانے

حبیب بن عثمان خاموش ہوا تو ان میں سے ایک بھاری بھر کم آواز میں بول پڑا۔

”امیر حبیب بن عثمان یوں جانیں ہم آپ کے عقیدت مند ہیں۔ ہم پر مبر آنا پابندیاں ہیں جن کی بناء پر ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ ہم کون ہیں۔ کہاں سے آتے ہیں، کیسے آپ پر نگاہ رکھتے ہیں اور جو کام ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے یہ کام کس نے ہمارے سپرد کر رکھا ہے لیکن آپ سے کا انتظار کریں۔“

عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ قریب اور بعید کا امتیاز ختم ہو جائے گا۔ ہوس پرستی کے سب سے تمام ہو جائیں گے۔ آپ اپنے ذہن میں ایک بات محفوظ رکھیں کہ ہم سب آپ کے تحفظ کا شائق ہیں آپ کی رفافتوں کا فروغ اور آپ کیلئے اراستندی کی محنت کا جمال ہیں۔ بس اس کے علاوہ نہ میں کچھ کہہ سکتا ہوں نہ مجھے کہنے کی اجازت ہے۔ جب مجھے اجازت ملی کہ ہم آپ پر یہ ظاہر کر دیں کہ ہم کون ہیں کیوں آپ کی مدد کرتے ہیں تو امیر حبیب بن عثمان آپ یقین جاننے میں اپنا آپ ظاہر کرنے کیلئے ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کروں گا۔

وہ مجاہد اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ ان کا جواب سن کر حبیب بن عثمان کی گردن جھکی رہی۔ وہ بیچارہ گہری سوچوں میں غرق تھا۔ اس موقع پر سعید قلیس اور شاطر تینوں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ حبیب بن عثمان نے اپنی گردن سیدھی کی اور ان مجاہدوں کو اس نے دوبارہ مخاطب کیا۔

بہر حال اگر فی الوقت تم پر کوئی صبر آزما پابندیاں ہیں یا کسی مصلحت کے تحت تم مجھ پر اپنی ذات کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تو نہ سہی اس کے باوجود میں حبیب بن عثمان تمہاری جانثاری تمہارے خلوص کو سلام کرتا ہوں۔ میری خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ تمہاری سرفروشی تمہاری عزت اور عظمت میں اور اضافہ کرے۔

اس پر مجاہدوں کا وہ ساتھی جس نے پہلے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا تھا اس نے بلند آواز میں حبیب بن عثمان کا شکریہ ادا کیا پھر وہ اپنے گھوڑوں کی باگ موڑنا ہی چاہتا تھا کہ اسے کچھ خیال گزرا۔ دوبارہ اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”اے امیر! میں آپ سے ایک بات تو کہنا ہی بھول گیا۔ برابر کے سارے ساتھی جو یہاں اور ہماری پشت پر مڑے ہیں اگر اجازت دیں تو ان سب کے گھوڑوں کو ہم

لگا ہے جو کھیل تم ماضی میں کھیلتے رہے ہو وہی کھیل تمہارے ساتھ کھیلا جائے گا۔  
تو بے صبری کا اظہار کیوں کرتے ہو۔ تحمل سے کام لو جس اذیت جس عذاب سے تم  
دوسروں کو گزارتے رہے ہو اس عذاب سے تم بھی صبر کے ساتھ گزرتا۔“

برابا میں تم دونوں کو یہاں قتل نہیں کروں گا۔ تمہیں اپنے ساتھ اپنے نخلستان  
لیکر جاؤں گا وہاں تمہیں میں عبرت کا نشانہ بناؤں گا تاکہ لوگوں کو خبر ہو کہ بے گناہ  
لوگوں کا قتل عام کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔“

اس کے بعد حبیب بن عثمان نے اپنا رخ بدلا۔ سعید اور قلیس کو مخاطب کیا۔  
”عزیزو آگے بڑھو ان کے چڑے کی پیٹیوں سے ہتھیار نکال لو۔ ان کی پیٹیاں  
ان کی کمر پر باندھ دو انہیں ان کے گھوڑوں پر سوار کراؤ پھر ان کی پیٹیاں پشت کی  
طرف سے مضبوط رسی ڈال کر زین کے ساتھ باندھ دو تاکہ اپنی مرضی کے مطابق یہ  
اپنے گھوڑے سے اتر نہ سکیں۔ اس کے بعد ان دونوں کے گھوڑوں کی لگائیں اپنے  
گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ لو۔ تم دونوں آگے آگے ہو گے میں اور شاطر پیچھے  
ہوں گے تاکہ ان پر نگاہ رکھ سکیں۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی سعید اور قلیس بڑی برق رفتاری سے حرکت میں آئے۔  
برابا اور سمولا کی دونوں کی چڑی پیٹیاں اٹھائیں۔ انہیں اسلحہ سے محروم کیا۔ پیٹیاں  
ان کی کمر سے باندھیں۔ دونوں کو گھوڑوں پر بٹھایا پشت کی جانب سے ان کی پیٹیوں  
میں رسی ڈال کر زین کے ساتھ کس کر باندھ دی گئیں۔ پھر انکے گھوڑوں کی لگائیں  
سعید اور قلیس نے اپنے گھوڑوں کی زینوں سے باندھ لیں۔ اپنے گھوڑوں پر سوار  
ہوئے اور ہانک دیا۔ اس طرح آگے آگے سعید اور قلیس برابا اور سمولا کو لیکر چلے  
ان کے پیچھے پیچھے نگرانی کیلئے حبیب بن عثمان اور شاطر ہو لئے تھے۔

تھوڑا آگے جا کر اچانک برابا کو کچھ خیال گزرا۔ مڑ کر پیچھے دیکھا اور حبیب بن  
عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن عثمان تم نے حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ تم خود ہماری رہائی کا سامان کر رہے  
ہو۔ راستے میں میرے ادھر ادھر بکھرے ہوئے ساتھی جب یہ خبر پا گئے کہ تم نے مجھے  
اور سمولا کو گرفتار کیا ہے تو یاد رکھنا وہ تم پر ایسے انداز میں حملہ آور ہوں گے کہ تم

ب کو خون میں نہلا دیں گے۔ اس لئے اب بھی موقع ہے مجھے اور سمولا کو چھوڑ دو۔  
اپنی راہ لو نہ ہم تم سے کوئی غرض رکھتے ہیں نہ تم ہم سے کوئی تعرض کرتا۔ رہی بات  
نظام کی تو اسے بھول جاؤ جو کچھ ہوتا تھا ہو چکا اس لئے کہ اگر ہم نے تمہارے باپ کو  
قتل کیا اور تمہاری ماں کو بصارت سے محروم کیا تو تم یہ نہیں سوچتے کہ تم نے  
ہم سے کتنے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کیا یہ بات انتقام لینے سے کم تو نہیں  
ہے۔“

حبیب بن عثمان برابا کی اس بات کا کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے  
ی قلیس مڑا اور غراتے ہوئے لہجے میں اس نے برابا کو مخاطب کیا۔

”برابا تم جانتے ہو، اول تو تمہارا کوئی بکھرا بھٹکا ہوا ساتھی ہم پر حملہ آور ہونے کی  
بات نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود ایک بات یاد رکھنا اگر تمہارے کسی گروہ نے ہم  
پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو یاد رکھنا کوہستانی سلسلے کے اندر وہ درپردہ لوگ جو  
ہانک ہماری مدد کو پہنچے تھے وہ قدم قدم پر لمحہ بہ لمحہ ہم پر نگاہ رکھیں گے اور ہماری  
خفاقت کا انتظام کریں گے۔ یاد رکھنا وہ ہمارے لئے ہمارے راستوں کو صاف کرتے  
پلے جائیں گے۔ وہ ایسے مجاہد ہیں کہ ہماری پاسبانی ہماری حفاظت کیلئے اپنے خون کا  
آزی قطرہ تک بہا سکتے ہیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کوہستانی سلسلے میں  
نیم شمر کے نواحی نخلستانوں تک تمہاری کوئی بھی قوت نہ ہمارے سامنے آئے گی نہ  
نہ راستہ روکنے کی جرات کر سکے گی۔ اس لئے کہ پوشیدہ رہ کر ہماری حفاظت کرنے  
والے مجاہد ایسی ساری قوتوں کا صفایا کرتے چلے جائیں گے۔ اب بولو تم کیا کہنا چاہتے

برابا نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا سفر خاموشی سے جاری رہا۔



ان کی مدد کیلئے بھیجا جا رہا ہے۔ اپنے طور پر بھی وہ ایک لشکر تیار کریں۔ اس طرح ایک بھرپور قوت کے ساتھ دونوں لشکروں کو یکجا کر کے صحرائے سینا کے راستے بطنوں سے جنگ کرنے کیلئے بڑھیں اور مشترکہ لشکر کی کمانڈری مصر میں رومنوں کے وزیر گالس کو سوئی گئی تھی جبکہ مصر میں گالس کے سپہ سالار سٹرابو کو نائب مقرر کیا گیا تھا۔

ساتھ ہی رومنوں کے شہنشاہ ٹائبرس نے تیز رفتار قاصد ہیروڈیس کی طرف روانہ کئے اور اسے اطلاع دی کہ اس کی مدد کیلئے رومنوں کے دو لشکر آرہے ہیں۔ لہذا ان سے رابطہ قائم کرے اور ہر صورت میں بطنیوں کو شکست دینے کی کوشش کرے۔ بحری بیڑے کے ذریعے جو دوسرا لشکر روانہ کیا گیا تھا اس نے بحری بیڑے کے ساتھ سیدھا ایلہ کی بندرگاہ کا رخ کیا۔

اب ٹائبرس کی حکمت عملی یہ تھی کہ ایک لشکر مصر سے گالس اور سٹرابو کی کمانڈری میں صحرائے سینا سے ہوتا ہوا آگے بڑھے۔ ایک لشکر براہ راست بحری بیڑے کے ذریعے ایلہ کی بندرگاہ کا رخ کرے۔ عین اس وقت ہیروڈیس بھی اپنے لشکر کے ساتھ نکلے۔ اس طرح رومنوں کا شہنشاہ ٹائبرس چاہتا تھا کہ تین مختلف سمتوں سے تین بیڑے لشکر بطنیوں کے مرکزی شہر کا رخ کریں۔ شہر کا گھیراؤ کریں اور ہر صورت میں بطنیوں کو اپنے سامنے جھکانے کی کوشش کریں۔ ادھر بطنی طالیہ گر اور جاسوس نے بھوکے پرندوں کی طرح اپنے دشمنوں کے ارد گرد منڈلاتے پھر رہے تھے۔ بطنی طالیہ گر مصر کے اندر دور تک اپنی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ لہذا رومنوں کے شہنشاہ ٹائبرس نے جو لشکر بطنیوں کو زیر کرنے کیلئے روانہ کئے تھے اس کی خبریں نہ طالیہ گروں نے اپنے بادشاہ حارث تک پہنچا دی۔ انھیں۔ لہذا حارث دشمن سے لڑنے کیلئے محتاط اور تیار ہو گیا تھا۔



حبیب بن عثمان ایک روز سعید قلیس اور شاطر کے ساتھ اپنے نخلستان میں گئے۔ اور سمولا دونوں اس کے ساتھ تھے۔

رومنوں کے شہنشاہ ٹائبرس کو جب یہ خبریں پہنچیں کہ بطنیوں کے بادشاہ حارث نے پہلے گالس سٹرابو اور ہیروڈیس کے مشترکہ لشکر کو بدترین شکست دی۔ گالس اور سٹرابو مصر کی طرف بھاگ گئے جبکہ ہیروڈیس ذلت آمیز شکست اٹھا کر اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد رومن شہنشاہ کے پاس یہ خبر بھی پہنچی کہ بطنیوں کے بادشاہ حارث نے رومنوں کے حلیف اور شام کے بادشاہ حداد بن مدار کو بدترین شکست دی۔ حداد بن مدار کا خاتمہ کر دیا اور دمشق پر قبضہ کر لیا۔

ان خبروں نے رومنوں کے شہنشاہ ٹائبرس اور سلطنت کے اکابرین کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ یہ سوچنے لگے تھے کہ اگر بطنی اسی طرح اپنی عسکری طاقت اور قوت کو بڑھاتے رہے تو وہ انطاکیہ کے علاوہ فلسطین میں رومنوں کے مفادات کی بساط لپیٹ کر رکھ دیں گے۔ انہیں یہ بھی خطرہ ہو گیا تھا کہ اگر بطنیوں نے مزید پھیلنے کی کوشش کی تو وہ انہیں مصر جیسی سرزمین سے بھی محروم کر سکتے ہیں۔

جب یکے بعد دیگرے ٹائبرس کے پاس 'گالس'، 'سٹرابو'، 'ہیروڈیس' اور 'حداد بن مدار' کی بدترین شکست کی خبریں پہنچیں تو اس نے سب سے پہلے اپنے عمائدین سلطنت سے مشورہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے چیدہ چیدہ جرنیلوں کی ایک مجلس طلب کی۔ اس میں صلاح مشورے ہوئے۔ ان سارے صلاح مشوروں کے نتیجے میں ٹائبرس نے بطنیوں کے خلاف حرکت میں آنے کا تہیہ کر لیا۔

ایک بہت بڑا بحری بیڑا ٹائبرس نے مصر کی طرف روانہ کیا۔ اس بحری بیڑے کے اندر دو لشکر تھے۔ ایک لشکر کیلئے حکم تھا کہ وہ مصر میں اتر جائے گا اور جنگی کے راستے صحرائے سینا کو عبور کرتے ہوئے فلسطین کا رخ کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے مصر میں اپنے حاکم گالس اور اس کے جرنیل سٹرابو کو حکم دیا تھا کہ جو ایک لشکر روم

”میرے بیٹے میرے بچے تو نے اپنی کامیابی کو حاصل کر کے میری روح کو جگمگا پایا۔ میرے کھن لحوں کو پکھلا کر رکھ دیا ہے۔ لاریب تو نے میرے لئے اس گھٹاؤپ بھروسہ کی شب کا کام تمام کر دیا ہے جو اندھے خیالات کی ختم ریزی کرتی تھی۔ میں رب ذوالجلال کی مننون اور شکر گزار ہوں جس نے تمہیں اس بے کتران اور بے باں مہم اور شعلہ فشاں آتش جیسی منزل میں کامیاب اور کامران رکھا۔

میرے بیٹے تو نے اپنی کارگزاری سے میرے ماضی اور حال کو روشن مستقبل سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ میرے فرزند تو میری مانتا کے آسمان پر ٹھنڈی کرنیں بکھیرتا مہتاب ساون بھادوں کا رنگ صحرا میں کھلتا پھول ہے۔

تیرے باپ کے لو کی لکیریں میرے لئے ہر روز سکتے تڑپتے الفاظ کی داستانیں ہم کرتی تھیں۔ پر تو نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیکر اور ان کے سرکردوں کو زندہ پکڑ کر میری آنسوؤں کی پھوار کو التفات کے پھولوں، غم دہر کی تلچھٹ کو امیدوں کے پھولوں اور شب ہجر کے زہر کو میرے لئے خواب زادوں کے سکون میں تبدیل کر دیا ہے۔ تو نے کیا خوب قدیم رسوں، کہن روایات اور پرانے اساطیری قوانین اور عقائد کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے باپ کے قاتلوں پر گرفت کی۔ میرے بچے تو یقیناً میری اور اپنے مرنے والے باپ کی عظمت کی سطوت، ہمارے خاندان کے ترکش کا آخری انقلاب زمانہ میں قانون فطرت کے رخ حرکت میں آنے والا نیک خور فرزند ہے۔ تیری شجاعت، تیری فرمانبرداری اور تابعداری، تیری سعادت مندی پر اپنی خوشی اور اپنے اطمینان کا اظہار کرتی ہوں۔“

یو باب جب خاموش ہوئی تب حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔

”اے میری مہربان ماں! تجھے میری تعریف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تیرا باہوں۔ جب تک میرے جسم کے اندر خون کا آخری قطرہ بھی رواں دواں ہے میں سے بھی تیرے لئے خوشیاں حاصل کرنے کیلئے نچھاور کر سکتا ہوں۔

ماں میں پہلے ہی آپ کو بتا چکا ہوں کہ جن دشمنوں نے ہم پر مظالم کئے ان کی ٹہنت کو تہ تیغ کر دیا گیا ہے۔ کچھ اپنی جانیں بچا کر انجانی منزلوں کی طرف بھاگ گئے۔ تاہم ان کے جو تین رہنما تھا ان میں ایک تو میں پہلے ہی قتل کر چکا ہوں۔ دو

اپنی حویلی کے باہر حبیب بن عثمان اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سعید قلیس اور شاطر بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ پھر حبیب بن عثمان نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا سعید کا بڑا بھائی اور حبیب بن عثمان کا ماموں زاد علی تھا۔ جونہی علی نے اپنے سامنے حبیب بن عثمان اور سعید کو دیکھا اس کی خوشی اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بھاگ کر آگے بڑھا۔ باری باری وہ حبیب بن عثمان اور سعید سے ملا۔ پھر دروازے پر کھڑے ہو کر اپنے اہل خانہ کو زور زور سے پکارتے ہوئے وہ حبیب بن عثمان اور سعید کی آمد کی اطلاع کر رہا تھا۔

علی کی پکار پر گھر کے سارے افراد صحن کی طرف بھاگے اور باری باری حبیب بن عثمان اور سعید سے ملنے لگے تھے۔ آخر میں عبیدہ اپنی خالہ اور حبیب بن عثمان کی ماں کو لیکر حویلی کے اندرونی حصے سے نکلے۔ اپنی ماں کو دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان اور سعید دونوں اس کی طرف بڑھے۔ حبیب کچھ دیر تک بڑھے غور سے اپنی ماں کی طرف بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ اس دوران عبیدہ نے بڑی خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حبیب اور سعید دونوں کو خوش آمدید کہا پھر وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ حبیب بن عثمان بڑا سنجیدہ تھا۔

کچھ دیر تک اپنی ماں کو غور سے دیکھنے کے بعد حبیب بن عثمان آگے بڑھا۔ اپنی ماں کے پاؤں کے قریب وہ بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ اپنی ماں کے پاؤں پر رکھے پھر لرزتی ہوئی آواز میں اس سے کہہ رہا تھا۔

”اے میری ماں! جس گروہ نے تمہیں تمہاری بصارت سے اور مجھے میرے باپ سے محروم کیا اس گروہ کے تین سرکردہ رہنما تھے۔ ایک میرے ساتھ انفرادی مقابلے میں مارا گیا دو کو پکڑ کر میں تمہارے پاس لیکر آیا ہوں۔“

حبیب بن عثمان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی ماں نے نیچے جھک ٹٹولتے ہوئے اس کے شانوں سے پکڑا اوپر اٹھایا پھر اسے اپنے گلے سے لگاتے ہوئے اس کا منہ اس کی پیشانی چومی پھر ایک عجیب سی مانتا بھری حدت میں اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

ڈشیں اور طہانیت سے مامور کروے۔“  
اپنی ماں کو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دیکھ کر حبیب بن عثمان پھر اپنے اصل موضوع پر آیا۔

”ماں تو نے مجرموں کیلئے سزا تجویز نہیں کی اس لئے کہ اب تو ہی ان کیلئے سب سے بڑی عدالت، اب تو ہی ان کیلئے قاضی اور محتسب ہے۔ بتا میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ جو سزا تو ان کیلئے تجویز کرے گی اس پر عمل کیا جائے گا۔“  
یوباب کا مسکراتا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اب اس کے چہرے پر قربانیاں اور انتقام کی چنگاریاں رقص کرنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر تک اس کی ایسی ہی کیفیت رہی۔ وہ سوچتی رہی پھر اس کی آواز سنائی دی۔

”حبیب میرے بیٹے جن دو مجرموں کو تم پکڑ کر لائے ہو ان کے نام کہو۔“  
حبیب نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی ماں کے کندھوں پر رکھ دیئے۔  
”ماں ان دونوں کے نام برابا اور سمولا ہیں۔ اور ان کا تیرا ساتھی جس کا نام زابو تھا پہلے ہی میرے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ جس گروہ کے لوگوں نے میرے باپ کو قتل کیا برابا اس گروہ کا سرکردہ ہے اور سمولا اس کا دست راست ہے۔“  
یوباب پھر کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر آخری فیصلہ دینے کے انداز میں بول پڑی۔  
”میرے بچے اپنے دونوں دشمنوں کو اپنے باپ کی قبر پر لے جاؤ وہیں جا کر ان دونوں کا خاتمہ کرو تاکہ تیرے باپ کی روح بھی پرسکون ہو کہ تو نے اپنے باپ کے قاتلوں سے کیا خوب انتقام لیا۔ ساتھ ہی دیکھنے والوں کو بھی عبرت ہو کہ برائی کا انجام کیا برا اور بھیانک ہوتا ہے۔“

حبیب بن عثمان پیچھے ہٹا۔ سعید کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
”سعید میرے بھائی اپنے، میرے، قلیس اور شاطر چاروں کے گھوڑوں کو اصطبل لے جاؤ۔“ پھر حبیب بن عثمان نے عبیدہ کو مخاطب کیا۔

”عبیدہ میری بہن میرے گھوڑے کے ساتھ جو خریشیں بندھی ہیں وہ سنبھال لینا ان میں کافی سامان ہے۔“

سعید نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی۔ پھر وہ حبیب بن عثمان کے

یہاں پکڑ کر لایا ہوں وہ اس وقت میری پشت پر کھڑے ہیں۔ بتا میری ماں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ انہیں کیا سزا دینی چاہئے۔ اس موقع پر یوباب کے چہرے پر بڑی خوش کن سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ایک بار پھر اس نے حبیب بن عثمان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اس نے کان میں سرگوشی کی۔

”میرے بیٹے تیرا گھر آباد کرنا میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ تو نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک تو دشمنوں سے انتقام نہیں لے لیتا اس وقت تک تو شادی نہیں کرے گا۔ میرے بچے اب جبکہ تو اپنی قسم کو پورا کر چکا ہے تو کیا تو شادی پر آمادہ ہو جائے گا۔“

اپنی ماں کے ان الفاظ پر حبیب بن عثمان کے چہرے پر مسکراہٹ کھل گئی۔ اپنا منہ وہ اپنی ماں کے کان کے قریب لے گیا اور مسکراتی سرگوشی میں کہنے لگا۔

”اے میری ماں میں ضرور تیری خواہش کا احترام کروں گا۔“  
یوباب پھر کھلکھلاتی آواز میں بول پڑی۔ کیا تو روزال سے شادی کرے گا۔ تمہاری غیر موجودگی میں عبیدہ مجھے بتاتی رہی ہے کہ اس جیسی خوبصورت لڑکی مشکل سے ہی ملے گی۔ عبیدہ نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ روزال بے پناہ حد تک تمہیں چاہتی اور تم بھی اسے پسند کرتے ہو۔“

حبیب بن عثمان کچھ دیر تک اپنی ماں کی طرف دیکھتا رہا اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھلتی رہی۔ پھر وہ چپکنے والے انداز میں بول پڑا۔

”اے میری ماں جو کچھ تم کہہ رہی ہو بالکل درست ہے میں روزال کو پسند کرتا ہوں۔ وہ بھی مجھے چاہتی ہے اور میں اس سے شادی کروں گا۔ اے میری ماں جن دو بڑے مجرموں کو میں پکڑ کر لایا ہوں ان کو سزا دینا دینے بعد میں رقیم شرجاؤں گا وہاں سے روزال کو میں اپنے نخلستان میں لاؤں گا اور یہیں اپنے نخلستان میں ہی اس سے شادی کروں گا۔“

اپنا چہرہ آگے بڑھاتے ہوئے اور حبیب بن عثمان کا منہ ٹٹولتے ہوئے یوباب نے پھر ایک بار اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگی۔

”میرے بچے میرے فرزند میری دعا ہے کہ خداوند قدوس تیری ساری زندگی کی



رہے تھے کہ جیسے ان کے پاؤں تلے سے کسی نے زمین کھینچنا شروع کر دی ہو۔ ان کی حالت دیکھتے ہوئے حبیب بن عثمان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

”تم لوگ ساری زندگی ڈاکہ زنی کرتے رہے ہو۔ بے گناہ لوگوں پر موت مسلط کرتے رہے ہو۔ اب جبکہ خود تم پر قضا اور مرگ سائبان کی طرح چھانے لگی ہے تو ہنپے کیوں لگے ہو۔ چلو حویلی سے باہر نکلو۔“ ساتھ ہی حبیب بن عثمان نے سعید کی طرف دیکھا۔ ”سعید تم آگے چلو سیدھا قبرستان کا رخ کرو۔ برابر اور سمولا تمہارے پیچھے پیچھے چلتے ہیں جبکہ میں، قلیس اور شاطران دونوں کے پیچھے رہتے ہیں۔“

سعید دروازے کی طرف ہو لیا۔ برابر اور سمولا بے حس و حرکت اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ اس موقع پر بڑے ہولناک انداز میں حبیب بن عثمان غرایا۔

”برابا اور سمولا تم نے میرے الفاظ نہیں سنے۔ میرا بھائی سعید باہر نکل گیا ہے۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم دونوں اس کے پیچھے پیچھے ہو لو گے فوراً“ مڑو اور قبرستان کی طرف چلو۔ اس کے ساتھ ہی ایک جھٹکے کے ساتھ حبیب بن عثمان نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔ اس کی تلوار کی چمک اور تیزی دیکھتے ہوئے برابر اور سمولا لرز گئے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف بھرپور نگاہوں سے دیکھا۔ کوئی فیصلہ کیا پھر مڑے اور چپ چاپ سعید کے پیچھے ہو لئے تھے جبکہ حبیب بن عثمان، قلیس اور شاطران ان دونوں کے پیچھے چل دیئے تھے۔

قبرستان میں داخل ہونے کے بعد سعید، حبیب بن عثمان کے باپ کی قبر کے قریب رک گیا۔ حبیب بن عثمان نے پہلے قبر کا جائزہ لیا۔ قبر پر تازہ پھول بکھرے ہوئے تھے جنہیں دیکھ کر حبیب بن عثمان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا۔ پھر اچانک اس پر جنون سوار ہوا۔ ایک دم وہ برابر کی طرف بڑھا۔ اس کی گردن پر اپنی تلوار کے دتے کی ایسی ضرب لگائی کہ برابر قبر کے قریب گر گیا۔ برابر کو گھسیٹ کر حبیب بن عثمان قبر کے پاؤں کی طرف لایا۔ پھر اس کی تلوار اٹھی اور ایک ہی وار میں اس نے برابر کی گردن کاٹ دی تھی۔

فضاؤں میں ہولناک چیخ بلند ہوئی تھی۔ برابر کا خون قبرستان میں بہنے لگا تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے سمولا کا رنگ ہلکی اور سرسوں ہو کر رہ گیا تھا۔ اپنی خون آلود

گھوڑے کی طرف چلی گئی تھی۔

حبیب بن عثمان نے پھر سعید کو مخاطب کیا۔

”سعید گھوڑوں کو اصطبل میں باندھنے کے بعد واپس آؤ اس کے بعد اپنے کام کی ابتداء کریں۔ سعید چاروں گھوڑوں کو پکڑ کر اصطبل کی طرف چلا گیا تھا جبکہ عبیدہ حبیب بن عثمان کے گھوڑے سے سلمان اتارنے لگی تھی۔ سعید پھر واپس آکر قلیس اور شاطر کے پاس آن کھڑا ہوا تھا۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان نے اپنے اہل خانہ کو مخاطب کیا۔ ”آپ سب لوگ یہیں رہیں میں اپنے ان دو ساتھیوں اور سعید کے ساتھ جاتا ہوں اور ان مجرموں کیلئے میری ماں نے جو سزا تجویز کی ہے اس پر عمل کرتا ہوں۔“

گھر کے سارے افراد نے حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر حبیب بن عثمان نے برابر اور سمولا کی طرف دیکھا۔ ”برابا اور سمولا یہ خاتون جو بصارت سے محروم ہے یہ میری ماں ہے اور اسے بصارت سے محروم تم لوگوں نے ہی کیا ہے۔ میری ماں نے تم دونوں کیلئے سزا تجویز کر دی ہے میں تم دونوں کو اپنے باپ کی قبر پر لے جاؤں گا اور وہاں تم دونوں کے سر کاٹوں گا۔ تم دونوں کے سر کاٹنا ہی میرے اور میرے خاندان والوں کی خوشی اور خوشنودی ہے۔

تم دونوں کو پکڑ کر لانا ضروری تھا۔ اس لئے کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تم لوگوں سے انتقام نہیں لیتا اس وقت تک شادی نہیں کرتا۔ اگر خاتمہ ہی کرنا ہوتا تو میں تم دونوں کا وہیں صیدا اور صور شر کے درمیان ہی کر دیتا۔ لیکن تمہیں یہاں زندہ پکڑ کر لانا ضروری تھا اس لئے کہ تم سے انتقام لینے کے بعد ہی میں اپنی ازدواجی زندگی کی ابتداء کر سکتا ہوں۔ اب میرے آگے آگے ہو لو میرا بھائی سعید تم دونوں کے آگے چلے گا تم دونوں کو قبرستان کی طرف لے جایا جائے گا وہاں میں اپنے باپ کی قبر پر تم دونوں کا خاتمہ کروں گا تاکہ میرے باپ کی روح کو سکون ہو اور وہ جانے کہ جن اوباشوں اور بد معاشوں نے اس کا خاتمہ کیا ان کا انجام کیسا برا اور عبرتناک ہوا۔“

برابا اور سمولا دونوں اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ وہ کپکپا رہے تھے۔ ایسا محمدؐ

قلیس اور شاطر نے حبیب بن عثمان کی اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ پھر حبیب بن  
بن اور سعید دونوں قلیس اور شاطر کو لیکر اپنی حویلی کی طرف جارہے تھے۔



تلوار لہراتا ہوا حبیب بن عثمان سمولا کے قریب آیا۔  
پشت کی جانب سے اس نے اس کی گردن پر گرفت کی۔ اسے گھسیٹا ہوا وہیں لایا  
جہاں اس نے براہ کی گردن کاٹی تھی۔ پھر اچانک باری باری حبیب بن عثمان نے سمولا  
کے گھٹنوں پر ایسی ضربیں لگائیں کہ سمولا دو زانوں سا ہو کر زمین پر گر گیا۔  
جونہی وہ زمین پر گرا حبیب بن عثمان نے پھر اپنی تلوار بلند کی۔ براہ کی طرح اس  
نے سمولا کی بھی گردن کاٹ دی تھی۔

حبیب بن عثمان کچھ دیر تک اپنے چہرے پر انتہا درجہ کی سختی بکھیرے براہ اور  
سمولا کی لاشوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اپنی تلوار صاف کر کے اس نے نیام میں ڈال لی۔ اس  
کے بعد وہ قلیس اور شاطر کی طرف آیا۔ کچھ دیر تک دونوں کو غور سے دیکھتا رہا پھر  
ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے مہربان ساتھیو! اس سے پہلے میں تم دونوں کا شکریہ ادا نہ کر سکا۔ تم  
دونوں نے میرے اور سعید کے ساتھ جس کارگزاری کا مظاہرہ کیا ہے اس کیلئے میں تم  
دونوں کو سلام کرتا ہوں۔ تم دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شاطر بول پڑا۔

”امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں ہم نبطی ہیں۔ آپ نبطیوں کے لشکر  
کے سالار اعلیٰ ہیں۔ سالار اعلیٰ کی حیثیت سے آپ ہمارے امیر ہیں۔ اس لئے کہ ہم  
دونوں بھی لشکر میں شامل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ غلط فہمیوں کی بنا پر ہمارا اور  
آپ کا زندان میں جھگڑا ہوا تھا۔ لیکن اسے تو ہم اپنے ذہن سے کھرچ کر نکال چکے  
ہیں۔ قسم ہمیں آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے کی میں اور قلیس دونوں آپ کی  
خوشی اور خوشنودی کیلئے اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ تک بہا سکتے ہیں۔“

حبیب بن عثمان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے شاطر کا  
شانہ تھپتھپایا پھر اس نے دونوں کو مخاطب کیا۔

”میری تم دونوں سے التماس ہے کہ چند روز تک تم ہمارے ہاں ہمارے نخلستان  
میں قیام کرو۔ اس کے بعد میں، سعید اور تم دونوں اکٹھے ہی رقیم شہر کا رخ کریں  
گے۔“

علی بھی اس کے سامنے آن کھڑے ہوئے۔ گھر کے دیگر افراد اس کے پاس آگئے۔ عبیدہ پھر بول پڑی۔ ”خدا نہ کیجئے گا میں کہہ رہی ہوں میں آپ کو باہر نہیں جانے دوں گی۔“

حبیب بن عثمان مسکرا دیا۔ بڑے پیار سے اپنا ہاتھ عبیدہ کے سر پر رکھا پھر شفقت بھری آواز میں کہنے لگا۔

”میری بہن مجھے باہر جانے دو میں دیکھوں تو یہ ہمارے نخلستان کے چاروں طرف شور کیسا ہے۔“

عبیدہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ دروازے پر زور دار دستک ہوئی۔ حبیب بن عثمان نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔

علی اور سعید پہلے ہی مسلح ہو کر صحن میں آئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی تلواres کھینچ لی تھیں۔ عبیدہ کا رنگ ہلدی ہو گیا تھا۔ گھر کے سارے افراد فکر مند تھے۔ عبیدہ خود دروازے کی طرف گئی اور دھیمے لہجے میں اس نے پوچھا۔

”کون ہے۔“

جواب میں مسکراتی خوشیاں برساتی آواز سنائی دی۔

”عبیدہ دروازہ کھول میں عریب ہوں۔“

ان الفاظ پر عبیدہ حبیب بن عثمان، سعید علی اور گھر کے دیگر افراد کے چروں پر اطمینان اور مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر حبیب بن عثمان نے سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”یہ ختم ہوتی رات کے وقت عریب یہاں کیا کرنے آئی ہے لگتا ہے پورا لشکر ہمارے نخلستان کے ارد گرد خیمہ زن ہو چکا ہے۔ عریب اکیلی نہیں اس کے ساتھ اور بہت سے لوگ ہیں۔“

عبیدہ نے ابھی دروازہ کھولا ہی شروع کیا تھا کہ باہر سے عریب کی آواز سنائی دی۔

”ابن عثمان میرے بھائی میں آپ کی گفتگو سن چکی ہوں۔ میں اکیلی نہیں میرے ساتھ اور بہت سے لوگ ہیں۔“

چاند کی شمع اپنی پوری آب و تاب سے روشن تھی۔ رات کے آخری لمحوں پر نیند کی بازگشت ختم ہو چکی تھی۔ آسمان سے چاندنی آبشاروں کی طرح بہہ نکلی تھی۔ زخموں کا مرہم بننے وقت صحرائی نیلے سر جھکائے چپ کھڑے تھے۔

صحرائی بستیوں اور نخلستانوں میں لوگ بیدار ہونے لگے تو مرغ اذانیں دے رہے تھے۔ خاموشی کی زبان آہستہ آہستہ کھل رہی تھی۔ سنان رات کی اذیت پوشی میں دائم خانہ بدوش صحرائی بھیڑیے گوشہ گیر ہو گئے تھے۔

حبیب بن عثمان اچانک نیند سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کمرے سے نکل کر حویلی کے صحن کی طرف بھاگا۔ اس لئے کہ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے نخلستان میں کچھ اس طرح چاروں طرف بلند شور کھڑا ہوا تھا۔ گویا بات کے سینے کے ویران گوشوں اور دشت کے خارداروں میں بے شمار لوگوں نے صحرا کے شکستہ کواڑوں پر برہم مزاج دستک دینی شروع کر دی ہو۔ ختم ہوتی سنگیں رات میں اچانک چاروں طرف شور و غل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

صحن میں آکر حبیب بن عثمان نے ایک جگہ کھڑے ہو کر آوازوں کو سننا چاہا تھا۔ اسے کوئی خیال گزرا۔ بھاگتا ہوا وہ اپنے کمرے میں گیا اور اپنے آپ کو مسلح کر کے لوٹا۔ اتنی دیر تک سعید، علی اور گھر کے دوسرے افراد بھی صحن میں آن جمع ہوئے تھے۔ اپنے آپ کو مسلح کرنے کے بعد جب حبیب بن عثمان نے حویلی کے صدر دروازے کی طرف جانا چاہا تو اچانک عبیدہ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ ”میرے بھائی باہر کیا ہو رہا ہے۔ ابھی تک ہمیں کوئی خبر نہیں آپ باہر نہیں جائیں گے۔ اگر آپ نے جانے کی کوشش کی تو میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔“

دروازے کی طرف جاتے جاتے حبیب بن عثمان رک گیا۔ اتنی دیر تک سعید اور

بیٹے میرے سوال کا جواب تو تم نے دے دیا۔ اب میں تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ تم نے کہا تھا میرے قیام کا کہاں بندوبست کروں تو سنو یہ حویلی میرے بیٹے حبیب بن عثمان کی حویلی ہے اور بیٹے کی حویلی میں اگر میں صحن میں بھی بیٹھ گیا تو یہ میرے لئے فخر کا مقام ہوگا۔ میں تمہارے نخلستان میں دو اہم کاموں کے سلسلے میں آیا ہوں۔

حبیب بن عثمان نے بیچ میں بولتے ہوئے فوراً بات کاٹ دی۔  
”کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ اندر آئیں اور حویلی میں سکون سے بیٹھ کر بات کریں۔“ حارث کہنے لگا۔

بیٹے اس طرح تمہارے گھر کے افراد زحمت کا شکار ہوں گے۔ سب لوگوں کو آرام کرنے دو میرے خیال میں تم اور سعید میرے ساتھ لشکر گاہ میں چلو وہاں میرے بچے میں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔

میں تم سے دو موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک موضوع پر تو میں یہیں گفتگو کر لیتا ہوں دوسرا موضوع لشکر گاہ میں جا کر چھیڑیں گے۔

پہلا موضوع یہ ہے کہ تم نے قسم کھائی تھی کہ جب تک برابا اور اس کے ماتھیوں سے انتقام نہیں لے لیتے شادی نہیں کرو گے۔ اب جبکہ تم اپنے اس فرض کو ادا کر چکے ہو تو سب سے پہلے یہاں تمہارے نخلستان میں تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔

پہلے میرا ارادہ تھا تمہیں تمہارے نخلستان سے رقیع شہر لایا جائے گا اور وہیں بڑے شاہانہ طریقے سے تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔

لیکن سارے بچوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ جس طرح ان سب کی شادیاں تمہارے نخلستان میں ہوئیں اس طرح تمہاری اور اوزال کی بھی شادی بڑی دھوم دھام سے تمہارے نخلستان میں ہوگی۔ تم دونوں کی شادی نہ صرف یہی بلکہ تمہاری ماں اور تمہارے اہل خانہ کی سب سے بڑی خوشی ہوگی۔

یہ تو ایک موضوع ہے جس پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا تھا دوسرا موضوع لشکر گاہ میں جا کر چھیڑیں گے۔

عبیدہ دروازہ کھول چکی تھی۔ دروازہ کھلتا تھا کہ سب لوگ مزید دنگ رہ گئے اس لئے کہ دروازے پر خود نبیطوں کا بادشاہ حارث، اس کا بیٹا مالک بن حارث، دوسرا بیٹا زبیل بن حارث، ان کے علاوہ عریب، حویلہ، شمیم، رعنا، السار سب سے بڑھ کر عریب کے پہلو میں اوزال کھڑی ہوئی تھی۔

حبیب بن عثمان کچھ دیر تک حیرت سے سب کو دیکھتا رہا پھر حارث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں۔ میں اپنی حویلی کے اندر ایسی کوئی جگہ نہیں پاتا جہاں میں نبیطوں کے عظیم الشان حکمران کے قیام کا اہتمام کروں۔“

اس پر حارث نے ایک قہقہہ لگایا اندر داخل ہو کر حبیب بن عثمان کے قریب آیا۔ اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس کا شانہ تہمتھپایا پھر کہنے لگا۔

”سب سے پہلے تو میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تم نے برابا اور اس کے ساتھی سمولا دونوں کو زندہ گرفتار کیا۔ اس لئے کہ جو خفیہ قوتیں یوسف کے ساتھ رابطہ رکھتیں اور یوسف ان کی خبریں تم تک پہنچاتا ہے وہی یوسف میرے پاس گیا اور مجھے تمہارے پورے حالات سے تفصیل سے آگاہ کیا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ برابا اور سمولا کا تم نے کیا کیا۔“

حبیب بن عثمان جھٹ سے بول پڑا۔  
”میں نے ان دونوں کا فیصلہ کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے اپنی ماں سے گفتگو کی۔ اسے اپنی مہم کی کامیابی کی خبر دی پھر ان دونوں کو میں اپنے باپ کی قبر پر لے گیا اور دونوں کا خاتمہ کروا۔“

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو پر اوزال بڑے فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس وقت چونکہ حارث، ابن عثمان سے مخاطب تھا۔ لہذا آگے بڑھ کر وہ حبیب بن عثمان سے مخاطب نہ ہو سکی تھی۔ تاہم وہ بڑے پیارے اور عجیب و غریب مفاس بھرے انداز میں حبیب بن عثمان کی طرف دیکھے جارہی تھی۔ حارث نے پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

حارث رکالہ بھر کیلئے کچھ سوچا پھر عبیدہ کی طرف اس نے دیکھا۔

عبیدہ بیٹے تم ان سب بہنوں کا اپنی اس حویلی میں رہنے کا بندوبست کرو۔ آئے والا دن ہم سب کیلئے بے پناہ خوشیوں کا دن ہے۔ سب مل کر حبیب بن عثمان اور روزال کی شادی کی تیاریاں شروع کرو اور روزال بھی تمہارے ساتھ یہیں رہے گی۔ میں حبیب بن عثمان اور سعید کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔

حارث کے ان الفاظ پر عبیدہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر حبیب بن عثمان اور سعید کو اپنے ساتھ لے گیا۔ مالک اور زبیل بھی ساتھ چلے گئے تو عبیدہ نے حویلی کا دروازہ بند کیا پھر وہ سب کو حویلی کے اندرونی حصے کی طرف لے جا رہی تھی۔

حارث، حبیب بن عثمان، مالک، زبیل اور سعید لشکر گاہ میں داخل ہوئے۔ حارث کا خیمہ نصب ہو چکا تھا۔ لہذا وہ سب کو لیکر اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ نشستوں کا بھی اہتمام کیا جا چکا تھا۔ سب وہاں بیٹھ گئے۔ دیر تک گفتگو کا آغاز کرنے کیلئے حارث سوچتا رہا پھر بول اٹھا۔

”حبیب بن عثمان تمہاری شادی کے موضوع پر تمہاری حویلی میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں۔ اب اس موضوع پر میں مزید گفتگو نہیں کروں گا۔

میرے بیٹے میں اب اصل موضوع کی طرف آ رہا ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ میں اپنے سارے لشکر کے ساتھ تمہارے نخلستان کی طرف آیا ہوں۔ لشکر کا ایک چھوٹا حصہ میں نے رقیم شر کی حفاظت پر چھوڑا ہے۔ حبیب جو گفتگو میں تم سے کرنے والا ہوں وہ بڑی اہم ہے۔

بات کچھ یوں ہے کہ رومنوں کے شہنشاہ ٹائیرس کے پاس رومنوں اور ہیروڈیس کی شکستوں کے علاوہ دمشق کے بادشاہ حداد بن مدار کی شکست کی بھی خبر پہنچ چکی ہے۔ یہ خبریں سن کر وہ بے حد سنج پا اور براہم ہوا ہے۔

اس نے اپنے بحری بیڑوں کے ذریعے دو لشکر روانہ کئے ہیں۔ ایک مصر کی سر زمین پر اتر گیا ہے۔ وہ لشکر گالس اور سٹرابو کی کمانداری میں کام کرے گا۔ گالس اور سٹرابو کو رومنوں کے شہنشاہ ٹائیرس نے حکم دیا ہے کہ وہ اپنے طور پر بھی ایک لشکر تیار کریں پھر دونوں لشکروں کو لیکر ہماری سرزمینوں کی طرف بڑھیں۔

رومنوں کا دوسرا بڑا لشکر اپنے بحری بیڑے میں ایلہ کی بندرگاہ کا رخ کئے ہوئے ہے۔ ابھی تک وہ ایلہ کی بندرگاہ تک نہ پہنچا نہ وہاں لشکر انداز ہوا ہے۔

”جس طرح خبریں ہمارے ناظروں نے پہنچائی ہیں ان کے مطابق سٹرابو اور گالس متحدہ لشکر کو لیکر مصر سے نکلیں گے۔ رومنوں کا جو لشکر بحری بیڑے کے ذریعے ایلہ پہنچے گا وہ ایلہ کو اپنا مرکز بنائے گا۔ اپنی قوت وہاں استوار کرنے کے بعد وہ بھی ہمارے مرکزی شہر کا رخ کرے گا اور تیسری بڑی قوت کے طور پر ہیروڈیس اپنی سرزمینوں سے نکل کر ہمارے شہروں کا رخ کرے گا۔ اس طرح تین اطراف سے تین مختلف قوتیں ہم پر حملہ آور ہونے کی کوششیں کریں گی۔“

رومنوں کے شہنشاہ ٹائیرس نے صاف طور پر احکامات جاری کئے ہیں کہ اس بار ہر صورت میں نبطیوں کو شکست سے دوچار کیا جائے۔ اس نے اپنے جرنیلوں کو یہ بھی احکامات دیئے ہیں کہ وہ کسی بھی صورت شکست کی خبر سننا پسند نہیں کرے گا۔“

حارث رک گیا۔ کچھ دیر گہری سوچوں میں کھویا رہا اس کے بعد اس نے حبیب بن عثمان کو دوبارہ مخاطب کیا۔

”ابن عثمان یہی وہ موضوع ہے جس پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے پہلے میں نے یہ خبر اپنے بیٹے مالک اور زبیل سے کہہ دی ہے لیکن ہم نے ابھی تک یہ طے نہیں کیا کہ دشمن سے کس طرح نمٹا جائے گا۔ اب جبکہ تم بھی یہاں موجود ہو سعید بھی یہیں ہے تو باہم صلاح مشورہ کرو اور یہ طے کرو کہ تین محاذوں سے ہم پر وارد ہونے والے دشمن سے کس طرح نمٹا جائے گا۔“

حبیب بن عثمان کی گردن جھک گئی تھی۔ سعید مالک اور زبیل بھی گہری سوچوں میں کھو گئے تھے۔ خود حارث بھی تفکرات میں ڈوب چکا تھا۔ کچھ دیر تک خیمے کے اندر لمبی خاموشی چھائی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ حبیب بن عثمان نے گردن سیدھی کی۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا۔ پھر اس نے حارث کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے وہ میں آپ سے کہتا ہوں۔ اگر آپ یہ تجویز عمل کر کے ہم تینوں قوتوں کو رفع اور دفع کر سکتے ہیں تو میرے خیال

صحرائے سینا میں پہنچ کر میں پڑاؤ کرلوں گا۔ ساتھ ہی مخبر بھی صحرائے سینا اور ایلہ کی بندرگاہ کی طرف پھیلا دوں گا تاکہ وہ دشمن کی نقل و حرکت پر گہری نگاہ رکھیں۔

”پھر آپ سے مکمل رابطہ رکھنے کے بعد میں ایک روز رات کے پہلے حصے میں آگے پیش قدمی کرنے کے بجائے ایک دم ایلہ کی بندرگاہ کی طرف کوچ کرجاؤں گا اور کوشش کروں گا کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے میں ایلہ کے قریب پہنچ جاؤں۔“

جہاں تک ہمارے مخبر اطلاع دے چکے ہیں اس کے مطابق رومنوں کا بحری بیڑا چند روز تک ایلہ کی بندرگاہ پر لشکر انداز ہوگا۔ اگر میں ان سے پہلے پہنچ گیا تو میں مناسب جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرلوں گا۔ لشکر کا نظم و نسق درست کروں گا اور جوہنی رومن ساحل پر اترتے ہیں میں ان پر ایسا شب خون ماروں گا کہ سب کو خاک و خون میں ملا کر رکھ دوں گا۔

آپ اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ پڑاؤ قائم رکھئے گا جہاں سے میں نے کوچ کیا ہوگا۔ ظاہر ہے گالس اور سٹرابو کے مخبر انہیں بتا دیں گے کہ نبیطیوں کے لشکر نے صحرائے سینا میں کسی جگہ قیام کر رکھا ہے۔ لہذا گالس اور سٹرابو آپ پر حملہ آور ہونے کیلئے آپ کا رخ کریں گے۔ آپ کے سامنے پڑاؤ کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس وقت تک مجھے امید ہے کہ میں رومنوں کے اس لشکر سے نمٹ چکا ہوں گا جو ایلہ کی بندرگاہ پر اترنے کی کوشش کرے گا۔ گالس اور سٹرابو کے پہنچنے تک میں منظر عام پر نہیں آؤں گا۔

بلکہ ایلہ پر اترنے والے رومن لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد میں ان سے حاصل ہونے والے سامان پر چند دستے نگران کے طور پر مقرر کروں گا اور لشکر کے ساتھ میں صحرائے سینا کی بھول بھلیوں میں کھو جاؤں گا لیکن رہوں گا میں آپ کے آس پاس۔

جب گالس اور سٹرابو آپ سے ٹکرائیں گے جنگ کی ابتداء کریں گے تو آپ ان کے سامنے ڈٹ جائیے گا۔ مالک اور زبیل آپ کے ساتھ ہیں۔“

”یہاں تک کہتے کہتے حبیب بن عثمان رک گیا پھریوں بولا جیسے اسے کوئی بات یاد آئی ہو؟“

یہاں مجھے قلیس اور شاطر کی یاد آئی کیا انہیں آپ نے اپنے لشکر میں شامل

میں وہ تجویز ہمارے لئے سودمند رہے گی۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر حارث ہی نہیں مالک اور زبیل بھی چوہے تھے۔ پھر سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ حبیب بن عثمان پھر بول پڑا۔

”جو تجویز میرے ذہن میں آئی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ اپنے لشکر کے ساتھ ہمیں ہیرو دیس کے علاقوں کا رخ کرنا چاہئے۔ یقیناً ہیرو دیس ہمارے حملے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ وہ تو یہ امید لگائے بیٹھا ہوگا کہ ہم مصر اور ایلہ کی بندرگاہ کی طرف سے آنے والے رومنوں کے لشکروں سے نمٹنے کیلئے تیاریوں میں مصروف ہوں گے۔“

”میری تجویز کچھ اس طرح ہے کہ پوری طاقت اور قوت سے ہیرو دیس پر حملہ آور ہوں۔ اس کی طاقت اور قوت کو تیس تیس کر دیں جس طرح ہم نے دمشق کے بادشاہ حداد بن مدار کی کمر توڑ کر رکھ دی اس طرح ہیرو دیس کو بھی بالکل تھوڑ پھوڑ دیا جائے۔ کوشش یہ کی جائے کہ ہیرو دیس کی بیوی ہیرو دیہ کو زندہ گرفتار کر لیا جائے کیونکہ اس کے کہنے پر اللہ کے نبی یحییٰ علیہ اسلام کو قتل کیا گیا تھا۔ لہذا اس ہیرو دیہ کو اپنے اس جرم کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔“

ہیرو دیس کی مملکت کو تباہ و برباد کرنے اور اس کی کمر توڑنے یا ہیرو دیس اور اس کی بیوی ہیرو دیہ دونوں کو قتل کرنے کے بعد ہم اگلا قدم کچھ اس طرح اٹھائیں گے کہ لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ میں اور سعید اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھیں۔ راستے میں یہ مشہور کرتے جائیں کہ چونکہ گالس اور سٹرابو مصر سے نکل کر نبیطیوں کے علاقوں کی طرف آنے والے ہیں لہذا ہم گالس اور سٹرابو پر شب خون ماریں گے۔ اس طرح ہمارے مخبر ہمارے طلائیہ گر بھی یہ خبر چاروں طرف شہسور کرتے رہیں گے۔

میں دن کی روشنی میں سفر کرتا رہوں گا۔ رات کو پڑاؤ کر کے لشکریوں کو آرام فراہم کرتا رہوں گا۔ میرے پیچھے پیچھے آپ بھی جنوب کی طرف مالک اور زبیل کو لیکر کوچ کر جائیے گا۔ آپ کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ آپ دن کے وقت پڑاؤ کر لیا کریں رات کے وقت سفر کیا کریں گے۔ میرے اور آپ کے درمیان ایک دن کی منزل کا فرق ہونا چاہئے۔“

”میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر صحرائے سینا میں ہم نے اس تجویز پر عمل کر لیا جس کا میں نے ذکر کیا ہے تو ایک لمبے عرصے تک کوئی بھی دشمن ہماری طرف بملی نگاہ سے دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ اور اگر ہم نے اپنی طے شدہ تجویز کے مطابق صحرائے سینا کے اندر گالس اور سزراہ کو پہلے کی طرح شکست دیدی تو یاد رکھئے گا آنے والے دنوں میں کئی سالوں تک کوئی بھی قوت مصر سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں کرے گی بلکہ خود رومنوں کا شہنشاہ ٹائیبرس بھی مزید لشکر کشی کرنے سے پہلے کافی عرصہ کیلئے سوچ و بچار سے کام لے گا۔ اس کے بعد ہم سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔“

جب تک حبیب بن عثمان بولتا رہا حارث، مالک، زبیل، سعید چپ چاپ سنتے رہے۔ عین اسی وقت خیمے میں قلیس اور شناطر داخل ہوئے۔ ہاتھ کے اشارے سے حارث نے انہیں بیٹھنے کیلئے کہا پھر مختصر الفاظ میں جو تجویز حبیب بن عثمان نے پیش کی تھی وہ حارث نے ان سے کہی۔ ان دونوں نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ پھر حارث نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”ابن عثمان میرے بیٹے جو تجویز تم نے بتائی ہے یہ ہمارے لئے بے حد سود مند ثابت ہو سکتی ہے۔ میں مالک، زبیل، سعید کی طرف دیکھ چکا ہوں۔ یہ تینوں یقیناً اس تجویز سے متفق ہیں۔ قلیس اور شناطر بھی اپنی رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں۔ بیٹے تمہاری تجویز پر پوری طرح عمل کیا جائے گا۔ اب جو کچھ ہم نے کرنا ہے غور سے سنو۔“

سورج طلوع ہونے کے بعد تمہاری شادی کی تیاریاں شروع کر دی جائیں گی۔ شام تک تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں عریب نے اوزال سے بات کی ہے۔ شادی کے بعد اوزال کو تم لشکر گاہ میں رکھ سکتے ہو۔ لشکر میں بہت سے لشکریوں کی بیویاں بھی شامل ہیں۔ لہذا ان کی حفاظت کا عمدہ انتظام کیا گیا ہے۔ کل تمہاری شادی ہوگی۔ پرسوں لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ سب سے پہلے تمہاری تجویز کے مطابق ہیروڈیس کا رخ کیا جائے۔ اسے تباہ و برباد کرنے کے بعد ہم اگلا قدم اٹھائیں گے۔“

نہیں کیا۔

اس موقع پر حارث مسکرایا اور کہنے لگا۔

”وہ دونوں میرے لشکر میں شامل ہیں۔ تمہارے نخلستان سے وہ جس وقت رقم پہنچے اس کے تھوڑی ہی دیر بعد میں نے اپنے لشکر کے ساتھ رقم سے تمہارے نخلستان کی طرف کوچ کر لیا۔ وہ لشکر میں شامل ہیں۔ ان کے ذمہ میں نے لشکر کے خیمے اپنی نگرانی میں نصب کرانے کا حکم دے رکھا ہے وہ دونوں میرے خیال میں اس کام میں مصروف ہیں۔“

حارث کی اس گفتگو سے حبیب بن عثمان مطمئن ہو گیا تھا پھر دوبارہ بول پڑا۔  
”قلیس اور شناطر بڑے کام کے آدمی ہیں۔ براہ اور سمولا کی مہم میں انہوں نے بہترین انداز میں میرا ساتھ دیا۔ میری مدد کی۔ وہ دونوں انتہا درجہ کے قابل اعتبار اور بھروسے کے جرنیل ہیں اور ضرورت کے وقت بہترین انداز میں شانے سے شانہ ملا کر چلنے والے جوان ہیں۔“

تو میں کہہ رہا تھا کہ ”جب گالس اور سزراہ رومنوں کے متحدہ لشکر کے ساتھ ٹکرائیں گے تو آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مالک، زبیل، قلیس اور شناطر آپ کی زیر کمان ہوں گے۔ اس طرح چار جرنیلوں کے ساتھ آپ اپنا بہترین دفاع کر سکیں گے۔ رومن جب آپ سے ٹکرائیں تو زیادہ کوشش یہی کریں کہ اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھیں۔ میں مناسب وقت پر نمودار ہوں گا۔“

”اور رومنوں کے کسی بھی پہلو پر اچانک نمودار ہو کر ضرب لگانے کی کوشش کروں گا۔ جس وقت میں حملہ آور ہوں تو میرے حملہ آور ہونے کی نشانی یہ ہوگی کہ میں اپنے خداوند قدوس کی کبریائی کے نعرے بلند کروں گا اور یہی میرے حملہ آور ہونے کا اشارہ ہوگا۔“

”جب آپ دیکھیں کہ میں حملہ آور ہو گیا ہوں تو آپ اپنے سارے جرنیلوں کے ساتھ دفاع کا لبادہ پھینک کر جارحیت پر اتر آئیے گا۔ مجھے امید ہے جب دو مختلف سمتوں سے رومنوں پر حملہ آور ہوا جائے گا تو رومن ہمارے سامنے زیادہ دیر ٹھہرنے کیسے گے۔“

حارث نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”میں نے قلیس اور شاطر کو حکم دیا تھا کہ تمہارے اور سعید کے خیمے بھی نصب کریں۔ میرے خیال میں صبح ہونے میں تھوڑی دیر ہے جاؤ اپنے اپنے خیموں میں جا کر کچھ دیر سٹالو، آرام کرلو اس کے بعد ہم اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔“

حارث کے کہنے پر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے خیموں کی طرف چلے گئے تھے۔ اگلے روز بڑی دھوم دھام سے حبیب بن عثمان اور اوزال کی شادی کا اہتمام کیا گیا۔ اگلی رات بھی لشکر نے وہیں قیام کیا۔ حبیب اور اوزال نے میاں بیوی کی حیثیت سے وہ شب اپنی حویلی میں گزاری اس سے اگلے روز لشکر نخلستان سے ہیرو دلیس کی طرف بڑھا تھا۔



ہیرو دلیس اور اس کے حواریوں کو جب خبر ہوئی کہ نبطیوں کا بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ ان کا رخ کر رہا ہے تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ اس لئے کہ وہ تو یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ اب رومن براہ راست نبطیوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے اور ان کی گزشتہ جنگوں کا نبطیوں سے انتقام لیں گے۔

ہیرو دلیس کے مخبر اسے یہ خبریں بھی پہنچا چکے تھے کہ رومنوں کا ایک بہت بڑا بڑی بیڑہ حرکت میں آچکا ہے۔ ایک لشکر انہوں نے مصر کی سرزمین پر اتارا ہے اور اپنی لشکر کو لیکر بحری بیڑہ ایلہ کی بندرگاہ کا رخ کئے ہوئے ہے۔

ہیرو دلیس کو امید تھی کہ شاید اسے جنگ میں حصہ لینے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے اس لئے کہ رومنوں کا ایک لشکر مصر کی طرف سے نبطیوں کا رخ کرے گا۔ ایلہ کی بندرگاہ پر اترے گا۔ دونوں لشکر براہ راست نبطیوں کے شہر رقیم کا رخ کریں گے اور انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔

لیکن یہاں معاملہ بالکل الٹ دکھائی دے رہا تھا۔ رومنوں کے دونوں لشکر ابھی اپنا نامعلوم منزلوں کی طرف تھے نہ رومن ایلہ کی بندرگاہ پر نمودار ہوئے تھے اور نہ ان کا کوئی لشکر مصر سے نکل کر نبطیوں کی طرف بڑھا تھا۔ ہیرو دلیس نے بہر حال اپنا دفاع کرنے کا عزم کیا جو لشکر اس کے پاس تھا اسے لیکر وہ نکلا۔ اس کا ارادہ تھا کہ نبطیوں کو اپنی سرزمین سے باہر روکے گا لیکن جب تک وہ نبطیوں کی راہ روکتا نبطی لشکر اس کی سلطنت میں داخل ہو چکا تھا۔

بہر حال ہیرو دلیس نے جس قدر لشکر میاں ہوسکا اس کے ساتھ نبطیوں کی راہ روکی۔ وقت اور جہاں راہ روکی گئی وہیں حارث نے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے کہ ہیرو دلیس اپنے لشکر کے ساتھ پہلے ہی اس کے سامنے پڑاؤ کر چکا



تھا۔

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر حارث کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

”کو میرے بیٹے کیا کہنا چاہتے ہو۔“

حبیب بن عثمان نے کچھ سوچا پھر کہنا شروع کیا۔

”میری خواہش کہ اس جنگ کے دوران ہیرو دیس اور اس کی بیوی ہیرو دیہ کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ ان دونوں کے جرم اور گناہ ایسے ہیں کہ ان دونوں کو کڑی سزا ملنی چاہئے۔“

حبیب بن عثمان خاموش ہوا تو حارث کہنے لگا۔

”میرے بیٹے تم فکر مت کرو میں ابھی مالک، زبیل، قلیس، شاطر کو بھیجتا ہوں۔ مارے لشکر میں یہ اعلان کر دیں گے کہ ہر صورت میں ہیرو دیس اور اس کی بیوی ہیرو دیہ کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ مزید کو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ حبیب بن عثمان مسکرا دیا۔

”بس اس وقت میری یہی خواہش ہے اگر ہیرو دیس اور ہیرو دیہ زندہ گرفتار ہو گئے تو میں سمجھوں گا میں ایک خیر کا کام کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے خاموش ہونے پر حارث نے اسے مخاطب کیا۔

”میں بھی تم سے ایک نئی بات کہنا چاہتا ہوں۔

ہمارے مجبوروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ جس وقت ہیرو دیس اور ہیرو دیہ اپنے لشکر کو لیکر اپنے مرکزی شہر سے نکلنا چاہتے تھے تو ہیرو دیس کا بیٹا جو اس کی پہلی بیوی سے ہے اور جس کا نام اگرپا ہے اس نے اپنے باپ کو منع کیا کہ نبطیوں کے ساتھ جنگ کی ابتداء نہ کی جائے۔

یہ بھی سنا گیا ہے کہ اگرپا نے اپنے باپ پر زور دیا کہ ان علاقوں میں ہم رومنوں کو ساتھ ملا کر خواہ مخواہ نبطیوں سے دشمنی مول لے رہے ہیں اور ان سے بار بار تنگ کی ابتداء کر رہے ہیں۔ اگرپا نے اپنے باپ کو یہ بھی مشورہ دیا کہ ہمیں نبطیوں سے صلح کر لینی چاہئے۔

کہنے والوں کا کہنا ہے کہ اگرپا نے اپنے باپ کو پیشکش کی کہ اگر وہ نبطیوں کے

ہیرو دیس نے اپنے سالاروں، اپنی خوبصورت بیوی ہیرو دیہ کے ساتھ یہ لائق عمل تیار کیا تھا کہ نبطیوں کے ساتھ جنگ کیلئے تاخیری حربے استعمال کئے جائیں گے۔ جنگ کو طول دیا جائے گا اگر نبطی حملہ آور ہونے میں پہل نہیں کرتے تو جب تک وہ خود جنگ کی ابتداء نہیں کرتے اس وقت تک وہ ان کے سامنے پڑاؤ کئے رہے گا۔

اس نے اپنے سالاروں کو یہ بھی تاکید کردی تھی کہ اگر نبطیوں کے مقابلے میں جنگ میں شکست ہو تو پھر بڑی تیزی سے بھاگا جائے اور اپنے مرکزی شہر میں محصور ہوا جائے شہر کی فسیل کے اوپر ہیرو دیس نے پہلے ہی پتھر اور آگ برسانے کا انتظام کر دکھا تھا۔ بہر حال اس کا لائحہ عمل یہی تھا کہ اگر شکست ہو تو محصور ہوا جائے۔ اپنے مرکزی شہر میں نبطیوں کو داخل نہ ہونے دیا جائے اور جب جنگ طوالت پکڑے گی تو اس جنگ کی خبریں رومنوں تک پہنچ جائیں گی۔ لہذا رومن بڑی تیزی سے اس کے علاقوں کا رخ کریں گے۔ ان کی آمد کا سن کر نبطی خود ہی اپنی سرزمینوں کی طرف بھاگ جانے میں اپنی عافیت خیال کریں گے۔

دونوں لشکر صرف ایک دن ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر سکے۔ اس لئے کہ اگلے روز صبح ہی صبح حارث کے کہنے پر اس کے لشکر میں جنگ کی ابتداء کرنے کیلئے بڑے بڑے ٹبل گونج اٹھے تھے۔ ٹبلوں کی آواز سن کر ہیرو دیس اور اس کے سالاروں کے حواس جاتے رہے تھے۔ وہ تو یہ ارادہ کئے ہوئے تھے شاید انہیں کچھ دن تک نبطیوں کے سامنے یونہی پڑاؤ کرنے کا موقع ملے لیکن نبلی خود جنگ کی ابتداء کرنے کیلئے بے چین تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اس نے بھی اپنی صفیں درست کرنا شروع کیں۔

اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے سے پہلے حارث حبیب بن عثمان، سعید، مالک، زبیل، قلیس اور شاطر اپنے لشکر کے سامنے ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس موقع پر حبیب بن عثمان حارث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”جنگ کی ابتداء کرنے سے پہلے میری ایک خواہش ہے جس کا اظہار میں کرنا چاہتا ہوں اور میرا جو پیغام ہے وہ سارے لشکریوں تک بھی پہنچنا چاہئے۔“

بادشاہ کے پاس جانا اپنی توہین سمجھتا ہے تو مجھے اجازت دی جائے میں خود نبطیوں کے پاس جاتا ہوں۔ ان سے سارا معاملہ ٹھیک کر لیتا ہوں۔ تاکہ آنے والے دور میں نبطی اور ہم پر امن دن گزار سکیں۔ اس نے اپنے باپ کو یہ بھی تاکید کی کہ تیز رفتار قاصد رومنوں کے دونوں لشکروں کی طرف بھجوائے جائیں اور انہیں پیغام بھجوایا جائے کہ نبطیوں کے ساتھ ہماری صلح ہو گئی ہے لہذا وہ واپس چلے جائیں۔

سب کہتے ہیں کہ ہیروڈیس نے اپنے بیٹے کی اس پیشکش کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے بلکہ اسے ڈانٹا ہے کہ وہ نبطیوں کے ساتھ صلح کا خواہشمند ہے۔ اس موقع پر میرے عزیز و میں تم سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جنگ کے دوران اگرپا کا خیال رکھا جائے۔

جس وقت میرے طلائیہ گروں نے یہ خبر دی اس وقت میں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ ہیروڈیس سے نمٹنے کے بعد اس کے علاقوں کا حکمران اس کے بیٹے اگرپا کو بنایا جائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طبیعت سے مجھے امن پسند لگتا ہے۔ لہذا لشکریوں کو یہ تاکید کی جائے کہ جہاں ہیروڈیس اور اس کی بیوی ہیروڈیہ کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے وہاں اگرپا کو کچھ نہ کہا جائے۔ اگر وہ جنگ میں گرفتار ہو جائے تو اسے باعزت رکھا جائے۔ اگر کسی کے ساتھ جنگ کے دوران اس کا سامنا ہو تو اس پر وار نہ کرے۔ اسے گرفتار کر لیا جائے تاکہ وہ محفوظ رہے۔ کوئی دوسرا اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے جنگ کے خاتمے کے بعد میں اس سے گفتگو کرنا پسند کروں گا۔

حبیب بن عثمان میرے بیٹے مجھے یقین ہے اس جنگ میں ہم ہیروڈیس کو بدترین شکست دیں گے۔ جیسا کہ میرے اور تمہارے درمیان طے ہے۔ ہیروڈیس کو شکست دینے کے بعد اس کے علاقے میں خون ریزی نہیں کی جائے گی۔ اس کی شکست کے بعد نہ ہم اس کے مرکزی شہر کی طرف جائیں گے۔ اگرپا اگر گرفتار ہو جاتا ہے تو اسے میں بڑی عزت اور احترام کے ساتھ رکھوں گا اور اسے اس کے باپ کی جگہ حکمران بناؤں گا بلکہ میں اس سے بھی بڑا قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔

اور وہ یہ کہ جس وقت ہیروڈیس کو شکست ہوگی تو تم جنوب کی طرف پیش قدمی

کرنا، جیسا کہ پہلے سے طے شدہ ہے کہ میں ایک منزل پیچھے رہ کر تمہارے پیچھے پیچھے آؤں گا۔ تم جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے پیلاطس پر بھی حملہ آور ہونا اور اس کی پوری طاقت کو کچل کر رکھ دینا جو بھی رومن لشکری تمہیں نظر آئے اسے قتل کرتے چلے جانا۔ اس طرح فلسطین کی سرزمینوں میں رومنوں کا پوری طرح صفایا کر دیا جائے اور پورے فلسطین کا حاکم اگرپا کو بنایا جانا چاہئے تاکہ آنے والے دنوں میں فلسطینیوں اور نبطیوں کے درمیان امن رہے اور دونوں قومیں اپنے اپنے علاقوں کے اندر باعزت زندگی بسر کر سکیں۔

ایک اور بات جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس جنگ کے بعد اگر میں اگرپا کو فلسطین کا حاکم مقرر کرنے میں کامیاب ہو گیا تو نہ اس سے کوئی خراج وصول کیا جائے گا نہ اس پر کوئی جنگی جرمانہ عائد کیا جائے گا۔

حارث کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا۔ اس کے بعد حارث کے کہنے پر مالک، نبیل، قیس، شاطر، سعید اور حبیب بن عثمان اپنے اپنے لشکروں میں گھس گئے اور اپنے اپنے لشکریوں کو تاکید کرنے لگے کہ جنگ کے دوران ہر صورت میں ہیروڈیس، اس کی بیوی ہیروڈیہ اور ہیروڈیس کے بیٹے اگرپا کو زندہ گرفتار کیا جائے۔



ہیروڈیس کے لشکر میں وہ جوش وہ جذبہ نہ تھا جس کا اظہار نبطی کر رہے تھے۔ اپنی صفیں درست کرنے ہیروڈیس ہیروڈیہ اور اگرپا کو زندہ گرفتار کرنے کا پیغام اپنے لشکریوں تک پہنچانے کے بعد حارث نے اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔

یہ حکم ملتا تھا کہ نبطیوں کے لشکر میں ایک ہول آفریں طوفان اٹھ کھڑا۔ وہ برہم اور پریشان کر دینے والی آوازوں میں شور ستیز اور بانگ رجز بلند کرتے ہوئے مہیب اور پرہول انداز میں نعروں کی گوند کرنے لگے تھے۔

کچھ دیر ایسا ہی ساں رہا۔ نبطی لشکریوں کی آوازیں کچھ دیر تک اس طرح بلند ہوتی رہیں جیسے رمز خود گری کے اندر نگاہوں کا التہاب اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ اس کے بعد حارث کا دوسرا حکم ملنے پر نبطی لشکری دل و جان میں چھپے سیل وفا کی طرح آگے

بھاتے ہوئے ان کی صفوں کا قتل عام کرنا شروع کر چکے تھے۔  
ہیروڈیس کے لشکری زیادہ دیر تک نبطیوں کے اس دباؤ کو برداشت نہ کر سکے۔  
اب نبطی ان کی اگلی صفوں کو روندتے ہوئے ان کے وسطی حصے میں اس طرح گھسنے  
لگے تھے جیسے تھیر کے آسمان سے نزول کرتی فضا بھری فطرت کی آغوش نے ہر چیز کو  
اپنے دامن میں سمیٹنا شروع کر دیا ہو۔ جس طرح خاموش کے ساغر اور احساس کے  
سینوں کو ہوا کی اندھی سرسراہٹیں روند کر رکھ دیتی ہیں۔ بالکل ایسے ہی نبطیوں نے  
اپنے سامنے آنے والی ہیروڈیس کے لشکریوں کی ہر صف کو روند کر رکھ دیا تھا۔ نتیجہ یہ  
نکلا کہ نبطیوں کے ہاتھوں ہیروڈیس کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور ہیروڈیس کے  
علم کا انتظار کئے بغیر اس کے لشکری اپنی شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے  
ہوئے۔

نبطی لشکریوں کو پہلے ہی احکامات مل چکے تھے کہ انہوں نے ہیروڈیس اس کی  
ہوئی ہیروڈیس کے بیٹے اگرپا کو زندہ گرفتار کرنا ہے۔ لہذا نبطی چاروں طرف چھا گئے جو  
لشکری میدان جنگ سے بھاگے تھے ان کا کسی بھی صورت تعاقب نہ کیا گیا جب کہ  
ہیروڈیس اور اگرپا کو گرفتار کر لیا گیا تو بچے کھجے وہ لشکری جو جنگ سے منہ  
موڑ رہے تھے۔ انہیں خود بھاگ جانے کا موقع فراہم کیا گیا۔ اس طرح ہیروڈیس کے  
مارے لشکری اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حارث کو اطلاع کروی گئی کہ ہیروڈیس، ہیروڈیس اور ہیروڈیس کے بیٹے اگرپا کو زندہ  
گرفتار کر لیا گیا ہے۔ حارث نے فی الفور ان کے متعلق کوئی حکم جاری نہ کیا۔ پہلے  
اس نے ہیروڈیس کے پڑاؤ پر قبضہ کیا۔ پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا۔ اپنی لشکر گاہ کو درست  
کیا۔ جنگ میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کا حکم دیا۔ جب ان سارے امور سے  
فارغ ہو گیا تب وہ حبیب بن عثمان، مالک زبیل، سعید، قلیس اور شاطر کے ساتھ  
ایک جگہ بیٹھا۔

حارث کے پہلو میں ایک طرف اس کا بیٹا مالک دوسری طرف زبیل تھا۔ اس  
موقع پر حارث نے کچھ سوچا پھر زبیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مرے بیٹے جس جگہ تم بیٹھے ہو یہاں حبیب بن عثمان کو بیٹھنے دو۔“ زبیل

بڑھے تھے۔ پھر وہ ہیروڈیس کے لشکر پر عجب سے انداز میں نعرے بلند کرتے ہوئے بحر  
کی تلخیاں کھڑی کرتے کھولتے غموں کے طوفان اور لمو کے ذرے ذرے میں دھکیں  
سکتی چنگاریوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اپنی پہلی ہی یلغار میں نبطی حارث، حبیب بن عثمان، مالک، زبیل، سعید، قلیس  
اور شاطر کی سرکردگی میں ہیروڈیس کے لشکر میں اس طرح گھسنے لگے تھے جیسے صدیوں  
کی رفتار میں قند بے محابا اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ جیسے تندو و سفاک لمحات کے اندر زہر  
آگئیں۔ نشتر دشمن کو ریزہ ریزہ کرنے کیلئے حرکت میں لائے گئے ہوں۔ نبطیوں کا یہ  
حملہ ایسا پر زور تھا کہ ہیروڈیس کے لشکری اس مسافر کی طرح بدحواس ہو گئے تھے جس  
کے سامنے نہ کوئی منزل ہو نہ کوئی راہ۔

ہیروڈیس نے اپنے لشکر کو جارحیت اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ وہ دفاع تک  
محدود رہا۔ جنگ جب اپنے عروج پر آگئی تب بھی اس کے لشکے اپنے دفاع تک ہی  
محدود رہے جس کا ایک عجیب سا رد عمل ہوا اور وہ یہ کہ ہیروڈیس کے لشکری بدظن  
ہونے لگے۔ ان کی حوصلہ شکنی ہونے لگی جبکہ نبطیوں کا رد عمل مختلف تھا۔

نبطیوں نے جب اندازہ لگایا کہ ان کے خلاف ہیروڈیس کے لشکری جارحیت  
اختیار نہیں کر رہے اور وہ اپنی شکست سے بچنے کیلئے اپنے آپ کو صرف دفاع تک  
محدود کر رہے ہیں۔ تب ان کے حوصلے مزید بلند ہوئے۔ ان کے دلوں میں مزید جوانی کی  
ترنگ اختیار کرتے چلے گئے۔ وہ ایک دوسرے کو اپنے جذبوں سے آگاہ کرتے کیلئے کچھ  
دیر تک نعرے بلند کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ قوت اور بے باکی  
کے ساتھ رگ و پے میں پوست ہو جانے والے تحکرات کے سانباؤں اور پاشکتہ اور  
ہراساں کر دینے والے موت کے کاروانوں کی طرح چھانے لگے۔

ہیروڈیس کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کا بادشاہ ہیروڈیس جوانی حملے کی ابتداء  
نہیں کر رہا اور اس نے انہیں نبطیوں کے حوالے کرتے ہوئے دفاع تک محدود کر دیا  
ہے جبکہ خود وہ اپنے لشکر کے وسط میں زور زور سے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کے  
حوصلے بلند کر رہا ہے۔ تب وہ مزید بددل ہوئے۔ ان کی اس بددلی کا نبطیوں نے مزید  
فائدہ اٹھایا اور وہ خون میں لتھڑی گھاؤں اور سلگتے چروں کے کرب بن کر پوری طرح

”ہیروڈیس اگر تو طلاق پر ہی اکتفا کرتا تو معاملہ اس قدر سنگین نہ ہوتا تو ایسا بدبخت انسان نکلا کہ تو نے میری بیٹی کو طلاق دیکر فارغ کیا، ساتھ ہی اس کے ساتھ مسلح جوان لگا دیئے اور انہیں حکم دیا کہ راستے میں عریب کو قتل کر دیا جائے اور پھر مجھے جا کر یہ اطلاع کر دی جائے کہ جب وہ عریب کو مار رہے تھے تو راستے میں بٹ ماروں نے ان پر حملہ کر دیا۔ عریب کو قتل کر دیا۔

تیرے گناہوں کی فہرست میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تو ہمارے مقابلے میں رومنوں کو لیکر آیا۔ سب سے پہلے تو نے پیلاطس اور ڈیکاپولس کو اپنے ساتھ ملایا۔ جب ہم نے تمہارے ساتھ انہیں بھی بدترین شکست دی تب بھی تیری جان کو چین اور قرار نہ آیا۔

تو نے مصر کے رومن حاکم گالس اور اسٹرابو کو ہمارے خلاف کھڑا کیا۔ ساتھ ہی تو نے تیز رفتار قاصد دمشق کے بادشاہ حداد بن مدار کی طرف بھجوائے اور اسے بھی ترغیب دی کہ وہ ہم پر حملہ آور ہونے کیلئے تمہارا ساتھ دے۔

”لیکن تمہاری بدبختی تمہارے ساتھ تھی۔ تمہیں گالس اور اسٹرابو کو بھی ہم نے شکست دی تمہاری مزید بد قسمتی کہ حداد بن مدار نے بروقت تمہاری مدد نہ کی۔ اس طرح حداد بن مدار نے خود اپنی بدبختی کو بھی آواز دی۔

”اس نے قاصد بھیج کر ہم سے اوزال کو طلب کیا۔ وقتی طور پر تو ہم اسے ٹال گئے لیکن گالس، اسٹرابو اور تمہیں شکست دینے کے بعد ہم نے اس بدبخت کا بھی رخ کیا اور اس کی سلطنت پر حملہ آور ہو کر نہ صرف اسے اس کی حکومت سے محروم کیا بلکہ اسے اس کے زندگی کے سفر سے بھی محروم کر کے رکھ دیا۔

ہیروڈیس! تو اب بھی خوش اور مطمئن تھا کہ رومن ایک بار پھر تیری مدد پر آمادہ ہیں۔ رومنوں کے شہنشاہ ٹائیبرس نے اپنا بحری بیڑہ روانہ کیا جس نے ایک لشکر مصر میں اتارا دوسرا ایلہ کی بندرگاہ کی طرف روانہ کیا۔ ان دونوں لشکروں کی خبر سن کر تیرے حوصلے پھر جوان ہو گئے تھے۔ پھر دیکھ ہم نے تیرے لشکر کے کیرھے کو موت کے گھاٹ اتارا۔ تجھے تیری بیوی اور تیرے بیٹے اگرپا تینوں کو زندہ گرفتار کر لیا ہے۔ ہیروڈیس تو بار بار ہمارے خلاف بدیسی قوتوں کو آزماتا رہا لیکن ہمارے تیرے

فورا“ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حارث نے حبیب بن عثمان کو اپنے قریب آنے کو کہا۔ حبیب بن عثمان اٹھ کر حارث کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پھر حارث نے اپنے بیٹے زبیل کو مخاطب کیا۔

”زبیل میرے بچے جاؤ اگرپا کو اس کے باپ ہیروڈیس سے علیحدہ کر دو۔ اس سے میں بعد میں گفتگو کروں گا پہلے ہیروڈیس اور اس کی بیوی ہیروڈیہ کو لیکر آؤ۔

زبیل وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد لوٹا۔ اس کے ساتھ ہیروڈیس اور اس کی بیوی ہیروڈیہ تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے کچھ مسلح جوان تھے۔ ہیروڈیس اور ہیروڈیہ دونوں کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ دونوں کو حارث کے سامنے لا کھڑا کیا گیا۔

دونوں سر جھکائے ہوئے تھے۔ حارث سے نگاہیں ملانے کی جرات نہ کر رہے تھے۔ اس موقع پر ہاتھ کے اشارے سے حارث نے اپنے بیٹے زبیل کو قریب بلایا۔ اس کے کان میں کچھ دیر سرگوشی کرتا رہا جسے سن کر زبیل مسکراتا رہا پھر وہ تقریباً بھاگتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد زبیل لوٹا۔ اس کے ساتھ اوزال، عریب، شمیر، السار اور رعما تھیں۔

جب وہ قریب آئیں تو ان سب کو ہاتھ کے اشارے سے حارث نے حبیب بن عثمان کے قریب بیٹھنے کو کہا۔ حبیب بن عثمان کے ساتھ پہلے اوزال بیٹھی اس کے بعد عریب، شمیر، السار اور رعما بھی بیٹھ گئی تھیں۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد حارث نے پہلی بار ہیروڈیس کو مخاطب کیا۔

”ہیروڈیس تمہارا معاملہ میں خود طے کروں گا اس لئے کہ تم میری ذات کے زیادہ مجرم ہو۔ جہاں تک تمہاری بیوی ہیروڈیہ کا تعلق ہے۔ اس کا معاملہ میں اپنے لشکریوں کے سالار اعلیٰ حبیب بن عثمان کے حوالے کروں گا۔

ہیروڈیس! تو ایک نہیں ان گنت گناہوں میں ملوث ہے۔ تیری پہلی غلطی یہ ہے کہ تو نے ناحق میری بیٹی عریب کو طلاق دی۔ ذرا نگاہیں اٹھا کر سامنے دیکھ تیرے سامنے میری بیٹی عریب بیٹھی ہوئی ہے۔ میں اس کی شادی اپنے وزیر سیلاس کے بیٹے حمان سے کر چکا ہوں۔“

دامن تیری جھولی میں شکست کے روگ ڈالے لیکن تیری آنکھیں پھر بھی نہ کھلیں تو بار بار ہمارے خلاف بغاوت کرتا رہا۔ ہم سے کدودھ، دشمنی کا اظہار کرتا رہا جو الزامات تم پر لگائے ہیں ہیروڈیس ان کے دفاع میں کچھ بولنا چاہتے ہو تو میں تھوڑی دیر کا وقفہ تمہیں دیتا ہوں تم بول سکتے ہو۔“

ہیروڈیس نے اس موقع پر نگاہ اٹھا کر حارث کی طرف دیکھا لمحہ بھر کیلئے اس کی نگاہیں عریب پر جم گئیں۔ پھر اس نے اپنی نگاہیں جھکالیں۔ اس پر حارث نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

”اس موقع پر تمہارا نہ بولنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ تم اپنے جرائم کو قبول کرتے ہو اس کے بعد حارث نے ہاتھ کے اشارے سے پھر اپنے بیٹے زبیل کو بلایا۔

زبیل قریب آیا۔ حارث نے پھر اس سے سرگوشی کی جس کے جواب میں زبیل پیچھے ہٹ گیا تھا۔

زبیل کچھ دیر تک مسلح جوانوں کو کچھ سمجھاتا رہا جس کے جواب میں دو مسلح جوان آگے بڑھے ہیروڈیس اور ہیروڈیہ کے ہاتھ جو پشت پر بندھے ہوئے تھے وہ اس نے کھول دیئے تھے۔

دونوں میاں بیوی کچھ دیر تک اپنے ہاتھوں کو سہلاتے رہے۔ اس دوران حارث کی آواز ان دونوں میاں بیوی کی سماعت سے نکل آئی۔

”ہیروڈیس تم اپنے جرائم کو قبول کر چکے ہو لہذا میں تمہارے لئے قتل کی سزا کا حکم دیتا ہوں۔“

اپنی سزا سن کر ہیروڈیس کا رنگ ہلدی اور سرسوں ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ پکڑا کر گرنے لگا تھا کہ پیچھے کھڑے مسلح جوانوں نے اسے سنبھال لیا اور پھر اسے وہیں زمین پر بٹھا دیا تھا۔

حارث کچھ دیر تک ہیروڈیس کی حالت پر مسکراتا رہا پھر حبیب بن عثمان کو اس نے مخاطب کیا۔

”ابن عثمان میرے بیٹے میں اپنے کام کی تکمیل کر چکا ہوں۔ ہیروڈیہ تمہارے

سامنے ہے جو کچھ تم اس سے کہنا چاہتے ہو کہو۔“

اس کے بعد حارث نے ہیروڈیہ کو مخاطب کیا۔

”سن ہیروڈیس کی بھتیجی اور بیوی! ہیروڈیس کا معاملہ تو میں نے طے کر دیا ہے لیکن تیرا معاملہ میں سپہ سالار اعلیٰ حبیب بن عثمان کے سپرد کرتا ہوں وہی تیرے ساتھ گفتگو کرے گا۔

حارث جب خاموش ہوا تو حبیب بن عثمان نے ہیروڈیہ کو مخاطب کیا۔

”ہیروڈیہ اپنی نگاہیں اوپر اٹھا اور جو لڑکی میرے بائیں پہلو میں بیٹھی ہے اس کی طرف غور سے دیکھ اور بتا کیا تو اسے پہچانتی ہے؟“

ہیروڈیہ نے نگاہیں اٹھائیں پھر حبیب بن عثمان کے پہلو میں اوزال کو دیکھ کر سکتہ ماطاری ہو گیا تھا۔ رعشہ کے کسی مریض کی طرح وہ لرزے لگی تھی۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے عریب اور اوزال مسکرانے لگی تھیں۔ حبیب بن عثمان نے ہیروڈیہ کو مخاطب کیا۔

”ہیروڈیہ تمہارا پہلا جرم یہ ہے کہ تم نے اوزال سے بغیر کسی وجہ کے رقابت کا اظہار کرنا شروع کیا۔ صرف اس وجہ سے کہ یہ خوبصورتی اور رقص میں تم سے بالا اور اعلیٰ تھی۔ تم نے اپنے آدمی اس کے پیچھے لگائے تاکہ اسے قتل کر دیا جائے۔ سنو ہیروڈیہ یروشلیم کے جہنم سے اوزال کو نکالنے والا میں ہی ہوں۔ میرا نام حبیب بن عثمان ہے اور اوزال اس وقت میری بیوی ہے۔

ہیروڈیہ تمہارے دامن میں صرف یہی گناہ اور جرم ہوتا تو قسم مجھے اپنے اس خداوند قدوس کی جو سارے جہان کو پالنے والا اور زمین و آسمان کا خالق ہے میں تجھے عورت جان کر معاف کر دیتا۔ تیرے لئے کوئی سزا تجویز نہ کرتا لیکن تیرے نامہ اعمال پر ایک ایسے گناہ کا دمج ہے جسے بندہ تو بندہ اس کائنات کا خالق بھی معاف نہیں کرے گا۔

بدنام زمانہ ہیروڈیہ تیرے کہنے پر تیرے چچا اور تیرے شوہر ہیروڈیس نے اللہ کے نبی کو زندان میں ڈالا۔ اس لئے کہ تو اپنے چچا سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ اللہ کے نبیؐ علیہ السلام نے اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ تیرے کہنے پر ہیروڈیس نے انہیں زندان

تو نے ایسا برا فعل کیا ہے جس کی کوئی معافی نہیں۔ تو نے پیغمبر کے خلاف ہر روائی کز کے خداوند قدوس کی خوشنودی کو ٹھکرایا ہے۔ ہیرودیہ اللہ کے یہ بندے تو بت کی رفتار اور تاریخ کے کردار میں پرچم امن اور عافیت بلند کرنے والے ہوتے ہیں۔ صداقت کا تراشا ستارہ ہوتے ہیں۔ اعلیٰ اخلاق اور تقدس کے امین ہوتے ہیں۔ نے کائنات کے تخلیقی اصولوں سے بغاوت کی ہے۔ اخلاقی اور روحانی انحطاط کا شکار ہوئی ہے تو نے اپنے طور پر خدائی قانون کی ساخت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تیری اس اندھی سوداگری اور آمرانہ رعونت کی تجھے سزا ضرور ملے گی۔

”ہیرودیہ چونکہ اللہ کے نبی خداوند قدوس کی رضامندی اور اس کی خوشنودی کے امین ہوتے ہیں۔ تو نے کیونکہ ایک پیغمبر کے ساتھ زیادتی کرائی ہے لہذا تو نے دوسرے الفاظ میں خداوند قدوس کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی ہے اور جو خداوند قدوس کا باغی ہوتا ہے اسے کسی بھی صورت اس سرزمین پر زندہ رہنے اور اس پر چلنے کا کوئی حق نہیں۔ لہذا جس طرح ہمارے محترم حادث نے تمہارے شوہر ہیرودیس کو قتل کرنے کا فرمان جاری کیا ہے اس طرح میں بھی تیرے قتل کئے جانے کا فیصلہ دیتا ہوں۔“

جب تک حبیب بن عثمان بولتا رہا وہاں بیٹھے ہوئے سارے لوگوں کے چروں پر کراہٹ کھیلتی رہی اس کے خاموش ہونے پر ایک بار پھر حادث نے اپنے بیٹے زبیل کو اشارے سے بلایا۔ اس کے کان میں پھر اس نے رازدارانہ سرگوشی کی۔ اس سرگوشی کو سن کر زبیل پیچھے ہٹ گیا جو مسلح جوان پیچھے کھڑے تھے ان کے ہاتھ اس نے دھیمے لہجے میں بات کی۔ پھر وہ مسلح جوان حرکت میں آئے۔ ہیرودیس اور ہیرودیہ کو پکڑ کر وہ ایک طرف لے گئے اور دونوں کی انہوں نے گردنیں اڑا دی تھیں۔

یہ کام جب تکمیل کو پہنچ چکا۔ تب حادث پھر بولا اور اپنے بیٹے زبیل کو مخاطب کیا۔

”زبیل مرے بیٹے اب اگر پا کو میرے سامنے پیش کر دو۔“

زبیل مسلح جوانوں کو لیکر وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اب مسلح

میں ڈال دیا۔

تیری بد بختی کی انتہا یہاں بھی نہ ہوئی تو مزید آگے بڑھی۔ اپنے چچا ہیرودیس سے محبت اور الفت کی پینٹیں بوحاتی رہی اور اس کی مملکت کی ملکہ بننے کی خواہش تیرے دل، تیرے دماغ میں رچ بس گئی۔“

”ایسا کرنے کیلئے تو نے بڑے اچھے موقع کو تلاش کیا۔ ہیرودیس کی سالگرہ پر تو نے جان توڑ رقص کیا۔ خوب بن سنور کے سامنے آئی اور اپنے اعضاء کی پوری نمائش اس کے سامنے کی جس سے متاثر ہو کر اس نے تم سے کہہ دیا مانگ کیا مانگتی ہے اور تو ایسی بد بخت گناہ گار اور سیاہ رو عورت نکلی کو تو نے اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگ لیا اور اس بد بخت ہیرودیس نے اللہ کے نبی کا سر کاٹ کر تجھے پیش کر دیا۔“

ہیرودیہ یہ ایسا جرم ہے جسے کسی بھی صورت معاف نہیں کیا جاسکتا۔“

اس کائنات میں اللہ کے نبی، پیغمبر اور رسول کا بڑا اعلیٰ اور ارفع مقام ہوتا ہے۔ وہ گناہوں سے تپتی دھوپ اور اندیشوں کی ریت جیسے ماحول میں اپنے کردار، اپنی سیرت سے کرن کرن کو جگمگا دینے والا ہوتا ہے۔ بے درد رسوں کی صلیبوں اور خود ساختہ مشرکانہ روایات کے اندر اللہ کے پیغمبر کو رے کانڈ پر نیکی کی پہلی لکیر کی مانند اٹھتا ہے اور انسانیت کی شریانوں میں محبت کی خوشبو بھرتا چلا جاتا ہے۔

ہیرودیہ اللہ کے یہ پیغام رساں زندگی کے خونی حوادث اور مسائل کے شب و روز کے عتاب میں نیکیوں اور خوبیوں کی مشعل لیکر اٹھنے والے ہوتے ہیں۔ بے یار و بے نوا ہونے کے باوجود اس بحرو بر شہر و گھر اور سم آلودہ ماحول میں وہ خداوند قدوس کی رضا مندی اور اس کی رضا کے امین بن کر انسان کے سامنے آتے ہیں۔

اس کارگاہ میں کھارے پانیوں سے شرکت اور بنجرین جیسی بدعتوں کے اندر پیغمبر خداوند قدوس کی طرف سے وحدانیت کی صبح نو کے قافلوں کا امین ہوتا ہے۔ ہیرودیہ نے اپنی شرقتوں کا راز حاصل کرنے کیلئے ہیرودیس کے سامنے اپنے حسن بدن کو ساز بنا کر پیش کیا اور اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگ لیا۔ تو ایک شیطانی وراشت رکھنے والی عورت ہے اور ابد تک ملعون و مطعون رہے گی۔

دنوں میں دونوں قومیں دو بہترین ہمسایوں کی طرح گزر بسر کر سکیں۔ افسوس میرے باپ نے میری اس نصیحت پر کوئی کان نہ دھرے اور امن پر اس نے ہمیشہ جنگ کو ترجیح دی۔“

حارث کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا۔ اس دوران کبھی کبھی بڑے غور سے اپنے سامنے اگرپا کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا اس کے بعد اس نے دوبارہ اگرپا سے کہنا شروع کیا۔

”اگرپا میری نگاہوں میں تمہارا ماضی بالکل صاف ہے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں کہوں گا۔ بددیانتی سے کام نہیں لوں گا۔ تمہارے باپ کے سامنے میں نے اس کے جرائم کی فہرست پیش کی وہ کوئی خاطر خواہ جواب نہ دے سکا۔ اپنا دفاع نہ کر سکا لہذا میں نے اس کا کام تمام کرنے کا حکم دے دیا۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں۔“

”جہاں تک اس کی بیوی اور تمہاری چچا زاد بہن ہیرودیہ کا تعلق ہے تو وہ ایک نہیں کئی بڑے بڑے جرائم کی مرتکب ہوئی۔ اس نے میری بیٹی اوزال کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ اس نے تمہارے باپ کے سامنے دل ہلا دینے والا رقص پیش کیا اور رقص کی داد وصول کرتے ہوئے اس نے اللہ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگ لیا۔ اس کا معاملہ میں نے اپنے سالار اعلیٰ حبیب بن عثمان کے سپرد کیا۔ حبیب بن عثمان سے اس کی طویل گفتگو ہوئی۔ جس کے بعد حبیب بن عثمان نے اس کا کام تمام کرنے کا حکم دیدیا۔ لہذا تمہارے باپ ہیرودیس کے ساتھ ہیرودیہ کو بھی موت کے گھاٹ اتارا جا چکا ہے۔“

میں چاہتا تو تمہارے خلاف بھی ایسا فیصلہ کر سکتا تھا۔ مجھے کوئی روکنے والا نہیں کوئی میرا ہاتھ پکڑنے والا نہیں لیکن میں نے ایسا کرنا پسند نہیں کیا۔ کیونکہ میں تمہیں موقع دینا چاہتا ہوں جو فیصلہ میں نے تمہارے متعلق کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

میں تمہیں سارے فلسطین کا حکمران دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ہمارا لشکر جنوب کا رخ کرے گا جس طرح تمہارے باپ ہیرودیس کو شکست دی ہے اسی طرح پیلاطس کا کام بھی تمام کریں گے۔ پیلاطس کا خاتمہ کرنے کے بعد فلسطین کا اندر کوئی ایسی قوت نہ رہے گی۔ جو حکومت میں تمہاری شراکت داری کی

جوانوں کے درمیان وہ اگرپا کو لیکر آیا تھا اور اپنے باپ حارث کے سامنے لاکھڑا کیا تھا۔

اگرپا کے ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ حارث نے ایک ہمدردانہ نگاہ اگرپا پر ڈالی پھر اپنے بیٹے زیبال کو مخاطب کیا۔

”اس کے ہاتھ کھول دو۔“ زیبال پشت کی طرف گیا۔ اگرپا کے بندھے ہوئے ہاتھ اس نے کھول دیئے تھے۔

کچھ دیر تک حارث اگرپا کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ اگرپا نے صرف ایک نگاہ حارث کے چہرے پر ڈالی تھی۔ اس کے بعد اس کی گردن جھک گئی تھی اور وہ زمین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ حارث نے اسے مخاطب کیا۔

”اگرپا تمہیں ایک جنگی قیدی کی حیثیت سے میرے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس سے قبل تمہارے باپ ہیرودیس اور ہیرودیہ کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا اس لئے کہ تمہاری طرح انہیں بھی جنگ کے دوران زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا اور تمہاری آمد سے پہلے ان کی گردنیں کاٹی جا چکی ہیں۔ اب تم میرے سامنے پیش ہو کو تم میری طرف سے کیسے سلوک کی امید رکھتے ہو۔“

اگرپا نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی۔ حارث کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”نبطیوں کے عظیم بادشاہ آپ ایک فاتح ہیں اور میں ایک شکست خوردہ سپاہی کی طرح آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ آپ حق رکھتے ہیں میرے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں۔ مجھے بولنے یا اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔“

اگرپا کا کچھ سوچا پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

”تاہم اگر آپ نے میرے خیالات جاننے کی خواہش کی ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ میں اس جنگ کے خلاف تھا۔ میرا باپ ہمیشہ اپنی مرضی لشکریوں پر مسلط کرتا رہا۔ میرا کہنا اس نے کبھی نہیں مانا۔ میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ رومنوں کو اس سرزمین میں دعوت نہیں دینی چاہئے۔ میں نے اس سے یہ بھی گزارش کی تھی کہ ہمیں نبطیوں کے ساتھ اپنے معاملات حل بیٹھ کر طے کر لینے چاہئیں تاکہ آنے والے

خواں ہو۔ لہذا میں تمہیں پورے فلسطین کا حاکم مقرر کروں گا لیکن اس کیلئے میری چند شرائط ہیں۔

اگرپا! میری جو شرائط ہیں وہ بھی میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اگر تجھے منظور دں تو ہاں کر دینا ورنہ میں تمہارے قتل کا فیصلہ نہیں کروں گا۔ تمہیں آزاد کروں گا اور فلسطین کا حاکم کسی اور کو مقرر کروں گا۔

پہلی بات جو میں انتہائی ضرورت کے تحت کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میری خواہش ہے کہ آنے والے دور میں فلسطینیوں اور نبطیوں کے درمیان اتفاق رہے نہ نبطی، فلسطینیوں کے خلاف کسی دوسری قوم کی مدد حاصل کریں نہ ہی فلسطینی ایسا کریں۔ دونوں ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں اور پرامن زندگی بسر کریں۔

”دوسری بات جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یوں ہے کہ تمہارا باپ بہرودیس ہمیشہ ہمارے مقابلے میں رومنوں سے مدد حاصل کرتا رہا میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آئندہ حکمران کی حیثیت سے رومنوں سے ہمارے متعلق کوئی مدد حاصل نہ کرو گے۔ نہ ان کے ساتھ کوئی رابطہ قائم رکھو گے۔“

اگر تم میری ان تجاویز کو قبول کرتے ہو تو میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں ہمارے اور تمہارے درمیان بہترین اتفاق رہے گا۔ اگر تم ہماری بات مانتے ہوئے ہمارے حلیف بن کر رہتے ہو تو یاد رکھنا اگر کسی بھی قوت نے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو میں اس وقت تمہارا پورا پورا دفاع کروں گا۔ اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

حارث کی اس گفتگو سے اگرپا کے چہرے پر گہری مسکراہٹ کھل گئی تھی۔ بڑے تشکر آمیز انداز میں کچھ دیر تک وہ حارث کی طرف دیکھتا رہا پھر بول پڑا۔

”نبطیوں کے عظیم اور رحمدل بادشاہ جو باتیں آپ نے کسی ہیں یہی باتیں میں ماضی میں اپنے باپ سے کہتا رہا ہوں۔ اگر آپ مجھے فلسطین کا حاکم مقرر کرتے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں آپ کو میری طرف سے کوئی شکایت نہیں ملے گی۔

فلسطین کے اندر نہ ہی میں اپنے باپ جیسا کردار ادا کروں گا۔ آپ کے خلاف نہ ہی دوسری قوت کو جنگ کی دعوت دوں گا بلکہ اگر آپ کے اور ہمارے درمیان اختلاف رائے ہوتا ہے تو اسے باہم مشورے سے طے کر لیا جائے گا۔“

کچھ دیر کیلئے اگرپا رکا۔ سوچا پھر دوبارہ کہنا شروع کیا۔

”نبطیوں کے محترم تاجدار میں آپ کو یہ بھی ضمانت دیتا ہوں کہ نبطیوں اور فلسطینیوں کے درمیان جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ یوں جانیں کہ فلسطینیوں کی بد قسمتی ہے کہ ہم لوگ نبطیوں کے ساتھ نکرائے۔ اس طرح ہونا نہیں چاہئے تھا۔ بہر حال میں ان سرزمینوں میں اپنے باپ جیسا کردار ادا نہیں کروں گا۔ آپ مجھے ہمیشہ اپنا حلیف اور فرما بردار پائیں گے۔ میں آپ کو یہ بھی ضمانت دیتا ہوں کہ آپ کے خلاف کبھی بھی کسی بھی موقع پر رومنوں کے ساتھ کوئی ساز باز نہیں کروں گا۔“

اگرپا کا جواب سن کر حارث تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا۔ شاید جو معاملہ طے ہوا تھا اس سے لطف انداز ہوتا رہا۔ ایک بار پھر اس نے اپنے بیٹے زبیل کو اشارے سے بلایا۔

زبیل اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔ حارث نے پھر اس سے سرگوشی کی جسے سن کر زبیل وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد زبیل لوٹا اس کے ساتھ ایک سائیکس تھا جو ایک عمدہ نسل کے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھا۔ گھوڑے پر زین ڈلی ہوئی تھی۔ گھوڑا سائیکس نے حارث کے سامنے لاکھڑا کیا جبکہ زبیل پھر اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ حارث نے اگرپا کو مخاطب کیا۔

اگرپا تو نے مجھے اپنی گفتگو سے مطمئن اور خوش کر دیا ہے۔ میں تجھے پورے فلسطین کا حاکم اعلیٰ مقرر کرتا ہوں جو گھوڑا تمہارے قریب کھڑا ہے یہ تمہارے لئے منگوایا گیا ہے۔ اس پر سوار ہو اور اپنی سرزمینوں کی طرف چلے جاؤ اب تم فلسطین کے حکمران ہو۔

اگرپا کے چہرے پر بے پایاں خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ عجیب سے انداز میں وہ آگے بڑی عاجزی اور انکساری سے اس نے حارث کے دونوں گھٹنوں کو پکڑ لیا۔



حارث نے فوراً اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر اس کے ساتھ پر جوش مصافحہ کیا۔

حارث کے بعد اگرپا نے حبیب بن عثمان، مالک، زبیل، سعید اور دوسرے سالاروں سے مصافحہ کیا۔ پھر حارث سے اجازت لیکر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

اگرپا کے جانے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ حارث نے باری باری مالک اور حبیب بن عثمان کی طرف دیکھا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیزو جو معاملہ میں طے کرنا چاہتا تھا وہ بڑے احسن طریقے سے طے ہو گیا ہے۔ ماضی میں یہودی یقیناً ہمارے لئے خدشات اور خطرات کا باعث بنا ہوا تھا لیکن اس خطرے کو ہم نے ہمیشہ کیلئے ٹال دیا ہے۔ اگرپا نے میری خواہشوں کے مطابق عمل کرنے کا اظہار کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں یہ ہمارے لئے سود مند ثابت ہوگا۔“

حبیب بن عثمان میرے بیٹے اب تم یہ کہو کہ تم کب تک یہاں سے کوچ کرنا پسند کروں گے۔

حبیب بن عثمان حارث کو دیکھتے ہوئے فوراً بول پڑا۔

”میں چاہتا ہوں کہ میرے لشکری ایک رات یہاں قیام کر کے آرام کر لیں۔

اگلے روز میں صبح ہی صبح یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔“

حبیب بن عثمان کا جواب سن کر حارث شاید مطمئن ہو گیا تھا۔ دوبارہ وہ بول پڑا۔

”بیٹے جیسا کہ تم لوگوں نے سنا میں اگرپا کو سارے فلسطین کا حاکم اعلیٰ مقرر کر چکا ہوں جبکہ تم جانتے ہو یروشلم پر اس وقت رومنوں کا گورنر پیلاطس حکمران ہے۔ میں چاہتا ہوں پیلاطس سے یروشلم خالی کر لیا جائے اور پورے فلسطین میں ایسی فضاء قائم کی جائے کہ فلسطین میں اگرپا کسی شراکت کے بغیر حکمرانی کرے۔“

حبیب بن عثمان شاید پہلے ہی اس موضوع کے متعلق سوچ چکا تھا لہذا فوراً بول

پڑا۔

”آپ بالکل مطمئن رہیں۔ اس پیلاطس کی ہمارے سامنے اب کوئی حیثیت نہیں

ہے۔ جب تک یہ پیلاطس ہم سے ٹکرایا نہ تھا وہ اپنے آپ کو بڑی قوت خیال کرتا تھا۔ پہلی شکست کے بعد اس کے سارے ارمان ٹوٹ گئے۔ اس کے بعد جب ہم نے رومنوں کے حاکم گالس اور اس کے جرنیل اسٹرابو کو بھی بدترین شکست دی تب اس پیلاطس کے رہے سے اوسان بھی خطا ہو چکے تھے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ وہ ہم سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کرے گا۔“

میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھوں گا۔ اگر پیلاطس نے مجھ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ان سرزمینوں میں پیلاطس کیلئے عبرت خیزی کا سامان بن جاؤں گا۔ میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ جب تک آپ میرے پیچھے پیچھے یروشلم کے نواح میں پہنچیں گے تب تک میں پیلاطس سے نمٹ چکا ہوں گا۔ پیلاطس کے بعد فلسطین میں ایسی کوئی قوت نہیں رہتی جو اگرپا کے ساتھ کئے ہمارے معاہدے کی خلاف ورزی کرے۔

حبیب بن عثمان کی اس ساری تجویز سے حارث نے اتفاق کیا۔ آنے والی شب حبیب بن عثمان نے اپنے خیمے میں اپنی بیوی اوزال کے ساتھ بسر کی۔ اگلے روز وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جنوب کا رخ کر رہا تھا۔



پہلے جو جنگیں ہوئی تھیں حبیب بن عثمان کا نام دشمنوں کیلئے وحشت اور خوف کا باعث بنا ہوا تھا۔

پیلامس کو جب خبر ہوئی کہ نبطیوں کا سپہ سالار ایک لشکر کے ساتھ اس کا رخ کئے ہوئے ہے تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے سب سے پہلے اپنے مشروں سے مشورہ کیا۔ مشیروں میں سے صرف چند ایک نے پیلامس کا حوصلہ بڑھایا کہ نبطیوں کی طاقت سے مقابلہ کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں فی الفور مصر سے مدد مانگنی چاہئے۔ ساتھ ہی مشیروں نے پیلامس کو بھی یہ ڈھارس دی کہ عنقریب رومنوں کے دو بڑے لشکر ایک مصر کی طرف سے ایک ایلہ کی بندرگاہ سے نبطیوں پر وارد ہونے والے ہیں لہذا شہر میں محصور ہو کر اس جنگ کو طول دینا چاہئے تاکہ رومنوں کے دونوں لشکر اپنے کام کی ابتداء کر سکیں۔

لیکن زیادہ مشیروں نے پیلامس کو یہی مشورہ دیا کہ وہ کسی بھی طور سیلاب کے ریلے کی طرح بڑھتی ہوئی نبطیوں کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایسا کرنے کی کوشش کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اس مشورہ نے پیلامس پر اور زیادہ خوف و ہراس طاری کر دیا۔ لہذا یروثلیم کے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑتے ہوئے ایک رات وہ یروثلیم سے نکل بھاگا۔ اب یروثلیم میں ایسی کوئی قوت نہ تھی جو حبیب بن عثمان کا مقابلہ کر سکتی۔

حبیب بن عثمان ابھی یروثلیم پہنچا ہی نہ تھا کہ اسے خبر ہو گئی کہ رومنوں کا جرنیل پیلامس شہر چھوڑ کر بھاگ چکا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کے مشیر اور سرکردہ بھی شہر چھوڑ چکے ہیں۔ یہ خبر یقیناً حبیب بن عثمان کے لئے حوصلہ افزا تھی اس نے آگے بڑھنے کی رفتار پہلے سے بھی تیز کر دی یہاں تک کہ وہ یروثلیم کے نواح میں پہنچا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیدیا تھا۔

جس وقت خیمے نصب ہو چکے اور حبیب بن عثمان اور روزال اپنے خیمے میں آئے تب چند ہی ٹائیوں بعد سعید اور رعنا دونوں میاں بیوی ان کے خیمے میں داخل ہوئے۔ سعید نے آتے ہی حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”میرے بھائی میں آپ کیلئے اچھی خبر لیکر آیا ہوں۔ پیلامس اور اس کے

حبیب بن عثمان کا ارادہ تھا کہ جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے یروثلیم کا رخ کرے گا۔ وہاں رومنوں کے جرنیل پیلامس سے ٹکرائے گا اور اسے شکست دیکر اس کا خاتمہ کرتے ہوئے یروثلیم کو رومنوں سے آزاد کرا لیا جائے گا۔

اس نیت کے ساتھ وہ بڑی تیزی کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھا تھا۔ ادھر جب پیلامس کو یہ خبر ہوئی کہ نبطیوں نے ہیرودیس کو بدترین شکست دی ہے اور ہیرودیس اور اس کی بیوی ہیرودیہ دونوں کو قتل کر دیا گیا ہے اور نبطیوں کے بادشاہ حارث نے ہیرودیس کے بیٹے اگرپا کو پورے فلسطین کا حاکم اعلیٰ مقرر کر دیا ہے۔ تب وہ بڑا فکر مند اور پریشان ہوا۔

ہیرودیس کے انجام کے رد عمل کے طور پر وہ کوئی کارروائی کرنا ہی چاہتا تھا کہ اسے ایسی خبریں ملیں جس نے اس کے پاؤں تلے سے زمین ہلا دی۔ پیلامس کا پہلے یہ ارادہ تھا کہ ہیرودیس اور اس کی بیوی کے قتل کی خبر پر اس کی شکست اور اس کے علاقوں پر نبطیوں کے قبضے کی اطلاع وہ رومنوں سے کرے گا اور رومنوں کے شہنشاہ ٹائبرس سے گزارش کرے گا کہ نبطی اپنی عسکری اور لشکری طاقت میں اپنے عروج پر پہنچ چکے ہیں اور اگر ان کو نیچا نہ دکھایا گیا تو آنے والے دنوں میں ان کے ہمسایہ کسی بھی طور ان سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

لیکن پیلامس کی بد قسمتی کہ وہ رومنوں کے شہنشاہ ٹائبرس کو خبر نہ دے سکا۔ اس لئے کہ ان ہی دنوں اسے یہ اطلاع دی گئی کہ نبطیوں کا عظیم سپہ سالار حبیب بن عثمان ایک لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے یروثلیم کا رخ کئے ہوئے ہے اور ہر صورت میں پیلامس سے ٹکرائے گا اور پیلامس کو فلسطین سے نکال باہر کرے گا۔

حبیب بن عثمان کا نام پیلامس نے پہلے ہی سن رکھا تھا۔ اس لئے کہ اس سے

ہمارے خیمے کے ساتھ ہی جو سعید کا خیمہ ہے اس میں ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ اوزال اور رعما دونوں اکٹھی بیٹھ کر گفتگو کرنے لگیں۔ تمیس حبیب اور سعید دونوں بھائی باہر نکل گئے تھے۔

خیمے کے باہر یروثلیم کے کچھ سرکردہ لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ حبیب بن عثمان اور سعید نے ان کا بہترین اور پر تپاک خیر مقدم کیا۔ ان سے مصافحہ کیا۔ پھر حبیب بن عثمان سب کو سعید کے خیمے میں لے گیا۔ سب کو باعزت طریقے سے بٹھایا پھر حبیب بن عثمان انہیں مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی دند کو جو سرکردہ تھا وہ حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

نبطیوں کے عظیم سپہ سالار ہم جانتے ہیں کہ ہم آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ نہ ہی ہمارا ارادہ تھا کہ آپ کا مقابلہ کیا جائے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ سے پہلے یروثلیم کے رومن والی پیلا مس کو شکست دے چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ہیروڈیس آپ کے خلاف بدترین شکست اٹھا چکا ہے۔ یہی نہیں بلکہ شام کے بادشاہ حداد بن مدار کو آپ لوگوں نے شکست دیکر اس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ مصر کا والی گالس اور اس کا خونخوار جرنیل اسٹرابو آپ کے ہاتھوں شکست اٹھا چکے ہیں۔

آپ کے پاس آنے کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ ہم اہل یروثلیم آپ کیلئے بالکل بے ضرر ہیں۔ ہم آپ سے پورا پورا تعاون کریں گے اور اس کے صلے میں ہم اہل شہر کیلئے آپ سے امان طلب کرتے ہیں۔“

دند کا سرکردہ جب خاموش ہوا تب حبیب بن عثمان نے اسے مخاطب کیا۔ ”میرے عزیز تو نے بہت اچھی بات کی۔ یروثلیم شہر کے لوگوں سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ پیلا مس بھاگ چکا ہے۔ ہمارا ہدف وہی تھا۔ میں تم پر انکشاف کروں کہ ہمارا بادشاہ حارث ہیروڈیس اور اس کی بیوی کا خاتمہ کرنے کے بعد ہیروڈیس کے بیٹے اگرپا کو پورے فلسطین کا حاکم اعلیٰ بنا چکا ہے۔“

”پیلا مس نہ بھاگتا اور ہمارے مقابلے میں آتا تو اس کا ہم برا انجام کرتے۔ اس کے خاتمے کے بعد بھی اگرپا پورے فلسطین کا حاکم اعلیٰ ہوتا۔ اب جبکہ پیلا مس خود ہی بھاگ چکا ہے تو میں آپ لوگوں پر انکشاف کروں کہ اب ہیروڈیس کا بیٹا اگرپا ہی آپ

لوگ پہلے ہی شہر چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔ ہمارے وہ مخبر جو ہمارے آگے آگے تھے وہ یروثلیم میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ واپس آئے ہیں انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ یروثلیم کے لوگ ہمارے مطیع اور فرمانبردار بن کر رہنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی وہ لوگ بڑی فراخ دلی سے اگرپا کو اپنا حاکم اعلیٰ تسلیم کر رہے ہیں۔ شہریوں کا دند امان کی خاطر آپ سے ملنے بھی آنے والا ہے۔

حبیب بن عثمان ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے پہلو میں اوزال بیٹھ گئی۔ سعید اور رعما بیٹھ گئے۔ پھر حبیب بن عثمان نے سعید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”سعید میرے بھائی ہم نے یروثلیم کے لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کرنا۔ ہمارا اصل مقصد یروثلیم کے لوگ نہیں اس سمت آنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ جہاں جہاں سے بھی ہم گزریں لوگوں کو یہ تاثر دیتے چلے جائیں کہ ہم لوگ صحرائے سینا کی طرف بڑھ رہے ہیں تاکہ رومنوں کا جو لشکر مصر سے نکل کر ان سرزمینوں کی طرف آتا ہے اس کی راہ روکی جائے جبکہ حقیقت میں ہم نے ایسا نہیں کرنا۔“

مصر سے آنے والے لشکر کی راہ خود حارث اور مالک روکیں گے میں اور تم ایلہ کی بندرگاہ کی طرف نکل جائیں گے۔ یروثلیم کے سرکردہ لرگ اگر دند کی صورت میں اپنے اور شہریوں کیلئے امان طلب کرنے کیلئے آتے ہیں تو میں انہیں خوش آمدید کہوں گا اس لئے کہ ہمارا ان سے کوئی جھگڑا کوئی لین دین نہیں ہے۔

یہاں ہم اتنی دیر ہی قیام کریں گے جتنی دیر لشکری کھانا کھالیں اور کچھ دیر سنا لیں۔ اس کے بعد یہاں سے ہم کوچ کر جائیں گے۔

حبیب بن عثمان کو رک جانا پڑا تھا اس لئے کہ اس موقع پر ایک مسلح جوان اندر آیا اور حبیب بن عثمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر یروثلیم سے کچھ لوگ آئے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔“

حبیب بن عثمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سعید رعما اور روزال بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر حبیب بن عثمان نے اوزال کی طرف دیکھا۔ اوزال تم اور رعما یہیں رہو میں اور سعید جاتے ہیں اور ان سے ملتے ہیں۔

بائے کتنا شروع کیا۔

”اگر میں اور سعید دونوں عازور کے پاس چلے جاتے ہیں تو ہمارے بعد لشکر کی نرانی کون کرے گا۔“

حبیب بن عثمان کے اس استفسار کا اوزال جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ سعید بول پڑا۔

”حبیب میرے بھائی! عازور کے متعلق آپ نے مجھے تفصیل کے ساتھ بتایا ہے۔ میں اور رما لشکر ہی میں رکھتے ہیں۔ آپ دونوں ان کے ہاں سے ہو آئیں۔ ان سے ملنا ضروری ہے۔ یاد رکھئے اگر وہ تعاون نہ کرتے تو یروشلم شہر سے اوزال کا نکلنا یقیناً ناممکن تھا۔“

حبیب بن عثمان نے سعید کی اس تجویز کو پسند کیا۔ پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اوزال کی طرف دیکھا۔

”اٹھو پھر عازور کے ہاں سے ہو آئیں۔ لیکن ایک یاد رکھنا۔ وہ اس بات پر زور دیں گے کہ میں اور تم ان کے ہاں رات بسر کریں۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اوزال کے چہرے پر گہری مسکراہٹ کھل گئی۔ حبیب بن عثمان کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ لیا پھر کہنے لگی۔

”نہیں اگر انہوں نے روکنے کی کوشش کی تو میں نہیں رکوں گی۔ واپس آئیں گے اس لئے کہ ہم نے یہاں سے کوچ بھی کرنا ہے۔“

اوزال کے جواب سے حبیب بن عثمان خوشی ہو گیا تھا۔ پھر دونوں میاں بیوی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر انہیں ایڑ لگاتے ہوئے یروشلم شہر کے نواح میں عازور کی خانقاہ کا رخ کر رہے تھے۔

دونوں آگے پیچھے خانقاہ میں داخل ہوئے۔ صحن میں گھوڑوں سے اترنے ہی لگے تھے کہ ایک دم خانقاہ کے اندرونی حصے سے عازور اس کا بیٹا رخیم اس کی بیوی سرا یا عازور کی بیٹی سلانا نمودار ہوئے۔

اتنی دیر تک حبیب بن عثمان اور روزال دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے۔ عازور اور رخیم آگے بڑھے اور بڑے پرجوش انداز میں حبیب بن عثمان سے گلے ملے۔

کا حکمران ہے۔ پورے فلسطین پر وہی حکمرانی کرے گا۔ میرے خداوند نے چاہا تو اب رومنوں کو یہاں داخل ہونا نصیب نہیں ہوگا۔

یروشلم شہر کے لوگوں کو جا کر یہ خوشخبری سنائیں کہ وہ بالکل محفوظ ہیں۔ بالکل ایسے ہی پر سکون زندگی بسر کرتے رہیں۔ اپنے مال کا لین دین اپنا کاروبار کرتے رہیں جس طرح وہ چیلٹس کے دور میں کرتے رہے ہیں۔ کوئی ان پر بے جا سختی نہیں کرے گا۔ اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو وہ اپنی گردن سے محروم ہو جائے گا۔

میں تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کے ساتھ یہاں قیام کروں گا۔ اس کے بعد میں یہاں سے مزید جنوب کی طرف بڑھوں گا۔ صحرائے سینا کا رخ کروں گا اس لئے کہ رومنوں کا ایک لشکر مصر کی طرف سے ان علاقوں کی طرف پیش قدمی کرنے والا ہے۔ بس میرا مقصد اس لشکر کی راہ روک کر اسے مار بھگانا ہے۔ اب آپ لوگ جاسکتے ہیں اور شہریوں کو آپ میری طرف سے یقین دلا سکتے ہیں کہ ان سے کوئی پوچھ گچھ اور باز پرس نہیں کی جائے گی۔

دند کے لوگ خوش ہو گئے تھے۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بڑے خوش کن انداز میں سب نے باری باری حبیب بن عثمان اور سعید سے مصافحہ کیا پھر وہ واپس چلے گئے تھے۔

سعید کو لیکر جب حبیب بن عثمان دوبارہ اپنے خیمے میں آیا تو اوزال اور رما وہاں بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں۔ جونہی حبیب بن عثمان اوزال کے قریب آکر بیٹھا اوزال نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کتنا شروع کیا۔

”کیا ایسا ممکن نہیں کہ یہاں قیام کے دوران ہم لوگ محترم عازور اور ان کے اہل خانہ سے مل لیں۔ ان کے ہم پر بڑے احسانات ہیں اس لئے کہ۔۔۔۔۔“

اوزال کی بات کاٹتے ہوئے حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”ہم لوگوں سے تمہارا کیا مطلب ہے۔“

اوزال کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگی۔

”ہم لوگوں سے مطلب میں آپ سعید اور رما۔“

حبیب بن عثمان کچھ دیر مسکراتا رہا۔ پھر بڑے غور سے اوزال کی طرف دیکھتے

اتنی دیر تک سراپا اور رسدانا دونوں اوزال سے گلے ملتی رہیں۔ پھر عازور نے بڑے پیار سے اوزال کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

ابن عثمان میرے بیٹے تمہیں اوزال کے ساتھ اس خانقاہ میں دیکھتے ہوئے میں عجیب سا محسوس کر رہا ہوں۔ یہ وہی خانقاہ ہے جہاں سے کبھی تم اوزال کو چوری چھپے لیکر نکلے تھے اور ہر وقت تمہیں اپنی ہرست سے موت کا خطرہ تھا۔ لیکن مجھے جو خبریں ملیں ہیں ان کے مطابق نہ صرف تم لوگوں نے رومنوں کو شکستیں دیں بلکہ شام کو فتح کرتے ہوئے دمشق کو بھی اپنی عمل داری میں کر لیا ہے۔

مجھے یہ خبریں بھی مل گئیں کہ تم نے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لے لیا ہے۔ برابر اور اس کے ساتھیوں کا تم نے خاتمہ کر دیا ہے اور اوزال سے تم نے شادی کر لی ہے۔ پھر اچانک یہ بھی خبریں آنی شروع ہوئیں کہ ہیرودیس کو آخری شکست ہوئی۔ حارث نے اس کے قتل کا حکم دیا جبکہ تم نے اللہ کے نبیؐ کی علیہ السلام سے بدترین سلوک کرنے پر ہیرودیس کا بھی کام تمام کر دیا۔

یہاں عازور رکا تو اچانک رخم اپنے باپ کو بڑے پیار سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ پدر محترم! میرے بھائی اور بہن اوزال ایک عرصے بعد ہماری خانقاہ میں امن کے ماحول میں داخل ہوئے ہیں۔ کیا آپ یہیں صحن میں کھڑے کھڑے ملتے رہیں گے۔ ”رخیم کے الفاظ پر عازور چونکا تھا۔“ رخم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بچے تم ان دونوں کے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھو پھر اندر بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔

رخیم نے دونوں کے گھوڑوں کی باگیں پکڑیں پھر انہیں اصطبل کی طرف لے گیا۔ عازور، رسدانا، سراپا، حبیب اور اوزال خانقاہ کے اندر دینی حصے کی طرف گئے۔ اتنی دیر تک رخم بھی گھوڑوں کو اصطبل میں باندھنے کے بعد ان سے آن ملا تھا۔

سب خانقاہ کے ایک کمرے میں بیٹھ گئے پھر عازور نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

ابن عثمان میرے بیٹے یہ تم اور روزال یرد خلم کی طرف کیسے نکل آئے۔ کچھ دن

پہلے یہ خبریں یرد خلم میں پہنچیں تھیں کہ حارث ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ یرد خلم کا رخ کر رہا ہے اور پیلاطس سے ٹکرائے گا۔

پیلاطس ایسا بزدل نکلا کہ شہریوں کو نہتا چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ شہر کے کچھ سرکردہ لوگ تم لوگوں کے لشکر کی طرف گئے اور شہریوں کیلئے امان طلب کر لی۔

بیٹے کیا ایسا ممکن نہیں کیا میں اپنی بیٹی عریب کو بھی دیکھ سکوں۔ اگر وہ لشکر میں شامل ہے تو تمہیں اسے بھی اپنے ساتھ لیکر آنا چاہئے تھا یا پھر ایسا کرو مجھے اپنے لشکر میں لیکر چلو میں اپنی بیٹی عریب سے ملوں گا۔ اس کے علاوہ اس کے باپ اس کے بھائیوں اور دوسرے اہل خانہ سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔“

جب تک عازور بولتا رہا۔ حبیب بن عثمان مسکراتا رہا اس کے بعد کہنے لگا۔ ”میرے محترم اگر عریب میرے ساتھ ہوتی تو وہ ضرور آپ سے ملنے آتی خانقاہ میں حاضر ہوتی۔ ہمارے لشکر کے دو حصے ہیں۔ میں ہراول کے طور پر آگے آیا ہوں فکر کا دوسرا حصہ پیچھے ہے۔ وہ ہمارے بادشاہ حارث کی کمانڈری میں ہے۔ اس لشکر میں عریب کے علاوہ اس کے دونوں بھائیوں کی بیویاں عریب اور اس کی بہن حویلہ کے شوہر بھی شامل ہیں۔

بزرگ عازور اس وقت میں صرف اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ یرد خلم کے نواح میں قیام کئے ہوئے ہوں۔ یرد خلم کے شہریوں کو میں نے ہی امان دی ہے میں نہیں چاہتا تھا کہ یرد خلم میں قتل و غارت گری ہو میرا اصل مقصد پیلاطس سے نمٹنا تھا۔ وہ چونکہ اپنے سالاروں اور سرکردہ لوگوں کے ساتھ یرد خلم شہر سے مصر کی طرف بھاگ چکا ہے۔ لہذا اب میں یہاں کسی سے سروکار نہیں رکھوں گا۔ میں نے لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ پہلے کی طرح پرامن رہیں اور اپنے روز مرہ کے کاموں میں لگے رہیں۔ کوئی ان سے تعرض نہیں کرے گا۔

حبیب بن عثمان جب خاموش ہوا تو عازور نے پھر پوچھ لیا۔ ”بیٹے اگر یہ بات ہے تو تم چند دن یہاں قیام کرو گے اور یہاں سے لوٹ جاؤ گے اور حارث اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ادھر کا رخ نہیں کرے گا اس طرح عریب سے تو تمہاری ملاقات نہیں ہو سکے گی۔“

حبیب بن عثمان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”نہیں ایسی بات نہیں ہے میں یہاں سے لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مزید جنوب کا رخ کروں گا۔ میں آپ پر انکشاف کروں کے رومنوں کے شہنشاہ ٹائبرس نے ایک بہت بڑا لشکر روم سے ہی ہمارا مقابلہ کرنے کیلئے مصر کی طرف روانہ کیا ہے۔ یہ لشکر رومنوں کا بحری بیڑہ لیکر آیا ہے۔ سکندریہ کی بندرگاہ پر یہ لشکر اترے گا۔ جو رومن پہلے سے مصر میں ہیں اور گالس کی سرکردگی میں کام کر رہے ہیں وہ ابھی اس لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ اس طرح گالس متحدہ لشکر کو لیکر شمال کا رخ کرے گا اور ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

میں یہاں سے سیدھا جنوب کی طرف جاؤں گا صحرائے سینا کے کسی مناسب محل وقوع میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کروں گا اور رومنوں کی راہ روکوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہماری سرزمینوں میں داخل ہو سکیں۔ میں صحرائے سینا ہی میں ریت کے ٹیلوں کے اندر ان کے ساتھ موت کا کھیل کھیلتے ہوئے انہیں بھاگ جانے پر مجبور کروں گا۔

میں کسی بھی وقت رات کو یہاں سے کوچ کر سکتا ہوں۔ لہذا سب سے پہلے میں نے اور اوزال نے یہ پسند کیا کہ آپ سے ملاقات کر لیں۔ اس کے بعد شاید اچانک ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا پڑے۔

حبیب بن عثمان کی اس گفتگو کے جواب میں عازور کی بیٹی سدانہ نے گھورنے کے انداز میں باری باری حبیب بن عثمان اور اوزال کی طرف دیکھا۔ پھر حبیب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میرے بھائی کا مطب ہے اب تم میاں بیوی ہمارے ہاں رات بسر نہیں کرو گے۔“

سدانا چونکہ اوزال کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ لہذا حبیب بن عثمان کے بجائے اوزال نے رد عمل کا اظہار کیا۔ اپنا بازو اس نے بڑے پیار سے سدانہ کے شانے پر رکھا۔ اپنا سر اس کے سر کے قریب لے گئی۔ ایک دوبار اس نے اپنے سر کو اس کے سر سے پیار سے رگڑا پھر کہنے لگی۔

”سدانا میری بہن اگر ہم نے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف کوچ نہ کرنا ہوتا تو ہاں رات بسر کرنا میرے لئے اور تمہارے بھائی کیلئے ایک بہت بڑی سعادت ہوئی لیکن ایک مہم پر نکلے ہوئے ہیں۔ لہذا مجھے امید ہے کہ تم محسوس نہیں کرو گی۔“

سدانا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ عازور بول پڑا۔

”اوزال میری بیٹی میں تم لوگوں کی مہم کو سمجھا ہوا ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی اعتراض نہیں کرے گا۔ ہمیں تو سب سے بڑی خوشی جو نصیب ہوئی ہے وہ یہ کہ یہودیوں اور اس کی بیوی یہودیہ کو تم لوگوں نے مکافات عمل سے گزارا۔ وہ ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ یوں جانیں خداوند قدوس کی طرف سے ان کی گرفت ہو گئی۔ دوسری بڑی خوشی یہ کہ پیلا مس یہاں سے بھاگ گیا۔ یروشلیم کے لوگ اب آزاد ہیں۔ تیسری بڑی خوشی کہ دمشق شہر پر بھی نبطیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔“

عازور جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے حبیب بول اٹھا۔

”آپ کی ان تین خوشیوں میں میں ایک چوتھی خوشی کا بھی اضافہ کر سکتا ہوں۔“

حبیب بن عثمان کے ان الفاظ پر رحیم عازور، سدانہ، اوزال چاروں نے بڑی جتو کے انداز میں اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ جس کے جواب میں حبیب بن عثمان پھر بول پڑا۔

آپ لوگوں کیلئے چوتھی اور بڑی خوشخبری یہ ہے کہ ہمارے بادشاہ حارث نے یہودیوں کے بیٹے اگرپا کو پورے فلسطین کا حاکم اعلیٰ مقرر کر دیا ہے۔ اگرپا ایک معتدل مزاج انسان ہے اپنے باپ کی طرح انتہا پسند نہیں نہ ہی خرافات میں الجھنے والا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگرپا کے دور میں نہ صرف یہ کہ اندرونی طور پر فلسطین کے اندر امن رہے گا بلکہ فلسطین کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے اپنے اوروں سے تعلقات بہترین انداز میں استوار رکھے گا۔ کسی بھی دور میں اگر نبطیوں کے ساتھ فلسطینیوں کے اختلافات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ تو یہ اختلافات باہمی رضامندی اور باہمی بات چیت سے طے کئے جائیں گے اور اس سلسلے میں کسی بھی صورت کبھی بھی رومنوں کو اپنے معاملات میں الجھانے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔“

ن عثمان کے اس انکشاف پر عازور رحیم سرایا اور سدانہ بے پناہ خوشی کا

اظہار کر رہے تھے۔ عازور نے پھر حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔  
 ”بیٹے جب تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف کوچ کر رہے ہو تو  
 اپنی غیر موجودگی میں لشکر کی نگرانی کیلئے کسے چھوڑ کر آئے ہو۔“  
 حبیب بن عثمان مسکراتے ہوئے عازور کو مخاطب کر کے کہہ دیا تھا۔

”بزرگ عازور میرے حصے کے لشکر میں میرا ماموں زاد سعید میرے نائب کی  
 حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ ہے اور اس کا نام رعما ہے  
 اور وہ رقیم شہر کے بچاری ایرخ کی بیٹی ہے۔ میری غیر موجودگی میں میرا بھائی سعید ہی  
 لشکر کا نگران اعلیٰ ہے۔“

عازور نے اس بار اپنی بیٹی سدانہ اور اپنے بیٹے رخم کی بیوی سرایا کی طرف  
 دیکھا۔

میرے بچو! اٹھو ایک عرصے بعد حبیب بن عثمان اور میری بیٹی اوزال خانقاہ میں  
 آئے ہیں۔ ان کیلئے بہترین دعوت کا اہتمام کرنا ہے۔

عازور مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حبیب بن عثمان نے اس کی بات کاٹ دی۔  
 ”بزرگ عازور آپ میرے باپ کی طرح ہیں۔ کسی بڑی دعوت کا اہتمام کرنے کی  
 ضرورت نہیں ہے جو عام آپ کے ہاں پکتا ہے۔ ہم وہی کھائیں گے۔“

عازور کے کہنے پر سدانہ اور سرایا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اوزال بھی کھڑی  
 ہو گئی اور کہنے لگی میں بھی اپنی بہنوں کے ساتھ جاتی ہوں۔ اس پر وہ تینوں کمرے سے  
 نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں جبکہ اس کمرے میں عازور رخم اور حبیب بن  
 عثمان بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد سب نے ملکر کھانا کھایا۔ اس کے بعد  
 حبیب بن عثمان اور اوزال ان کے ہاں سے رخصت ہو گئے تھے۔ اس روز رات کے  
 وقت حبیب بن عثمان یروشلم کے نواح سے دشت سینا کی طرف کوچ کر رہا تھا۔



حبیب بن عثمان چند میل ہی دور بھاگا تھا کہ اس نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس  
 لئے کہ سامنے کی طرف سے چند گھوڑ سوار ان کی طرف آرہے تھے اور ہاتھ ہلاتے  
 ہوئے انہیں رکنے کیلئے اشارہ بھی دے رہے تھے۔

ان کے اشارہ دینے پر حبیب بن عثمان نے اپنے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کیا۔  
 اس کے پیچھے لشکر رک گیا۔ سامنے کی طرف سے آنے والے گھوڑ سوار جن کی تعداد  
 چھ کے قریب تھی۔ قریب آئے حبیب بن عثمان نے انہیں پہچان لیا گیا۔ وہ نبطی مخبر  
 تھے۔ قریب آکر وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ حبیب بن عثمان نے انہیں مخاطب کرنے  
 میں پہل کی۔

”عزیزو اگر تم کوئی اچھی خبر لائے ہو تو کہو۔“

ان سب نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان کا ایسا کرنے سے ان کا  
 مقصد یہ تھا کہ ان میں سے کس کو مخاطب ہونا چاہئے پھر ان میں سے ایک بولا پڑا۔  
 امیر ابن عثمان ہم دونوں محاذوں کی اچھی خبریں لیکر آئے ہیں۔ ہم میں سے  
 ہمارے دو ساتھی ایلہ کی طرف گئے تھے۔ باقی ہم مصر کے اندرونی حصے کی طرف سے  
 آرہے ہیں۔ ہم نے پہلے سے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کا لائحہ عمل مرتب کر  
 رکھا تھا۔ صحرائے سینا کے اندر ہم اکٹھے ہوئے۔ پہلی خبر جو ہم آپ سے کہنا چاہتے  
 ہیں وہ یوں ہے۔

جس لشکر نے مصر سے نکل کر گالس اور اسٹرابو کی سرکردگی میں ہماری سرزمینوں  
 کا رخ کرنا ہے۔ وہ ایک دو روز تک بڑی تیزی سے صحرائے سینا کی طرف کوچ کرے  
 گا۔

تک رومنوں کے اس لشکر کا تعلق ہے جو بحری بیڑے میں ایلہ کی بندرگاہ کا

رخ کئے ہوئے ہے وہ دو روز بعد ایلہ کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو سکتا ہے۔

حبیب بن عثمان نے آنے والے ان طلائیہ گروں کے انکشافات پر خوشی کا اظہار کیا۔ پھر اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ اطراف میں صحرائے سینا کے اونچے اونچے ٹیلے کھڑے تھے۔ کچھ دیر تک حبیب بن عثمان انہیں دیکھتا رہا۔ مسکراتا رہا پھر آیوالوں کو اس نے مخاطب کیا۔

میں اپنے لشکر کو یہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دینے لگا ہوں۔ مصر سے آنے والی شاہراہ کے بائیں کنارے میں لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرتا ہوں۔ تم میں سے تین میرے پاس ہی رہیں۔ دو شمال کی طرف رخ کرجائیں۔ اپنے بادشاہ حارث کو اس کے لشکر سمیت یہاں لیکر آئیں اس کے یہاں آنے کے بعد میں اپنی نئی منزل کی طرف کوچ کروں گا۔ حبیب بن عثمان کے کہنے پر دو طلائیہ گر شمال کی طرف کوچ کر گئے۔ تین اس کے پاس ہی رہے پھر حبیب بن عثمان نے اپنے لشکر کو مصر سے شام کی طرف جانے والی شاہراہ کے بائیں کنارے ذرا ہٹ کر پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملنا تھا کہ صحرائے اندر خیموں کا شہر آباد ہو گیا تھا۔ آن کی آن میں پڑاؤ کر لیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان نے لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

صحرائے سینا میں سیاہ رات کے چوکنے پن کے اندر بدر کامل نمودار ہوا۔ اندھیرے کی چادر پھٹی دشت سینا کی آنکھوں کے سمندر میں اجنبی جزیروں اور اداس سمندروں کی طرف سے آنے والی جذبوں کی شدت سے بھرپور ہوائیں ایک عجیب سی سرسراہٹ میں چمکتی ریت شبنمی پھوار اور بے کراں چاندنی کو گلے لگانے لگی تھی۔ فن کے لمحوں، نشاط ساعتوں روز و شب کے ہنگاموں اور ماضی کی گردش لیل و نہار کا بھیدی صحرائے سینا چپ تھا۔ کتاب حیات کے اوراق کی تحریروں، قضا کے درد الم کی بے رحم وسعتوں اور جرم و عصیان کے عتاب گیروں کی پہچان رکھنے والا صحرا بالکل رات کی گہرائیوں میں ڈوب چکا تھا۔

التماب نگاہ، تمازت جسم و جان پر تو امن آشتی اور مشعل نگاہ بنتے عکس نور حق کے شناسا صحرا اور اس کی راز دان ریت کسی آنے والے خونی انقلاب کیلئے بے چیر۔

تھی۔

ایسے میں نبیطیوں کا بادشاہ حارث اور اس کا بیٹا مالک اور زبیل صحرا کے اس حصے میں نمودار ہوئے جہاں حبیب بن عثمان نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ حبیب بن عثمان، سعید اور دوسرے سالاروں نے اپنے پڑاؤ سے باہر نکل کر شاندار انداز میں ان کا استقبال کیا۔

حبیب اور سعید کے ساتھ ان کی بیویاں رعما اور روزال تھیں۔ دوسرے سالاروں کی بیویاں بھی اوزال اور رعما کے ہمراہ تھیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے مالک کی بیوی شہیر، عریب اس کا شوہر حویلہ اور اس کا شوہر، زبیل اور السار کے علاوہ لشکر میں شامل دیگر عورتیں بھی جمع ہو گئی تھیں اور بڑے پر جوش انداز میں رات کے وقت وہ اوزال، رعما اور حبیب بن عثمان کے لشکر کی دیگر عورتوں سے ملنے لگی تھیں۔

اس موقع پر حارث نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”بیٹے یہاں تک تو تیرے اور میرے درمیان پہلے سے معاملہ طے تھا۔ اب بتا اگلا قدم کب اور کس وقت اٹھانا ہے۔ دیسے میں تمہیں یہ بتا دوں کہ راستے میں ہم یروثلم کی نواحی خانقاہ کے بزرگ عاذور سے مل چکے ہیں۔ اس کے بیٹے اس کی بہو اور بیٹی نے ہمارا شاندار استقبال کیا۔ بہر حال وہ بڑے اچھے لوگ ہیں اور بتا رہے تھے کہ ہماری آمد سے پہلے تم اور اوزال بھی ان کے پاس کچھ وقت گزار چکے ہو۔ بہر حال کہو بیٹے اب معاملہ کیسے طے کرنا ہے۔“

حبیب بن عثمان نے کچھ سوچا۔ حارث کے قریب آیا۔ تھوڑی دیر تک اس کے کان کے قریب منہ لے جاتے ہوئے بڑی رازدارانہ سی سرگوشی کرتا رہا جسے سن کر حارث مسکراتا رہا۔ پھر حبیب بن عثمان جب پیچھے ہٹا تو حارث نے کنا شروع کیا۔

میرے بیٹے جو لائحہ عمل تم نے طے کیا ہے یہ بہت عمدہ، بہت اچھا ہے۔ میں بعد میں اوزال کے ساتھ مالک اور زبیل دونوں کو آگاہ کردوں گا۔

حارث کے خاموش ہونے پر حبیب بن عثمان بول اٹھا۔

”آپ کے پاس یہ جو جانور ہیں جن پر لشکر کے خیمے لدے ہوئے ہیں انہیں میں مائل کر لیتا ہوں۔ میرا لشکر ابھی خیمے خالی کر دے گا اور ان خیموں کے



اندر آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیں۔ میں ابھی اور اسی وقت ایلہ کا رخ کروں گا جو لاکھ عمل میں نے راز داری کے ساتھ آپ سے کہا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد میں پلٹوں گا اور پھر دیکھیں مصر سے آنے والوں کا ہم کیا انجام کرتے ہیں۔

حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے حادث نے اتفاق کیا۔ پھر اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ آن کی آن میں خیمے خالی کر دیئے گئے۔ حادث کے لشکر میں جو بار برداری کے جانور تھے۔ حبیب بن عثمان نے انہیں اپنے ساتھ لیا اور وہ ایلہ کا رخ کر گیا تھا۔ حادث نے اپنے حصے کے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔



رات کے وقت حبیب بن عثمان نے اپنے لشکر کے ساتھ ایلہ سے دور ہی ایک مناسب جگہ گھات لگالی تھی۔ ساتھ ہی اس نے اپنے طلائیہ گر اور ناظر ایلہ کی طرف روانہ کر دیئے تھے تاکہ رومنوں کے بحری بیڑے کی آمد سے بروقت اسے مطلع کریں۔ ناظرین کو حبیب بن عثمان نے یہ بھی تاکید کر دی تھی کہ جب رومن ساحل پر اتریں اپنے جہازوں اور کشتیوں سے سارا سامان اتار کر ساحل پر پوری طرح پڑاؤ کر لیں تب وہ آکر اسے ان کی آمد کی اطلاع کریں۔

نبطیوں کے یہ ناظر بڑی برق رفتاری سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے اور ایلہ کے آس پاس پیاسے کوؤں کی طرح منڈلانے لگے تھے۔ دوسری جانب رومن بھی سمندر میں اس رفتار سے سفر کر رہے تھے کہ سورج غروب ہونے کے بعد وہ ایلہ پہنچے۔ ساحل پر لشکر انداز ہونے کے ساتھ ہی رومنوں کے کمانڈر نے حکم دیا کہ جہازوں اور کشتیوں سے سارا سامان اتار کر ساحل پر ڈھیر کر دیا جائے۔

یہ حکم سننے ہی رومن بڑی تیزی سے حرکت میں آئے۔ اپنے جہازوں سے سارا سامان اتار کر انہوں نے ساحل پر ڈھیر کر دیا۔ جہازوں اور کشتیوں کو خالی کر دیا گیا۔ پھر ساحل پر لشکریوں کے آرام اور قیام کیلئے خیمے نصب کر دیئے گئے تھے۔ خورد و نوش کا سامان بڑے بڑے شامیانوں کے نیچے رکھ دیا گیا تھا۔

نبطیوں کے طلائیہ گر اور ناظر یہ ساری کارروائی دیکھو رہے تھے۔ رومنوں نے جب سارا سامان جہازوں سے اتار لیا اور اپنا پڑاؤ بھی کر لیا اور یہ اطمینان بھی کر لیا کہ ساحل پر کوئی ایسی قوت نہیں جو ان کا مقابلہ کرے۔ تب نبطی ناظر حبیب بن عثمان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

۱۔ کے پہلے پہر ہی وہ اپنے لشکر میں داخل ہوئے اور حبیب بن عثمان کو رومن

سعید میرے بھائی تم رومن لشکر کی غریب سمت جانا رہنا جبکہ مشرقی جانب میں جا چکا ہوں گا۔ مشرق کی جانب جا کر میں فضا میں روشنی دیتا ہوا تیر چلاؤں گا جو تمہارے لئے اشارہ ہوگا کہ حملے کی ابتداء کرنی ہے۔

حملے کی ابتداء کچھ اس طرح کی ہوگی کہ دشمن پر مغرب سے اور مشرق سے یلشت حملہ نہیں کرنا بلکہ تم غریب جانب سے سمندر کے کنارے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھو گے۔ میں ایسا ہی مشرقی جانب سے کروں گا۔ میرے اور تمہارے لشکر سمندر کے کنارے ہی کنارے آپس میں ملیں گے۔ پھر ایک ساتھ نعرے بلند کرتے ہوئے رومنوں پر حملہ آور ہوں گے۔ ایسا میں اس احتیاط سے کر رہا ہوں کہ اگر ہم خشکی کی طرف سے رومنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو رومن اپنی جانیں بچا کر اپنے بحری بیڑے میں سوار ہوں گے اور بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے میں انہیں بھاگنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔

جب میں اور تم دونوں ملکر سمندر کا راستہ بند کریں گے تب رومنوں کو راہ فرار اختیار کرنے کیلئے گھسان کی جنگ کرنی پڑے گی۔ ان کے پاس دو ہی راستے ہوں گے یا تو ہمیں شکست دیں اور اپنی جانیں بچائیں یا لڑتے مرتے اپنی جانیں ضائع کریں جس وقت سمندر کی طرف سے ہم حملہ آور ہوں گے تو ظاہر ہے رومنوں کے ساتھ ہماری گھسان کی جنگ شروع ہو جائے گی۔ عین اس موقع پر لشکر کے وہ دو حصے جو تیروں سے مسلح ہوں گے وہ رومنوں کی پشت سے تیر اندازی کریں گے اس تیر اندازی سے یاد رکھنا رومن دو طرح کا تاثر لیتے ہوئے بد نظمی افزا تفری اور بے حوصلگی کا شکار ہو جائیں گے۔

پہلے تو وہ یہ سمجھیں گے کہ حملہ آوروں کا کوئی اور لشکر آگیا ہے یا انہیں کمک مل گئی ہے۔ دوسرے وہ یہ بھی خیال کریں گے کہ حملہ آور بڑی تنظیم سے ان پر حملہ آور ہوئے ہیں اور چاروں طرف سے انہوں نے رومنوں کو گھیر لیا ہے۔ بہر حال وہ جو بھی تاثر لیں ایک بار ان کے پاؤں تلے سے اپنی موت اور اپنی قضا کو دیکھتے ہوئے زمین ضرور نکل جائے گی۔

مجھے امید ہے رات کی تاریکی میں رومن کسی بھی صورت ہمارے دو طرفہ حملے کا

بحری بیڑے کے آنے کی اطلاع دی۔ یہ اطلاع ملتے ہی حبیب بن عثمان اور سعید نے لشکر کے اندر جو چھوٹے سالار تھے۔ انہی خیمے کے باہر جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی سارے سالار خیمے سے باہر جمع ہوئے۔ تنگی زمین پر ہی حبیب بن عثمان کے سامنے بیٹھ گئے۔ تب رات کی گہری تاریکی اور خاموشی میں حبیب بن عثمان نے انہیں مخاطب کیا۔

”میرے ساتھیوں جس مهم کیلئے نکل کر ہم صحرائے سینا کی طرف آئے۔ اس مهم کی ابتداء کرنے کا وقت آگیا ہے۔ ہمارے طلائی گر لوٹ آئے ہیں اور انہوں نے اطلاع کردی ہے کہ رومنوں کا بحری بیڑہ ایلہ پہنچ چکا ہے۔ جہازوں سے سارا سامان انہوں نے اتار لیا ہے اور ساحل کے قریب ہی پڑاؤ کر لیا ہے۔ آنے والے ناظروں نے لشکر کے پورے محل وقوع سے بھی آگاہ کیا ہے۔ اس محل وقوع کو دیکھتے ہوئے میں نے حملہ آور ہونے کا ایک طریقہ کار ترتیب دیا ہے۔

حسب سابق لشکر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک میرے دوسرا سعید کے پاس رہے گا۔

حبیب بن عثمان یہاں تک کہنے کے بعد کچھ دیر سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی سعید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”سعید میرے بھائی لشکر یہاں سے ایک ساتھ کوچ کرے گا۔ ایلہ کے نزدیک جا کر لشکر کی مزید تقسیم کی جائے گی۔ میں بھی اپنے لشکر کو حصوں میں تقسیم کروں گا اور تم بھی یہ دونوں حصے رومنوں کے پڑاؤ کی سمت گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے۔ انہیں خاصی تعداد میں تیر مہیا کئے جائیں گے۔ گھات لگانے کے بعد یہ اپنی کمائیں تیار رکھیں گے۔“

لشکر کے دو حصے جو میری اور تمہاری کمانداری میں ہوں گے براہ راست دشمن پر ضرب لگائیں گے لیکن ضرب لگانے کا طریقہ سن لو کیسے حملے کی ابتداء کی جائے گی۔

یہ جو دونوں لشکر خشکی کی سمت رومنوں کے پڑاؤ کے قریب تیر اندازی کیلئے گھات لگائیں گے۔ میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گا اور ان سے ذرا آگے نکل کر رومنوں کے پڑاؤ کے دوسری سمت جانکوں گا۔

زیادہ دیر تک دفاع نہ کر سکیں گے اور ہم ان پر غالب آکر رہیں گے۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہم رومنوں سے نمٹ چکے ہوں اور جب سورج طلوع ہو تو وہ رومنوں کے خلاف ہمیں ہماری فتح مندی پر مبارکباد دیتا ہوا طلوع ہو۔ یہاں تک کہ بعد حبیب بن عثمان خاموش ہو گیا تھا۔ سعید کے علاوہ جو چھوٹے سالار تھے انہوں نے بھی حبیب بن عثمان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر لشکر نے وہاں سے اپنے ہدف کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

بندرگاہ کے قریب جاکر حبیب بن عثمان نے اپنی کارروائی کی ابتداء کی۔ لشکر کے مزید دو حصے کئے گئے اور انہیں رومنوں کے پڑاؤ کے خشکی جانب گھات میں بٹھا دیا گیا جبکہ اپنے حصے کو لیکر حبیب بن عثمان مشرق کی طرف چلا گیا تھا۔ سعید نے اپنے حصے کے ساتھ غربی جانب گھات لگا لی تھی۔

مشرقی جانب جانے کے بعد جب حبیب بن عثمان نے روشنی دیتا ہوا تیر فضا میں بلند کیا تو اس کے ساتھ وہ خود بھی حرکت میں آیا۔ اس روشنی کو دیکھتے ہوئے سعید بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ دونوں سمندر کے کنارے کے ساتھ ساتھ گیلی ریت پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آتا "فانا" رومنوں کے پڑاؤ اور سمندر کے درمیان چھا گئے تھے جب دونوں لشکر آپس میں ملے۔ اس کے ساتھ ہی حبیب بن عثمان نے اپنے خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے حملے کی ابتداء کی۔ اس ابتداء کے ساتھ ہی رات کی گہری تاریکی میں کھولتے گرجتے سمندر کی طرف سے نبطی رومنوں کے قریب اس طرح نمودار ہوئے جیسے دہر کی پہنائیوں کے اندر سے ان دیکھے عناصر اور تقدیر کی لوحیں اٹھائے موت کے پیغامبر نمودار ہوتے ہیں۔ پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے رومنوں پر دھرتی پر پھیلی ظلمت کے غبار میں اندھا کر دینے والی آویزش اور پیکار کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

حبیب بن عثمان اور سعید کی طرف سے یہ حملہ ایسا زور دار، ایسا دلیرانہ تھا کہ لمحہ بھر کیلئے سمندر کے کنارے پڑاؤ کئے رومنوں کی حالت دشت کی بیچارگی میں درد و کرب کی تصویر زیست کی بے باقی کے قصوں اور آنکھوں کو بے خواب کر دینے والی کراہوں کے بے کراں اضطراب جیسی ہو گئی تھی۔

لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حملہ آور اپنی پوری مہارت اور تیغ زنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی تعداد کو کم کرنے لگے ہیں تب بڑی تیزی کے ساتھ وہ سنبھلے اپنے آپ کو مسلح کیا۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی نبطیوں پر بستیاں جلاتی آبادیاں خاک کرتی نفرتوں کی اندھی آگ کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اب سمندر کے کنارے ہولناک جنگ کی ابتداء ہو گئی تھی۔ بندرگاہ میں رن کانپ اٹھا تھا۔

پھر جلد ہی رومنوں کی پچھلی صفوں کے اندر اندیشوں کی ریت، پیاسے سراپوں اور خوفناک سوچوں کی الجھن جیسی کیفیت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ اچانک پشت کی جانب سے نبطیوں کے دو گردہوں نے ایسی تیز تیر اندازی کی کہ پچھلی کئی صفیں انہوں نے چھید کر رکھ دی تھیں۔

اگلی صفوں کے رومن اس کیفیت کو یوں محسوس کرنے لگے تھے جیسے ان کی پشت پر تلواریں سونتے وحشی جلاد، قضا کا اڑدھا اور منحوس جبرے کھلے موت اچانک نمودار ہو گئی ہو۔ وہ ابھی تک یہ نہ سمجھے تھے کہ پشت کی جانب کیا تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ تاہم نبطیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کے دل لخت لخت، دامن چاک چاک آرزوئیں نوحہ نوحہ ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ اس لئے کہ وہ ایک بخش میں پڑ گئے تھے۔ مختلف افواہیں اڑنے لگیں۔ کچھ کہہ رہے تھے پشت کی طرف سے نبطیوں کا ایک اور لشکر نمودار ہو گیا ہے۔ کچھ کہہ رہے تھے کہ پشت کی طرف سے رومنوں کا قتل عام شروع ہو چکا ہے۔

تاہم رومنوں کے لشکر کے اندر ایک افراطی کھڑی ہو گئی تھی۔ گو رومن تعداد میں حبیب بن عثمان اور سعید کے لشکر سے کہیں زیادہ تھے۔ پھر بھی دو طرفہ حملے نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جلد ہی رومنوں نے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک حصہ پشتی حصے کا دفاع کرنے لگا جبکہ دوسرا حصہ سامنے سے حملہ آور ہونے والے نبطیوں سے نبٹنے لگا تھا۔

حبیب بن عثمان اور سعید کو یہ خبر ہو گئی کہ پشت کی جانب سے ان کے ساتھیوں نے تیر اندازی شروع کر دی ہے۔ لہذا نئے انداز میں انہوں نے ایک ساتھ اپنے

نعرے بلند کئے۔ پھر کچھ اس انداز میں انہوں نے رومنوں پر بلہ بول دیا جسے فیضانِ سرمدی میں وحشت اور جنوں اور سوزشِ دروں سے لیس ہو کر ہاتھ کی نوائیں، حشراتِ ارض اور برساتی کیڑوں کی طرح اپنے دشمنوں پر نزول کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ رومنوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح مار دھاڑ کرتے ہوئے حملہ آوروں کو پیچھے دھکیلیں۔ انہیں بھگائیں لیکن نبلی ان کی صفوں کے اندر گھستے چلے جا رہے تھے۔ پھر تیزی سے بھاگتی رات نے یہ بھی دیکھا کہ نبطی رومنوں پر اس طرح چھانے لگے تھے جیسے بے لباس پیکروں کی عریانیوں کو رات کی سخت گیر بانہیں ڈھانپ لیتی ہیں۔ اب چاروں طرف سے نبطیوں نے رومنوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ایلہ کی بندرگاہ پر جس قدر رومن لشکر انداز ہوئے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

رومنوں کا خاتمہ کرنے کے بعد حبیب بن عثمان، سعید اور دیگر سالار ایک جگہ جمع ہوئے پھر حبیب بن عثمان نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔  
میرے عزیز ساتھیو! رومنوں کے خلاف اس شاندار فتح پر میں سب سے پہلے تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔

ہمیں یہاں اپنے خیمے نصب کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ لشکر کے آرام کیلئے پہلے سے رومنوں کے جو خیمے نصب ہیں انہیں استعمال کیا جائے گا۔ سب سے پہلے جو کام کرنے کا ہے وہ یہ کہ زخمیوں کو خیموں کے اندر منتقل کیا جائے۔ پھر ان کی بہترین مرہم پٹی کا اہتمام کیا جائے اور جنگ میں ہمارے جو ساتھی مارے گئے ہیں ان کی تجیز اور تکفین کی جائے۔“

ان دونوں کاموں سے فارغ ہونے کے بعد حبیب بن عثمان نے پھر اپنے لشکریوں کو جمع کیا۔ جب سب اس کے سامنے آگئے تب بڑی شفقت بڑی مہربانی سے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! مرنے والوں کی تجیز و تکفین اور زخمیوں کی دیکھ بھال سے ہم فارغ ہو چکے ہیں۔ اب رات کی تاریکی میں دو اور کام ہیں جو ہم نے سرانجام دینے ہیں۔ پہلا کام میں اپنے بھائی سعید کے ذمہ لگاتا ہوں۔

سعید میرے بھائی پہلے دو تیز رفتار قاصد حارث کی طرف روانہ کرو اور جس انداز میں ہم نے رومنوں کو سمندر کے کنارے بدترین شکست دی ہے یہ ساری کیفیت حارث سے کہی جائے۔ ساتھ ہی حارث کو یہ بھی اطلاع کر دی جائے کہ آنے والی شب کو ہم یہاں سے حرکت میں آئیں گے اور جس جگہ اس نے پڑاؤ کر رکھا ہے اس کے آس پاس ہی صحرائے سینا کے بلند ٹیلوں کے اندر ہم بھی گھات لگالیں گے اور جس طرح وہ مصر سے آنے والے لشکر کا منتظر ہے ہم بھی اس کا انتظار کریں گے۔

حارث پر یہ بھی واضح کر دینا کہ جس وقت دشمن اس سے ٹکرائے گا ہم دشمن کے پہلو کی طرف سے نمودار ہوں گے اور اس پر حملہ آور ہوں گے اور اپنی فتح اور اس کی شکست کو یقینی بناتے چلے جائیں گے۔

دوسرا کام جو ہم سب نے ملکر رات کی تاریکی میں کرنا ہے وہ یہ کہ اپنے سامنے سمندر کی طرف دیکھو۔ رومنوں کے بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں کھڑی ہوئی ہیں۔ ان سب کو کھینچ کر ہم نے خشکی پر چڑھانا ہے اور انہیں اپنے لئے فائدہ مند بنانا ہے۔

میں جانتا ہوں ہمارا کوئی بحری بیڑہ نہیں لہذا سمندر کے اندر کھڑے یہ بحری جہاز اور کشتیاں ہمارے لئے بیکار ہیں۔ انہیں جب کھینچ کر خشکی پر چڑھا دیا جائے گا تو ان سے ہم قلعوں اور برجوں کا کام لیں گے۔ آنے والے دو میں پھر کوئی قوت سمندر کی طرف سے نبطیوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ تو ان کشتیوں اور جہازوں کے اندر رہتے ہوئے آنے والوں پر ایسی تیر اندازی کریں گے کہ انہیں ایلہ کی بندرگاہ کی طرف آنے ہی نہ دیں گے۔

سعید میرے بھائی جو قاصد تم حارث کی طرف روانہ کرو انہیں یہ بھی بتا دینا کہ حارث کو مطلع کریں کہ رومنوں کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے ان کے جہازوں اور کشتیوں کو بھی سمندر کے کنارے کھڑا کر دیا ہے تاکہ آنے والے دور میں وہ ہمارے لئے برجوں اور قلعوں کا کام دیں۔ آؤ اپنے کام کی ابتداء کریں۔

سب سے پہلے سعید حرکت میں آیا۔ دو قاصد اس نے حارث کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔ پھر حبیب بن عثمان اور سعید دونوں پورے لشکر کے ساتھ ایک طوفانی انداز میں اپنے کام میں مصروف ہوئے۔ سارے جہازوں اور کشتیوں کو انہوں نے

کھینچ کر ساحل پر کھڑا کر دیا تھا۔ اس کے بعد لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔



دوسری جانب گالس اور اسٹرابو ایک بہت بڑا لشکر لیکر مصر سے نکلے۔ اس بار ان کی قوت بھی پہلے سے زیادہ تھی۔ دو لشکر ان کی زیرِ کمان تھے۔ ایک وہ جس کا اہتمام انہوں نے اپنے طور پر کیا تھا دوسرا وہ جو رومن شہنشاہ کی طرف سے ان کی مدد کیلئے بھیجا گیا تھا۔ اس طرح اس متحدہ لشکر کو لیکر گالس اور اسٹرابو بڑی برق رفتاری سے شمال کی طرف بڑھے تھے۔

صحرائے سینا میں داخل ہونے سے پہلے ہی گالس کو اس کے مخبروں اور ناظروں نے اطلاع دیدی تھی کہ نبطیوں کا لشکر ان کی راہ روکنے کیلئے پہلے سے دشت سینا میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔

تاہم گالس اور اسٹرابو کی بد قسمتی کہ ان کے طلائیہ گر ان کو یہ اطلاع نہ دے سکتے تھے کہ نبطیوں کے دو لشکر ہیں۔ ایک صحرائے سینا میں ان کی راہ روکنے کیلئے پڑاؤ کئے ہوئے ہے جبکہ دوسرا ایلہ کی بندرگاہ کی طرف جا چکا ہے۔

ابھی تک گالس اور اسٹرابو کو ایلہ کی طرف جانے والے رومنوں کے بحری بڑے اور اس کے اندر حرکت کرنے والے لشکر کی تباہی کی خبریں نہ پہنچی تھیں۔

مصر تک یہ خبر ضرور پہنچ چکی تھی کہ نبطیوں کے بادشاہ نے ہیروڈیس کو بدترین شکست دی ہے اور یہ کہ ہیروڈیس اور اس کی بیوی ہیروڈیہ کا کام تمام کرنے کے بعد ہیروڈیس کے بیٹے اگرپا کو نبطیوں نے پورے فلسطین کا حاکم اعلیٰ مقرر کر دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ خبریں بھی مصر تک پہنچ چکی تھیں کہ فلسطین میں رومنوں کا گورنر پلاطس اپنے سرکردہ لوگوں کے ساتھ یروشلم سے بھاگ نکلا ہے۔

ادھر جب حارث کو اس کے ناظروں نے اطلاع دی کہ گالس کی کمانڈری میں دشمن کا لشکر بڑی تیزی سے شمال کی طرف کوچ کر رہا ہے تب وہ صحرائی ٹیلوں کی گھات سے نکلا اور شاہراہ جو مصر سے شام کی طرف جاتی تھی اس کے دونوں جانب اپنے لشکر

کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ حارث کی اس حرکت کا مقصد یہ تھا کہ وہ وہیں رومنوں کی راہ روکنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

جس روز حارث مالک اور زبیل نے دشت سینا کے ٹیلوں کی گھات سے نکل کر شام کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا اسی شام حبیب بن عثمان کی طرف سے دو قاصد حارث کے لشکر میں داخل ہوئے۔ حارث کو جب ان کے آنے کی اطلاع دی گئی تو حارث نے اپنے دونوں بیٹوں کے علاوہ قلیس، شاطر اور دیگر سالاروں کو اپنے پاس جمع کیا۔ پھر اس نے آنے والے قاصدوں کو مخاطب کیا۔

”میرے عزیزو میں نے تمہیں اس لئے روک رکھا ہے تاکہ سارے سالار جمع ہوں اور ان کی موجودگی میں جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہو۔“

حارث کے اس طرح پوچھنے پر دونوں قاصدوں میں سے ایک نے ایلہ کی بندرگاہ پر حبیب بن عثمان اور سعید کے ہاتھوں جو رومنوں کی حالت ہوئی تھی۔ پوری تفصیل کے ساتھ بنا ڈالی تھی۔

یہ خبر حارث اور دیگر سالاروں کیلئے بڑی خوش کن تھی۔ جب آنے والا قاصد اپنی بات مکمل کر چکا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حارث بول پڑا۔

”عزیزو! خبر جو قاصد نے دی ہے یہ خبر یقیناً ہم سب کیلئے خوشی اور حوصلہ مندی کی بشارت ہے۔ حبیب بن عثمان اور سعید دونوں نے ملکر رومنوں کے لشکر کا خاتمہ کر کے ایک طرح ہمارے دشمن کی ایک ٹانگ کاٹ دی ہے اور اپنے اس دشمن کی دوسری ٹانگ ہم اس دشت سینا میں کاٹیں گے۔“

حبیب بن عثمان نے رومنوں کے جہازوں اور کشتیوں کو جو خشکی پر چڑھا دیا ہے تو یہ بھی بڑا دور اندیشی کا کام سرانجام دیا اور یقیناً اس میں میری خوشنودی بھی ہے کہ آنے والے دنوں میں انہی جہازوں اور کشتیوں سے ہم سمندر کی طرف حملہ آور ہونے والے دشمنوں پر تیر اندازی کر کے اپنی حفاظت کو مزید مستحکم بنا سکیں گے۔

مجھے امید ہے جس طرح حبیب اور سعید دونوں نے ایلہ میں رومنوں کو بدترین شکست دی ہے اس طرح ہم صحرائے سینا میں بھی رومنوں کو مار بھگا سکیں۔ یوں آئندہ رومنوں کو ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی جرات اور جسارت

نہیں ہو سکے گی۔ اس کے ساتھ ہی اگرپا کی حکمرانی بھی فلسطین میں مستحکم ہو جائے گی۔ اگرپا کا فلسطین کا حکمران رہنا ہمارے لئے سود مند ہے اس لئے کہ آنے والے دنوں میں وہ نبطیوں کے ساتھ اتفاق اور تعاون سے رہے گا۔

اس کے ساتھ ہی حارث نے وہ مجلس ختم کردی قاصدوں کو اس نے جاکر آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

رومنوں کو خبر ہو چکی تھی کہ نبطیوں کا بادشاہ حارث اپنے لشکر کے ساتھ ان کی راہ روکنے کیلئے دشت سینا میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ لہذا وہ شمال کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کچھ اس رفتار سے بڑھے تھے کہ اگلے روز صبح ہی صبح وہ اس جگہ پہنچے جہاں حارث پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ حارث کے بالکل سامنے رومنوں نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے نبطیوں کے لشکر کے سامنے رومنوں نے صحراء کے اندر خیموں کا شہر آباد کر دیا تھا۔ بار برداری کے جانور خالی کئے جانے لگے تھے۔ پڑاؤ کو آباد کیا جا رہا تھا۔ ہر چیز قرینے اور سلیقے سے سجائی جانے لگی تھی۔

رومنوں کی بد قسمتی ابھی تک انہی ایلہ کی طرف جانے والے اپنے لشکر کی تباہی کا حال نہ معلوم ہوا تھا اور انہیں یہ بھی خبر نہ تھی کہ ان کے سامنے حارث کی سرکردگی میں نبطیوں کا صرف آدھا لشکر ہے جبکہ دوسرا آدھا ان کا گلہ کاٹنے کیلئے ان کے قریب ہی گھات لگا چکا ہے۔

گالس اور سٹرابو جب تک ان کے لشکری خیمہ زن ہوتے رہے۔ دشمن کے لشکر کا جائزہ لیتے رہے۔ وہ اپنے پڑاؤ کے آگے کھڑے رہے۔ کچھ دیر تک جائزہ لینے کے بعد گالس نے سٹرابو کو مخاطب کیا۔

سٹرابو میں نبطیوں کے بادشاہ حارث کے لشکر کا جائزہ لے چکا ہوں۔ لگتا ہے اس بار ہم نبطیوں کے خلاف اپنی گزشتہ شکست کا بدلہ لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سٹرابو تم نے بھی دیکھا ہوگا۔ تعداد میں ہمارے لشکر کے مقابلے میں نبطیوں کا لشکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ میرے خیال میں دشت سینا کے اندر یہ نبطی زیادہ

تک ہمارے سامنے ٹہرنہ سکیں گے۔ مجھے امید ہے کہ ہم انہیں بدترین شکست دیں گے جنگ کی ابتداء کرنے سے پہلے اپنے لشکریوں کو پوری طرح سے سمجھا دینا کہ جب نبطیوں کو ہمارے ہاتھوں شکست ہو تو ان کے مرکزی شہر رقیم تک ان کا تعاقب کرتے چلے جانا ہے صرف چند دستے یہاں مقیم کئے جائیں جو نہ صرف یہ کہ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز کی حفاظت کریں گے بلکہ بھاگنے والے نبطیوں کے پڑاؤ پر بھی قبضہ کریں گے۔

سٹرابو پہلے ہی نبطیوں کے لشکر کی عددی حیثیت دیکھتے ہوئے اطمینان اور خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ گالس کی گفتگو نے اس کی خوشی میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ پھر اس نے گالس کو مخاطب کیا۔

محترم گالس لگتا ہے دشت سینا میں قدرت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ ایک بار ہم نے دشت سینا میں نبطیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے تو دنیا کی کوئی طاقت رقیم شہر تک ہمیں نبطیوں پر تباہی اور بربادی کا نزول کرنے سے روک نہ سکے گی۔

نبطیوں کے بادشاہ حارث نے دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد ہیرودیس اور اس کی بیوی کو قتل کر کے ہمارے ساتھ بدترین دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گزشتہ جنگ میں اس نے نہ صرف ہیرودیس بلکہ پیلاطس کو بھی شکست دی اور ہمیں بھی ان کے سامنے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس بار نبطیوں سے ہم اپنے گزشتہ مارے حساب بے باک کر کے رہیں گے۔

”سٹرابو کی ساری گفتگو کا جواب گالس نے تھوڑی دیر تک نہ دیا۔ وہ ابھی تک نبطیوں کی طرف دیکھتے ہوئے گہری سوچوں میں غرق تھا پھر اس نے سٹرابو کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

سٹرابو گو میں تمہاری طرف دیکھ نہیں رہا لیکن میں نے تمہارے الفاظ کو غور سے سنا ہے۔ میں ابھی تک دشمن کے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا۔ سٹرابو لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ آدھا میرے پاس، آدھا تمہاری کمانڈری میں ہوگا۔ شروع میں لشکر کو یک جا اور متحدہ رکھا جائے گا۔ پہلے نبطیوں کے ساتھ بھرپور جنگ کی جائے گی۔

ند جنگ کی بھی کو کچھ اس طرح بھڑکانا ہے کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ

ایک گالس کے پاس دوسرا سڑابو کی سرکردگی میں تھا۔ صحرائے سینا میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے اس طرح کی کیفیت طاری ہونے لگی کہ ہواؤں میں دھوئیں کی چادر وحشت زدگی صدائیں اور اندیشوں کی دھول پھیلنے لکھنے لگی تھی۔ انسانی ضمیر کی پکار کلبلاقی روحوں کی چیخیں ہوس اور مستی کا شکار ہو گئی تھیں۔ برسوں سے موسموں کی رم جھم اور آوارہ بدلیوں کی نمی کو ترستا صحرا خون سے اپنی پیاس بجھانے لگا تھا۔

جنگ جب اپنے عروج پر آئی تب قریب ہی گھات لئے حبیب بن عثمان اور سعید اپنے لشکر کے ساتھ غموں کی شدت و جذبات کی حدت کی طرح نمودار ہوئے اور رومنوں کے ایک پہلو پر گمنام بیتے لمحوں نے گمشدہ بے نام اور بے ربط کر دینے والے بے روگ عذابوں کی کندہ کاری کی طرح حملہ آور ہوئے اور جس طرح زلیست کی راہ گزر پر بزم آلودہ بستیاں اچانک رزم آلودہ ہو جائیں ویسے ہی حبیب بن عثمان اور سعید نے حملہ آور ہوتے ہوئے رومنوں کی صفوں کو الٹنا شروع کر دیا تھا۔ بڑی تیزی کے ساتھ رومنوں کی جھولی اور ان کے دامن میں ذلت اور پسپائی ٹاکامی، نامرادی اور شکست اور ہزیمت کے گولے بھرتا شروع کر دیئے تھے۔

پشت کی جانب سے حبیب اور سعید کے اس طرح حملہ آور ہونے سے رومنوں کے اچلے خواب اندیشوں کے سیل بے اماں کا شکار ہونے لگے تھے۔ ان کے اندر بڑی تیزی کے ساتھ دقت کے ٹوٹے ٹکڑوں پر قضا اپنے صحیفے سجانے لگی تھی۔ ہر کوئیس اپالو اور ڈانٹا کے پیروکار رومن ڈیوب کے چوڑے بھورے پاٹ اور سریا کی خنجر وادیوں کو اپنے گھوڑوں تلے روندنے والے اور اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھنے والے رومن فطیوں کے سامنے عجیب سی لاچارگی اور بے بسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ فبطی سیلابی ساگروں، طغیانی پر آئی ہوئی ندیوں کی طرح پھر پھر کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ تقدیر کو مات، افلاک کو تسخیر کرنے، آوارہ زمزموں کی طرح وہ ان کے لشکر کے اندر ہی اندر نعرے بلند کرتے ہوئے گھٹتے جا رہے تھے۔

رومنوں نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ فبطیوں کے اس دو طرفہ حملے کو روک کر اپنے قدم مضبوط اور مستحکم کریں لیکن ان کی بد قسمتی کہ وہ ایسا نہ کر سکے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے حارث نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک

سامنے سے لیکر فبطیوں کے لشکر کے دائیں پھیلتے جانا میں سامنے کے حصے سے لیکر فبطیوں کے لشکر کے بائیں پہلو تک پھیلتا جاؤں گا۔ اس طرح گویا سامنے دائیں بائیں تین اطراف سے فبطیوں پر حملہ آور ہو کر ان کیلئے شکست کی بھٹی میں نہ بجھنے والی آگ بڑھکاتے چلے جائیں گے۔

اسٹرابو میں فبطیوں سے آج ہی نمٹ لینا چاہتا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ اگر ہم یہاں پڑاؤ کئے رکھیں کسی سمت سے اس حارث کو کمک پہنچ جائے۔ جوئی لشکری اپنا پڑاؤ درست کر لیتے ہیں خیمے نصب کرنے سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ لشکر کے اندر جنگ کے طبل بجوا دینا تاکہ لشکری جنگ کی ابتداء کرنے کیلئے اپنی صفیں درست کرنا شروع کر دیں۔

اسٹرابو نے گالس کی اس تجویز کو مانتے ہوئے اس کے ہاں میں ہاں ملا دی تھی۔ پھر دونوں اپنے لشکر کے اندر گھوم پھر کر انتظامات کا جائزہ لینے لگے تھے۔

گالس اور سڑابو کو جنگ کی ابتداء کرنے کیلئے اپنے لشکر کے اندر فبطیوں سے پہلے جنگ کے طبل بجوانے کی زحمت اٹھانا ہی نہ پڑی تھی۔ اس لئے کہ جوئی وہ اپنا پڑاؤ استوار کرنے سے فارغ ہوئے انہوں نے دیکھا فبطیوں کے لشکر میں بڑے زور دار انداز میں جنگ کے طب بج اٹھے تھے جو اس بات کی نشاندہی تھی کہ فبطیوں کا بادشاہ حارث ان سے جنگ کی ابتداء کرنے پر قائل گیا ہے۔

فبطیوں کے لشکر میں جنگ کے طبل بجے تو گالس اور اسٹرابو چونکے تھے۔ وہ حیرات میں تھے کہ عددی لحاظ سے کم تر ہونے کے باوجود فبطیوں کے بادشاہ حارث نے جنگ کی ابتداء کرنے میں پہلی کرنے کی ٹھان لی ہے۔ فبطی لشکر میں طبل بجے اٹھے۔ تب انہوں نے بھی لشکر میں طبل بجوانے کا حکم دیا تھا۔ سارے چھوٹے سالاروں کیلئے احکامات جاری کر دیئے گئے تھے کہ بڑی تیزی کے ساتھ لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دیں۔

آن کی آن میں صحرائے سینا کے اندر دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کر لی تھیں۔

حارث نے دیکھا رومنوں نے اپنے لشکر کو صرف دو ہی حصوں میں تقسیم کیا۔

لگے۔ نبطی اپنی فتح مندی کا اعلان کرتے ہوئے بچے کھجے رومنوں کے اندر ایک سمت سے دوسری سمت تک چشمک برق و سحاب اور بے باک شعلوں کی طرح کوندتے چلے گئے تھے۔

صحرائے سینا کے اندر نبطیوں کے ہاتھوں رومنوں کو بدترین شکست ہوئی۔ گالس اور خونخوار جرنیل اسٹرابو کو بھی اس جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ یوں صحرائے سینا کے اندر نبطیوں نے رومنوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔

رومنوں کو شکست دینے کے بعد ان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا گیا۔ اتنی دیر تک ایلہ کی بندرگاہ سے جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ بھی چند دستوں کی حفاظت میں صحرائے سینا پہنچ گیا۔ نبطیوں کا بادشاہ بے حد خوش تھا کہ اس نے ایلہ کی بندرگاہ اور صحرائے سینا دونوں جگہ رومنوں کو شکست دی ہے۔ احتیاط کے طور پر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ صحرائے سینا ہی میں قیام کر لیا تھا۔

ادھر جب روم میں رومنوں کے شہنشاہ ٹائبرس کو خبر ہوئی کہ نبطیوں نے حملہ آور ہو کر ہیرودیس اور ہیرودیہ کا کام تمام کر دیا ہے اور ہیرودیس کے بیٹے اگرپا کو پورے فلسطین کا حاکم مقرر کر دیا ہے اور یہ کہ ایلہ کی بندرگاہ پر سارے لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ مصر سے کوچ کرنے والے متحدہ لشکر کو بھی نبطیوں نے صحرائے سینا میں دفن کر دیا ہے۔ تب ٹائبرس اس غم کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔ اس کی جگہ رومنوں نے گیوس کو شہنشاہ بنالیا۔

وہ جانتا تھا کہ اگر اس موقع پر اس نے نبطیوں سے ٹکرانے کی کوشش کی یا ان سے جنگ کی طرح ڈالی تو ہو سکتا ہے نبطی مزید فتح مندی کے شوق میں اس بحری بیڑے کو حرکت میں لے آئیں جو انہوں نے ایلہ کی بندرگاہ پر کھڑا کر دیا ہے اور روم کا رخ کر کے رومنوں کے مرکزی شہر ہی کو تباہ و برباد نہ کر دیں۔ لہذا اپنی عزت بچانے کی خاطر رومنوں کے نئے شہنشاہ نے چپ سا دھمی اور اگرپا کو پورے فلسطین کا حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیا۔ یوں نبطیوں نے رومنوں پر اپنی فوقیت اپنی کامیابی اپنی فوز مندی اور فتح کروی تھی۔

حصہ اپنے پاس رکھا، قلیس اور شاطر دونوں کو اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ لیا۔ لشکر کے دوسرے حصے کی کمانڈری اس نے اپنے بیٹے اور دلی عہد مالک کے ہاتھ میں دی جبکہ اپنے چھوٹے بیٹے زبیل کو مالک کا نائب مقرر کر دیا تھا۔ اس طرح دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر چکے۔ اب جنگ کی ابتداء ہونے والی تھی۔

گالس اور اسٹرابو اپنی جگہ مطمئن تھے کہ ان کے مقابلے میں نبطیوں کے پاس مٹی بھر لشکر ہے جو صحرائے سینا میں ان کے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے گا۔

نبطیوں کا بادشاہ حارث اپنی جگہ خوش اور پرسکون تھا اس لئے کہ وہ جانتا تھا صحرائے سینا کے اندر آس پاس ہی ٹیلوں کی اوٹ میں اس کا بہترین جرنیل حبیب بن عثمان اور اس کا ماموں زاد سعید اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھاٹ سے نکلیں گے اور صحرائے سینا کے اندر رومنوں کی ساری کامیابیوں کو شکست اور نامرادی میں تبدیل کرتے چلے جائیں گے۔

جنگ کی ابتداء نبطیوں کے لشکر کی طرف سے ہوئی۔ حارث، مالک، زبیل، قلیس اور شاطر اپنے لشکروں کو حرکت میں لائے۔ پھر نبطی ساگروں کو اتھل پتھل کر دینے والے وحشی بیت ناک طوفانوں اور اقدام و پسپائی و خشکی، غم و خوشی، جزا اور سزا اور سیاہی اور سفیدی کو ایک ہی قالب میں۔ ڈھال دینے والی غم و الم کی پہچان خیزیوں کی طرح حملہ آور ہوئے۔

رومنوں کو بھی اپنی عددی فوقیت پر اطمینان تھا۔ نبطیوں کے حملے سے نہ وہ خوفزدہ ہوئے نہ انہیں کسی اندیشے میں مبتلا ہونے کی ضرورت تھی۔ وہ بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے حرکت میں آئے جس طرح غازوں کے اندھے دھانوں سے شکستگی کے خواب اور عذاب لمحے نکلتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی نبطی صحرائے سینا کے ذرے ذرے میں قضا اور مرگ کا آزار کھڑا کرتے طوفانوں اور لومڑیوں کے بھٹ میں داخل ہو جانے والے خونخوار بھیڑیوں کی طرح بن کر اڑی التاب، ابدی اضطراب کی طرح ان کے لشکر کے اندر دور تک جاتے ہوئے رومنوں کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔

پھر وہ لمحہ آیا جب رومن نبطیوں کے سامنے آگ لگے بھس کی طرح اڑنے



”ہاں حبیب میرے بیٹے میں جانتا ہوں وہ کون لوگ تھے۔

سنو جب تم نے رقیم کے زندان میں قلیس اور شاطر کو مارا تو یہ تمہاری بہادری، تمہاری تیغ زنی سے بے حد متاثر ہوئے۔ یہ کچھ جرائم کی بنا پر زندان میں بند تھے۔ جب تمہیں زندان سے نکال دیا گیا اور روزال کی مہم پر جانے کیلئے مقرر کیا گیا۔ تب زندان کے داروغہ کے ذریعے قلیس اور شاطر نے مجھ سے یہ التجا کی کہ انہیں زندان سے نکالا جائے وہ ہر موقع پر تمہاری مدد اور رعانت کیا کریں گے۔

قلیس اور شاطر کو جب میرے سامنے پیش کیا گیا تو ان کی گفتگو نے مجھے ایک شک اور شبہ میں ڈال دیا۔ میں یہ سمجھا کہ زندان میں جس طرح تم نے ان دونوں کو مارا ہے اس مار کا بدلہ تم سے لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے یہ اس مہم کا بہانہ کرتے ہیں۔ تاہم میں نے ان کی پیشکش کو قبول کر لیا۔

پھر ان کے ساتھ اپنے کچھ قابل اعتبار ساتھی لگا دیئے۔ قلیس اور شاطر کے جو ساتھی تھے۔ انہیں ان کے ساتھ شامل نہیں ہونے دیا جو اپنے بھروسے کے آدمی میں نے لگائے تھے۔ میں نے ان کو واضح احکامات جاری کر دیئے تھے کہ قلیس اور شاطر نے کسی بھی موقع پر تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو قلیس اور شاطر کا خاتمہ کر دیا جائے۔

لیکن بھلا ہو قلیس اور شاطر کا کہ انہوں نے بڑی نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اسے ہر موقع پر پورا کیا۔ جو مسلح جوان میں نے انہیں مہیا کئے تھے۔ ان کے ساتھ قلیس اور شاطر نے موقع بہ موقع تمہاری مدد کی۔ اس طرح قلیس اور شاطر نے تمہارے ساتھ بہترین خلوص اور جانثاری کا مظاہرہ کیا۔“

حادث کے اس انکشاف پر حبیب، عجب سے جذبے میں مسکراتے ہوئے قلیس اور شاطر کی طرف دیکھتا رہا۔ قلیس اور شاطر کے لبوں پر بھی گہرا تبسم تھا۔ پھر حبیب بن عثمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور حادث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا اگر گناہم رہتے ہوئے میری مدد قلیس اور شاطر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرتے رہے ہیں تو میں قلیس اور شاطر کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ پھر حبیب بن عثمان آگے بڑھا اپنی طرف آتے دیکھ کر قلیس اور شاطر دونوں کھڑے ہو گئے۔ آگے بڑھ کر حبیب بن

نبطی کچھ روز تک صحرائے سینا میں اپنی فتح کا جشن مناتے رہے۔ جس صبح حادث نے اپنے مرکزی شہر کی طرف کوچ کرنا تھا۔ اس سے ایک روز پہلے اس نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے شامیانہ نما خیمے میں جمع کیا۔ اس موقع پر اس نے اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”رفیقان دیرینہ! میں تمہارے جذبے تمہارے دلوں کو سلام کرتا ہوں کہ ہر موقع پر تم نے میرا ساتھ دیا اور رومنوں کو ہر محاذ پر شکست دینے میں میری مدد کی۔ اس کیلئے میں جب تک زندہ ہوں شکر گزار اور ممنون رہوں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حادث تھوڑی دیر تک رکا۔ خاموش رہا پھر کچھ دیر تک وہ بڑے عجیب سے جذبے میں مسکراتے ہوئے حبیب بن عثمان کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے حبیب بن عثمان کو مخاطب کیا۔

”حبیب بن عثمان میرے بیٹے کل صبح ہی صبح لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ کیا اس کوچ سے پہلے تمہارے دل میں یہ خواہش نہیں اٹھتی کہ تم ان لوگوں کے متعلق جانو جو موقع بہ موقع اچانک نمودار ہو کر تمہاری مدد کرتے رہے ہیں۔ جب تم اوزال کو یروخلم سے لیکر نکلے تو راستے میں ان گناہم مجاہدوں نے کئی مواقع پر تمہاری مدد کی جب تم براہ کا مقابلہ کرنے کیلئے نکلے تب بھی وہ تمہاری مدد کرتے رہے۔ کئی مواقع پر تمہاری ان کے ساتھ گفتگو بھی ہوئی۔ تم نے ان کی اصلیت جاننے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے آپ کو چھپاتے رہے۔ ان زندہ دل اور ایثار پیشہ مجاہدوں نے تمہاری بیوی اوزال کی بھی خدمت کی اور باحفاظت ایک موقع پر تمہارے نخلستان میں پہنچایا۔

حادث مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حبیب بن عثمان بول پڑا۔

”نبطیوں کے عظیم تاج در یقیناً میں ان لوگوں سے متعلق جاننے کیلئے بے تاب ہوں جو موقع بہ موقع اور ضرورت کے وقت اچانک نمودار ہو کر میری مدد کرتے رہے۔ ان گناہم مواقع پر جبکہ موت میرے ساتھ تانک جھانک کر رہی تھی۔ انہوں نے میرے دشمن کو زیر کرنے میں میری بے پناہ مدد کی۔ کیا آپ جانتے ہیں وہ لوگ کون تھے؟

حادث کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا۔

عثمان، قلیس اور شناطر سے پر جوش انداز میں بغلگیر ہوا اور ان کی پیشانی پر گھرے ہوئے دیئے۔ اس کے بعد دوبارہ وہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔

حبیب بن عثمان کے بیٹھنے کے بعد حارث نے پھر بولنا شروع کیا تھا۔  
 ”حبیب میرے بیٹے میں پہلے ہی تمہیں اپنے لشکریوں کا سالار اعلیٰ مقرر کر چکا ہوں۔ تم میری موت تک اور اپنی پوری حیات تک اس عظیم عہدے پر برقرار رہو گے۔ میرے بعد میرا بیٹا مالک بھی تمہیں اس عہدے پر برقرار رکھے گا اس لئے کہ یہ تم سے بے پناہ محبت رکھتا ہے۔“

اس موقع پر میں چند نئے عہدوں کا اعلان کرتا ہوں۔ وہ کچھ اس طرح کہ اب سعید، قلیس اور شناطر تمہارے نائب کی حیثیت سے نبطیوں کے لشکر کے سالار کی حیثیت سے کام سرانجام دیں گے۔ لشکریوں میں تمہارے بعد ان تینوں کی عظمت سب سے زیادہ ہوگی۔

سعید، قلیس اور شناطر کے اس تقرر کو سارے چھوٹے سالاروں نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پھر مجلس برخاست ہونے کے بعد جب ان کے تقرر کا اعلان منادی کے ذریعے لشکر میں کیا گیا تو سارے لشکریوں نے بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ پھر آنے والی شب وہاں بسر کرنے کے بعد اگلے روز صبح ہی صبح نبطیوں کا بادشاہ اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کو لیکر فتح مندی اور کامرانی کے گیت گاتا ہوا دشت سینا سے رقیم کا رخ کر رہا تھا۔

ختم شد